ردِ قادیانیت

رسائل

- جناب ماھر القادریؒ
- جناب پروفیسر محمدؐ اسماعیلؒ
- جناب میاں محمدؐ نوشہرویؒ
- جناب ڈاکٹر نظیرؒ صوفیؒ
- جناب ناظم مجلس تحفظِ ختمِ نبوتؐ کینیڈا
- وفاقی حکومتِ پاکستان
- الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج
- جناب باؤ تاج محمدؐ سکودرویؒ
- مولانا عبدالمجیدؒ سوہدرویؒ

احتسابِ قادیانیت

جلد ۵۰

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان - فون : 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد پچاس(۵۰)

مصنفین : جناب ماہر القادری

جناب پروفیسر محمد اسماعیل

جناب میاں محمد نوشہروی

جناب ڈاکٹر نظیر صوفی

جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری

وفاقی حکومت پاکستان

الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج

جناب باؤ تاج محمد نکودری

مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ

صفحات : ۵۱۲

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصرزین پریس لاہور

طبع اوّل : فروری ۲۰۱۳ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

عرض مرتب

الحمدللّٰہ و کفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امابعد!

قارئین کرام! لیجئے اللہ رب العزت کے فضل وکرم واحسان سے احتساب قادیانیت کی جلد پچاس (۵۰) پیش خدمت ہے۔اس جلد میں سب سے پہلے:

۱...... قادیانیت: معروف صحافی جناب ماہر القادری ایڈیٹر ''ماہنامہ فاران'' کراچی کو لاہوری مرزائیوں نے چند پمفلٹ بھیجے جس کا انہوں نے یہ جواب تحریر کیا۔اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب نے فیصل آباد سے شائع کیا۔

۲...... قذف بالحق علی الباطل (مباحثہ برموضوع رفع،وفات عیسیٰ علیہ السلام ونزول ابن مریم): پروفیسر محمد اسماعیل پرنسپل گورنمنٹ کالج اٹک اور قادیانی مناظر قاضی نذیر کے درمیان مکالمہ ومباحثہ ہوا۔بعد میں زبیری قادیانی نے پمفلٹ شائع کیا۔اس قادیانی پمفلٹ کا جواب یہ رسالہ ہے۔

۳...... اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح): جناب حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کا یہ رسالہ ہے۔جو انتہائی عقلی ونقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ایک خوبصورت قابل ستائش ولائق تحسین دستاویز ہے۔۱۹۵۳ء سے پہلے کا مرتب کردہ ہے۔اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔۱......قرآن اور مرزا صاحب،۲......حدیث اور مرزا صاحب،۳......مرزا صاحب اور سچائی۔ یہ تینوں رسائل دستیاب نہ ہوسکے۔خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہوگا۔

۴...... ختم نبوت افروز اظہار الحق: جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیالکوٹی نے ۲۲؍جون ۱۹۷۲ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضورﷺ کے بعد مدعی نبوت، لعنتی، کذاب، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۵...... جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں: ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ مجاہد ملت بانی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کنری ضلع تھرپارکر سندھ میں رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کے عنوان پر خطاب کے دوران آپ ﷺ کے وصف خاص عقیدہ ختم نبوت پر بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی ملعون کے تین حوالے پیش کئے۔ جس میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی۔ آٹھ ماہ بعد کنری کے قادیانی فضل الدین نے ایک پمفلٹ میں چیلنج کیا کہ یہ حوالہ جات دکھائے جائیں تو تین صد روپیہ دینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگلے دن ڈگری جامعہ اشاعت القرآن کے ناظم عمومی مولانا اکرام الحق الخیری کتب مرزا لے کر کنری پہنچ گئے اور سپیکر پر چیلنج کیا کہ آؤ حوالے دیکھو۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ فضل الدین قادیانی، مرزا قادیانی کے خروج کی جگہ میں چھپ گیا۔ مولانا اکرام الحق الخیری ڈگری واپس تشریف لے گئے۔ قادیانیوں نے کہا کہ پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیا جائے۔ چنانچہ یہ پمفلٹ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کی طرف سے شائع کیا گیا۔

۶...... امین الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادیانی حجر اسود کے ادنیٰ ترین خادم فضل الدین مرزائی کے تینوں پمفلٹوں کا جواب، بمع چیلنج مناظرہ: پمفلٹ سابقہ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' کے شائع ہونے پر فضل الدین مرزائی نے تین پمفلٹ سائیکلوسٹائل تقسیم کئے۔ ان تینوں سائیکلوسٹائل پمفلٹوں کا جواب اس رسالہ میں دیا گیا جو ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری نے شائع کیا۔

۷...... ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ: ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس سے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو قادیانی اوباشوں نے تشدد، بربریت، ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردعمل میں ملک گیر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔

قادیانی ناقوس مرزا ناصر، لاہوری مہنت صدرالدین قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے جرح کی۔ خصوصی کمیٹی کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں قومی اسمبلی میں اس وقت کے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پریس، فلم اینڈ مطبوعات منسٹری (وزارت اطلاعات) نے "ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ" کے نام سے شائع کیا۔ احتساب قادیانی کی جلد ہذا میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۸...... **نئے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں):** جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا جو اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔

۹...... **قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات):** جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویلا کیا۔ حکومت پاکستان نے قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ کے نام پر یہ دستاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

۱۰...... **قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق):** حکومت آئینی ترامیم یا آرڈیننس کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کردیا جائے۔ جب ہوگیا، گولی چلادی، چل گئی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرلیا۔ تو خالی خول کو ضائع کردیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گاہے بگاہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہوچکا اور وہ اپنے محل پر

فٹ اور مؤثر ہے ان جیسے حکم ناموں کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی دفعہ ۲۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود استقرار د مؤثر برقرار۔ لیکن ''یہ ترمیم کردی جائے'' یہ آرڈر منسوخ ہوا تو بعض قانون دانوں نے کہا کہ اس کے کسی عیار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متاثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آرڈیننس جاری کر کے اعلان وتوثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم مؤثر و برقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔ جو اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔

۱۱...... ابن مریم: ۱۳۵۶ھ میں ریٹائرڈ سیشن جج الحاج خان بہادر رحیم بخش نے یہ کتاب لکھی۔ ابتداء قرآن مجید سے آخر تک جہاں کہیں مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے ان آیات قرآنیہ کو زیر بحث لاکر قرآن کے اعتبار سے مسیح علیہ السلام کے مقام ومنصب، حیات، رفع، نزول، علامت قیامت غرض ایک ایک مسئلہ کو قرآن کے حوالہ سے خوب مبرہن کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

۱۲...... مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا): مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر میں ایک بزرگ مدرس تھے۔ جنہیں باؤ تاج محمد نکودری کہا جاتا تھا۔ نکودر ضلع جالندھر میں ہے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان کے ہائی سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ کئی قادیانی جو بعد میں قادیانی جماعت کے لیڈر بنے وہ آپ کے شاگرد تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان میں رہائش کے حوالہ سے قادیانی جماعت کے خدوخال اور ان کے کردار وچال سے بخوبی واقف تھے۔ پوری قادیانی جماعت کے شب وروز ان کے سامنے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ فقیروالی آئے اور پھر عمر بھر قاسم العلوم کے درودیوار کو علم وعمل کے درس دیتے رہے۔ آپ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ منحنی آپ کا وجود تھا۔ جسم کی طرح گفتگو بھی مختصر کرتے تھے مگر پتہ کی ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے۔ تحقیق کے خوگر، قلم وقرطاس کے دھنی اور کتاب بینی کے رسیا تھے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف لانا عمر بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں قادیانی جلسہ

چناب نگر میں بھی انہیں تاریخوں میں ہوتا تھا۔ وہ چنیوٹ سے چناب نگر جاتے اور قادیانیوں سے سابقہ قیام قادیان کی وجہ سے جو تعارف پہلے سے موجود تھا اس سے فائدہ اٹھاتے اور قادیانیوں کی نئی مطبوعات خرید لاتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فقیر والی کے آپ امیر تھے۔ عالمی مجلس کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ بھی کتابوں کے رسیا تھے۔ دونوں حضرات چنیوٹ کانفرنس پر جمع ہوتے، سر جوڑتے، فہرست تیار ہوتی۔ شام کو تمام نئی قادیانی کتب مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے بستر پر لا کر باؤ تاج محمد صاحب ڈھیر کر دیتے۔

باؤ تاج محمد صاحب کا کتب خانہ خود بھی قادیانی اور رد قادیانی کتب کے حوالہ سے وقیع کتب خانہ تھا۔ ان کے پاس بعض قادیانی کتب ایسی تھیں جو مجلس کی مرکزی لائبریری کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کو فوٹو کرانی پڑیں اور یہی کتابیں قومی اسمبلی میں جب قادیانی کیس پیش ہوا تو وہاں بھی کام آئیں۔ باؤ تاج محمد صاحب کے ایک بھائی غالباً تاثیر نام تھا ملتان میں ہوتے تھے۔ ان سے ملاقات کے لئے ملتان تشریف لاتے تو زیادہ وقت ان کا مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ہمراہ ملتان کی لائبریری میں گزرتا۔ خوب شریف النفس انسان تھے۔ شرم وحیاء، اخلاق وکردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ قادیان ایسے قحبہ خانے معصیتوں کے گڑھ میں بھی سالہا سال رہے۔ لیکن دشمن بھی آپ کی پاک دامنی کا معترف رہا۔ ان کی اس ذاتی شرافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے قادیانی شاگرد بھی ان کے وضو کے پانی سے اشنان کرنے کو سعادت گردانتے تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب سے فقیر کو ذاتی نیاز مندی کا شرف حاصل ہے۔ فقیر والی، ملتان، چنیوٹ میں آپ سے بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی ان کی طرف سے شفقت اور فقیر کی طرف سے نیاز مندی میں اضافہ ہو جاتا۔ آپ کا وصال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔

ان کے بعد ایک بار ان کے ذاتی کتب خانہ سے بہت ساری کتابوں کا ڈھیر ملتان اٹھا لایا۔ فوٹو کرائے اور اصل واپس کر دیں۔ قاری عبدالخالق بنگلہ یتیم والا واسطہ بنے۔ ارائیں برادری اور رشتہ داری باؤ صاحب کے عزیزوں سے قاری عبدالخالق صاحب رکھتے ہیں۔ یہی کام آئی اور اعتبار کا ذریعہ بنی۔ مرحوم کا کتب خانہ ان کے صاحبزادہ برادرم نثار صاحب کے پاس تھا۔ اس

سال جون، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقیر کا برطانیہ کا سفر تھا۔ واپسی پر بھاگم بھاگ چناب نگر سالانہ ختم نبوت کورس میں شمولیت کے لئے آنا پڑا۔ ملتان کے کتب خانہ میں جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہاں کورس پر مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر ملے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ بھائی نثار صاحب نے باؤ صاحب مرحوم کی قادیانیت ودرد قادیانیت کی جملہ کتب ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے عنایت کی ہیں۔ یہ کہ وہ ملتان دفتر پہنچ چکی ہیں۔ اس خبر سے چونکا بھی ضرور، تعجب بھی ہوا۔ خوشی تو خیر ہونا ہی تھی۔ باعث تعجب یہ امر تھا کہ نثار بھائی تو ان کتابوں کو ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ وہ کیسے آمادہ ہوگئے؟ معلوم ہوا کہ باؤ صاحب مرحوم کی وصیت تھی کہ میری یہ کتابیں عالمی مجلس کے مرکزی کتب خانہ میں جمع کرادی جائیں۔ تعجب تو ختم ہوا۔ لیکن باؤ صاحب مرحوم سے عقیدت کے میٹر کی سوئی نے کئی چکر کاٹ لئے۔ خداوند کریم مرحوم کی تربت کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے ڈھانپ دیں۔ بہت ہی عبقری شخصیت تھے۔ وہ نام کے نہیں کام کے صاحب علم وفضل تھے۔ زیرنظر ان کی کتاب اس جلد میں شامل کررہے ہیں۔ ’’عمر مرزا‘‘ پر مرزا کی پیش گوئی کے تجزیہ کے لئے اس سے بہتر اور معلومات کا خزینہ کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گذری۔ آپ کی اور کتاب بھی ہے۔ غالباً ’’قادیانیت کا پوسٹ مارٹم‘‘ یا کیا اس کا نام ہے وہ آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع ہوتے رہے۔ فقیر احتساب قادیانیت میں صرف کتب کو جمع کررہا ہے۔ مضامین کو جمع نہیں کررہا ہے اور وہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس جلد میں وہ شامل نہیں ہورہی۔ لیکن اب حضرت مرحوم کی محبت غالب آرہی ہے۔ شاید کسی دوسری جلد میں اس خواہش کی تکمیل ہوجائے۔

۱۳...... داستان مرزا: حضرت مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ نے سوال وجواب کی صورت میں یہ کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اوّل لکھا ہے۔ آخر میں ’’دوسرے حصہ کا انتظار فرمائیں‘‘ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی ہوا یا نہیں۔ مولانا موصوف نے حصہ اوّل کے ٹائٹل پر یہ تعارف درج کیا:

’’مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحت سے بیان

کئے گئے ہیں کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مدلل اور معقول طرز بیان نہایت صاف اور سلیس پیرایہ دلکش اور سنجیدہ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہے۔"

فقیر سو فیصد اس تعارف کی تائید کرتا ہے۔ جیسے سنا اس سے ہزار درجہ بہتر پایا کا مظہر یہ کتاب ہے۔

لیجئے قارئین! احتساب قادیانیت کی جلد پچاس (۵۰) میں مندرجہ ذیل حضرات کے کتب ورسائل شامل ہیں:

۱......	جناب ماہر القادری	کا	۱	رسالہ
۲......	جناب پروفیسر محمد اسماعیل	کا	۱	رسالہ
۳......	جناب میاں محمد نوشہروی	کا	۱	رسالہ
۴......	جناب ڈاکٹر نظیر صوفی	کا	۱	رسالہ
۵......	جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری	کے	۲	رسائل
۶......	وفاقی حکومت پاکستان	کے	۴	رسائل
۷......	الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج	کا	۱	رسالہ
۸......	جناب باؤ تاج محمد نکودری	کا	۱	رسالہ
۹......	مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ	کی	۱	کتاب

گویا ۹ حضرات کے کل ۱۳ رسائل وکتب

احتساب قادیانی کی جلد (۵۰) میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ علیٰ ذالك!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۲۶ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۲ء

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

قادیانیت



جناب ماہر القادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیت پر بہت کچھ لکھا گیا۔ بہت ہی محنت اور عرق ریزی سے لکھا گیا۔ مگر اب بھی قادیانیت کے خدوخال اتنے نمایاں نہیں ہوئے کہ ہر شخص اسے پہچان جائے۔ لاعلمی کہئے یا کم فہمی کہ کچھ لوگ قادیانی علم کلام کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ ان ہی حضرات کے مطالعہ اور معلومات کے لئے ہم نے مولانا ماہر القادری مرحوم ومغفور کا یہ مفصل اور پر از معلومات اداریہ کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ خدا سے مزید توفیق اور مدد کی دعا کرتے رہیئے۔

والسلام! ...... سید محمد عبدالرحمٰن ...... مکتبہ سید ناشر و تاجر کارخانہ بازار فیصل آباد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

خداوند تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے (یعنی اس کی عمر دراز کرتا ہے) تاکہ اس کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو جائے۔ پھر اس کو ایسا پکڑتا ہے چھوڑتا نہیں۔ (بخاری ومسلم)

ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا (یعنی ظالم کو قیامت کے دن ہر طرف سے تاریکی ملے گی) (بخاری ومسلم)

جو شخص ظالم کا ساتھ دے اس لئے کہ اس سے اس کو تقویت حاصل ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے۔ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (یعنی اس میں ایمان کامل نہیں رہتا) (بیہقی)

مسئلہ قادیانیت پر پھر لکھنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ لاہوری مرزائیوں کے مرکز لاہور سے تین کتابچے اور دو خط ہمیں وصول ہوئے ہیں۔ اس تمام لٹریچر کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ''لاہوری جماعت'' مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مجدد، امام اور مسیح موعود مانتی ہے۔ ''نبی'' نہیں مانتی۔ ان رسالوں میں مرزائے قادیان کے وہ اقوال بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں [1] اس نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔ عبدالمنان عمر نے طویل خط میں اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

''میں سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی وامی کو آخری نبی (خاتم النبیین) مانتا ہوں اور حضرت [2] مرزا غلام احمد کو آپ کا محکوم، آپ کا خادم، آپ کے دین کو پھیلانے والا اور آپ

---

[1] سید المرسلین خاتم النبیین، سیدنا محمد ﷺ کے حریف اور مد مقابل مدعی نبوت کے لئے اکرام وتعظیم کا کوئی لفظ ہماری زبان اور قلم سے نہیں نکل سکتا۔ (م۔ق)

[2] نقل کفر کفر نہ باشد...... علیہ ما علیہ

کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے والا اور آپ کی بعض پیشین گوئیوں کا مصداق سمجھتا ہوں۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کی اس مشہور پیشین گوئی کا "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا" پھر میرے نزدیک حضرت مرزا امتی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی غلامی اور محض قرآن مجید کی پیروی کے نتیجہ میں انہیں بعض غیب کی خبریں عطاء فرماتا تھا۔ جو اہم امور پر مشتمل ہوتی تھیں اور جن تک پوری کائنات میں بجز پیروئ نبی اکرم ﷺ کوئی مطلع نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح آپ حضور علیہ السلام کی روحانی بارش سے حصہ پاکر اور آپ کے نور سے مستفید ہو کر اور آپ کی غلامی کا شرف پا کر مبشرات سے حصہ پاتے اور بعض غیب کی خبریں دیتے اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہ پاتے تھے۔"

ایک کتابچہ میں جس کا عنوان ہے: "جماعت ربوہ اور جماعت لاہور کے عقائد"

صدر الدین صاحب لاہوری نے ربوہ کی قادیانی جماعت والوں کو مخاطب کر کے ان کی اس غلط فہمی اور غلط اندیشی پر متنبہ کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی ماننا چھوڑ دیں۔ بلکہ انہیں مجدد زماں اور مسیح موعود مانیں......!

لاہوری جماعت کے اس مسلک کے دجل و فریب، کذب و جہالت پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔ سردست بر سبیل تنزل (بعنوان۔ لو فرضنا) ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر لاہوری جماعت والے اپنے اس قول پر صادق ہیں تو انہیں ربوہ کی قادیانی جماعت کے "کفر" کا سب سے پہلے اعلان کرنا چاہئے۔ کیونکہ مذکورہ بالا کتابچہ میں یہ عبارت بھی نگاہ سے گزری:

"نبوت کی وحی جاری ہونے سے اسلام کا تختہ الٹ جاتا ہے۔ غرض انہوں (مرزا غلام احمد) نے نہایت شد و مد سے یہ بیان کیا ہے کہ نبوت کا جاری ہونا اسلام کا خاتمہ ہے۔"

اس کتابچہ میں اس کا ضرور اعلان کیا گیا ہے کہ "اہل ربوہ اور جماعت لاہور" کے درمیان جو اختلاف ہے۔ وہ فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے۔ مگر اس کتابچہ میں اس کا اعلان نہیں کیا گیا کہ غیر نبی کو، چاہے کہ وہ مجدد ہی کیوں نہ ہو، جو کوئی فرد اور گروہ "نبی" مانتا ہے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور دائرہ اسلام اور امت محمدیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کتابچہ میں تو قادیانیوں کی جماعت ربوہ کو امت محمدیہ میں شامل سمجھ کر "مصالحت" کی دعوت دی گئی ہے اور یہ "مصالحت" ظاہر ہے کسی ایسے عقیدہ سے متعلق نہیں۔ جس پر کفر و ایمان کا دارومدار[1] ہے۔

---

[1] حالانکہ "ختم نبوت" کا مسئلہ کفر و ایمان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ یہ وہ جائز و ناجائز اور حرام و حلال نہیں ہے جو فقہی مذاہب کے اختلاف میں پایا جاتا ہے۔

پھر یہ انداز کس قدر ہمدردانہ ہے۔ جوان دونوں جماعتوں (لاہوری پارٹی اور ربوہ جماعت) کے درمیان تعلق خاطر، عقائد کی یک رنگی اور مذہبی اخوت کا پتہ دیتا ہے وہ یہ کہ ہماری دونوں جماعتیں، قرآن کریم وحدیث شریف کی نصوص کو مشعل راہ یقین کریں۔

(احمدیہ بلڈنگس لاہور کا کتابچہ ص ۳)

صحیح اعداد وشمار تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ مگر ایک سرسری اندازے کے مطابق ہمارے خیال میں قادیانیوں کی تعداد ساری دنیا میں چار لاکھ سے زائد نہ ہوگی۔ مسلمان جو ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد اللہ کے فضل وکرم سے ساٹھ کروڑ ہے۔ یہ سب کے سب مسلمان مرزا قادیانی کو نبی کاذب اور مرتد سمجھتے ہیں۔ پھر جو اقوال مرزائے قادیان کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان میں کسی درجہ تناقض، بے ربطی اور بعید از قیاس تاویلیں اور فریب کارانہ توجیہیں پائی جاتی ہیں۔ لاہوری جماعت کا اگر واقعی یہ عقیدہ ہے کہ ''مرزائے قادیان کے دعوائے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا تو پھر امت میں اختلاف برپا کرنے اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو اذیت پہنچانے کے لئے وہ غلام احمد قادیانی کی ''مجددیت'' اور ''امامت'' کی طرف دعوت کیوں دیتے ہیں۔ ایسی مشتبہ اور مبغوض شخصیت جسے پوری امت مسلمہ انتہائی ناپسند کرتی ہو۔ کیا اس قابل ہے کہ اس کی ذات اور مشن کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور قرآن کریم کی تفسیروں تک میں اس کا ذکر کیا جائے۔ غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں آخر وہ کون سی ایسی دینی بصیرت اور اخلاقی حکمت پائی جاتی ہے جس کی امت مسلمہ محتاج ہے اور اس کی شخصیت کی طرف رجوع کئے بغیر دین واخلاق ادھورے رہتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ''مجددیت'' زیب دیتی ہے کہ آپ نے شاہان بنوامیہ کی بدعتوں اور زیادتیوں کو مٹا کر چھوڑا اور اسلامی دنیا محسوس کرنے لگی کہ جیسے خلافت راشدہ کا دور سعید لوٹ آیا ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ جو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی استقامت، عزیمت، صداقت اور حق گوئی نے خاص ملوکیت کے دور میں بعض دینی معتقدات و اعمال کی تجدید کی اور غیر دینی رسموں کو مٹایا۔ یہاں تک کہ شہنشاہ جہانگیر کو اس فقیر بے نواء اور قلعہ گوالیار کے قیدی کے سامنے جھکنا پڑا۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف زبان وقلم سے جہاد کر کے تجدید واحیاء سنت کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف تجدید واحیاء دین کی نسبت کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔ مگر ان میں سے کسی بزرگ کا یہ درجہ اور مرتبہ نہیں ہے کہ ان

کی ''مجددیت'' سے انکار کو کفر سمجھا جائے اور نہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ ان نفوس قدسیہ کی طرف دعوت دینے ہی کو ایمان واسلام کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا ہے۔ایک طرف اسلامی تاریخ کی یہ عظیم شخصیتیں ہیں۔دوسری طرف مرزا قادیانی ہے جس کا کوئی تجدیدی کارنامہ منظر عام پر نہیں آیا۔ماسوائے اس کے کہ اس نے پہلے مجدد، پھر موعود مسیح اور اس کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور امت محمدیہ میں اتنا بڑا فرق واختلاف پیدا کرڈالا کہ اپنی ایک مستقل امت قائم کردی۔جو اپنے علاوہ مسلمانوں (غیر قادیانیوں) کو کافر اور گمراہ سمجھتی ہے۔

لاہوری جماعت کا مرزا غلام احمد کی ''مجددیت'' ''امامت'' اور موعود مسیحیت کی طرف مسلمانوں کو بلانا اس شخص کے نام کے ساتھ ''حضور'' لکھنا اس کی حق شناسی اور صداقت وتقویٰ کے قصیدے پڑھنا۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنیادی مقصد کے اعتبار سے یہ دونوں جماعتیں ایک جیسی ہیں۔یعنی ایک ہی شخصیت اور ذات دونوں جماعتوں کی عقیدت ومحبت کا مرکز ہے اور اسی شخصیت (یعنی مرزا) کو آیۂ حق مان کر اسی محور کے اردگرد ان کی جدوجہد اور تبلیغ وتعلیم کی تمام تر کوششیں جاری رہتی ہیں۔

اس صورت میں اکابر علماء امت کے نزدیک لاہوری جماعت اور جماعت ربوہ کے مسلک کفر وضلالت میں کوئی فرق نہیں۔مولانا عبدالماجد دریابادیؒ مدیر صدق جدید نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں ایک خط بھیجا تھا۔جس میں یہ لکھا تھا:

''ایک ''تراشہ پیغام صلح'' کا ملفوف ہے۔یہ لاہور کی قادیانی جماعت کا پرچہ ہے یہ لوگ ٹھیٹھ قادیانیوں کے مقابلہ میں بہت غنیمت ہیں۔''

مولانا دریابادیؒ کے اس استفسار کے جواب میں حضرت مولانا تھانویؒ نے تحریر فرمایا:

''میں اس میں موافقت کرنے سے اس لئے معذور ہوں کہ ان کے ضرر کو معتقدین نبوت مرزا کے ضرر سے اشد سمجھتا ہوں۔کیونکہ وہ لوگ جب نبی کہتے ہیں، سب کو نفرت ہوجاتی ہے اور محفوظ رہتے ہیں اور یہ لوگ جب نبوت کی نفی اور ولایت کا اثبات کرتے ہیں تو نفرت نہیں اور اشتیاق ہوتا ہے اس کی کتابیں دیکھنے کا......اور پھر دیکھ کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔''

توحید کے بعد ختم نبوت کا عقیدہ ان ایمانی مسلمات میں شامل ہے۔جس کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر ہوجاتا ہے اور اس کی صرف تنہا یہی ایک ''وجہ کفر'' اسے کافر بنادیتی ہے۔چاہے اس میں اور ننانوے وجوہ اسلام پائی جاتی ہوں۔وہ شکل جس میں ''کفریہ عقیدہ'' کے بعد بھی کسی کو کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں دیا جاسکتا جیسے وہ مسلمان جو نماز کو دین کا رکن سمجھتا ہے اور

اس کی فرضیت کا قائل ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ "یقین" کا درجہ کامل ہو جانے کے بعد "نماز" ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ اگرچہ کفریہ ہے مگر اس عقیدہ رکھنے والے کو جو دوسرے "وجوہ اسلام رکھتا ہے" گمراہ سمجھا جائے گا۔ مگر کافر دین اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہی حال بعض مسلمان فلسفیوں کے کفریہ اقوال اور آراء کا ہے۔ بعض ایسے گمراہ کن عقائد بھی ہیں جن کے "کفر" ہونے میں اختلاف ہے۔ مثلاً فارابی اور بوعلی سینا کی تکفیر بعض شدید ضلالت آمیز عقائد و اقوال کے سبب کی گئی ہے۔ مگر مجموعی طور پر تمام مسلمان فرقے ان فلسفیوں کو "کافر" اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی حیثیت نہ حلاج بن منصور کی ہے اور نہ فارابی اور بوعلی سینا جیسی ہے۔ اس شخص (مرزا قادیانی) کا اور اس کے ماننے والوں کا ارتداد اور کفر کھلا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں مختلف الرائے نہیں ہے۔ مرزا اور اس کی امت و معتقدین کے کفر پر سب متفق ہیں۔

قادیانی کی لاہوری جماعت کے لٹریچر میں بعض صوفیوں کے اقوال جو مثال میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ دین میں صوفیاء کے اقوال اور احوال کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ ہر کسی کے قول و عمل کے جانچنے اور پرکھنے کی کسوٹی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اس کسوٹی پر جس کسی کا بھی قول پورا نہیں اترے گا، اسے رد کر دیا جائے گا۔

جہاں تک بعض لوگوں کے اقوال اور کلمات اور افکار و تصورات کا تعلق ہے۔ ہر قسم کی گمراہی اور کفر کتابوں میں ملتا ہے۔ مثلاً شیطان موحد اعظم تھا..... فرعون کے ایمان کی تصدیق ...... یہودیوں کی گاؤ سالہ پرستی کی تاویل بلکہ تحسین...... ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ ارواح کا اثبات ...... امرد پرستی کو معرفت الٰہی کا ذریعہ قرار دینا...... اللہ تعالیٰ کے حلول و اتحاد کا عقیدہ...... اس قسم کے شطحیات، ہذیانات اور ہفوات کو دین کے کسی بنیادی عقیدہ کے جواز و عدم جواز کے لئے مثال و حجت کے طور پر پیش کرنا۔ دین و دانش سے جہالت و بے خبری کی دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے خدا ہونے کا اعلان کر دے تو اس کے اس "کفر تمام" کے جواز یا تاویل کے لئے پچھلی کتابوں سے "شعر و تصوف" کا ایک آدھ ایسا قول مل سکتا ہے، جس کو بنیاد بحث بنا کر گفتگو کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو انسان کی طرح مجسم ماننا یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ علامہ اقبال، اللہ کے "تجسم" کے قائل نہ تھے۔ اس بارے میں ان کا عقیدہ اشاعرہ کے مسلک کے مطابق تھا۔ یہ واقعہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے منزہ ہے۔ مگر کوئی شخص علامہ اقبال کے اس شعر کو:

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا میرا گریباں چاک، یا دامن یزداں چاک

اللہ تعالیٰ کے "تجسم" پر دلیل لائے کہ علامہ اقبال اس کے بھی قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ صرف یہ کہ جسم ہے بلکہ وہ اپنے جسم پر لباس بھی پہنے ہوئے ہے۔ جبھی تو انہوں نے "یا دامن یزداں چاک" کہا ہے۔ تو ایسے گمراہ اور بے وقوف شخص کو سمجھا جائے گا کہ اقبال، اللہ کے "تجسم" کے ہرگز قائل نہ تھے۔ یہ تو ایک شاعرانہ پیرایہ بیان اور "ناز طفلانہ" جیسی بات ہے۔ وہ شخص اس توجیہ کو بھی قبول نہ کرے گا تو پھر کہا جائے گا جو تم نے سمجھا ہے اگر اقبال کا بھی واقعی یہ مطلب تھا تو اس شعر کو اور اس کے مرکزی خیال کو ہم سرے سے غلط سمجھتے ہیں اور ہمارے لئے دین میں حجت کتاب وسنت ہیں، کلام اقبال نہیں ہے۔

کسی صوفی کے یہاں "فنافی الرسول" یا ولایت کے لئے ظل نبوت کی اصطلاح ملتی ہے تو رسول کی ذات میں فنا ہونے سے اس کا مقصد "رسول جیسا" ظلی یا بروزی نبی ہونا ہرگز نہیں ہے بلکہ فنافی الرسول کا مقصد ہے۔ اپنی تمام مرضیات اور خواہشات کو رسول اللہ ﷺ کے احکام ومرضیات کے تابع بنا دینا اور اپنی شخصیت کو اطاعت رسول میں گویا کہ فنا اور گم کر دینا ہے اور ظل نبوت سے مراد سیرت نبوت کا فیضان اور اس کا اتباع ہے۔ یعنی صاحب ولایت کی اصل شان یہ ہے کہ اس کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی مقدس سیرت کا زیادہ عکس نظر آئے۔ یعنی اس کی پوری زندگی اتباع رسول کا بہترین نمونہ ہو۔

"فنافی اللہ اور فنافی الرسول" کی اصطلاحیں نہ تو کتاب وسنت میں بیان ہوئی ہیں اور نہ فقہاء اور محدثین کے یہاں ملتی ہیں۔ ان اصطلاحوں کی دین وشریعت میں کوئی اصل اور وزن نہیں ہے۔ "فنافی الرسول" کتاب وسنت کی رو سے کوئی منصب اور عہدہ نہیں ہے۔ جس پر فائز ہونے کا کوئی دعویٰ کرے جس طرح اردو زبان میں محاورے کے طور پر کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے قوم کی خدمت کے لئے اپنے کو فنا کر دیا۔ اسی طرح یوں بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص اللہ اور رسول کے لئے فنا ہو گیا۔ مگر مرزا قادیانی نے "فنافی الرسول" کی آڑ لے کر جو دعوے کئے ہیں اور قرآن کریم کی آیات کو مسخ کیا ہے وہ علم ودانش اور عقل وبصیرت کی ٹریجڈی ہے۔ کوئی شخص جو نبوت کے مفہوم کو جانتا ہو۔ قرآن میں تھوڑا بہت درک رکھتا ہو اور اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عظمت ہو۔ اس قسم کی خرافات اور ہذیانات نہیں بک سکتا:

’’حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل و نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص ا، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶)

لاہوری جماعت کے ارباب فکر سے ہم پوچھتے ہیں کہ مجدد یا امام وقت پر الہام ہوتا ہے یا ’’وحی‘‘ آتی ہے۔ وحی جب نبوت کے نام پر ہوگی تو ’’مہبط وحی‘‘ نبی ہی ہوگا اور وہ شخص خود یہ بھی کہہ رہا ہے کہ دس بیس نہیں سینکڑوں بار اسے رسول مرسل اور نبی بھی خدا کی جانب سے کہا گیا ہے۔ اس کو وحی ولایت (حالانکہ یہ اصطلاح بھی مرزا کے دعووں کے پیش نظر بڑے جھگڑے اور دھوکے کی اصطلاح ہے) بھی نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو صاف واضح طور پر نبوت کا اعلان اور دعویٰ ہے۔ اس کے بعد مرزا قادیان کہتا ہے:

چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے یہ وحی اللہ ہے ’’ھو الذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھره علی الدین کله ‘‘ (ص ۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کے پکارا گیا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ا، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶)

یہ آیت جب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو حضور اور تمام صحابہ نے اس کا یہی مفہوم سمجھا کہ ’’ارسل رسولہ‘‘ سے ذات محمد ابن عبداللہ مراد ہے اور چودہ سو سال کی اس پوری مدت میں ساری امت اس کا یہی مفہوم سمجھتی رہی ہے۔ مگر مرزائے قادیان کہتا ہے کہ اس آیت میں اس عاجز کو رسول کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کیا کوئی شخص جو اپنے دل میں اللہ کا خوف اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت ومحبت رکھتا ہے اور قیامت کے محاسبہ پر ان کا ایمان ہے۔ قرآن میں اتنی کھلی ہوئی معنوی تحریف کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

لاہوری جماعت نے مرزا غلام احمد کا رسالہ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ جو شائع کیا ہے۔ اس میں مرزا لکھتا ہے: ’’نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت[1] کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال

---

[1] رسالہ میں یوں ہی چھپا ہے مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح لفظ غیرت ہونا چاہئے۔

کے لئے اسی لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی۔گو بروز طور پر مگر نہ کسی اور کو۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲،خزائن ج ۱۸ص ۲۰۷،۲۰۸)

آخر اس دعوے کے لئے کتاب وسنت سے کیا کوئی دلیل ملتی ہے کہ "خدا تک پہنچنے کے لئے ایک کھڑکی فنافی الرسول" کی ہوتی ہے اور جو "فنافی الرسول" ہوتا ہے۔اس کو ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ظلی اور بروزی نبوت کی یہ تشریح و توجیہ مرزائے قادیان کے اپنے دماغ کی اختراع ہے۔جسے کوئی صحیح العقل انسان ایک منٹ کے لئے بھی قبول نہیں کرسکتا۔پھر اس کا یہ کہنا کہ "محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی،گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو"عبداللہ ابن سبا کے اس ضلالت آمیز عقیدہ کی صدائے بازگشت ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسکتے ہیں تو محمد ﷺ کیوں نہیں آسکتے!اور یہ جملہ کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی۔کس قدر خطرناک اور گمراہ کن ہے۔اور سنئے:"وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی......"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱،خزائن ج ۱۸ص ۲۰۷)

مرزا کا نام تو اس کے گھر والوں نے "غلام احمد" رکھا۔وحی الٰہی میں اس کا نام "محمد" کس طرح رکھا گیا اور ساتھ ہی "رسول" بھی۔پھر رسول نام ہے یا لقب؟

"اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ اس میں انعکاس ہوگیا ہو۔تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے،گو ظلی طور پر......" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳،خزائن ج ۱۸ص ۲۰۹)

آخر یہ کس مذہب کا "علم الکلام" اور کس دین کا فلسفہ ہے کہ کوئی امتی اپنے نبی میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ کمال ونہایت اتحاد کے سبب ان میں "غیریت" ہی باقی نہیں رہتی۔اسلامی ادب اور کتاب وسنت میں تو اس قسم کے تصورات وعقائد اور نکتہ آفرینیاں ہیں نہیں ملتیں۔ہاں!ہندو جو تناسخ اور اوتار وغیرہ کے فاسد عقائد رکھتے ہیں۔وہ اس طرز فکر کی شاید داد دے سکیں۔

اگر بفرض محال (خاک بدہن مدعی گستاخ) مرزا غلام احمد قادیانی بقول اس کے محمد ثانی بن گیا تھا اور محمد مصطفیٰ ابن عبداللہ اور غلام احمد قادیانی ابن غلام مرتضے دونوں میں غیریت باقی نہیں رہی تھی تو دونوں کی صورت اور سیرت میں بھی اتحاد ہونا چاہئے۔حالانکہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری حسن وصورت اور شکل وشمائل کے اعتبار سے بھی اپنی جگہ بے مثال تھے اور مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں نے اسے معمولی خوبصورت آدمی بھی نہیں کہا اور اس کا جو فوٹو ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے وہ ایک بدصورت آدمی کا عکس ہے۔جس کی آنکھ "چندی" تھی اور چندی

آدمی (اعمش) خوبصورت نہیں ہوا کرتا۔ رسول اللہ ﷺ افصح العرب جن کو اللہ تعالیٰ نے ”جوامع الکلم“ عطاء فرمائے تھے۔ حضور کا ایک ایک جملہ فصاحت وادب کا شاہکار ہے اور اس ”ظل محمد“؟ غلام احمد قادیانی کی اردو بھی درست نہیں ہے۔ خود اس کے زمانے میں ہزاروں لاکھوں اہل قلم اس سے بہت اچھی اردو لکھتے اور بولتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی شعر نہیں کہا اور مرزا قادیانی نے اپنا مستقل دیوان چھوڑا ہے۔ مگر شعر وادب کی تاریخ میں اس کی شاعری کو اہل نظر نے کوئی مقام نہیں دیا۔ اچھا ”ظل نبی“ ہے جو اپنے اصل کے برخلاف شعر کہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حسن وجمال میں بے مثال ہونے کے علاوہ صحت جسمانی کے لحاظ سے بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور کوئی مرض یا کسی قسم کی کمزوری حضور کے جسم وصحت میں نہیں پائی جاتی تھی۔ مگر اس ظل نبی (خاک بدہن کاذب) کی صحت کی داستان خود اسی کی زبانی سنئے:

☆ ”جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے۔ مجھے یقین نہیں۔ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔“

(مکتوب احمد یہ ج ۲ص ۲۷، جدید ایڈیشن خط نمبر ۱۵)

☆ ”مجھے دو مرض دامن گیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے حصہ میں پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔“ (نسیم دعوت ص ۶۸ مصنفہ مرزا قادیانی، خزائن ج ۱۹ص ۴۳۵)

☆ ”میں ایک دائم المریض آدمی ہوں...... بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت سے پیشاب سے جس قدر عوارض وغیرہ ہوتے ہیں، وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔“

(ضمیمہ اربعین نمبر ۴ص ۴، مصنف غلام احمد قادیانی، خزائن ج ۱۷ص ۴۷۰، ۴۷۱)

☆ ”میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو۔ تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاددہانی عمدہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کرسکتا۔“

(مکتوبات احمد یہ ج ۲ص ۲۸۲، نمبر ۴۱)

☆ ”رسالہ ریویو قادیان ص ۱۰ اراگست ۱۹۲۶ء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو مراق کا مرض بھی لاحق تھا۔ مراق کا مرض حضرت مرزا قادیانی کو موروثی نہ تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔ مرزا کا بیٹا بشیر احمد قادیانی کہتا ہے:”بیان کیا مجھ سے میری والدہ

صاحب نے کہ ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت[1] (مرزا) کو سل ہوگئی تھی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامید ہوگئی۔"
(سیرت المہدی حصہ اول ص ۵۵، روایت نمبر ۶۶)

رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز اور اتحاد و نفی غیریت کا مدعی مرزا قادیانی جو یہاں تک دعویٰ کرتا ہے کہ: "محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی۔" شکل و صورت، کلام و گفتگو اور جسمانی صحت میں حضور کی بالکل ضد واقع ہوا ہے۔ اصل اور ظل میں اتنا فرق۔ اس قدر مغائرت اور اختلاف۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ مراقی ضعف باہ، سل اور ذیابیطس کا مریض، اس انسان کامل کا بروز اور ظل کس طرح ہوسکتا ہے جس کا مدینہ میں خیر مقدم "اشرق البدر علینا" کے نغمہ سے کیا گیا۔ بے شک حضور حسن و جمال کے "بدر کامل" اور اخلاق و نیکی کے مہر نیمروز تھے:

"من وجهك المنير لقد نور القمر"

مرزا قادیانی اپنے "ہفوات" براہین احمدیہ کا اس انداز سے ذکر کرتا ہے جیسے یہ قرآن، زبور، توریت اور انجیل کی طرح کوئی صحیفہ آسمانی ہے کہ اس میں جو کچھ درج ہے وہ الہام ربانی اور وحی الٰہی ہے اور وحی الٰہی پر ظاہر ہے ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

"ایسا ہی میری مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور وہ چونکہ نبی ہیں۔ اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی۔"
(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

مرزا کی بے بصیرتی اس کے ان اقوال ہی سے ظاہر ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کے مفسرین اسی خدشہ کا صدیوں پہلے جواب دے چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئے نبی نہیں ہیں۔ ان کا ظہور تو حضورؐ سے پہلے ہوچکا ہے۔ ختم نبوت توڑنے والی چیز نئے نبی کا ظہور ہے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اس حیثیت سے تشریف لائیں گے کہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔

---

[1] ہاں! مرزا کا بیٹا اور جانشین مرزا محمود احمد اس کی اصطلاحات کے مطابق مرزا کا ظل اور مثیل کہا جاسکتا ہے کہ وہ جسمانی امراض کے معاملے میں بھی باپ کی مثل تھا۔ "وہ کہتا تھا کہ میری صحت تو بچپن ہی سے خراب ہے۔ اس لحاظ سے تو میری پہلی شادی بھی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ بچپن ہی سے میری صحت خراب تھی اسی وجہ سے حضرت مرزا نے حساب کی تعلیم چھڑا دی تھی۔"
(خطبہ جمعہ محمود احمد مندرجہ الفضل قادیان ۲۳ مارچ ۱۹۲۶ء)

یہ سامنے کی بات اس شخص کے سمجھ میں نہیں آتی، جس کا دعویٰ ہے کہ: ''مجھے اللہ تعالیٰ غیب سے مطلع فرماتا ہے اور میں بروزی اور ظلی نبی ہوں اور مجھے نبوت جو ملی تو وہ دراصل محمد ہی کی نبوت تھی۔''

قرآن کی تحریف اور دعوے

قرآن کریم کی آیات کے ساتھ مرزا قادیانی نے تحریف کا جو توہین آمیز سلوک کیا ہے وہ اس کی ضلالت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ ہم دل پر جبر کر کے اس کے ہذیانات یہاں نقل کر رہے ہیں۔

''چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک وحی اللہ ہے: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ '' (براہین احمدیہ ص ۴۹۸) ''اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔'' پھر ......اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب یہ وحی ہے: ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم '''' اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص ا، خزائن ج ۱۸، ص ۲۰۶)

☆ ''قل یا یھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا '''' اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔'' (البشریٰ جلد دوم ص ۵۶، تذکرہ ص ۳۵۲ طبع سوم)

☆ ''وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین '''' اور ہم نے دنیا پر رحمت کے لئے تجھے بھیجا ہے۔''

(اربعین نمبر ۳ ص ۲۳، خزائن ج ۱۷، ص ۴۱۰)

☆ ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی '''' اور یہ مرزا اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ تم جو کچھ سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔'' (اربعین نمبر ۳ ص ۳۶، خزائن ج ۱۷، ص ۴۲۶)

قرآن کریم کی یہ آیات جن کا مصداق حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات قدسی صفات ہے اور اس بارے میں دو رائیں نہ ہوئی ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔ مرزا کا اپنی ذات کو ان آیات کا مخاطب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ مذاق، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی وحی الٰہی کی معنوی تحریف اور کھلا ہوا دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے؟۔

حد ہو گئی ''دجل و تحریف'' کی کہ ظالم نے ''واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی'' کی یہ تاویل و تحریف کی کہ: ''(یہ آیت) اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ نجات

پائے گا جو اس ابراہیم کا پیروکار ہوگا۔" (اربعین نمبر۳ص ۳۱، خزائن ج ۱۷ص ۴۲۰)

ایسی باتیں وہی کرسکتا ہے جو مراقی اور آسیب زدہ ہو اور یتخبطه الشیطان کا پوری طرح مصداق ہو اور جسے نہ خدا کا خوف ہو اور نہ بندوں کی شرم۔

جو شخص اپنی شروع کی تحریروں میں لکھ چکا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا متبع اور غلام ہوں اور حضور ہی کے واسطہ سے مجھے سب کچھ ملا ہے۔ پھر وہ ایسی کفریات بھی بکنے لگتا ہے:

"اس کے (یعنی نبی کریم کے) لئے صرف چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چانداور سورج دونوں کا گرہن اب کیا تو انکار کرے گا۔" (اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ص ۱۸۳)

اسی طرح "آنحضرت ﷺ کے وقت کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۲، خزائن ج ۲۱ص ۶۶)

☆ "ہمارے نبی ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہاء نہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج[1] کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں اس وقت پوری طرح تجلی فرمائی۔"

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷، خزائن ج ۱۶ص ۲۶۶)

☆ "اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار زمانہ میں بدر ہو جائے خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرلے جو شمار کی رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو۔ یعنی چودھری صدی پس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ خدا کے اس قول میں کہ: "لقد نصرکم الله[2] ببدر" (خطبہ الہامیہ ص ۸۴، خزائن ج ۱۶ص ۲۷۶، ۲۷۵)

مرزائے قادیان کے ان اقوال میں قدر مشترک رسول اللہ ﷺ پر اس (مرزا) کی فضیلت کا پہلو ہے۔ ان اقوال سے ہم نے کوئی نکتہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس کے بیٹے اور جانشین مرزا غلام احمد نے بھی ان اقوال سے یہی بات سمجھی ہے۔ وہ اپنی تقریر میں کہتا ہے:

---

۱ ایک چھوٹے سے جملے میں تین، چار بار کے آیا ہے، یہ قادیانی نبی کی انشاء پردازی جس سے وحی والہام کو نسبت دی جاتی ہے۔

۲ قرآن کریم کو اپنی ہوائے نفس اور بزرگی جتانے کے لئے اس طرح مضحکہ بنایا کتنی تکلیف دہ خباثت ہے۔

''آنحضرت ﷺ معلم ہیں اور مسیح موعود ایک شاگرد خواہ استاد کے علوم کا وارث پورے طور پر ہو جائے یا بعض صورتوں میں بڑھ جائے مگر استاد بہرحال استاد ہی رہتا ہے اور شاگرد، شاگرد ہی۔''

(تقریر محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الحکم قادیان ۲۸/اپریل ۱۹۱۴ء منقول از لہدی نمبر ۲،۳)

اس کے بعد ایک قادیانی کے دو شعر ملاحظہ کیجئے جو مرزا قادیانی کے ان اقوال کا بروز اور ظل ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی، روزنامہ بدر قادیان ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸،۴۷۷) میں مرزا قادیانی تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان کرتا ہے:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ دادست ہر نبی راجام ۔۔۔ داد آں جام رامرابہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہرکہ گوید دروغ ہست لعین

ان اشعار سے اکابر قادیان نے کیا مفہوم لیا۔ اس کا اندازہ مرزا بشیر احمد قادیانی کے ان جملوں سے کیا جاسکتا ہے۔

''اس کے (آنحضرتؐ) کے شاگردوں میں علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا بھی درجہ پایا اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا، بلکہ مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔'' (حقیقت النبوۃ ص ۲۵۷)

اور ''پس مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا وہاں اس مقام پر کھڑا کر دیا جن تک انبیاء بنی اسرائیل نہ پہنچ سکیں۔''

(کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز ص ۱۴۴ نمبر ۳ ج ۱۴)

مرزا کے بیٹے کے یہ الفاظ: ''اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا'' غور طلب ہیں۔ یعنی مرزا کی ظلی نبوت کے سبب رسول اللہ ﷺ کے درجہ کو بلندی میسر آئی۔ لعنة الله علی من قال هكذا وهكذا!

☆ ''پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر

ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچالیا گیا ہے۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا اوراس امت کے یوسف (مرزا قادیانی) کی بریت کے لئے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دے دی اور بھی نشان دکھلائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لئے انسانی گواہی کا محتاج ہوا۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۶، خزائن ج ۲۱ ص ۹۹)

یہ مضحکہ خیز تماشہ بھی دیکھئے:

"اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ "انا انزلناه قريبا من القاديان" اس جگہ مجھے یاد آتا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے فقرات کو پڑھا "انا انزلناه قريبا من القاديان" تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ اور تین شہروں کا نام قرآن مجید میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ یہ کشف تھا کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا۔"

(ازالہ اوہام ص ۷۵ تا ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸ تا ۱۴۰)

ایک مراقی ہے کہ جو منہ میں آتا ہے، بکتا چلا جاتا ہے۔ ان احمقوں اور جاہلوں کو کیا کہئے کہ جو ان ہذیانات کو الہام وحی سمجھے ہوئے ہیں اور اس قسم کے خرافات پڑھ کر بھی مرزائے قادیان کی عظمت کرتے ہیں اور اس کی ذات سے ان کی عقیدت میں کمی نہیں آتی۔ یہ کفر وضلالت کا وہ آخری درجہ ہے ذہن وقلب سے حق شناسی اور اچھے برے کے جاننے پہچاننے کی تمیز سرے سے جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے۔

اس کفر ضلالت کی آخری پستی یہ ہے کہ:

☆ "انت منی بمنزلة ولدی" "تو مجھ سے بمنزلہ فرزند کے ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

☆ "انت منی وانا منك ظهورك ظهوری" "تو مجھ سے ہے، میں تجھ سے ہوں، تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔"

(تذکرہ ص ۷۰۴، طبع سوم)

☆ "يحمدك الله من عرشه ويمشى اليك" "خدا عرش سے تیری (یعنی مرزا کی) تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔"

(انجام آتھم ص ۵۵، خزائن ج ۱۱ ص ۵۵)

☆ "خدا قادیان میں نازل ہوگا۔" (البشریٰ جلد اول ص ۵۶، تذکرہ ص ۴۳۷)

☆ "میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی، یعنی ایک چیز میری، جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا مالک میں بنایا گیا تو بھی اسی خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے فروخت کی، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد، تو تو مجھ میں سے اور میں تجھ میں سے ہوں۔" (تذکرہ مجموعہ الہامات و مکاشفات مرزا ص ۴۲۰، طبع سوم)

یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مرزا قادیان کے "برابری" کے تعلقات اور معاملات...... استغفر اللہ!

تمام اہل ایمان جانتے ہیں کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔ مرزا قادیان نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے لئے ابن مریم کا ثبوت ضروری تھا۔ سو وہ اس شخص کی ضلالت پروردہ ذہانت نے مہیا کر دیا، کہتا ہے:

"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زائد نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا، پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔" (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

کسی شریف، معقول اور سمجھدار آدمی کے منہ سے بھلا ایسی بے تکی باتیں نکل سکتی ہیں؟ دیوانہ کی بڑ میں بھی ایک طرح کی معقولیت ہوتی ہے مگر:

یہ خرافات تو وہ ہیں کہ جو نہ دیکھے نہ سنے

"ہر ایک پہلو سے خدا نے مجھے ابر ومند کیا۔ چنانچہ ہزار ہا شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ[1] انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۱۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۵۳)

اول تو یہ تعداد انتہائی مبالغہ آمیز اور گمراہ کن ہے کہ چند ہزار کو چند لاکھ تک پہنچا دیا۔ پھر جن مسلمانوں نے مرزا کے ہاتھ پر توبہ کی ان کو وہ "کافر" کہتا ہے۔ یعنی مرزائے قادیان کو نبی ماننے سے پہلے وہ مسلمان کفر میں مبتلا تھے۔ اس صورت میں لاہوری جماعت کی یہ بات غلط اور بے اصل ہوتی ہے اور خود ان کے مسیح موعود کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

---

[1] اگر مرزائے قادیان کے زمانہ حیات میں چار لاکھ قادیانی تھے تو آج ان کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ ہونی چاہئے تھی۔ پھر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے غالب تعداد میں "مسلمان" ہی ہونے چاہئیں۔ سکھ اور ہندو تو شاذ و نادر ہی قادیانی بنے ہیں۔

جماعت لاہور کے اعتقادات یہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود نبی اللہ نہیں ہیں۔ بلکہ مجدد ہیں اور یہ کہ ان کے دعوے کے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔"

لاہوری جماعت کے اس دجل وفریب کا پردہ مرزا اس طرح چاک کر چکا ہے:

"کفر دو طرح پر ہے ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرتؐ کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقت الوحی ص ۱۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

اقوال میں تناقض اور ہذیانات میں درجہ بدرجہ ترقی

۱۸۹۱ء میں بیشک مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ تھا:

☆ "ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار کرتا ہوں اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی میں) کہ جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵)

☆ "ظاہر ہے کہ اگر ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لادیں اور پھر چپ ہو جاویں، یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۷۷، خزائن ج ۳ ص ۴۱۱)

اس صحیح صاف اور سچے عقیدہ کے بعد مرزا ولایت ومجددیت کا دعویٰ کرتا ہے:

"ان پر واضح رہے ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمد اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷)

یہ ولایت کا دعویٰ کیا اور کیوں؟ یہیں سے دماغ کا فساد اور ذہن وفکر کی خرابی کا آغاز ہوتا ہے۔ "وحی ولایت" خود بڑے جھگڑے اور خطرے کی بات ہے۔ اس کے بعد:

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۲، خزائن ج ۳ ص ۳۲۰) پھر کہنے لگا:

''مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ ہی تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط ''مثیل مسیح'' ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۳۱) حالانکہ کشتی نوح میں مرزا نے اپنے کو''ابن مریم'' ٹھہرایا ہے جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ ہوائے نفس نے اور آگے بڑھایا اور وہ اس حد تک پہنچ گیا: ''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں، جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔''
(تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ص۲۹۵)

مسیح موعود کے دعوے کے بعد نبی ہونے کا اعلان کیا ہے۔

''میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں، پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو۔'' (اخبار بدر مورخہ ۱۹/اپریل ۱۹۰۶ء) اس دعوے میں ''بروزی'' اور ''ظلی'' ہونے کا دم چھلا بھی اڑا دیا گیا اور گزشتہ انبیاء کرام کی مانند اپنے ''نبی'' ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ ۱۸۹۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ عقیدہ تھا: ''میرے لئے کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ) کا مداح اور خاک پا ہوں جو جزوی فضیلت خدائے تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک اور شخص نہیں پا سکتا۔ (اعلان مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان اگست ۱۸۹۵ء) مگر...... آگے چل کر کہا:

صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

پھر انبیاء کرام سے اپنے کو افضل ٹھہرایا اور رسول اللہ ﷺ تک پر خود کو فضیلت دی جس کے اقتباسات اوپر دیئے جا چکے ہیں۔ جو شخص صحابہ کرام کی خاک پا ہونے پر فخر کرتا تھا، پھر یوں کہنے لگا: ''خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے، ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔'' (رسالہ درود شریف، بحوالہ اربعین نمبر۲ نمبر۳، خزائن ج۱۷ص۳۱۱)

☆ ''ان الہامات کے کئی مقامات ہیں اور اس خاکسار پر خدا کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام ہے۔'' (اربعین نمبر۲ص۲۱، خزائن ج۱۷ص۳۶۸)

☆ سلام علی ابراہیم ابراہیم پر سلام (یعنی اس عاجز پر) (اربعین نمبر۳ص۳۰، خزائن ج۱۷ ص۴۲۹) اور مرزا قادیانی نے فرمایا کہ ''پہلا مسیح صرف مسیح تھا۔ اس لئے اس کی امت گمراہ ہوگئی اور موسوی سلسلہ کا خاتمہ ہوا۔ اگر میں مہدی ہوں اور (محمد) ﷺ کا بروز بھی، اس لئے میری امت

کے دو حصے ہوں گے۔ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۱۶ء) اور پھر اس نبی کاذب نے اعلان کیا: "آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔خدا کے حکم سے بند کیا گیا۔اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔"

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو رکھتا ہے یہ اعتقاد

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۹۸، ۲۹۷)

اور جھوٹی نبوت کی اس "پتہ بازی" میں ترپ کا یہ آخری پتہ: "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔اب دیکھو خدا نے میری وحی میری تعلیم اور میری تربیت اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے معیار نجات ٹھہرایا جس کے آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔"

(حاشیہ اربعین ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵)

۱......جو شخص ماننے اور بیعت کرنے والوں کو میری امت کہہ کر خطاب کرے۔
۲......اس کی جانب سے اس بات کا اعلان کیا جائے کہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی
۳......اور جس کے حکم سے فریضہ "جہاد" منسوخ کیا جائے۔ ۴......اور جس کا یہ دعویٰ ہو کہ "مسیح موعود" کو نہ ماننا کفر ہے۔ ۵......جو انبیاء کرام سے اپنے کو افضل سمجھتا ہوں۔ ۶...... یہاں تک کہ رسول ﷺ پر بھی کسی نہ کسی جہت سے اپنی فضیلت ثابت کرتا ہو ۷......اور قرآن کی متعدد آیات کا اپنی ذات کو مخاطب اور مصداق جانتا ہو۔اس کے بارے میں لاہوری جماعت کا مسلمانوں کو اس طرح دھوکہ دینا کہ مرزا نے مجدد، امام اور صرف مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔کتنی جھوٹ اور غلط بات ہے۔کشتی نوح میں مرزائے قادیان کسی ابہام و تشابہ کے بغیر کھل کر کہتا ہے کہ:

"ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہیں کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے نوروں سے میں آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔"

(کشتی نوح ص ۵۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶۱)

وہ جو کسی نے کہا ہے کہ "دروغ گورا حافظہ نباشد" تو مرزا کے دروغ گو اور جھوٹے ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے کلام میں حد درجہ تناقض پایا جاتا ہے۔ کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ اس کے اقوال اور احوال گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ اس کے یہاں ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جن میں دعویٰ کا انکار ہے مگر بعض دوسرے اقوال میں اس کے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ وہ خود کہتا ہے:

"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵) تو اپنے ہی قول کی رو سے کلام میں تناقض ہونے کے سبب مرزا جھوٹا قرار پاتا ہے۔ یہی وہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بولا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں جھوٹوں اور لپاڑیوں کے کذب وافتراء کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔

انگریزی حکومت کی نیازمندی

مرزا غلام احمد قادیانی کی سیرت و کردار کی یہی جھلک اسے بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری اور نیازمندی پر اس نے فخر کیا ہے:

مرزا نے لکھا ہے کہ: "میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ نہیں کیا اور اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔" (ضرورت الامام ص ۲۳، خزائن ج ۱۳ ص ۴۹۳) جو شخص اپنے کو نبوت کا ظل اور بروز کہتا ہے وہ قرآن کے اولی الامر سے یہ مفہوم اخذ کرتا ہے کہ انگریزی حکومت اس حکم میں داخل ہے اور اس کافر حکومت کی اطاعت منصوص ہے۔

"یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے

خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جس سے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمہ فیض ہے۔" (قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۲ء جلد ۱ اور نمبر ۲)

جس شخص نے انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر "فریضہ جہاد" کو بیہودہ رسم کہا ہو اور حکومت انگریزی کو اسلام کے لئے چشمہ فیض سمجھا ہو۔ کیا وہ ولی، مجدد اور امام ہو سکتا ہے؟۔ اسلام کے مسلمہ فریضہ اور منصوص رکن کو جس شخص نے منسوخ کر دیا۔ اس نے دین کی تجدید کی ہے یا دین کی بنیادوں کو ڈھایا ہے؟۔ انگریز مسلمانوں کے جوش جہاد سے ڈرتا تھا اور مرعوب تھا۔ مرزائے قادیان نے انگریز کی دل دہی اور خوشنودی کے لئے دین کے اس عظیم رکن کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ اس گراوٹ، دنائت، بے شرمی اور اقتدار پرستی پر دعویٰ یہ کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے شرف کلام سے نوازتا ہے۔ کیا مہبط وحی کا ایسا کردار ہو سکتا ہے؟ اور سنئے!

"اطلاع: براہین احمدیہ کے ص ۲۴۱ میں ایک پیش گوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ "وماکان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم اینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ" یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے۔ حالانکہ تو اس کی عملداری میں رہتا ہو جدھر تیرا منہ، خدا کا اسی طرف منہ ہے۔[1] کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پرامن سلطنت اور ظل حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام، نہ ایران میں، نہ کابل میں! مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات سب تیرے سبب سے ہیں۔ کیونکہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ۔ اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے۔ غرض گورنمنٹ کے بمنزلہ حرز سلطنت کے ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۶۶،۳۶۷)

---

[1] قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ مرزا نے جن الفاظ میں کیا ہے اسی سے اس کی عربی دانی اردو انشاء پردازی اور ساتھ ہی خبث نفس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

حکومت انگریزی جیسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کے اقبال وشوکت اور فتوحات کو جو شخص اپنی دعا کا اثر بتاتا ہو اور کہتا ہو کہ ''میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرز سلطنت ہوں۔'' کیا ایسا شخص دین، ملت اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہوسکتا ہے؟ اور حکومت کا اس درجہ خوشامدی اور کاسہ لیس، جس نے شاعروں کو بھی بادشاہوں کی بھٹئی اور قصیدہ خوانی میں منزلوں پیچھے چھوڑ دیا ہو۔ مذمت کا مستحق ہے یا منقبت کا؟ اس نبی کاذب کا ایک اور عجیب وغریب کارنامہ ملاحظہ کیجئے۔

عدالتی اقرار نامہ

''عدالتی اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری اجلاس مسٹر جے، ایم ڈوئی صاحب بہادر، ڈپٹی کمشنر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور، مرجوعہ ۵ رجنوری ۱۸۹۹ انفیصلہ ۲۵ر فروری ۱۸۹۹، نمبر بستہ قادیان نمبر مقدمہ ۳/۱...... میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خدا وند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱...... میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا۔ جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲...... میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد یا درخواست) کرنے سے بھی اجتناب (ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے) کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (خواہ مسلمان ہو، خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ عتاب الٰہی ہے، یہ ظاہر کرکے مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳...... میں کسی چیز کو الہام بتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشاء ہو، یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھائے گا اور یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۴...... جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر کچھ میرا اثر یا اختیار ہے، ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اس طریقہ پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱ تا ۴ میں اقرار کیا ہے۔

العبد	گواہ شد
مرزا غلام احمد بقلم خود	خواجہ کمال الدین، بی اے، ایل ایل بی

دستخط جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء

مسیح موعود اور نبی اپنے ''الہام'' کے شائع نہ کرنے کا ''اقرار نامہ'' انگریز مجسٹریٹ کے حضور پیش کر رہا ہے۔ آخر یہ کیا تماشا، سوانگ اور مضحکہ ہے؟

''پہلے میرا عقیدہ یہ تھا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ رسول تھے۔ مگر بعد ازاں مجھ پر وحی کی بارش ہوئی۔ مجھے اپنا سابقہ عقیدہ ترک کرنا پڑا۔ اب اللہ مجھے رسول کہہ کر پکارتا ہے اور مجھے اس نے واضح طور پر اپنا رسول مقرر کیا ہے۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳ ملخص)

کیا انبیاء اور رسول عقیدہ بھی بدل لیا کرتے ہیں؟ جھوٹ اور دجل و فریب کی بھلا کوئی حد و انتہا ہے؟ اور جہاں تک نسخ کا تعلق ہے، وہ فقہی احکام میں واقع ہوا ہے، عقائد میں نہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارۂ سفید کے پاس نازل ہوں گے۔ اس حدیث کے مفہوم کی شرح و تفسیر مرزائے قادیان کی زبانی سنئے:

''اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ ''دمشق'' کا لفظ جو ''مسلم'' کی حدیث میں وارد ہے۔ یعنی صحیح بخاری میں جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارۂ سفید کے پاس اتریں گے۔ یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے۔ واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام رکھا گیا ہے، جس میں ایسے لوگ رہتے ہوں جو یزید الطبع اور یزید پلید کے عادات اور خیالات کے پیرو ہوں۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزید الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہوں۔ دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔''

(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۶۳ تا ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۱۳۴ تا ۱۳۸، حاشیہ ملخص)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

جائزہ

مرزا غلام احمد قادیانی ہی کے اقوال اور تحریروں سے اس کی جو شخصیت سامنے آتی ہے وہ ایک ایسے پست دعامی شخص کی شخصیت ہے جو مراق، ضعف باہ، سل، ذیابیطس اور سوء حفظ کا مریض رہا ہے۔ پھر یہ شخص شروع شروع میں ۱۸۸۰ تا ۱۸۸۹ء تک مناظر اسلام اور مبلغ اسلام بن کر منظر عام پر آتا ہے۔ پھر مہبط وحی ولایت، مجدد وقت اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی مسیح علیہ السلام سے اپنی مماثلت کا اظہار بھی تقریباً دو تین سال (۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۰ء) یہی

سلسلہ چلتا ہے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا اعلان کر کے خود اپنے مسیح موعود ہونے کا مدعی بنتا ہے اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی اور رسول ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعلان کے بعد قادیان میں ''جدید نبوت'' کا باقاعدہ انسٹی ٹیوشن اور محکمہ قائم ہو جاتا ہے۔ وہ خود ''علیہ السلام'' ہے اور اس کے ساتھی صحابہ اور ''رضی اللہ عنہم'' ہیں۔ اس کی بیوی ''ام المومنین'' ہے۔ اس کے اقوال میں تضاد اور تناقض کا یہ عالم ہے کہ:

''کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا اور سیدنا مولانا محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے باہر سمجھتا ہوں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۵۵) مگر وہ پھر ''بروز'' اور ''ظل'' کی اصطلاحات کو پس پشت ڈال کر اپنی ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ یہاں تک کہ ایک مستقل نبی اور رسول کی حیثیت سے فریضہ جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیتا ہے اور اس طرح اپنے قول کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ میں فنافی الرسول ہوں اور مجھے جو کمالات ملے ہیں وہ محمد رسول ﷺ کے فیض اور واسطہ سے ملے ہیں۔ مگر اس کے بعد وہ اپنے کو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ سے بھی افضل قرار[1] دیتا ہے۔

کبھی کہتا ہے کہ میں ابراہیم اور موسیٰ ہوں۔ کہیں دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہی محمد اور احمد ہوں اور اس کے بعد اس کی فسادزدہ طبیعت نے جو جھرجھری لی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ہندوؤں کا اوتار کرشن بھی میں ہی ہوں۔

مرزا قادیانی کہیں یہ کہتا ہے کہ مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔ مگر اس کی تردید اس کی اپنی تحریر میں، ان الفاظ میں ملتی ہے:

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زائد نہیں، مجھے بذریعہ الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنا دیا گیا۔ پس اسی طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' (کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

---

[1] مرزائے قادیان کی تحریروں کے اقتباسات اوپر دیئے جا چکے ہیں۔ ان کا اعادہ طوالت کا باعث ہوگا۔

اس ضلالت کی بھلا کوئی حد وانتہا ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیتیں جن کے مخاطب اور مصداق نبی کریم ﷺ کی مقدس ذات ہے، انہیں اپنے اوپر منطبق کرتا ہے:

☆ ''میں وحی کے بغیر نہیں کہتا۔'' (اربعین نمبر۳ ص ۳۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۶)

☆ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت للعلمین بنا کر بھیجا ہے۔''

(اربعین نمبر۳ ص ۲۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۰)

☆ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر عطا کیا ہے۔'' (انجام آتھم ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۵۸)

یہ کفر وضلالت اس حد تک پہنچی کہ اس نبی کاذب نے الوہیت کا دعویٰ کردیا:

''میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ہی خدا ہوں اور میں نے ہی یہ زمین آسمان پیدا کئے ہیں۔'' (آئینہ کمالات ص ۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی یہ کہا کہ قرآن میں قادیان کا ذکر آیا ہے۔ کہیں شہر دمشق کی قادیان سے مشابہت دی تاکہ مرزا کے دعویٰ مسیح موعود کے لئے ثبوت میسر آسکے۔ وہ جو نبوت بلکہ الوہیت تک کا دعویٰ کرڈالتا ہے۔ انگریزی حکومت کی نیازمندی اور وفاداری پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حکومت انگریزی کو جو شان وشوکت اور فتوحات نصیب ہیں۔ ان کا سبب میری ذات اور دعاگوئی ہے اور میرا وجود انگریزی گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرز سلطنت ہے۔ یہی شخص انگریزی مجسٹریٹ کی عدالت میں اقرارنامہ داخل کرتا ہے کہ لوگوں کی رسوائی جن سے ہوتی ہے۔ میرے وہ الہامات اب شائع نہیں ہوا کریں گے اور میں خدا کے پاس ایسی درخواست کرنے سے اجتناب کروں گا جس سے کوئی شخص ذلیل یا مورد عتاب الٰہی ہوتا ہو۔ ''خانہ ساز نبوت'' کا یہی مزاج اور عمل ہونا چاہئے۔

ایسے گھٹیا درجہ کا آدمی اس پست کردار اور جاہلوں جیسی سمجھ بوجھ کا انسان[1] جس کی تحریروں میں شدید تناقض پایا جاتا ہے۔ جس کے دعوے مجذوب کی بڑ سے بھی فروتر ہیں اور جس کے ہفوات وہذیانات کفر وارتداد سے لبریز ہیں کیا اس قابل ہے کہ اس کو اصل نبی یا بروزی وظلی نبی یا مسیح موعود اور مہدی منتظر یا مجدد وامام کا مقام دے۔ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔

---

[1] جو شخص انبیاء کرام کی تنقیص کرتا ہو وہ اپنے قول کی صدائے بازگشت اور اپنے کرتوتوں کے ردعمل سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔

جماعت ربوہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی ہے اور لاہوری جماعت اس کی مجددیت اور امامت کی طرف مسلمانوں کو بلاتی ہے۔ دونوں جماعتوں کی عقیدت و محبت کا مرکز ایک ہی شخصیت ہے۔ اس لئے دونوں جماعتیں ایک ہی جیسی ہیں اور ایک ہی طرح کی ضلالت میں مبتلا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر کا اقتباس اوپر درج ہو چکا ہے کہ:

''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے اللہ سے دعا کرتا ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

مکہ، مدینہ، روم و شام اور ایران و کابل میں مسلمانوں کی حکومتیں تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ حکومتیں اس لئے ناپسند تھیں کہ ان میں اس کی جھوٹی نبوت کی تبلیغ نہیں ہو سکتی تھیں۔ قادیانیت کافروں کی حکومت میں پنپ سکتی ہے۔ اس لئے قادیانی کسی ملک میں بھی مسلمانوں کی حکومت کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت پاکستان نے ان کی وفاداری اور تعلق خاطر کے معاملے میں ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا؟

قادیانی جو اپنے مشن کی تبلیغ بڑی سرگرمی سے کر رہے ہیں۔ ان کے دجل و فریب سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ہم نے بھی قادیانیت کے خدوخال نمایاں کر دیئے ہیں تاکہ مسلمان ان کے دام تزویر میں آنے سے محفوظ رہیں۔ انہیں قادیانیت کی تبلیغ کا حق حاصل ہے تو ہمیں اسلام کی مدافعت سے کون روک سکتا ہے۔

---

۱ ہمارے غم و غصہ کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب قادیانیوں کا ایسا لٹریچر ہمارے پاس آتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے حریف نبی، کاذب کے نام کے ساتھ ''حضرت اقدس'' جیسے تعظیم و تکریم کے القاب و آداب لکھے جاتے ہیں۔ جس شخص نے انبیاء کرام اور ذات خاتم النبیین پر اپنی فضیلت و برتری کا اعلان کیا ہو اور بعض انبیاء کی تنقیص کی ہو۔ اس کے لئے ہماری زبان اور قلم سے تکریم کا لفظ نہیں نکل سکتا۔ جھوٹے نبی کے لئے وہی الفاظ استعمال کئے جائیں گے جو اس کے لائق ہیں۔ مرزائے قادیان نے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزادی کی پرواہ نہیں کی اور اس کی وہ کتابیں قادیانی برابر شائع کر رہے ہیں۔ تو اس صورت میں چند لاکھ قادیانیوں کی دلدہی کے لئے حریف نبوت کا احترام و تکریم کرنے سے ہم معذور ہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

قذف بالحق علی الباطل



جناب پروفیسر محمد اسماعیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ!

شعبہ نشر واشاعت نظارت اشاعت لٹریچر وتصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ نے ایک رسالہ موسومہ ''مباحثہ برموضوع رفع ووفات عیسیٰ علیہ السلام ونزول ابن مریم'' حال ہی میں شائع کیا ہے۔ایک احمدی احتجاج علی زبیری کیمل پوری کی کاوشوں سے یہ رسالہ منظر عام پر آیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ قاضی محمد نذیر فاضل لائل پوری کے ساتھ حیات مسیح پر میرا مناظرہ ہوا تھا لیکن زبیری صاحب نے میری اجازت کے بغیر میرا خط شائع کر دیا۔اگر وہ مجھے مطلع کرتے کہ وہ میرے دلائل چھپوانا چاہتے ہیں تو میں انہیں مناسب مواد مہیا کرتا۔لیکن انہوں نے مطلقاً مجھے اطلاع نہیں دی اور رسالہ چھپوا کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔اس رسالے کے اندر اقتباسات تو میرے خط سے ضرورت کے مطابق لئے گئے ہیں۔لیکن میری ایک بھی دلیل عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کے کذب کے متعلق نہیں دی۔حسب عادت تلبیس، تاویل اور تحریف سے کام لیا ہے۔اصل حقیقت منکشف کرنے کے لئے اور فریب دہی اور کذب بیانی کا پول کھولنے کے لئے خاکسار کی ایک حقیری کوشش ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گم کردہ راہوں کے لئے شمع ہدایت بنائے اور روز قیامت بندہ کو خاتم المرسلین کی شفاعت نصیب فرمائے۔آمین!

محمد اسماعیل عفی عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

احتجاج علی زبیری کیمبل پوری نے ایک رسالہ بعنوان ''مباحثہ برموضوع رفع ووفات عیسیٰ علیہ السلام ونزول ابن مریم'' ربوہ سے شائع کرایا ہے۔پہلے زبیری صاحب کے دلائل سے متعلق اقتباسات ہیں اور بعد میں زبیری صاحب کے دلائل کے جواب میں خاکسار کے دلائل ہیں۔صفحات کے نمبر اسی رسالے کے ہیں۔ص۴ تا ۶ پر لکھتے ہیں:

''وفات مسیح ثابت کرنے کے لئے زبانی بحث میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت کے دن بیان والی آیت ''وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی'' کی تفسیر سمجھانے کے لئے سورہ زمر کی آیت ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم

تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخریٰ (ذمر: ۳۹تا ۴۲)" پیش کی گئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نفس انسانی کی توفی موت کے وقت کرتا ہے اور جس نفس کو موت نہ آئی ہو اس کی توفی نیند کی حالت میں کرتا ہے۔ پس جس نفس پر موت وارد ہوا سے روکے رکھتا ہے اور دوسری صورت میں نیند کی حالت میں توفی یعنی قبض روح کرے تو اس روح کی ایک مدت مقررہ کے لئے واپس بھیجتا رہتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے نفس یعنی روح کی توفی ہی ہوتی ہے اور اس کی دو صورتوں میں حصہ کیا گیا ہے۔ پہلی صورت موت کے وقت قبض روح کی ہے اور دوسری صورت نیند کے وقت قبض روح کی ہے۔ جس نفس پر موت وارد ہوا سے خدا تعالیٰ روک لیتا ہے اور دنیا میں واپس نہیں بھیجتا اور جس نفس پر موت وارد نہ ہوئی ہو، خواہ وہ کوئی ہو عیسیٰ ہو یا کوئی اور ہو، اس کو توفی صرف نیند کی صورت میں ہوتی ہے اور اس کی روح صرف جسم کے اندر ہی قبض رہتی ہے۔ پھر بیداری پر خدا تعالیٰ اسے واپس کر دیتا ہے۔

سوال نمبر:۱...... یہ آیت پیش کر کے محترم قاضی محمد نذیر صاحب نے آپ سے پوچھا تھا: "فلما توفیتنی" کے الفاظ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں آتے ہیں۔ کیا ان سے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نیند کی صورت میں توفی وارد ہونے کے قائل ہیں؟ آپ نے اس سے انکار کیا۔ اس پر آپ کو قاضی صاحب نے کہا پھر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے لئے موت کی صورت متعین ہو گئی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں فلما توفیتنی کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں یہ آیت نص صریح اور دلیل قطعی ہے۔ جس میں کسی تاویل کی گنجائش کا احتمال نہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کی تیسری صورت وقوع میں آئی اور یہ رفع الجسم مع الروح کی صورت کی توفی ہے۔ جو آیت "ماقتلوه بل رفعه الله الیه" سے ثابت ہے۔ آیت 'انی متوفیك ورافعك الیّ" کے وعدہ کے مطابق خدا تعالیٰ نے ان کی توفی جسم مع الروح کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینے سے کی ہے۔ اس پر آپ نے قاضی صاحب نے کہا کہ قرآن مجید تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے ذریعے خدا کی طرف اٹھا لینے کا ذکر کر رہا ہے۔ نہ آسمان کی طرف اٹھا لینے کا ذکر اور نہ خدا تعالیٰ کی طرف کسی کا روح مع الجسم کی صورت میں اٹھایا جانا تو امر محال ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کا مجسم محدود المکان اور ذوجہت ہونا لازم آتا ہے اور یہ باتیں خدا کی

شان کے لائق نہیں۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم کے ساتھ خدا کی طرف اٹھایا جانا ایک محال امر کو مستلزم ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفع والی توفی سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ سورۂ زمر کی حصر یہ آیت کے مطابق ان کے اپنے بیان کی رو سے ان کی موت والی توفی ہوئی اور موت پر رفع الی اللہ سے مراد رفع روحانی ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ رفع جسمانی جو محال ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔"

جواب...... ص ۴۲ پر آپ نے توفی کے معنی قبض روح کئے ہیں۔ حالانکہ توفی لفظ مفرد ہے اور قبض روح مرکب، لہٰذا یہ معنے درست نہیں۔ اسی لئے سورۂ زمر کی آیت میں صرف یتوفی نہیں کہا، بلکہ یتوفی الانفس کہا۔ اگر مفرد توفی کے معنے مرکب قبض روح ہیں۔ تو لفظ النفس کی کیا ضرورت تھی؟ پس ثابت ہوا کہ توفی کے حقیقی معنی مطلق قبض کے ہیں۔ نہ قبض روح کے۔

توفی کے وضعی اور حقیقی معنی "اخـذ لشی وافیـا" یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہیں۔ توفی ایک جنس ہے۔ اس کی نوع کا تعین کرنے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت "انـی متـوفیك ورافعك الیّ" میں ضمیر کا مرجع عیسیٰ ہیں جو کہ جسم اور روح کا مرکب ہیں۔ یہاں توفی کی نوع رافعا الی کے قرینے سے نیند متعین ہوگی۔ کیونکہ نیند اور رفع جسمی میں منافات نہیں۔ "رافـعك الـیّ" کہنے سے خدا کا مجسم، محدود المکان اور ذو جہت ہونا لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید میں ہے: "ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله (۴:۱۰۰)" ﴿اور جو کوئی اپنے گھر سے نکلے گا ہجرت کرتے ہوئے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف۔﴾

ہجرت کرنے والا مجسم، محدود المکان اور ذو جہت ہے اور رسول اللہ بھی مجسم، محدود المکان اور ذو جہت ہیں۔ لیکن ہجرت الی اللہ کہنے سے ہجرت کرنے والے کی طرح اللہ تعالیٰ کا مجسم، محدود المکان اور ذو جہت ہونا لازم نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ ہجرت الی اللہ سے مراد اللہ کے راستے میں اور اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہجرت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وقرّبناه نجیا (۱۹:۵۲)" ﴿ہم نے اس (موسیٰ) کو سرگوشی کرنے کے لئے قریب کیا۔﴾

اللہ کی شان تو یہ ہے کہ: "نحن اقرب الیه من حبل الورید (۵۰:۱۶)" ﴿یعنی ہم اس (انسان) کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔﴾ موسیٰ علیہ السلام انسان ہیں۔ ان کو قریب کرنے سے قریب کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کا مجسم، محدود المکان اور ذو جہت ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ موسیٰ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب ظاہر ہوتا ہے۔ "رفع" کا لفظ "وضع" کے مقابل ہے۔

جس کے معنی نیچے رکھنے کے ہیں۔ سورفع کے معنی اوپر اٹھانے کے ہیں۔ آیت قرآنی ''بل رفعه الله الیه'' میں ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ روح اور جسم کا مرکب ہیں۔ پس یہاں رفع جسمانی ہی مراد ہوگا۔ رفع روحانی نہیں ہوسکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع الی اللہ کا استعمال علومرتبت کے اظہار کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''أمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض (۱۶:۶۷)'' ﴿یعنی کیاتم اس سے جو آسمان میں ہے امن میں ہو کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے﴾ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ ''علو'' شان کی وجہ سے اس کا آسمان میں ہونا بیان ہوا ہے اور چونکہ وہ آسمان میں ہے۔ سو اس کی طرف رفع، آسمان کی طرف رفع ہوگا۔ پس رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السماء ہی ہوں گے۔

سوال نمبر:۲...... ص۶ پر آپ نے رفع والی توفی کا ذکر کیا ہے۔ جواب اس سے واضح ہے کہ توفی ایک جنس ہے اور رفع اس کی ایک نوع ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ لیکن آگے چل کر لکھتے ہیں: ''سورۃ زمر کی حصر یہ آیت کے مطابق ان کے اپنے بیان کی رو سے ان کی موت والی توفی ہوئی۔'' گویا کہ آپ رفع اور موت کو ہم معنے قرار دے رہے ہیں۔ کیا عجیب لغت دانی ہے؟

جواب...... ص۹،۱۰ پر لکھتے ہیں: ''پس جب توفی کا مضمون اثبات اور نفی کی ہر دو صورتوں میں دائرہ ہے تو خدا تعالیٰ کے نفس انسانی کی توفی کی کوئی تیسری صورت جو اس اثبات یعنی وفات والی توفی اور بصورت ''لم تمت فی منامها'' نیند والی توفی سے باہر ہو، متصور ہو ہی نہیں سکتی۔'' قرآن مجید میں ہے: ''وتوفی کل نفس ماعملت (۱۱۱:۱۶)'' ﴿اور پورا دیا جائے گا ہر ایک نفس کو جو کچھ اس نے کمایا ہے۔﴾ یہاں توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول نفس انسانی ہے۔ تاہم یہ توفی نہ موت والی ہے اور نہ نیند والی۔

سوال نمبر:۳...... ص۱۰ پر لکھتے ہیں: ''پس توفی الگ فعل ہے اور رفع الگ اور دونوں کے معنے الگ الگ ہیں لہٰذا ''انی متوفیك ورافعك الی'' میں وہ توفی مراد ہوگی جس کے وقوع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ ہوا اور وہ سورۂ زمر کی آیت کے لحاظ سے موت کے وقت والی توفی ہی ہے۔ لاغیر۔''

جواب...... یہاں پر آپ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ مان رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ انسان ہیں۔ کیونکہ روح کا نام عیسیٰ نہیں ہوسکتا۔ جب عیسیٰ کا رفع ہوا تو یہ رفع جسمانی ہی ہوگا اور چونکہ یہ توفی کے وقوع پر ہوا تو گویا آپ نے تسلیم کرلیا کہ توفی ایک جنس ہے اور رفع اس کی ایک نوع ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی توفی آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے ہی ہوئی۔

سوال نمبر:۴...... ص ۱۰۱ اپر لکھتے ہیں: ”جناب من! آیت ”انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج “میں خود آپ نے حصر حقیقی نہیں مانا۔ بلکہ بظاہر حصر لکھا ہے۔لہٰذا اس آیت میں صرف استغراق عرفی پایا جاتا ہے نہ کہ استغراق حقیقی۔لہٰذا اس بحث میں یہ آیت پیش کرنے کا اوّل: تو آپ کو حق ہی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ بظاہر حصر پر حقیقی حصر کا قیام نہیں کیا جاسکتا۔ دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش گو بن باپ تھی۔ لیکن تھی نطفہ امشاج سے۔ان کی ماں ہی میں ان غذاؤں سے مرکب نطفہ پیدا ہوا۔یعنی نطفہ امشاج جو نفسیاتی تحریک سے بیضہ انوثیت میں قرار پکڑ کر حمل کی صورت اختیار کر گیا۔ پس مریم ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہے اور وہی باپ۔

جواب...... پھر اگر آدم کی پیدائش اگر مٹی سے ہوئی ہے تو آیت ”ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل ادم خلقه من تراب (آل عمران:۵۹)“ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے بلکہ آیت ”خلقكم من تراب (۳۵،۱۱)“ کے مطابق ہر انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔ پس ہم اور آپ سب مٹی سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔قرآن مجید میں انسان کی پیدائش تراب (مٹی) صلصال کالفخار (بجنے والی مٹی) طین (کیچڑ) طین لازب (یعنی دار مٹی) سللة من طین یعنی مٹی کے خلاصہ سے ہوتی ہے۔ یہ وہ حالتیں ہیں جن میں سے ہر شخص کو گزرنا پڑتا ہے اور مسیح اور آدم کو بھی ان میں سے گزرنا پڑا۔نطفہ امشاج بھی ایک طینی حالت ہی رکھتا ہے۔ مگر آیت ”اناخلقنا الانسان من نطفة امشاج “میں حصر حقیقی خود آپ نے نہیں مانا۔ لہٰذا اگر حضرت آدم علیہ السلام نطفہ امشاج سے فرض نہ کی جائے تو بوجہ آیت میں استغراق عرفی پایا جانے کے آپ کو سورۂ زمر کی اس آیت کے حصر حقیقی کو توڑنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ یہ حصر اثبات اور نفی کے دونوں پہلوؤں میں گروش کررہا ہے۔ان دونوں پہلوؤں سے باہر خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی توفی کا کوئی فعل کسی تیسری صورت وقوع میں نہیں آسکتا۔“

آیت ”اناخلقنا الانسان ...... الخ“ میں انا کے لفظ سے ظاہر ہے کہ حصر حقیقی ہے اور آیت ”الله یتوفی الانفس حین موتها...... الخ“ میں لفظ ان موجود نہیں ہے۔ لہٰذا توفی کا بذریعہ موت اور نیند عمل میں آنا حقیقی حصر نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش نطفہ ہے جو مرد و عورت کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے۔کسی انسان کی ماں کا اس کا باپ بھی ہونا آپ کے ذہن رسا سمجھے تو سمجھے، ہم تو بہر حال سمجھنے سے قاصر ہیں۔

سورۂ آل عمران کی پوری آیت آپ نے نہیں لکھی۔ پوری آیت یہ ہے: ”ان مثل

عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون " ﴿بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا ہو جا، پس وہ انسان ہو گیا۔﴾

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام کا قالب اللہ تعالیٰ نے مٹی سے تیار کیا۔ پھر اس سے کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق لفظ "کن" کہنے سے ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں قرآن مجید کی آیت ہے: "التی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا (۲۱:۹۱) " ﴿اور (اے رسولؐ) اس بی بی (مریم) کو (یاد کرو) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے ان (کے پیٹ میں) اپنی طرف سے روح پھونک دی۔﴾ ہر انسان کی تخلیق مٹی سے نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں ہے:

"وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سللة من ماء مهین (۳۲:۸) " ﴿اور انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ذلیل پانی کے خلاصہ سے بنائی۔﴾ سورۂ فاطر کی آیت میں "خلقکم من قراب " سے آگے "ثم من نطفة " ہے۔ 'خلق من تراب " کا تعلق نوع انسانی سے ہے۔ "ثم من نطفة " اس خلق کا تعلق ہر ہر فرد سے ہے۔

آپ کی بیان کردہ پانچ حالتوں میں سے ہر شخص کو نہیں گزرنا پڑتا۔ اس کا آپ نے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ انسان کا مختلف آیات میں تراب، صلصال کا لفخار، طین، طین لازب اور سللۃ من طین سے پیدا کیا جانا بیان ہوا ہے۔

آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں۔ ان پر ان میں سے کسی لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نہیں۔ نطفہ امشاج کا ایک طینی حالت رکھنا آپ نے کسی آیت سے ثابت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے نطفہ امشاج میں سے ہونے کے حقیقی حصر کو ضرور توڑا ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش یقیناً نطفہ امشاج سے نہیں، نہ ان کی ماں تھی اور نہ ان کا باپ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ لہٰذا ان کی پیدائش نطفہ امشاج سے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کی پیدائش آدم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے لفظ "کن" کہنے سے ہوئی۔ جب یہاں حقیقی حصر کو توڑا جا سکتا ہے تو توفی کے موت اور نیند میں وقوع کے حصر کو کیوں نہیں توڑا جا سکتا۔ اوپر آپ کو مثال بھی پیش کر دی گئی ہے کہ توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور نفس انسانی مفعول ہے۔ لیکن توفی موت یا نیند کے ذریعے نہیں ہوئی۔

سوال نمبر:۵...... ص ۱۲ پر لکھتے ہیں: "پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ "کنت انت الرقیب علیہم" ان کے اپنی قول میں دوبارہ واپس نہ آنے پر بطور اشارہ روشن دلیل ہیں۔ کیونکہ توفی کا دامن قیامت تک ممتد ہے اور اس وقت سے ان کی قوم خدا کی نگرانی میں چلی آرہی ہے اور قیامت تک انہیں نگرانی کا موقع نہ ملا ہوگا۔ لہٰذا اس جگہ وفات والی توفی متعین ہوگئی۔ اس جگہ توفی کوئی اور معنی لینا "کنت انت الرقیب علیہم" کے الفاظ کے قرینہ کی رو سے محال ہیں۔ ورنہ میاں صاحب! آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر توفی سے اصالتاً واپس دنیا میں آئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس بیان کو جھوٹا قرار دینا پڑے گا کہ اے خدا جب تو نے میری توفی کرلی۔ یعنی بقول آپ کے مجھے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ تو اس وقت سے لے کر اس دن تک جو قیامت کا دن ہے مجھے قوم کی نگرانی کا موقع نہیں ملا۔ بلکہ تو ہی اے خدا ان کا نگران چلا آرہا ہے۔"

جواب...... یہ بات غلط ہے کہ توفی کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی نگرانی کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ سورۂ مائدہ کی آیت "کنت انت الرّقیب علیہم" یعنی میں اپنی قوم پر گواہ تھا۔ جب تک ان کے درمیان رہا۔ پس جب تو نے میری توفی کرلی تو تو ان پر نگران تھا کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اس وقت ہوئی جب کہ وہ اپنی قوم کے درمیان موجود تھے۔ توفی کی صورت کیا ہوئی۔ اس کا جواب سورۂ النساء کی آیت: "ماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ" ﴿یعنی یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا﴾ رفع ماضی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے کی آیت "وبقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وماقتلوہ وماصلبوہ" سے ظاہر ہے کہ صلیب پر کوئی شخص قتل ضرور ہوا ہے۔ لیکن وہ شخص عیسیٰ نہیں تھے۔ سورۂ النساء میں ہے:

"وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شھید (۱۵۹:۴)" ﴿اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو عیسیٰ پر عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان نہیں لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔﴾

لیؤمننن میں ل تاکیدی اور نون ثقیلہ مضارع میں خصوصیت کے ساتھ مستقبل کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ جن اہل کتاب کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ نزول قرآن کے بعد مستقبل میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ آیت "کنت علیہم شھیدا ما دمت فیھم" کے مطابق گواہ کا مشہود علیہم میں ہونا ضروری

ہے۔اگر قرب قیامت کے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوں گے تو اپنی توفی کے بعد اپنے اوپر ایمان لانے والے اہل کتاب پر شہادت کیسے دیں گے؟

مذکورہ آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ قوم میں واپس نہیں آسکتے۔عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں عدم موجودگی کے وقت قوم خدا کی نگرانی میں رہی۔توفی کا دامن قیامت تک ممتد ہونے کا ذکر نہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کا قول جھوٹا نہیں ہوگا۔خدا کی نگرانی ان کے قوم میں موجود نہ ہونے کے وقت کی ہے۔اگر دوبارہ قوم کے اندر موجود ہوں تو ان پر گواہ ہوں گے۔جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت:''ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا''میں تصریح ہے۔

سوال نمبر:۶...... ص ۱۳پر لکھتے ہیں:''خدا کے قائم کردہ حصر حقیقی کو جو سورۃ زمر کی آیت میں توفی کے معنے موت اور نیند قرار دیتا ہے۔توڑنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

جواب...... توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔قرآن مجید میں ہے:''فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت''﴿پس انہیں گھروں میں روکے رکھو،حتی کہ موت انہیں قبض کرلے۔﴾

موت کو فعل توفی کا فاعل قرار دیا گیا ہے۔فاعل اور فعل ایک نہیں ہوتے۔کیونکہ فعل فاعل سے صادر ہوتا ہے۔عین ذات فاعل نہیں ہوا کرتا۔توفی کے حقیقی معنے موت ہرگز ہرگز نہیں۔

سوال نمبر:۷...... ص ۱۴پر لکھتے ہیں:''جناب میاں صاحب!یہ کیا بے علمی کی بات ہے کہ آپ توفی کے معنی زندہ آسمان پر اٹھالینا کر کے اس لفظ کو رفع الی السما کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔حالانکہ قرآن مجید میں خدا کے ان کو اپنی طرف اٹھالینے کا ذکر ہے نہ آسمان پر اٹھالینے کے الفاظ۔''

جواب...... توفی کو رفع الی السماء کے مترادف قرار نہیں دیا گیا۔گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ توفی ایک جنس ہے اور ان کی تعیین کے لئے قرینہ دیکھنا پڑتا ہے۔آیت متوفیك ورافعك کے مطابق قرینہ رفع الی اللہ ہے۔جو قرینہ کہ آیت''بل رفعه الله''میں بھی موجود ہے۔گزشتہ صفحات میں یہ وضاحت گزری کہ رفع الی اللہ سے مراد رفع الی السماء ہی ہے۔یہاں اس پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''تعرج الملائکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة (۱:۷۰)''﴿فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔﴾

عروج اوپر کی جانب حرکت کو کہتے ہیں عروج سے مراد عالم بالا کے فرشتوں اور روحوں کے منتہاء امر کی طرف چڑھنا مراد ہے۔ تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش اور منتہائے امر کی طرف آئی ہے۔ سورۂ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه (......)'' ﴿کلمہ طیب اللہ کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل اس (کلمہ طیب) کو اوپر اٹھاتا ہے﴾ صعود اس حرکت کو کہتے ہیں۔ جو اوپر کی جانب ہو اسے عروج بھی کہتے ہیں اور خدا کی طرف کلمہ کے چڑھنے کے معنی ہیں۔ فرشتوں کا لوگوں کے اعمال کی کتابت میں لاکر آسمان کی طرف چڑھنا۔ ان معنوں کی تائید حضرت ابن مسعودؓ کی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

''ان العبدالمسلم اذاقال سبحان الله وبحمده والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر وتبارك الله قبض علیهن ملك فضمهن تحت جنا حه ثم یصعد بهن الی السماء فلا یمر بهن علی جمع من الملائکة الا استغفر لهاکلهن حتی یحیی بهن وجه الرحمن ثم قرء الیه یصعد الکلم الطیب ۰ الایة'' ﴿بیشک جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللہ وبحمدہ الخ پڑھتا ہے۔ تو ایک فرشتہ ان کلمات کو لے لیتا ہے اور اپنے بازوؤں کے نیچے لگا کر آسمان پر لے چڑھتا ہے۔ پس فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گزرتا ہے۔ وہ سب اس کے قائل کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں تحفہ پیش کئے جاتے ہیں۔﴾

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث سنا کر پھر آیت ''الیه یصعد الکلم الطیب'' پڑھا۔ صحیح بخاری میں باب ذکر الملئکۃ میں کراما کاتبین کی نسبت ''ثم یعرج الیه الذین باتوا فیکم'' ''پھر جو رات کو تم میں رہے۔ خدا کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں، وارد ہے۔

عروج کا صلہ الی آیا ہے اور یہ صعود کا ہم معنی ہے اور مراد عروج حقیقی ہے۔ نہ کنائی نہ مجازی غرضیکہ عروج الی اللہ کے معنی صعود الی السماء یا آسمان کی طرف چڑھنا ہی ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے: ''یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار'' ﴿دن کا عمل صادر ہونے سے پہلے رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے۔﴾ اس حدیث میں رفع کا صلہ الی آیا ہے اور اعمال کے رفع کی صورت اوپر کی مثال میں گزر چکی۔ امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح یوں فرمائی: ''فان الملئکة الحفظة یصعدون باعمال اللیل بعد انقضآئه فی اول النهار ویصعدون باعمال النهار بعد انقضائه فی اول اللیل'' ﴿محافظ فرشتے

رات کے اعمال رات گزر جانے پر دن کے اول وقت میں لے چڑھتے ہیں اور اسی طرح دن کے اعمال دن گزرنے پر رات کے شروع میں لے چڑھتے ہیں۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو اس کے معنی شے مذکور کو الی کے مدخول کی طرف اٹھانا ہوتے ہیں۔ خواہ وہ شے جوہر ہو۔ خواہ عرض سورۂ فاطر کی آیت ”الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ“ کی جو تفسیر حدیث شریف سے اوپر مذکور ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رفع الی اللہ اور صعود الی السماء معنوں میں مساوی ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ یوسف کی آیت ہے: ”ورفع ابویہ علی العرش (۱۲، ۱۰۰)“ ﴿یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔﴾ اس آیت میں رفع کا مفعول والدین ہیں اور علی کا مدخول عرش ہے اور حقیقتاً والدین کا عرش پر مرفوع ہونا مراد ہے۔ اسی طرح آیات قرآنی: ”انی متوفیک ورافعک الیّ“ اور ”بل رفعہ اللہ الیہ“ میں عیسیٰ علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے۔

معتبر تفسیروں مثلاً معالم، تفسیر کبیر، تفسیر رحمانی، جلالین، جامع البیان، مدارک، ابن کثیر، بیضاوی، کشاف، سراج المنیر، خازن اور تفسیر عباسی نے ”رافعک الیّ سے رفع الی السماء“ مراد لکھا ہے۔

سوال نمبر: ۸...... ص ۱۵ پر لکھتے ہیں: جب آپ نے کہا ”مادمت حیّا“ اس جگہ نہیں۔ جیسا کہ اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًا میں حیًا کا لفظ ہے۔ تو جواب میں قاضی صاحب نے آپ کو کہا تھا کہ ”مادمت فیہم“ اور ”مادمت حیّا“ زندگی کے بیان کے لئے ہی دو اسلوب کلام ہیں۔ پس جناب میاں صاحب اس بات کو تو ہر شخص جان سکتا ہے کہ ”وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم“ کے جملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاہد ہونے کا ذکر قوم میں موجود ہونے کے زمانے تک قرار دیتے ہیں۔ اور ”مشہود علیہم“ میں ان کا موجود ہونا ان کے حیا یعنی زندہ ہونے کو ہی چاہتا ہے۔

جواب...... آپ کا یہ کہنا کہ ”مادمت فیہم“ اور ”مادمت حیّا“ زندگی کے بیان کے لئے دو اسلوب کلام ہیں۔ صحیح نہیں۔ یہ تو درست ہے کہ جب تک قوم میں موجود رہے، زندہ رہے۔ لیکن اس بات کا امکان ہے کہ قوم میں موجود نہ ہوں لیکن زندہ ہوں۔ جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام قوم میں موجود تھے کہ ان کی توفی ہوگئی۔ ہم کہتے ہیں کہ ”رفع الی السماء“ سے ہوئی۔ آپ کہتے ہیں کہ وفات سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کوئی

ایسا لفظ استعمال نہیں کرتا کہ معاملہ شک میں رہے۔ اگر "فلما توفیتنی" سے وفات مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور "مادمت حیّا" کہتے۔ جیسا کہ دوسری آیت "اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًّا" میں کہا اس کے دو وجوہ ہیں کہ نماز و زکوٰۃ کی طرح شہادت کا فعل بھی زندگی بھر رہتا ہے۔ سو "دمت حیّا" چاہئے۔ زندہ ہونے کی صورت میں شہادت کا فعل ان کے قوم میں موجود ہونے کو مستلزم ہوگا۔ قوم میں موجودگی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ دوسری نہایت اہم وجہ یہ ہے کہ "مادمت حیّا" کہنے سے یہ امکان ختم ہو جاتا ہے کہ قوم میں موجود نہ ہوں اور زندہ ہوں۔ اس صورت میں "دمت حیّا" کے بعد "فلما توفیتنی" میں توفی کی صورت موت متعین کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوگا جو آپ کی مراد ہے۔

چونکہ لفظ توفی کے معنی ہیں۔ اس کو ایک معنی میں معین کرنے کے لئے ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہئے۔ آیات "رافعك الیّ" اور "بل رفعه الله الیه" عیسیٰ کی توفی سے رفع آسمانی مراد لینے کے لئے قرائن قویہ ہیں۔ پس "فلما توفیتنی" کے معنی "فلما رفعتني الی السماء" ہوں گے نہ کچھ اور۔

سوال نمبر:۹...... ص ۱۶ پر لکھتے ہیں: "اگر ایک انسان زندہ تو ہو، مگر اپنی قوم کے اندر موجود نہ ہو۔ بالفرض اگر کسی اور جگہ اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر گیا ہو۔ تو وہ اپنی قوم پر اس زمانہ حیات میں جس میں وہ قوم سے الگ ہوا۔ قوم پر گواہ نہیں ہو سکتا۔"

ص ۱۷ پر لکھتے ہیں: "کسی پر شہادت دینا اپنی زندگی میں اس کا حال دیکھنے پر ہی ممکن ہے۔ پس شہادت کی مناسبت سے اس موقع پر اسلوب کلام "مادمت حیا" کہنے کو نہیں چاہتا۔ "مادمت فیهم" کہنے کو ہی چاہتا ہے۔

جواب...... سورۂ مائدہ کی آیت "وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم" کے مطابق توفی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں موجود تھے۔ جن سے انہوں نے کہا تھا "ان اعبدوالله ربی وربکم" یعنی عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی۔ ظاہر ہے کہ یہ اہل فلسطین تھے۔ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے اور ستاسی برس کشمیر میں رہنے کے بعد وہیں وفات پائی۔ آپ کے اپنے قول کے مطابق جب وہ کشمیر میں تھے تو فلسطین میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اہل فلسطین پر گواہ نہ تھے۔ حالانکہ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ توفی کے وقت ان پر گواہ تھے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ "فیهم" سے مراد اہل کشمیر ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ۸۷ برس ان پر

گواہ رہے۔ تو پھر آپ آیت "کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم " سے کیسے نتیجہ نکالتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کی زندگی میں نہیں بگڑی۔ جب وہ اہل فلسطین میں موجود ہی نہیں تھے تو ان کو قوم کے بگڑنے نہ بگڑنے کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کرنا محض بے بنیاد بات ہے۔ اگر واقعۃً ایسا ہوتا تو قرآن میں "مادمت فیھم " نہ آتا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ۸۷ برس (آپ کے عقیدے کے مطابق) اہل فلسطین میں نہیں رہے۔ نعوذ باللہ دمت فیھم کہنا کذب بیانی ہوگی۔ اس صورت میں موزوں لفظ "دمت حیا" ہی ہوتا۔

سوال نمبر: ۱۰...... ص ۷ اپر لکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بلیغانہ الفاظ" وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم "ان کے حیا ہونے کو مستلزم بھی ہیں اور ان کے زندہ ہونے کے لئے کنایہ بھی۔" لہٰذا ان کا اگلا فقرہ "فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم "ان کے حیا ہونے کے مقابل میں واقع ہو کر ان کے وفات پا جانے کے لئے نص صریح ہوا۔ کیونکہ توفی کا لفظ اس جگہ حیا کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا وہ وفات کے معنی دیتا ہے۔"

جواب...... زبیری صاحب! آپ کے اپنے قول کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام ۸۷/ برس کشمیر میں رہے اور اس زمانے میں اہل فلسطین میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان پر گواہ نہ تھے۔ دمت فیھم کو زندہ ہونے کے لئے کنایہ بنانے کے لئے کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور ایک سو بیس برس کی عمر پانے کے عقیدے کو خیر باد کہئے، جس کے لئے آپ غالباً تیار نہ ہوں گے۔ اگر بالفرض محال آپ مان بھی لیں تو بھی آپ کی دال نہیں گلتی۔

سارے قرآن میں کہیں بھی توفی کا لفظ حیات کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوا۔ ہمیشہ حیات کے مقابلے میں موت استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "الذی خلق الموت والحیوۃ (۲:۶۷)" "ولا یملکون موتا ولا حیوۃ (۳:۲۵)" "فاحیا به الارض بعد موتها (۱۸۰:۲)"

سوال نمبر: ۱۱...... ص ۷ اپر لکھتے ہیں کہ حسب آیات: "انی متوفیك ورافعك الیّ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ اس پیشین گوئی کے مطابق ان کی وفات کے بعد یا وفات کے ساتھ ہی وقوع میں آیا اور اس توفی والے رفع کا ذکر آیت "ماقتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه" میں کیا گیا ہے۔"

جواب...... آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ لکھ رہے ہیں۔ مردہ جسم کو عیسیٰ

نہیں کہتے اور نہ جسم کے بغیر صرف روح کو عیسیٰ کہتے ہیں۔آپ خود عیسیٰ یعنی جسد معہ روح کا رفع الی اللہ مان رہے ہیں۔لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ رفع الی اللہ وفات کے بعد یا وفات کے ساتھ ہی وقوع میں آیا۔اگر یہ روحانی رفع ہے تو وفات کے ساتھ ہونا چاہئے۔وفات کے بعد کا کیا مطلب۔توفی والے رفع کا کیا مطلب۔رفع کی صفت توفی نہیں ہوسکتی۔البتہ رفع والی توفی سے توفی جنس کی نوع رفع جسمی مراد لی جاسکتی ہے۔اس آیت میں توفی کا ذکر نہیں۔اس آیت سے پہلے "وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وماقتلوه وما صلبوه" سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر ضرور قتل ہوا ہے۔اگر قتل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہودیوں کا قول نقل نہ کرتے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قتل وصلیب کی نفی اس لئے کی کہ جو شخص قتل ہوا وہ صلیب پر قتل ہوا۔اسے تو "وما قتلوه" کافی تھا۔

کیونکہ اگر عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے تو صلیب پر نہیں چڑھے۔اگر صلیب پر چڑھتے تو قتل ہو جاتے۔گویا کہ قتل کی نفی میں صلیب کی نفی شامل ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہ دعویٰ کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا تو گیا تھا لیکن صلیب پر مرے نہیں تھے۔بچ گئے تھے۔اس لئے "ما صلبوه" سے تصریح کر دی کہ یہودیوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا ہی نہیں۔رفع فعل ماضی ہے۔اس کی ماضویت بل سے پہلے واقعہ صلیب کی نسبت سے ہے۔واقعہ صلیب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف رفع ہوگیا جو روح کا رفع مراد نہیں ہوسکتا۔کیونکہ آیت "بل رفعه الله اليه" کے بعد "وكان الله عزيزاً حكيما" فرمایا یعنی کہ اللہ تعالیٰ بڑی طاقت اور حکمت والا ہے۔روحانی رفع تو سبب کا ہی ہوتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کے غلبے اور حکمت والی کون سی بات ہے۔ظاہر ہے کہ خرق عادت کے طور پر زندہ انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا مظہر ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ جو صلیب پر مرے نہیں، وہ مصلوب نہیں کہلواتا تو عیسیٰ صلیب پر چڑھایا گیا لیکن صلیب پر مرے نہیں۔یعنی مصلوب نہیں ہوئے اور ۸۷ برس بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت کی موت دی۔اگر واقعی ایسا ہوتا تو "ماقتلوه يقينا" کی بجائے "ما صلبوه يقينا" استعمال ہوتا۔کیونکہ بلاغت کلام کا تقاضہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال ہو جو حقیقت حال کو پوری طرح واضح کر دے۔یعنی صلیب پر چڑھائے تو گئے لیکن مرے نہیں۔آپ کی تصریح کے مطابق یہ کیفیت "ماصلبوه" سے ہی بیان ہوسکتی ہے۔اس لفظ کا مستعمل نہ ہونا آپ کے عقیدے کو روز

روشن کی طرح باطل ثابت کررہا ہے۔

سوال نمبر:۱۲...... ص۲۰ پر لکھتے ہیں کہ آیت:''ماقتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه''
میں اضراب ابطالی نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ پہلے جملے''ماقتلوہ یقینا''کا بل سے عطف کے ذریعے ابطال مقصود نہیں۔ کیونکہ ابطال کی صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا کہنا تو باطل ہے اور رفع الی اللہ ثابت ہے۔ یہ بات تو میاں صاحب! آپ کو بھی مسلم نہیں ہوگی۔ پھر کس طرح آپ نے لکھ دیا کہ اس آیت میں اضراب ہے۔ جبکہ''ماقتلوہ یقینا''والا فقرہ بھی یہودیوں کی تردید میں مقصود بالذات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا اور بل کے بعد''رفعه الله الیه''کہنا بھی متکلم کا اہم مقصد ہے۔ پس دونوں فقرے متکلم کا مقصود ہیں۔ تو ان میں اضراب ابطالی اس کے دو فقروں میں پایا ہی نہیں جاسکتا۔''

جواب...... اس جگہ بل ابطالیہ ہی ہے۔''ماقتلوہ یقینا''کا ابطال مقصود نہیں۔ بلکہ قتل کے فعل کا ابطال ہے اور رفع کے فعل کا اثبات۔ علم اصول ونحو کی رو سے بل ابطالیہ سے پہلے ایک امر کی نفی اور بعد میں ایک دوسرے امر کا اثبات ہوتا ہے اور یہ دونوں متضاد فی الحکم ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:''ام یقولون به جنة بل جاء هم با الحق (۷:۲۳)''﴿کیا یہ منکر کہتے ہیں کہ اسے یعنی (ہمارے پیغمبر) کو جنون ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے۔﴾

ایک اور آیت میں ہے:''وقالوا اتخذ الرحمن ولدا بل عباد مکرمون (۲۶:۲۱)''﴿اور یہ مشرک کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن نے فرزند اختیار کیا۔ وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔﴾ پہلی آیت میں کلمہ بل سے رسول ﷺ کی نسبت مجنونیت کا ابطال اور آپ کے حق کے ساتھ آنے کا اثبات کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں فرشتوں کے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہونے کا اثبات اور اس کا بیٹا اختیار کرنے کی نفی کی گئی ہے۔

پس''بل''سے پہلے مذکور قتل اور مابعد رفع میں منافات ہونی چاہئے۔ اس لئے جب زندہ جسم کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تو اس کو قتل نہیں کرسکتے۔ پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ حق لے کر پہلے آئے۔ بعد میں کفار نے آپ کے متعلق جنون کا زعم کیا۔ اسی طرح''ماقتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه''میں واقعہ صلیبی سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔

سوال نمبر:۱۳...... ص۲۲ پر لکھتے ہیں، پس آیت''ماقتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه''

میں بل اسی امر کا فائدہ دے رہا ہے۔ یہ "ماقتلوہ یقینا" کی وضاحت کے لئے لایا گیا ہے۔ جوایک درست فقرہ ہے اور مقصود متکلم بھی اور بل کے بعد کے فقرہ پر بڑھا دیا گیا ہے کہ مسیح کا رفع الی اللہ ہوا۔ یعنی اس لئے باعزت طبعی عمر گزار کر حسب آیت "انی متوفیک ورافعک الیّ" طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گئے۔

جواب...... خدا تعالیٰ کا یہ قول واقعہ صلیب سے ۶۰۰ سال بعد کا ہے۔ جبکہ قرآن مجید نازل ہوا اور مسیح کے عدم قتل اور اس کے رفع الی اللہ کے دونوں فعل وقوع میں آ چکے تھے اور قصہ ماضی ہو چکے تھے اور عدم قتل کے فعل کا دامن "رفعہ اللہ الیہ" کے وقت تک پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد بھی مسیح کے مرفوع الی اللہ ہونے تک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول ﷺ کی روایت کے مطابق "رفعہ اللہ الیہ" کے الفاظ باعزت وفات کے لئے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ: "اکرم اللہ نبیہ ان یریہ فی امتہ مایکرہ فرفعہ الیہ وبقیت النقمۃ" کہ خدا نے نبی کریم ﷺ کی عزت افزائی فرمائی کہ آپ کو امت کی مکروہ باتیں زندگی میں نہ دکھائیں اور آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ یعنی باعزت وفات دے دی۔ جس سے آپؐ کے مدارج بلند ہوئے اور خرابیاں بعد میں ظہور پذیر ہوئیں۔

انہی معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ ہوا کہ آپ نے باعزت طبعی عمر گزار کر وفات پائی اور آپ کے مدارج بلند ہوئے۔ "ماقتلوہ یقینا" کی وضاحت نہیں۔ صلیب پر عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے کسی اور شخص کا قتل ہونا "وقولھم انا قتلنا المسیح" اور "ماقتلوہ وماصلبوہ" سے ثابت ہے۔ پھر بھی "ماقتلوہ یقینا" سے مزید تاکید کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام یقیناً قتل نہیں ہوئے۔ غیر مسیح جس پر کہ عیسیٰ کی شباہت ڈالی گئی، کا قتل وصلب "ولکن شبہ لھم" میں مذکور ہے۔ بل ابطالیہ ہی ہے۔ اس سے ماقبل میں عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی نفی ہے اور مابعد میں ان کے رفع الی اللہ کا بیان ہے "رفعہ" میں ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جو کہ جسد اور روح کا مرکب ہے۔ سو رفعہ میں رفع سے مراد جسمی کے علاوہ کچھ اور مراد لینا جائز نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کے مطابق متوفیک ورافعک الیّ میں ترتیب ذکری ضروری ہے۔ اگر رفع کے معنی عزت پانا یا درجات کی بلندی ہے تو متوفیک کی رو سے وفات

سے پہلے نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ رفع بعد میں ہے لیکن آپ لکھ رہے ہیں کہ باعزت طبعی عمر گزار کر حسب آیت ''انی متوفیك ورافعك الیّ ''طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گئے۔ یہ اعتقاد تو مرزا قادیانی کے خلاف ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی میں عزت پالی تو وفات کے ساتھ بلند ہونے کا کیا مطلب؟ اگر اس سے آپ کی مراد روح کا رفع ہے تو یہ تو ہر انسان کا ہوتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے پریشانی کے وقت یہ تسلی دینے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کو وفات دے کر آپ کی روح کو اوپر اٹھالیگا۔

سورۂ آل عمران کی آیت ہے: ''واذقال الله یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الیٰ یوم القیامة '' ﴿ (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے کہا: اے عیسیٰ میں تیرا وقت پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور کافروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا۔ ﴾

اس آیت مذکور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُس وقت وعدے کئے جب یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کا محاصرہ کرلیا تھا۔ رفع کا وعدہ مستقبل میں پورا ہونا تھا۔ اس وعدہ کا ایفاء آیت ''بل رفعه الله الیه '' میں مذکور ہے۔ یہ رفع فعل ماضی ہے جس سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع عمل میں آ گیا اور ایسا واقعہ صلیب سے پہلے ہوا۔ توفی کا وعدہ بھی مستقبل کے لئے تھا۔ آیت ''فلما توفیتنی '' میں اس کے ایفاء کا ذکر ہے۔ لیکن اس کا استعمال عیسیٰ علیہ السلام قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں کریں گے۔ کسی اور جگہ یہ لفظ فعل ماضی کے طور پر استعمال نہیں ہوا۔

سوال نمبر: ۱۴...... ص ۲۲ پر ہی لکھتے ہیں کہ: ''واقعہ صلیب کے بعد بھی مسیح کے مرفوع الی اللہ ہونے تک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔'' یہاں آپ نے مسیح علیہ السلام کا مرفوع الی اللہ ہونا لکھا ہے۔ محض جسد یا روح کو مسیح نہیں کہا جا سکتا۔ مسیح جسد مع روح کا ہی نام ہے۔ سو آپ نے تسلیم کرلیا کہ رفع جسد مع روح کا ہی ہوا۔ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع واقعہ صلیب سے پہلے وقوع پذیر ہوا۔

جواب...... آپ کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے تو گئے، لیکن صلیب پر مرے نہیں۔ سورۂ النساء کی آیات ''وقولهم انا قتلنا المسیح '' سے لے کر ''وماقتلوه یقینا '' تک واقعہ صلیب کا ہی ذکر ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لٹکائے تو

ضرور گئے لیکن مرے نہیں۔ گویا کہ آپ کے عقیدے کے مطابق" وماقتلوه يقينا بل رفعه اليه " کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام جو صلیب پر لٹک رہے تھے۔ قتل نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ ان معنوں سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اوپر اٹھایا جانا ظاہر ہے۔

سوال نمبر:۱۵...... آپ ص ۲۳ پر لکھتے ہیں: " رفعه الله اليه " کے الفاظ باعزت وفات کے لئے بھی آتے ہیں۔"

جواب...... اگر آپ کے یہ معنی تسلیم کر لئے جائیں تو آیت مذکورہ بالا کے معنی یہ ہوں گے اور یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو باعزت وفات دی۔ واضح رہے کہ آپ کے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام جو سولی پر لٹک رہے تھے۔ باعزت وفات پا گئے۔ گویا کہ قتل ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کی نفی کی ہے۔ اس طرح آیت میں تضاد واقع ہو گا۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ہے کہ یہودی صلیب کی موت کو ملعون قرار دیتے تھے۔ تو کیا یہ معنی کر کے نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون ٹھہرانا چاہتے ہیں؟

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کی جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کا اکرام بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کی مکروہ باتیں انہیں زندگی میں نہیں دکھائیں۔ اکرام تو نبی کریم ﷺ کی ذات کا ہے۔ وفات کی عزت کیسے ہوئی۔

سوال نمبر:۱۶...... آپ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: "یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ " انا قتلنا المسيح " یعنی بے شک ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ اس قول سے مقصود ان کا یہ تھا کہ مسیح بوجہ قتل ہونے کے ملعون ہوا۔ یعنی اس نے رفع الی اللہ والی موت نہیں پائی۔"

جواب...... عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر قتل سے بچ گئے۔ انہوں نے رفع الی اللہ والی موت پائی۔ نبی کریم ﷺ کو صلیب کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ انہیں اللہ نے کیسے باعزت وفات دے دی اور پھر باعزت وفات سے معارج بلند ہونے کے کیا معنی۔ کیا وفات سے پہلے مدارج بلند نہیں تھے؟ وفات کے بعد بھی درجے زندگی میں اعمال صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی عنایت درجے کی اطاعت کی وجہ سے بلند ہوتے ہیں، نہ کہ باعزت وفات پانے سے۔

قرآن مجید میں یہودیوں کے انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مقتول ہونے کی وجہ سے ملعون قرار نہیں دیا۔ جب قتل کی موت باعث لعنت ہے ہی نہیں تو طبعی وفات کیسے باعزت وفات قرار دی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر:۱۷...... ص۲۳پر آپ نے علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف سے عبارت نقل کی ہے:
''اے عیسیٰ میں تیری مدت عمر پوری کرنے والا ہوں۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ میں تجھے کافروں کے قتل سے بچانے والا ہوں اور تجھے اس مقررہ مدت تک مہلت دینے والا ہوں۔ جو میں نے تیرے لئے لکھ رکھی ہے اور تجھے طبعی موت دینے والا ہوں۔ تو ان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوگا۔''
جواب...... یہ بات تو ہم بھی کہتے ہیں۔ اس کو پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کی اس تفسیر کشاف میں'' رافعك الیّ '' کے معنی اے الی سمائی ومقر ملائکتی، یعنی تجھ کو اپنے آسمان اور اپنے فرشتوں کی قرارگاہ کی طرف اٹھانے والوں ہوں۔ نظر نہیں آئے۔ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ بھی آپ نقل فرماتے۔
سوال نمبر:۱۸...... ص۲۴پر آپ لکھتے ہیں:''حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں متوفیک کے معنی ممیتک کے لکھے ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔''
جواب...... کاش کہ آپ مسیح علیہ السلام کے رفع اور توفی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا صحیح مذہب بیان کرتے۔ امام سیوطیؒ تفسیر در منثور میں لکھتے ہیں:''عن الضحاك عن ابن عباسؓ فی قوله انی متوفیك ورافعك الیّ ''یعنی'' رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان ''حضرت ضحاکؒ تابعی حضرت ابن عباسؓ سے قول الٰہی ''انی متوفیك ورافعك الیّ '' کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مراد اس جگہ یہ ہے کہ تجھے اٹھالوں گا۔ پھر آخری زمانے میں وفات دوں گا۔ اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے:''والصحیح ان الله تعالیٰ رفعه من غیر وفاة ولا نوم کماقال الحسن وهواختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباسؓ '' ﴿صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھایا۔ جیسا کہ حسن بصری تابعیؒ نے کہا اور یہی امام ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔
تفسیر فتح البیان میں ہے کہ آیت''وانه لعلم للساعة (۶۱:۴۳) ''یعنی تحقیق وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کا ایک نشان ہے، سے حضرت ابن عباسؓ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو قرب قیامت کی ایک نشانی جانتے تھے۔ محدث ابن حریرؒ لکھتے ہیں:''عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ '' ﴿آیت''وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت سعید بن جبیر تابعیؒ نے ایک روایت میں حضرت ابن

عباسؓ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ قبل موتہ سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے۔﴾
کنز العمال میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
"فعند ذالك ينزل اخی عيسى ابن مريم من السماء "﴿پس ان (مذکورہ) واقعات کے وقت میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا۔﴾
سوال نمبر:۱۹...... ص۲۴ پر آپ نے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے حوالہ دیا ہے۔
جواب...... کاش کہ آپ ان کی مندرجہ ذیل تحریریں بھی نقل کرتے: "ان التوفی اخذا الشی وافيا ولما علم الله ان من الناس ، من يخطر بباله ان الذى رفعه الله لابده ذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوٰة والسلام رفع بتامه الى السماء بروحه وبجسده (تفسير كبير جلد دوم) "﴿توفی کے معنی ہیں کہ کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں اٹھایا تھا۔اس لئے اللہ نے یہ کلام "انی متوفيك "فرمایا تا کہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مع جسم اور روح کے زندہ آسمان پر اٹھایا۔﴾
۲...... "قالوا ان قوله ورافعك الىّ يقتضى انه رفعه حيا والوا ولا يقتضى الترتيب فلم بيق الا ان يقول فيه تقديم وتاخير والمعنى رافعك الىّ ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك فى الدنيا ومثله من التقديم والتاخير كثير فى القرآن (تفسير كبير جلد دوم) "﴿قول الٰہی "ورافعك الىّ "تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور واؤ (عاطفہ) ترتیب کی مقتضی نہیں۔پس سوائے اس کے اور کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد وفات دینے والا ہوں اور اس قسم کی تقدیم وتاخیر قرآن مجید میں بکثرت ہے۔﴾
سوال نمبر:۲۰...... ص۲۵ پر لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا کہ یہودی اسے قتل کر ہی نہیں سکتے۔جیسے کہ "ماقتلوه "کا مفاد ہے۔"بل رفعه الله اليه "بلکہ خدا نے مسیح کو مرفوع الی اللہ والی وفات دی۔"مرفوع الی اللہ وفات کی صفت ہے۔یعنی اللہ کی طرف اٹھائی گئی موت۔اللہ تعالیٰ البتہ موت وارد کرتا ہے۔
جواب...... موت اللہ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی۔رفعہ میں ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہے جو کہ جسم مع روح ہے۔اسے ہی اللہ نے اوپر اٹھایا ہے۔

سوال نمبر:۲۱...... ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: ''آپ بل کے استعمال کا یہی مقصد جانتے ہیں کہ بل سے پہلا واقعہ اور بل کے بعد کا واقعہ ہمیشہ ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ گویا ان میں اتحاد آنی ہوتا ہے۔ ہم اس جگہ بل کا استعمال اتحاد آنی کے لئے نہیں بلکہ اتحاد زمانی کے لئے جانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مسیح کے صلیب سے بچنے کا واقعہ پہلے پیش آیا اور یہودیوں کے ہاتھ سے عدم قتل کا فعل ان کی ساری زندگی پر محیط ہے۔ پھر طبعی عمر پا کر آپ کی وفات وعدہ انی متوفیک ہوئی اور حسب وعدہ '' ورافعك الیّ '' خدا نے ان کا ان کی وفات کے بعد اپنی طرف رفع کر لیا۔ اس لئے عدم قتل اور رفع الی اللہ میں اتحاد زمانی پایا گیا۔ جو اس جگہ الیٰ کا تقاضا ہے۔''

جواب...... گزشتہ صفحات میں تصریح کی جا چکی ہے کہ رفع فعل ماضی ہے۔ اس کی ماضویت بل سے پہلے مذکور واقعہ یعنی واقعہ صلیب کی نسبت سے ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اٹھا لینے کا واقعہ پہلے پیش آیا اور صلیب کا واقعہ بعد میں۔ یہ بھی مفصل بیان ہو چکا ہے کہ صلیب پر قتل کسی ایسے شخص کا ہوا ہے۔ جس پر کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی۔ آپ کے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے۔ بہر حال آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ '' ماقتلوه یقینا '' کی آیت واقعہ صلیب کے بارے میں ہی ہے۔ آپ کے عقیدے کے مطابق عیسیٰ صلیب پر لٹک رہے تھے۔ صلیب پر مرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف بلا لیا۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں۔ پس زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اگر آپ رفع کے وضعی اور حقیقی معنے اوپر اٹھانا مراد نہیں لیتے (حالانکہ ایسا کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں) تو ص ۲۵ کے مطابق مرفوع الی اللہ والی وفات ہی لے لیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی روح اپنی طرف اٹھا لی۔ بالفاظ دیگر عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر قتل ہو گئے۔

حالانکہ بل سے پہلے ان کے قتل کی نفی کی گئی ہے۔ تضاد کی وجہ سے رفع کا معنی مرفوع الی اللہ والی وفات کرنا باطل ہے۔ بہر حال رفع کا معنی کچھ بھی کریں۔ بل سے پہلے اور بل کے بعد مذکور واقعات میں اتحاد آنی ثابت ہے۔ گزشتہ صفحات میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ بل ابطالیہ ہے اور اس سے ماقبل اور مابعد مذکورہ واقعات میں منافات ہوتی ہے۔ آپ کے اس عقیدے کو کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے لیکن مرے نہیں۔ قرآن مجید کی نص باطل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: '' واذا کففت بنی اسرائیل عنك (المائدہ:۱۱۰) '' ﴿اور (وہ وقت یاد کرو) جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے دور روکے رکھا۔﴾ عن کا لفظ دوری کے لئے آتا ہے۔ صلیب

پر چڑھانا تو کجا یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے قریب بھی نہیں پھٹک سکے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے من جملہ احسانات میں سے یہ احسان بھی گنوائے گا۔ سو اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ چونکہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے اور نہ قتل ہوئے۔ سو انہیں زندہ جسم مع روح آسمان پر اٹھالیا گیا۔

سوال نمبر:۲۲...... ص۲۶ پر جو آپ لکھتے ہیں: ”آپ کی وفات حسب وعدہ انی متوفیک ہوئی اور حسن وعدہ ”رافعك الیّ“ خدا نے ان کو ان کی وفات کے بعد اپنی طرف رفع کرلیا۔“

جواب...... یہاں اپنی طرف رفع کرلیا کیوں لکھتے ہیں۔ ص۲۵ والے معنی ”خدا نے مسیح کو مرفوع الی اللہ والی وفات دی“ کیوں نہیں کرتے۔ یا پھر ص۲۳ والے معنی کیوں نہیں کرتے کہ خدا نے مسیح کو باعزت وفات دے دی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ تلبیس کر رہے ہیں۔

سوال نمبر:۲۳...... ص۲۶ پر لکھتے ہیں: ”اب ہم کہتے ہیں کہ اگر بل سے پہلے ایک واقعہ کی نفی ہو تو ہمیشہ اسی وقت ایک واقعہ کا اثبات نہیں ہوتا۔ بلکہ نفی والے واقعہ سے کافی عرصہ بعد جاکر اثبات والا واقعہ وقوع میں آتا ہے۔ ہمارے اس بیان کی تائید قرآن مجید کی ذیل کی آیت سے ہوتی ہے اور یہ تائید جناب میاں صاحب آپ کے قاعدہ کی کلیت کو توڑ دیتی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”وماخلقنا السمآء والارض وما بینهما لاعبین لواردنا ان نتخذه لهو لاتخذناه من لدنا ان کنا فاعلین بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاحق ولکم الویل مما تصفون“ کافر کہتے تھے کہ خدا نے یہ زمین و آسمان کھیل کے طور پر بنائے ہیں (الانبیاء:۱۶،۱۸) اس سے زیادہ ان کا کوئی مقصد نہیں۔ اس کی تردید میں اللہ نے فرمایا کہ:

﴿ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ اگر ہم نے اس کا ارادہ کیا ہوتا تو پھر ہم اپنی طرف سے ایسا ہی کرتے۔ اگر ہم کرنے والے ہوتے (یعنی اگر ہمارے شان کے مناسب ہوتا) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو حق کو باطل پر اٹھا مارتے ہیں۔ تو وہ حق باطل کا کچومر نکال دیتا ہے اور تم لوگ خدا کا جو وصف بیان کرتے ہو (کہ اس نے بطور کھیل انہیں بنایا ہے، نہ کسی اور مقصد کے لئے) یہ تمہارے لئے تباہی کا باعث ہے۔﴾

اس آیت میں ”بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاحق“ کے الفاظ سے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان اشیاء بطور کھیل کے بنایا جانے کی نفی کا ہی مزید ثبوت مہیا کیا گیا ہے اور ان سب کے بنایا جانے کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ہم نبیوں کو بھیج کر حق

کا باطل سے اس طرح مقابلہ کروا دیتے ہیں کہ حق باطل کا بھومر نکال دیتا ہے اور باطل حق کے مقابلے میں بھاگ جاتا ہے۔

جناب من دیکھ لیجئے! ان آیات میں ''وما خلقنا السمآء والارض وما بینھما لاعبین'' کے جملہ کا مضمون منفی ہے اور ''بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاحق'' کا مضمون مثبت ہے۔ ان دونوں جملوں میں بل کے ذریعے عطف پر پہلی آیت کے جملے کا حکم بھی قائم ہے اور دوسری آیت کے جملہ کا حکم بھی جو بل کے بعد آیا ہے، قائم ہے۔ اس طرح دونوں جملے متکلم کا مقصود ہیں اور دوسرا جملہ پہلے کی تشریح کر رہا ہے اور ایک اثباتی مقصد کا اس تشریح پر اضافہ بھی کر رہا ہے۔ جس کا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک بل کے بعد زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اس جگہ بل سے پہلے منفی جملہ اور بل کے بعد اثباتی جملے کے اوقات میں اتحاد آنی موجود نہیں۔ بلکہ ہزار ہا سال کا فرق ہے۔ کیونکہ حق کا باطل پر اٹھا مارنا خدا کی طرف سے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان اشیاء پیدا ہونے سے ہزار ہا سال بعد میں شروع ہوا جب کہ خدا نے انبیاء کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا۔

پس جناب من! اتحاد آنی کے متعلق آپ کے قاعدہ کا کلیہ ہونا باطل ہوا کہ بل سے پہلے ایک واقعہ کی نفی اور اسی وقت ایک واقعہ کا اثبات بھی ہے اور دونوں واقعات کے وقوع کا وقت ایک نہیں بلکہ ان میں لمبا فاصلہ موجود ہے۔ پس جب بل پر مشتمل مضمون کے دو جملوں میں دونوں فعلوں کے وقوع میں ہزار ہا سال کا فاصلہ ہو سکتا ہے تو آیت ''ماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ'' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے بچایا جانے کے فعل اور ان کے وفات پا کر مرفوع الی اللہ کے فعل میں اگر ۸۷ برس کا عرصہ پایا گیا تو یہ امر کیوں کر قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ان ۸۷ سالوں میں عدم قتل کا فعل چلتا رہا ہے اور آپ کی وفات اور رفع الی اللہ تک اس کا دامن وسیع ہے۔ اس لحاظ سے دونوں فعلوں عدم قتل اور رفع الی اللہ والی توفی جو ۸۷ سال بعد ہوئی۔ باہم اتحاد زمانی رکھتے ہیں۔ جیسے خدا کے آسمانوں وزمین اور 'ومابینھما'' کے پیدا کرنے کے بعد اس کا تکمیل کے طور پر پیدا نہ کئے جانے کا زمانہ انبیاء کے ظہور تک ممتد ہے اور ان دونوں فعلوں میں اتحاد زمانی موجود ہے، نہ کہ اتحاد آنی۔

جواب...... آپ نے ص۲۲ پر جو پہلی آیت قرآنی ''نتخذ لھوا'' لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مطلب برازی اور دھوکہ دہی کی خاطر آپ نے ایسا کیا ہے۔ اول تو یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک آیت میں بل سے ماقبل اور مابعد کے واقعات میں اتحاد زمانی پایا جاتا ہے تو دوسری

آیت میں بھی ایسا ہی ہو۔لیکن آپ کی منقولہ آیات میں تو اتحاد زمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔بل کا عطف تو مندرجہ ذیل دو فقروں پر ہے۔

۱...... ”لواردنا ان نتخذا لهوا الاتخذناه من لدنا ان کنا فاعلین “ ﴿اگر ہم چاہتے، کہ کھیل تماشا بنالیں تو اپنے پاس سے بنالیتے۔مگر ہم ایسا کرنے والے نہ تھے۔﴾

۲...... ”نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق “ ﴿ہم حق سے باطل پر چوٹ لگاتے ہیں۔تو وہ باطل کا سر کچل ڈالتا ہے اور اچانک اسے فنا کر دیتا ہے۔﴾

”وما خلقنا السمآء والارض ومابینهما لاعبین “ پر بل کا عطف ہے ہی نہیں۔آپ اسے منفی مضمون کا جملہ بتارہے ہیں۔درحقیقت ”لوار دنا ان نتخذ لهوا لاتخذناه من لدنا انا کنا فاعلین “ کے جملہ کا مضمون منفی ہے۔کیونکہ ”ان کنا فاعلین “ میں ان نافیہ ہے۔آپ اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔اسی پر بل کا عطف بھی ہے۔آپ خود ہی لکھ رہے ہیں:

”ان دونوں جملوں میں بل کے ذریعہ عطف پر پہلی آیت کے جملے کا حکم بھی قائم ہے اور دوسری آیت کے جملہ کا حکم بھی جو بل کے بعد آیا ہے قائم ہے۔اس طرح دونوں جملے متکلم کا مقصود ہیں اور دوسرا جملہ پہلے کی تشریح کر رہا ہے اور ایک اثباتی مقصد کا اس تشریح پر اضافہ بھی کر رہا ہے۔جس کا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک بل کے بعد زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

ان جملوں سے مراد جملہ نمبر۱ اور جملہ نمبر۲ ہیں۔بتائیے ان میں اتحاد زمانی کہاں ہے؟

واقعہ میں حق کی چوٹ لگا کر باطل کو فنا کر دینا پہلے متحقق ہوا۔پیچھے کھیل تماشا بنانے کا ارادہ نہ ہونے کا ذکر کیا۔اسی طرح آیت ”ماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه “ میں بھی پہلے مذکورہ واقعہ صلیبی پیچھے ہوا۔اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔

آپ خواہ مخواہ تعلّی ...... کر رہے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ آیات نے آیت ”ماقتلوه یقینا ...... الخ “ کے اردگرد بنا ہوا تانا بانا تار عنکبوت سے کمزور ثابت کر دیا ہے۔آپ اپنی تلبیس سے دنیا کو دھوکہ تو نہیں دے سکتے۔

سوال نمبر:۲۴...... ص ۳۰ پر لکھتے ہیں ”خدا اور بندے کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:”نحن اقرب الیه من حبل الورید “ کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور رفع جسمی دوری کو چاہتا ہے اور خدا مسیح سے دور نہ تھا۔پس جب خدا اور مسیح کے درمیان کوئی فاصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا تو مسیح کے جسم کا رفع خدا کی طرف تجویز نہیں کیا

جاسکتا۔ کیونکہ اس سے خدا کا محدود المکان ہونا لازم آتا ہے اور ذوالجہتہ ہونا بلکہ مجسم ہونا بھی لازم آتا ہے۔ پس مسیح کے خدا کی طرف رفع جسمی کا خیال باطل ہے کہ رفع سے شان اور بلندی درجات ہی مراد لی جاسکتی ہے۔''لاغیر فتدبر'' قرآن مجید کی آیت ہے:

جواب...... ''ونادیناہ من جانب الطور الایمن وقربنا نجیا (۵۲:۱۹)'' ﴿اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کی داہنی طرف سے آواز دی اور سرگوشیوں کے لئے اپنے سے قریب کیا۔﴾ آواز اللہ تعالیٰ نے دی۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا کوہ طور کی داہنی طرف سے محدود المکان ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اس خیال کو بعد کے الفاظ'' قربناہ نجیا '' سے مزید تقویت ملتی ہے۔ آپ کے قول کے مطابق خدا اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی فاصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا تو خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو جو مجسم اور محدود المکان ہیں۔ اپنے قریب کیوں کیا؟ قریب جانے والا جس کے قریب جارہا ہے اس کی طرف فاصلہ طے کرے گا اور اس کو بھی مجسم اور محدود المکان تسلیم کرنا پڑے گا۔ لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نہ مجسم ہے نہ محدود المکان۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کی طرف رفع ہو جانے کی وجہ سے خدا کا محدود المکان ہونا لازم نہیں آتا۔ مفصل بحث گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔ جہاں رفع مادی جسم ہو۔ جیسے آیت بل رفعہ میں عیسیٰ (جسد معہ روح) کا ہے تو وہاں اس جسم کو اوپر اٹھانا ہی مراد ہوسکتی ہے۔ شان اور بلندی مراد نہیں لی جاسکتی۔ مثلاً:

''ورفعنا فوقکم الطور (۲:۹۳)'' ﴿ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کا اٹھایا۔﴾ ''اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا (۱۳:۲)'' ﴿یعنی اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا اور تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی ستون انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے۔﴾ جہاں رفع درجات مقصود ہو تو درجات کا لفظ رفع کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ مثلاً'' ورفع بعضہم درجات (۲:۲۵۳)'' ﴿یعنی ان میں سے بعض کے درجے بلند کئے۔﴾ ''وھوالذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض (۲:۱۶۵)'' ﴿اور وہی تو (خدا) ہے، جس نے زمین میں تمہیں اپنا نائب بنایا اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے۔﴾

سوال نمبر:۲۵...... ص۳۱ پر لکھتے ہیں:''مادمت فیہم ''اور''مادمت حیا ''یہ زندگی کے بیان کرنے کے ہی دو اسلوب ہیں۔

جواب...... ان کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک''مادمت فیہم'' کے الفاظ مشہود علیہم میں ان کے زندہ ہونے کو چاہتے ہیں۔ پس یہ الفاظ زندگی کے لئے کنایہ

ہیں﴾ اس پر مفصل بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کنائی (فرضی) معنے لینے کا جواز تب ہے جب حقیقی معنے لینا ممنوع ہو۔ جب حقیقی معنی معتذر نہیں تو ہم کیوں کہیں کہ "مادمت فیھم" کے الفاظ ان کی زندگی کے لئے کنایہ ہیں۔ یہ الفاظ صرف "مشھود علیھم" کے درمیان ہی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ان کے درمیان موجود نہ ہونے کی صورت میں ان پر گواہ تو نہیں ہوں گے۔ لیکن اس میں موجود نہ ہوتے زندہ تو رہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت کے زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔

سوال نمبر:۲۶...... ص ۲۱ پر آپ نے صحیح بخاری کی پوری حدیث نہیں لکھی۔ پوری حدیث یوں ہے: "یوخذ برجال من اصحابی ذات الیمن وذات الشمال فاقول اصیحابی فیقال انھم لم یزالو امر تدین علی اعقابھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ ابن مریم وکنت علیھم شھید اما دمت فیھم فلما توفینی کنت انت الرقیب علیھم" ﴿میری امت کے کچھ لوگوں کو دائیں بائیں سے پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا جائے گا کہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جب تو ان سے جدا ہوا۔ یہ دین سے برگشتہ ہوکر مرتد ہی رہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح کہا ہوگا عبد صالح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہ الٰہی میں تو شاہد ان پر اس وقت تک رہا جب تک میں ان کے بیچ رہا۔ جب تو نے مجھے بھر لیا تو صرف تو ہی ان پر نگہبان تھا۔﴾

جواب...... فاقول کما قال کہنے سے یہ ضروری نہیں کہ کما سے پہلے اور بعد میں بیان کردہ واقعات ہر لحاظ سے ایک ہی ہوں۔ سورۂ انبیاء میں ہے: "کما بدأنا اول خلق نعیدہ (۲۱:۱۰۴)" ﴿جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اسی طرح دوبارہ پیدا کر کے چھوڑیں گے۔﴾ ظاہر ہے کہ پہلی پیدائش ماں کے پیٹ سے باپ کے نطفے سے ہوتی ہے اور قیامت کے روز اس طرح پر نہیں ہوگی۔ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ جس طرح پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ موت کے بعد بھی پیدا کر دینا اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح "فاقول کماقال العبد الصالح" میں کما اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے شرک سے بری الذمہ ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ اپنی امت کے مرتدین کے ارتداد سے برأت کا اظہار کریں گے۔

باقی رہا یہ سوال کہ جب آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے ہوئی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام

کی توفی کو رفع آسمانی سے کیوں تعبیر کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ توفی جنس ہے اور موت، نیند، رفع وغیرہ اس کی انواع ہیں۔ ہمیں نوع کا تعین کرنے کے لئے قرآن اور خصوصی حالات پر نظر کرنی پڑتی ہے۔ ’’ریب‘‘ کے معنی ہر جگہ شک کے ہیں۔ لیکن سورۃ الطور میں ریب المنون سے حوادث زمانہ مراد ہے۔ اسی طرح ’’بروج‘‘ سے مراد ہر جگہ ستارے ہیں۔ لیکن سورۃ نساء میں بروج مشیدۃ سے اونچے اونچے محل مراد ہیں۔

اسی طرح گو ایک لفظ توفی دونوں پیغمبروں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہر دو کے خصوصی حالات سے جو خارجی دلائل سے ثابت ہیں۔ نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ کی توفی رفع آسمانی سے ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بموجب آیات ’’انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘ اور ’’بل رفعه الله الیه (۱۵۹:۴)‘‘ آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ہوئی اور رسول اللہ کی توفی موت سے ہونے کی دلیل حدیث سے ثابت ہے۔ جو صحیح بخاری کے باب وفات النبی ﷺ میں ہے۔ پس آیت ’’فلما توفیتنی‘‘ سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے خلاف رفع آسمانی ثابت ہوا۔

سوال نمبر:۲۷...... ص ۳۵ پر لکھتے ہیں: ’’آپ نے اسلامی تاریخ کے خلاف یہ لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے پر مکہ والوں پر عذاب نہیں آیا تھا۔‘‘ جناب میاں صاحب! یہ بات آپ نے غلطی سے لکھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے پر آیت ’’ماکان الله لیعذبهم وانت فیهم ‘‘ کے مطابق مکہ سے مدینہ ہجرت فرما جانے پر مکہ والوں پر ضرور عذاب آیا تھا۔ کیا جنگ بدر میں ستر کفار کا معہ ان کے سردار ابوجہل کے مارا جانا عذاب نہیں تھا؟ جس سے مکہ والوں کو شکست فاش ہوئی؟ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کا جنگ میں مارا جانا عذاب نہیں ہوتا تو خدا تعالیٰ نے قرآن میں کیوں فرمایا ہے: ’’قاتلوهم یعذبهم الله بایدیکم (توبه:۱٤)‘‘ کہ مسلمانو! ان حملہ آور کافروں سے جنگ کرو۔ خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا۔ پس آپ مکہ والوں میں یقیناً اس وقت موجود نہ تھے۔ جب بدر کے میدان میں مکہ والوں کے ستر سپاہی مارے گئے۔‘‘

آپ کی منقولہ آیت میں اللہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفار کو عذاب دینا مذکور ہے اور آیت ’’ماکان الله لیعذبهم ...... الخ ‘‘ میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ عذاب بیان ہوا ہے۔ میں نے یہ صحیح لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے پر مکہ والوں پر عذاب نہیں آیا تھا۔ البتہ آپ تاریخ کے خلاف لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مکہ والوں میں یقیناً اس

وقت موجود نہ تھے۔ جب بدر کے میدان میں مکہ والوں کے ستر سپاہی مارے گئے۔ آپ کی موجودگی کے متعلق تو قرآن میں نص موجود ہے۔ سورۂ آل عمران میں ہے:

"ولقد نصر کم الله ببدر وانتم اذلة فاتقوالله لعلکم تشکرون اذتقول للمؤمنين الن يکفيکم ان يمدکم ربکم بثلاثة الاف من الملائکة منزلين" ﴿واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری اس وقت مدد فرمائی تھی جب تم بے سروسامان تھے۔ سو اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔ اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے آسمان سے نازل کر کے تمہاری مدد فرمائے۔﴾

اسی جنگ میں مٹھی بھر کنکریاں ہاتھ میں لے کر آنحضرت ﷺ نے قریب کی طرف پھینکیں اور فرمایا: "اللہ ان کے چہرے مسخ کرے" مشرکین میں سے کوئی بھی نہ بچا جس کی آنکھوں، منہ اور ناک میں مٹی نہ بھر گئی ہو۔ حق تعالیٰ نے آیت ذیل میں اسی طرح اشارہ فرمایا ہے:

"ومارميت اذرميت ولکن الله رمى (۱۷:۸)" ﴿جب آپ نے مشرکین پر کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔﴾ آپ قرآن کی شہادت کے باوجود یہ غلط بیانی کرنے کی جرأت کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔

سوال نمبر: ۲۸...... ص ۳۵ پر لکھتے ہیں: "اسی طرح جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین سے ہجرت وقوع میں آجانے پر اہل فلسطین میں بہ نفس نفیس موجود نہ تھے اور شہادت کے لئے بہ نفس نفیس موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

جواب...... آپ کے قول کے مطابق توفی سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا مشہود علیہم یعنی اہل فلسطین میں موجود ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر آپ توفی سے وفات مراد لیتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر کی طرف ہجرت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وفات سے پہلے وہ کشمیر میں تھے اور آیت کی رو سے اہل فلسطین میں ان کی موجودگی توفی کے وقت ضروری ہے۔ لہٰذا کشمیر کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت ثابت نہ ہوئی۔

سوال نمبر: ۲۹...... ص ۳۷ پر لکھتے ہیں: "یہ کون قادیانی مانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو صلیب پر لٹکایا ہوا تھا۔ اس کی موت صلیب پر واقع ہوگئی؟ اور یہ موت عزت والی تھی۔ جو اسے ملی؟ ہم تو واقعہ صلیب سے ۸۷ سال بعد ان کی طبعی وفات مانتے ہیں۔"

جواب...... آپ نے خود ص ۲۳ پر "رفعه الله اليه" کے معنی باعزت وفات لکھے

ہیں اور ص ۳۰ پر باعزت وفات کے بعد بلند مدارج پانا۔ آپ اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ آیت "ماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه" واقعہ صلیب کے متعلق ہے۔ کیونکہ قرآن میں اور کہیں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں۔

آپ جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ لیکن مرے نہیں اور "ماقتلوه يقينا" سے یہی ثابت ہے کہ صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔ آپ کو اپنے عقیدے کی بنیاد پر معنے یوں ہی کرنے پڑیں گے۔

یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باعزت وفات دے دی۔ اب اپنے ہی معنوں میں آپ کو انکار ہے۔ اس لئے کہیں تو اسکے معنی لکھتے ہیں "توفی ولا رفع (ص ۱۸)" کہیں طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گئے (ص ۲۲) کہیں مرفوع الی اللہ والی وفات (ص ۲۵) کہیں وفات کے بعد اپنی طرف رفع (ص ۲۶) اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہو گیا۔ جو طبعی موت کے بعد ہوا۔ (ص ۳۹) کوئی وجہ تو ہے جو آپ کو تلبیس سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بل ابطالیہ ہونے کی وجہ سے قتل کی نفی اور ساتھ ہی رفع کا اثبات ہونا چاہئے۔ اگر صلیب پر عزت کی موت نہیں مانتے۔ تو یہ مان لیں کہ صلیب پر سے غشی کی حالت میں اتارے گئے۔ لیکن زندہ تھے۔ اسی وقت اللہ نے انہیں طبعی موت دے دی۔ یہاں اتحاد زمانی نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ اوراق میں آپ کی پیش کردہ اتحاد زمانی والی آیت کی بھی تردید ہو چکی ہے اور کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے خود تراشیدہ افسانے کی بھی۔

سوال نمبر:۳۰...... ص ۴۰ پر لکھتے ہیں: "متوفيك" کا لفظ طبعی عمر پا کر وفات پانے کو چاہتا ہے اور "رافعك الیّ" کا ذکر اس کے بعد ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ وفات طبعی کے بعد ہوا۔"

جواب...... آپ نے ص ۳۰ پر رفع کے معنے باعزت وفات کے بعد بلند مدارج پانا لکھے ہیں۔ یہاں رفع الی اللہ کی بجائے یوں کیوں نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باعزت وفات کے بعد مدارج پانا طبعی وفات کے بعد ہوا۔ کیا یہ معنی یہاں صحیح بیٹھتے ہیں؟

سوال نمبر:۳۱...... ص ۴۱ پر لکھتے ہیں "اے عیسیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ۔ (فلسطین سے چلا جا) تاکہ تو پہچانا نہ جائے اور دکھ نہ دیا جائے۔"

جواب...... اس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی اور باقی عمر کسی اور جگہ بسر کی۔ آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کشمیر

کی طرف ہجرت کی اور ۸۷ برس وہاں گزار کر طبعی وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آیت ''کنت علیهم شهید امادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم'' کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اس وقت ہوئی جب کہ وہ اپنی قوم ے اندر موجود ہونے کی وجہ سے اس پر گواہ تھے اگر آپ کی بات مان لیں تو چونکہ فلسطین سے چلے گئے اور وفات کے وقت کشمیر میں تھے۔ لہٰذا فلسطین میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے قوم پر گواہ نہیں ہو سکتے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کی توفی کے بعد بگڑی ہے اور ثبوت میں یہی آیت پیش کیا کرتے ہیں۔ یعنی ''وکنت علیهم شهیدامادمت فیهم'' یعنی میں ان پر گواہ تھا، جب تک ان کے درمیان موجود رہا۔ آپ کی یہ بات صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ توفی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام اہل فلسطین میں موجود ہوں۔ جیسے کہ آیت میں تصریح ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کی طرف ہجرت کرنا اور وہاں ۸۷ برس قیام کے بعد وفات پا کر مدفون ہونا باطل ٹھہرا۔

سوال نمبر:۳۲...... ص ۱۴۱ پر لکھتے ہیں: ''حدیث نبوی ان عیسیٰ اتی علیه الفناء کے مطابق آپ وفات پا چکے ہیں۔''

جواب...... یہ حدیث ربیع سے مرسلاً بیان ہوئی ہے اور درمنثور جلد دوم ص ۳ پر ہے۔ اس میں آخری الفاظ یہ ہیں: ''قال الستم تعلون ان ربنا حیی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء قالو ابلی'' (نبی کریم ﷺ نے (نصاریٰ کے وفد نجران) سے فرمایا کیا تم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ اس کو موت کبھی نہ آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آنی ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا اور کہا بیشک ان کو موت تو آنی ہے۔ یہاں ''اتی علیه الفنا'' نہیں ہے۔ یاتی علیه النفا یعنی عیسیٰ پر فنا آئے گی، آ چکی نہیں۔

سوال نمبر:۳۳...... ص ۱۴۱ پر لکھتے ہیں: ''پس اگر آپ کو اتحاد آنی پر ہی اصرار ہے تو ان کی ہجرت الی الارض مان لیں'' اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتحاد زمانی کے عقیدے میں آپ متزلزل ہیں۔ ورنہ بالجزم اس پر قائم رہتے۔

جواب...... سوال تو رفع الی اللہ کا ہے اور ہم مان لیں ہجرت الی الارض کشمیر کی طرف ہجرت کے افسانے کا تیا پانچہ کیا جا چکا ہے۔

سوال نمبر:۳۴...... ص ۱۴۱ پر ہی لکھتے ہیں: ''آپ کو علامہ یوسف علی کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا۔ وہی مان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عدم قتل ان کے رفع الی اللہ یعنی رسول ہونے کا ثبوت ہے۔ آخر ان معنوں سے آپ کو کیوں انکار ہے؟ اسی لئے تو انکار ہے کہ یہ تفسیر حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے خلاف ہے۔

جواب...... کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی رسول قتل ہو جائے تو وہ رسول ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں یہودیوں کے انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تو نعوذ باللہ قتل ہونے والے انبیاء، کیا انبیاء نہیں رہیں گے؟ اس لئے آپ کی یہ تفسیر قابل قبول نہیں۔ رفع الی اللہ کے معنی رسول ہونا کس لغت میں لکھے ہیں؟

سوال نمبر: ۳۵...... ص ۴۳ پر لکھتے ہیں: ''آپ کا ریاضی کا قاعدہ اس حدیث پر لاگو نہیں ہوسکتا۔ یہ تب لاگو ہوسکتا ہے اگر حدیث ہذا میں یہ الفاظ ہوتے کہ ہر پہلے نبی کی عمر بعد آنے والے سے دگنی ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف آپ نے الفاظ حدیث کا ترجمہ خود یہ نقل کیا ہے کہ کوئی نبی نہیں گزرا جس کی عمر پہلے نبی سے آدھی نہ ہوئی ہو۔

جواب...... ان الفاظ سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے نبی نے پہلے نبی سے نصف عمر ضرور پائی ہے۔ اس سے کم نہیں۔ ان الفاظ کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ پہلے نبی نے بعد والے نبی سے دوگنی عمر پائی ہے۔ پس ہر بعد والا نبی پہلے نبی سے اس حدیث کے مطابق نصف عمر ضرور پاتا رہا ہے۔ نصف عمر ضرور پائی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اگر ۷۵ سال تھی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے ان سے نصف عمر ضرور پائی۔ خواہ ان کی عمر بھی ابراہیم علیہ السلام کے مساوی یا اس سے کم وبیش ہو۔ لیکن انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سے نصف سے کم عمر ہرگز نہیں پائی۔ یہی صورت عمر دوسرے انبیاء کی ہے جو اسحاق علیہ السلام کے بعد ہوئے۔ پس اس حدیث سے پہلے نبی کے لئے بعد والے نبی سے دوگنی عمر پانے کا غیر معقول استدلال درست نہیں۔ پس آپ کا ریاضی کا حساب مردود ہے۔''

حدیث کا ترجمہ میں نے نہیں کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے کیا ہے اور یہ ترجمہ غلط ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبله '' ﴿ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پائی ہے۔﴾ اس کا ترجمہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ''کوئی نبی نہیں گزرا جس کی عمر پہلے نبی سے آدھی نہ ہوئی ہو۔'' اگر یہ مراد ہوتی تو ''الا عاش نصف او اکثر من نصف الذی قبله '' ہوتا۔ خواہ یوں کہیں کہ بعد والے کی عمر پہلے سے نصف ہوتی ہے یا یوں کہیں کہ پہلے کی عمر بعد والے سے دگنی ہوئی ہے۔ ایک ہی بات ہے اس لئے میرا استدلال درست ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام نبی ہیں۔ لیکن میں نے عمداً بعض ہم عصر انبیاء کے نام نہیں لئے تھے۔ کیونکہ ان کا نام لئے بغیر بھی مقصد مل جاتا ہے۔ اس حدیث کا ضعیف ہونا تو اس

امر سے بھی واضح ہے کہ ایک ہی زمانے میں کئی انبیاء موجود تھے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق اور لوط علیہما السلام ہمعصر تھے۔ ان میں اگلے پچھلے کی تعیین کیسے ہوگی۔ اگر حدیث کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اسے ظاہری معنوں پر محمول کرنا پڑے گا۔ یعنی پچھلے نبی کی عمر پہلے کی عمر کا نصف ہوگی۔ اس لحاظ سے اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں تو عمر نبی کریم ﷺ کی عمر کا نصف یعنی تقریباً ۳۲ سال ہونی چاہئے۔ لیکن مرزا قادیانی نے ۷۰ برس کے قریب عمر پائی۔ یہ ان کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے الفاظ کے ظاہری معنی ہی لئے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال بیان ہوئی ہے۔ سو ان کی عمر ۱۲۰ سال کا نصف یعنی ساٹھ سال ہونی چاہئے۔ غرضیکہ حدیث کو صحیح تسلیم کرنے سے مرزا قادیانی کے دعویٰ کی تکذیب ہوتی ہے اور صحیح تسلیم نہ کرنے سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ پس حدیث کی صحت یا عدم صحت آپ کو چنداں مفید نہیں۔

سوال نمبر:۳۶...... ص ۴۵، ۴۶ پر لکھتے ہیں: ''پھر قرآن مجید میں ''فلما توفیتنی'' کے الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نص صریح ہیں۔ اور ''کنت انت الرقیب علیهم'' کے الفاظ ان کی دوسری بار دنیا میں واپسی کے خلاف ہیں۔ پس جب وہ اپنے بیان کی رو سے دوبارہ دنیا میں نہیں آئے ہوں گے اور ان کے اس اپنے بیان میں توفی کا ذکر ہے۔ جس کا دامن قیامت تک وسیع ہے۔ تو توفی کے معنے جسم مع الروح کے آسمان پر اٹھالینا کرنا آپ کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ کیونکہ ''کنت انت الرقیب علیهم'' کی رو سے ان کی دنیا میں واپسی تو محال ہے۔ ورنہ ان کے اس بیان کو جھوٹا قرار دینا پڑے گا کہ میری توفی کے بعد ان کا تو ہی نگران رہا ہے۔ یعنی مجھے پھر ان کی نگرانی کا موقع نہیں ملا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں اصالتاً واپس آنا ہوتا اور توفی کے معنے ان کے نزدیک اس جگہ جسم مع الروح کے آسمان پر اٹھالینا ہوتے تو پھر وہ یہ جواب نہ دیتے کہ جب تو نے دوبارہ مجھے دنیا میں بھیجا تو میں نے اپنی قوم کو صلیب کا پجاری اور گمراہ پایا اور میں نے صلیب کو توڑ دیا اور سب کو مسلمان بنادیا۔ مگر ان کا ایسا بیان موجود نہیں اور مذکور توفی کا دامن قیامت کے دن تک پھیلا ہوا ہے۔

لہٰذا یہ توفی وفات والی ہوسکتی ہے۔ ورنہ ان کی دوسری توفی کا ذکر قرآن سے دکھائیں اور اپنے علم پر گھمنڈ کرنا چھوڑ دیں۔ جناب میاں صاحب! آپ کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل خدا نے کسی اور شخص کو دے کر صلیب پر مروادیا۔ بالضرور۔

یہودیوں کے لئے ہدایت کا سامان نہیں رکھتا بلکہ گمراہی کا موجب ہے اور بے گناہ کو خدا کا صلیب پر چڑھا کر مروا دینا ظلم عظیم ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔ ''ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرۃ (٤:٤٠)'' جب خدا کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا تو کسی دوسرے شخص کو بلا جرم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل دے کر مروا دینا تو صرف ظلم ہی نہیں بلکہ دھوکہ دہی بھی ہے۔ ''تعالیٰ شانہ عن مثل ھذہ الھفوات''

جواب...... گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ ''توفیتنی'' کے معنی ''رفعتنی الی السماء'' ہیں۔ لاغیر یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ ''کنت انت الرقیب علیھم'' کے الفاظ ان کی دوسری بار دنیا میں واپسی کے خلاف نہیں۔ یہ انہوں نے کہیں بیان نہیں دیا کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے ہوں گے۔ ان کے دوبارہ دنیا میں آنے سے ان کا یہ بیان جھوٹا ثابت نہیں ہوتا کہ میری توفی کے بعد تو ہی ان کا نگران رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قوم میں ان کی عدم موجودگی کے وقت قوم اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں رہی ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ نے یہ کیوں نہ کہا کہ دوبارہ دنیا میں گیا تھا اور میں نے سب صلیب کے پوجنے والوں کو مسلمان بنا دیا تھا۔ تو یہ تو سوال چنا جواب گندم والی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن یہ سوال ہوگا ''اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو۔'' عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے، تیرے لئے پاکی ہے۔ میرے شایان شان نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے کہ میرے جی میں کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے اور تو غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی۔ جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک ان کے درمیان موجود رہا۔ پس جب تو نے میری توفی کر لی تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (المائدہ ع١٦)

سوال تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا مناسب جواب دیا ہے کہ میں نے تو صرف اللہ کی عبادت کی تعلیم دی تھی۔ اگر یہ سوال ہوتا کہ کیا آپ نے دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد صلیب کے پجاریوں کو مسلمان بنا دیا تھا۔ تو وہ آپ کا تجویز کردہ جواب دیتے۔ ان کے بیان میں مذکور توفی والی توفی ہے۔ اس کا دامن قیامت تک ممتد نہیں ہے۔ بلکہ موت تک ہے۔

قرآن مجید میں توفی کا لفظ ایک خاص مصلحت کے پیش نظر استعال ہوا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں موجود ہی تھے کہ ان کو توفی ہوگئی۔اس توفی کے لئے قرینہ آیات قرآنی ”انی متوفيك ورافعك الى “میں”بل رفعه الله اليه “میں موجود ہے۔واقعہ صلیب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔

صحیح بخاری میں جو کہ”اصح الكتب “بعد کتاب اللہ ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:”والذی نفسی بیده لیوشكن ان ینزل فیكم ابن مریم فیكسر الصلیب ویقتل الخنز یرویضع الجزیة “﴿اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ایک وقت ضرور آنے والا ہے جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے۔پس صلیب کو توڑیں گے۔سور کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔﴾

اس حدیث میں قرب قیامت کے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بیان ہوا ہے۔اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہؓ نے سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی:”وان من اهل الكتاب الالیؤمنن به قبل موته “﴿اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان نہیں لے آئے گا۔﴾”لیومنن “میں لام تاکیدی اور نون ثقیلہ مضارع میں خصوصیت کے ساتھ مستقبل کے معنی پیدا کر دیتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ نزول قرآن کے بعد کسی زمانے میں تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔یہ آیت عیسیٰ کے آسمان پر زندہ ہونے کے بارے میں نص ہے اور صحیح احادیث میں صراحت ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے۔ان کی اولاد ہوگی۔ ۴۵ رسال دنیا میں رہیں گے۔اس کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور نبی کریم ﷺ کے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر”فلما توفیتنی “میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے”مادمت فيهم فلما توفيتني “کے الفاظ کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے چار مراحل موتیوں کی طرف سمو دیئے ہیں۔رفع آسمانی سے پہلے ۳۳ ربرس کی دنیاوی زندگی”دمت فیهم “میں آگئی۔اس کے بعد رفع الی اللہ توفیتنی میں آگیا۔نزول کے بعد دنیا میں ۴۵ برس کا قیام بھی”دمت فیهم “میں آگیا اور اس کے بعد”قبل موته “میں مذکور طبعی موت فلما توفیتنی میں آگئی۔کیونکہ توفی کے معنی وفات آتے ہیں۔

آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ صرف "مادمت فیهم" اور "فلما توفیتنی" کے الفاظ استعمال کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے چاروں مراحل قرآن نے بیان کر دیئے ہیں۔ یہ کلام اللہ کا اعجاز ہے۔ اگر "فلما توفیتنی" سے وفات مراد ہوتی تو ضرور "فلما اماتنی" کا لفظ استعمال ہوتا۔ کیونکہ آپ کا خیال ہے کہ "دمت فیهم" حیات کے لئے کنایہ ہے اور قرآن مجید میں ہمیشہ حیات کے مقابلے میں موت آیا ہے۔ حیات کا تقابل کہیں وفات سے نہیں ہوا اور جب "قبل موته" میں موت استعمال ہوا ہے تو یہاں کیوں نہیں ہوا۔ اگر "مادمت فیهم" کی بجائے "مادمت حیا" ہوتا اور "توفیتنی" کی بجائے "اماتنی" ہوتا تو آپ عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ قرار دینے میں حق بجانب ہوتے۔

قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر قتل ہونے کے قائل ہیں۔ ان کو اصل صورت حال سے آگاہ کرنا گمراہی کا موجب کیوں ہے۔ کسی بے گناہ کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل دے کر صلیب پر چڑھوا کر نہیں مارا۔ برنابا کی انجیل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یہودا اسکریوتی نے عیسیٰ علیہ السلام سے غداری کی اور یہودیوں سے رشوت لے کر عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوانا چاہا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ غداری جرم نہیں ہے؟ اسی یہودا اسکریوتی پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی اور اسے ہی صلیب پر قتل کیا گیا۔ گزشتہ صفحات پر مفصل بیان ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے کسی اور شخص کا صلیب پر قتل ہونا قرآن مجید کے محکم دلائل سے ثابت ہے۔

سوال نمبر: ۳۷...... ص ۴۷، ۴۸ پر لکھتے ہیں: "سنئے یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یقیناً قتل ہو جانے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ گو وہ آسمانی بیان کے مطابق خود در حقیقت شک میں تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیبی موت سے بچا لیا اور یہودیوں کی سازش ناکام بنادی اور پھر انہیں طبعی عمر پانے کے بعد وفات دے کر ان کا اپنی طرف رفع والا وعدہ پورا فرما دیا۔ لیکن "مطهرك من الذين كفروا" کا وعدہ متقاضی تھا کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس نجاست سے پاک ہونے کا اعلان کرے، جس نجاست سے یہودی آپ کو ملوث قرار دے رہے تھے اور ان کے متعلق یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل کر کے اعلان فرما دیا "ماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه" کہ مسیح یقیناً یہودیوں کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا اور نہ لعنتی موت مرا ہے۔ بلکہ خدا نے اسے باعزت وفات دے کر اس کے درجے بلند کئے۔ یہ تطہیر آیت قرآنیہ کے ذریعہ آپ کے

مرفوع الی ہونے کے بعد ہوئی۔لہٰذا آیت میں ترتیب ذکری قائم رہی۔

جواب...... قرآنی بیان کے مطابق یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے یقیناً قتل ہو جانے کا دعویٰ رکھتے تھے۔قرآنی بیان کے مطابق شک میں نصاریٰ تھے۔جو کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے بعد تیسرے روز قبر سے نکل کر آسمان پر مرفوع ہو گئے۔آپ ص ۷۴ پر جو لکھتے ہیں کہ انہیں طبعی عمر پانے کے بعد وفات دے کر ان کا اپنی طرف رفع والا وعدہ بھی پورا فرمادیا۔یہاں آپ یوں کیوں نہیں لکھتے کہ انہیں طبعی عمر کے بعد وفات دے کر عزت کی موت دے کر درجات بلند کرنے کا وعدہ پورا فرمادیا۔تا کہ عبارت کے بھونڈے پن سے آپ کے اس بیان کا پول کھل جائے کہ رفع کے معنے باعزت موت کے بعد درجات کا بلند ہونا ہوتے ہیں۔سورۂ آل عمران کی آیت ''انی متوفیك ورافعك الیّ '' کے وعدے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت کئے جب یہود حضرت مسیح کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کر کے انہیں پکڑنے آئے۔مرزا قادیانی (اربعین نمبر۳ ص ۸، خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۴) پر لکھتے ہیں: ''یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل وصلیب کا حیلہ سوچا تھا۔خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچالوں گا اور تیسرا اپنی طرف رفع کروں گا۔''

مرزا قادیانی بھی معنیٰ ''متوفیك ورافعك الیّ '' کے ہی کر رہے ہیں۔لیکن اپنی مذعومہ حقیقت کو چھپا رہے ہیں۔ان کے زعم میں اس کے معنی ہونے چاہئیں ''تجھے وفات دوں گا اور تجھے عزت کی موت دے کر تیرے درجات بلند کروں گا۔'' لیکن خدا تعالیٰ نے ان سے حق اگلوا لیا۔ان کے بیان سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل وصلیب دونوں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ آیت ''مطهرك '' یعنی تجھے کفار سے پاک رکھوں گا۔اس کی مزید تاکید کرتی ہے ''مطهرك '' کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔سو تطہیر کا وعدہ ان ہی سے متعلق ہے اور تطہیر ان کافروں سے ہے جو ان کو پکڑ کر صلیب پر لٹکانا چاہتے تھے۔اس وعدہ کا ایفا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کافروں کی زندگی میں ہی ہونا چاہئے۔جس کا اعتراف مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا بیان میں کیا گیا ہے۔

آپ کی عقل کہاں کھوگئی کہ چھ سو برس بعد قرآن میں وحی کے نزول کے ذریعے اس وعدہ کے ایفاء ہونا لکھ رہے ہیں۔تطہیر کا وعدہ صلیب کے واقعہ سے پہلے ہوا۔اس وقت جب مسیح علیہ السلام مصلوب ہی نہیں ہوئے تھے تو انہیں لعنتی موت میں ملوث کرنے کا کیا مطلب؟ جب ایسا ہوا ہی نہیں تو اس سے تطہیر چہ معنے، پریشانی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے وعدے سے کیا اطمینان ہوگا جو چھ سو برس بعد ایک آیت کے نزول سے پورا ہونے والا تھا۔ذرا ہوش کے ناخن لیں۔

تفسیر سراج منیر میں نسائی اور مردویہ کی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:
''فاجتمت الیہود علی قتلہ واخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیہود '' ﴿جب یہود وسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔﴾

(آئینہ کمالات ص۴۲۶، خزائن ج۵ ص ایضا) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''وعدہ کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے۔ اس میں کچھ توقف نہیں۔''

اس جگہ اگر توفی کے معنی موت اور رفع الی اللہ سے وفات کے بعد درجے بلند ہونا مراد لیا جائے تو یہود نامسعود کی تدبیر کامیاب ٹھہرتی ہے اور نعوذ باللہ کفار سے تطہیر کا وعدہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ توفی کے معنی یہی ہوسکتے ہیں: ''التوفی اخذالشئ وافیا'' ﴿یعنی توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے۔﴾

تفسیر معالم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: ''فبعث اللہ جبرائیل فادخلہ فی خوخۃ فی سقفہا روزنۃ فرفعہ الی السماء من تلک الروزنۃ فالقی اللہ شبہ عیسیٰ فقتلوہ وصلبوہ'' ﴿جب یہوداہ اسکر یوطی مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور اسی بدبخت کو مسیح کی شکل پر بنادیا۔ پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا۔﴾

اسی روایت کو (درمنثور) میں نسائی وابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ، امام سیوطیؒ اور امام ابن جریرؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ تطہیر سے مراد کفار کے ہاتھ سے صاف بچالینا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس اور پلید قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''انما المشرکون نجس (۹:۲۸)'' ﴿یعنی مشرکین نجس ہیں۔﴾ محدث ابن جریرؒ اپنی تفسیر جلد۳ ص۱۴۷ پر ابن جریج رومیؒ سے نقل کرتے ہیں: ''عن ابن جریج قولہ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا قال فرفعہ ایاہ الیہ توفیہ ایاہ وتطھیرہ من الذین کفروا'' ﴿ابن جریج نے قول الٰہی ''انی متوفیک'' کے بارے میں کہا کہ خدا تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالینا ہی آپ کی توفی ہے اور یہی کفار سے تطہیر ہے۔﴾ ''مطھرک من الذین کفروا'' کے معنی یہ ہوئے کہ کفار کے شر سے تجھے صاف بچالوں گا۔

(ازالہ اوہام ص۳۸۰، خزائن ج۳ ص۲۹۵) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''پھر بعد اس کے مسیح ان (یہود) کے حوالہ کیا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا طمانچہ کھانا، ہنسی اور ٹھٹھے میں

اڑائے جانا اس نے دیکھا۔ آخر صلیب پر چڑھا دیا۔“

ملاحظہ فرمایا مرزا قادیانی کے فرمودات میں تضاد آپ نے! اربعین کی محولہ بالا عبارت میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل وصلیب سے بچانے کا وعدہ کیا اور یہاں لکھ رہے ہیں کہ ان کو یہودیوں نے صلیب پر چڑھا دیا اور رسوا کن اور گستاخانہ حرکات ان کے ساتھ کیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں۔ منجملہ ان میں سے ایک مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہے: ”اذکففت بنی اسرائیل عنك اذجتهم با البینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الاسحر مبین (المائدہ:۱۱۰)“ ﴿اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے دور روکے رکھا۔ جب تو معجزات لے کر ان کے پاس آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا کہ یہ تو محض کھلم کھلا جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روکنے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نعمت فرماتا ہے۔﴾

نعوذ باللہ! اگر یہودیوں کے ہاتھوں عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کو روکنے کو اپنا احسان بیان کرنا جھوٹ ہوگا۔ ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہ کے ہمراہ یہود کے قبیلے بنی نضیر کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ یہود مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ فوراً وہاں سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود کے شر سے بالکل محفوظ رکھا اور الٹا یہود پر وبال جلاوطنی نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو یہ نعمت یوں یاد کرائی ہے: ”یاایها الذین آمنو اذکروا نعمة الله علیکم اذهم قوم ان یبطوا الیکم ایدیهم فکف ایدیهم منکم“ ﴿اے مسلمانو! تم اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ جب قوم کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے۔﴾

”اذکففت ...... الخ“ دوسری آیت ”ومطهرك من الذین کفروا“ کی صحیح تفسیر ہے کہ اس میں تطہیر سے مراد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھ سے پاک رہیں گے۔ جملہ معتبر تفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں یہی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ میں گرفتار نہیں ہونے دیا اور وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ تفسیر فتح البیان میں ہے: ”ولما اتی عیسیٰ بهذه البینات قصد الیهود بقتله فخلصه الله منهم ورفعه الی السماء“ ﴿اور جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ روشن نشانات دکھائے تو یہود نے آپ

کے قتل کا قصد کیا۔ سو خدا نے آپ کو صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھالیا۔﴾ یہاں ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''واذكففت بنى اسرائيل عنك'' ﴿اور جب ہٹا رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو﴾ اور یہ نہیں فرمایا ''واذكففتك من بنى اسرائيل '' یعنی جب تجھ کو بنی اسرائیل سے جیسے کہ دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد کرائی ''واذنجيناكم من آل فرعون يسومونكم سوء العذاب (۴۹:۲)'' ﴿اور جب بچایا ہم نے تم کو آل فرعون سے پہنچاتے تھے تم کو بہت بڑا عذاب﴾ اس صورت میں وہم پڑ سکتا ہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا ہوگا اور آپ کو کچھ اذیت بھی پہنچائی ہوگی۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ہاتھ سے بچالیا ہوگا۔

قرآن نے نجات (بچانا) کی بجائے کف (ہٹا رکھنا) استعمال کیا ہے۔ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ ''كففتك عن بنى اسرائيل '' یعنی ہٹا رکھا تجھ کو بنی اسرائیل سے بلکہ یوں کہا کہ ''كففت بنى اسرائيل عنك '' یعنی میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا۔ کیونکہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو ضرر پہنچانا چاہتے تھے لہٰذا ان کو ہی ہٹانے کا ذکر کیا۔ کف کا صلہ عن ذکر کیا۔ جو دوری کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ علیہ السلام سے دور ہٹائے رکھا۔ پھر وہ کیسے انہیں کوئی اذیت پہنچا سکتے یا سولی پر چڑھا سکتے ہیں۔ ترتیب ذکری اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ ''متوفيك '' کے معنی تجھے پورا پورا لے لوں گا، یا تیرا وقت پورا کر کے طبعی موت دوں گا، کئے جائیں۔ ''رافعك '' کے معنی اپنی طرف اٹھالوں گا مراد ہوں اور ''مطهرك من الذين كفروا '' کے معنے تجھے کافروں یعنی کفار کے ہاتھ سے بچالوں گا، کئے جائیں۔

سوال نمبر:۳۸...... ص۴۹ پر لکھتے ہیں: ''ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر لٹکائے تو گئے۔ مگر صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کو صلیب سے اتارا گیا تو وہ غشی کی حالت میں تھے۔ جسے یہودیوں نے موت کی حالت سمجھ کر یہ دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے مسیح کو صلیب پر ماردیا۔ صلیب پر لٹکانا تو صلب کی کارروائی میں پہلا کام ہے اور انتہاء اس کی موت کا واقع ہونا ہوتا ہے۔ جب تک موت کی حالت وقوع میں نہ آئے صلب کا فعل پورا نہیں ہوتا۔ اسی لحاظ سے ہم کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے۔ کیونکہ صلیب پر لٹکایا جانے کے بعد ہماری تحقیق کے مطابق ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ لہٰذا صلیب کی کارروائی انجام تک نہیں پہنچی اور صلیب دینے کا فعل پورا نہیں ہوا۔ صرف ابتدائی کارروائی ضرور ہوئی ہے کہ انہیں صلیب کی لکڑی پر لٹکایا گیا اور اس کے

صدمہ سے وہ بے ہوش ہو گئے۔"

جواب...... پچھلے صفحات میں تصریح گزر چکی ہے کہ آیات قرآنی مطهرك من الذين كفروا اور وكففت بنى اسرائيل عنك واضح طور عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے کی تردید کر رہی ہیں۔ قرآن نے یہودیوں کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ اگر یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی غشی کی حالت کو موت سمجھا ہوتا۔ تو ان کا عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول بیان کرنا خلاف واقعہ ہوتا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے قول کو نقل نہ کرتا یا پھر وضاحت کر دیتا کہ یہود کا عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول قرار دینا جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ غشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ "ماقتلوه" اور "وماصلبوه" میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قتل اور صلب کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صلیب سے کوئی شخص قتل ضرور ہوا ہے۔ لیکن وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھا۔ یہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ صلیب پر لٹکانا صلب کی کارروائی میں پہلا کام ہے۔ "ماصلبوه" میں صلب کی کارروائی کی نفی کی گئی ہے۔ کارروائی کی بحیثیت مجموعی نفی ہونے کی صورت میں اس کے ایک حصہ یعنی ابتداء کا اثبات کیسے ہو گیا۔ آپ کے قول کے مطابق جو صلیب پر چڑھ جائے اور صلیب پر مرے نہیں وہ مصلوب نہیں کہلاتا۔ تو ازراہ کرم یہ بتا دیں کہ ایسے شخص کے لئے عربی زبان میں کونسا لفظ موضوع ہے۔

قاموس عصری میں صلب کے معنی "علق على الصليب" میں لکھتے ہیں "ما صلبوه" کے معنی ہوں گے "ماعلقوه على الصليب" یعنی اسے صلیب پر نہیں لٹکایا۔ جو شخص غیر از مسیح صلیب پر قتل ہوا۔ اس کا ذکر سورۃ النساء کی آیت "ولكن شبه لهم" میں ہے۔ یہ شخص عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ تفسیر کشاف قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت بیان کرنے میں مانی ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے "ولكن شبه لهم من قتلوه" لیکن شبیہ بنایا گیا واسطے ان کے جس کو قتل کیا انہوں نے۔

تفسیر رحمانی میں ہے: "ولكن قتلوه وصلبوه من القى عليه شبهه" ﴿لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر مسیح کی شباہت ڈالی گئی تھی۔﴾

سوال نمبر: ۳۹...... ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: "کپڑے کا کھونٹی پر لٹکانا تو کپڑے کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور کسی کا صلیب پر لٹکایا جانا اس کی موت کے لئے۔ کیونکہ صلب موت کی سزا کی ایک قسم ہے۔ جب تک موت واقع نہ ہو۔ صلب کی کارروائی پوری نہیں ہو سکتی۔ آپ کی اس بحث میں شکست روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ صلب کی کارروائی موت کے لئے لٹکانے کا مستلزم

ہے" مــاصـلـبـوه " کے یہی معنی ہوں گے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کے لئے نہیں لٹکایا۔"

جواب...... یہ بات آپ کو ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جو الفاظ افعال کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کے لئے ہیں۔ نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے صاحب قاموس العصری نے صلب کے معنی "علق علی الصلیب" اور Haug on a cuss لکھے ہیں۔

سوال نمبر:۴۰...... ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: "مسیح اور مہدی کو دو قرار دینے میں بھی آپ شکست کھا چکے ہیں۔ آپ نے مہدی اور مسیح دو قرار دیئے۔ ہم نے احادیث نبویہ سے موعود ابن مریم کا امام مہدی ہونا ثابت کر دیا اور آپ نے مان بھی لیا کہ مسیح موعود امام مہدی بھی ہے۔ اب آپ اپنی شکست کو چھپانے کے لئے لکھتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کے نزدیک الگ الگ ہیں اور امام مہدی کے ظہور کے متعلق جو احادیث ہیں۔ ان کو متواتر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا بیان سراسر غلط ہے۔ آپ کو زبانی بحث میں بتایا گیا تھا کہ علامہ ابن خلدون نے مہدی کی تمام حدیثوں پر جرح کی ہے اور ان میں سے قلیل الاقل کو ہی ثابت مانا ہے۔"

جواب...... یہ آپ کی کذب بیانی ہے کہ میں مسیح اور مہدی کو دو قرار دینے میں شکست کھا چکا ہوں۔ یہ میں نے تسلیم کیا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اماماً عادیاً اور اماماً مہدیاً کہا گیا ہے۔ لیکن یہ میں نے نہیں مانا کہ امام مہدی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے الگ شخصیت نہیں۔ مرزا قادیانی انجام آتھم کے (ص ۶۸، خزائن ج ۱۱ص ایضاً) پر لکھتے ہیں:

"میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔" اس تحریر سے ظاہر ہے کہ مسیح اور مہدی دو مختلف اشخاص ہیں۔ رسالہ (کشف الغطاء ص ۱۲، خزائن ج ۱۴ص ۱۹۳) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: "اور مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کا انتظار ہے جو بنی فاطمہ اور حسین کی اولاد سے ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں۔"

کتاب "غلام احمد قادیانی" مؤلفہ محمد داؤد مطبوعہ ربوہ کے ص ۸۶۴ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: "اور اس امر سے قطعاً منکر نہیں ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کے لئے مسیح نازل ہوگا اور کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا، بادشاہ وقت ہوگا۔"

مذکورہ بالا تحریروں میں مہدی کے بنی فاطمہ سے ہونے کا انکار کیا ہے اور مسیح اور مہدی کا الگ الگ شخصیت ہونا تسلیم کیا ہے۔ مرزا قادیانی (ایک غلطی کا ازالہ کے ص ۵، خزائن ج ۱۸ص ۲۱۲) کے

حاشیہ پر لکھتے ہیں: ”ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی اور یہ حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔“

چونکہ مرزا قادیانی بنی فاطمہ میں سے نہیں، سو مہدی بننے کے لئے مہدی کے بنی فاطمہ میں سے ہونے کا انکار کیا۔ لیکن حدیث صحیحہ کی تردید کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور اپنا بنی فاطمہ میں سے ہونا ثابت کرنے کے لئے مذکورہ بالا کشف بیان کیا اور سلسلہ مادری سے نسب کو معتبر رکھا۔ حالانکہ نسب سلسلہ پدری سے معتبر ہوتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۷۵) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”آنحضرت ﷺ پیشینگوئی فرماتے ہیں کہ مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا۔ میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا۔ میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔“

اگر ابن خلدون نے مہدی کی تمام حدیثوں پر جرح کی ہے اور مرزا قادیانی کو ان کی صحت کا انکار ہے تو یہ حدیث نقل کیوں کی ہے۔ حالانکہ اس کی رو سے مہدی موعود کا نام محمد بن عبداللہ ہونا چاہئے اور مرزا قادیانی کا نام غلام احمد بن غلام مصطفیٰ ہے جو ان کے دعویٰ مہدویت میں کاذب ہونے کی دلیل ہے۔

امام مہدی کے ظہور سے متعلق احادیث کو میں نے بلا سند متواتر قرار نہیں دیا۔ حافظ ابن حجرؒ ”فتح الباری“ میں لکھتے ہیں: ”تواتر الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلے خلفه“ یعنی احادیث رسول اللہ ﷺ اس بارے میں تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن خلدون کا ظہور مہدی سے انکار صحیح نہیں۔ کیونکہ معتبر علمائے حدیث نے مرفوعاً بعض احادیث کو نقل کیا ہے۔ جو ظہور مہدی پر حجت قاطعہ ہیں۔ محمد بن اسنوی اپنی کتاب مناقب شافعی میں لکھتے ہیں: ”فقد تواتر الاخبار من رسول اللہ ﷺ بذکر المهدی وانه من اهل بیته“ یعنی حضور ﷺ سے بذریعہ تواتر ثابت ہو چکا ہے کہ مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ خاندان نبوت میں سے ہوں گے۔ شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

”امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جا سکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدے کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ ابونعیم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ ہم نے

صحابہ وتابعین سے اس باب میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں۔ جن کے مجموعے سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد اہل سنت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حافظ سیوطیؒ نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے۔ حافظ ذہبی مختصر منہاج السنہ کے ص ۵۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں: ''الاحادیث التی یحتج بہا علی خروج المہدی صحاح رواہ احمد وابوداؤد منہا حدیث حدیث ابن مسعود وام سلمۃ وابی سعید وعلی'' ﴿یعنی جن حدیثوں سے امام مہدی کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں۔ ان کو امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت فرمایا ہے کہ ان میں سے ابن مسعودؓ، ام سلمہؓ، ابوسعیدؓ اور علیؓ کی حدیثیں ہیں۔ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت کا ترجمہ یہ ہے: ﴿حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کے فنا ہونے میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو خدا تعالیٰ اس دن کو دراز کرے گا۔ یہاں تک کہ اب بزرگ و برتر میرے خاندان میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے معمور کر دے گا۔ جس طرح کہ وہ اس وقت سے پہلے ظلم وستم سے معمور تھی۔﴾ ابوداؤد نے ام سلمہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میری عترت یعنی اولاد فاطمہؓ سے ہوگا۔﴾

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ مہدی بنی فاطمہ اور حسین کی اولاد سے ہوگا۔ سو وہ مہدی موعود نہیں ہو سکتے۔

سوال نمبر:۴۱...... ص ۵۳ پر لکھتے ہیں: ''مسیح موعود کا امام ہونا اور امت میں سے امام ہونا تو بخاری اور مسلم سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ بخاری میں نازل ہونے والے مسیح ابن مریم کو ''امامکم منکم'' قرار دیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں ''فامکم منکم''

جواب...... صحیح بخاری کی حدیث ہے: ''کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم'' ﴿تم کیسے ہوگے جب تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔﴾ دنیا میں صرف ایک ہی شخص ہوا ہے جس کی پیدائش بلاباپ ہوئی ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا اس سے کوئی دوسرا شخص مراد نہیں لیا جا سکتا۔ جب تک کہ اس کے لئے قوی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو۔ یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں۔ پس اسرائیلی مسیح عیسیٰ علیہ السلام ہی نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کے درمیان نازل ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں

کے درمیان موجود نہیں ہوں گے۔ نزول کے بعد ان میں آئیں گے۔ نزول رفع کے مقابلے میں ہے اور چونکہ "رفع الی السما" ہوتا ہے سو نزول آسمان سے ہوگا۔ "امامکم منکم" مکمل فقرہ ہے اور پہلے فقرے پر واؤ کے ذریعے اس کا عطف ہے۔ سو امام سے مراد ابن مریم نہیں ہے۔ اس لئے کتاب غلام احمد قادیانی مؤلفہ محمد داؤد کے ص ۸۶۷ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: "اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو: بل هو امامکم منکم"

دیکھا آپ کے معنے کرنے کے لئے مرزا قادیانی کو "بل هو" اپنے پاس سے حدیث میں داخل کرنا پڑا۔ آپ کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے "دعوۃ الامیر" کے ص ۲۷ پر حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے: "تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔" انہوں نے تاویل سے کام نہیں لیا۔ صحیح ترجمہ کیا ہے۔ پس ابن مریم کا امت محمدی میں سے ہونا ثابت نہ ہوا۔

قادیانی مرزا عبدالحق صاحب نے "نزول مسیح" کے ص ۳۴ پر یہ حدیث نقل کی ہے:

"عن ابی هريرة ان رسول اللهﷺ قال كيف انتم انا نزل فيكم ابن مريم فامكم منكم فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هريرة وامامكم منكم قال ابن ابی ذئب هل تدری ماامكم منكم قلت تخبرنی قال فامكم بكتاب ربكم عزوجل وسنة نبيكم صلعم" (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے۔ وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔ راوی ولید بن مسلم کہتا ہے میں نے ابن ابی ذئب سے کہا اور اوزاعی نے زہری سے۔ زہری نے نافع سے اور نافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔"

کا کیا مطلب ہے میں نے کہا تو مجھے بتا۔ اس نے کہا "تمہارے رب عزوجل کی کتاب اور نبی کریمﷺ کی سنت کے ساتھ تمہاری امامت کرے گا۔" اور اوزاعی کی روایت مرزا عبدالحق نے نزول مسیح ص ۲۹ پر نقل کی ہے: "ان ابوهريرة قال رسولﷺ كيف انتم اذا انزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم" اسی لئے ولید بن مسلم نے ابن ابی ذئب نے کہا کہ اوزاعی نے فامکم منکم کی بجائے "وامامکم منکم" کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ چونکہ احتمال تھا کہ "فامکم منکم" سے مراد کوئی امت محمدی کا فرد مثلاً (مرزا قادیانی) نہ لے لیا جائے۔ ابن ابی ذئب نے وضاحت کر دی کہ ابن مریم نزول کے بعد قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوں

گے۔ظاہر ہے کہ نزول سے پہلے کسی اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوں گے۔سو یہ اسرائیلی مسیح ہی ہو سکتے ہیں۔لاغیر!

سوال نمبر:۴۲...... مرزا عبدالحق نے نزول مسیح ص۳۴ پر امام نوویؒ کے نوٹ کا ترجمہ دیا ہے:
''یعنی (مسیح موعود) تابع ہوں گے شریعت محمدیؐ کے اور پیروی کریں گے قرآن اور حدیث کی۔

جواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پیغمبر ہیں۔لیکن ان کی پیغمبری کا زمانہ ہمارے پیغمبر کے ظہور پر ختم ہوگیا۔اب جب وہ دنیا میں آئیں گے تو ہمارے پیغمبر کی امت میں شریک ہوکر قرآن اور حدیث کے موافق عمل کریں گے۔''

جب آپ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کے اجراء کے لئے فقہاء اور آئمہ کے اقوال پیش کرتے ہیں تو امام نوویؒ کے قول کو جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد پاک کے عین مطابق ہے،تسلیم کرنے میں آپ پس وپیش کیوں کرتے ہیں؟

(کنزالعمال ج۷ص۱۹۹) پر عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی ایک مرفوع حدیث بیان کی گئی ہے:''ثم ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته اماماً مهدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال'' ﴿پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔محمد ﷺ کی تصدیق کریں گے۔ان کے طریقے سے چلیں گے۔ہدایت یافتہ امام ہوں گے اور منصب حاکم ہوں گے۔دجال کو قتل کریں گے۔﴾

اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کو امام مہدی کہا گیا ہے۔لیکن جن امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔

سوال نمبر:۴۳...... ص۵۴ پر لکھتے ہیں:''آپ لاجواب ہونے کے بعد اب ''لاالمهدی الاعیسیٰ'' والی حدیث کو ہی رد کرنا چاہتے ہیں۔

اس حدیث کا کوئی راوی مجہول اور متروک الحدیث نہیں اور اس کا سلسلہ تابعی پر جو حسن بصریؒ ہیں،ختم نہیں ہوتا۔بلکہ صحابی تک اور صحابی سے رسول اللہ ﷺ تک چلتا ہے۔حسنؒ نے یہ انس بن مالکؓ صحابی سے روایت کی ہے۔جس روایت میں صحابی کا ذکر نہ ہو۔وہ مرسل کہلاتی ہے نہ منقطع۔آپ نے ابن ماجہ سے یہ حدیث دیکھی ہی نہیں۔حافظ ابن قیم المنار میں لکھتے ہیں:

''حدیث لامهدی الاعیسیٰ بن مریم رواه ابن ماجه من طریق محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالك عن النبی ﷺ وهو تفرد به عن محمد بن خالد شذاغیر معروف عند اهل

الصناعة من اهل العلم والنقل وقد تواترت الاخبار من رسول الله ﷺ بذكر المهدی وانه من اهل بیته امام بیہقی اپنی سنن میں لکھتے ہیں: تفرد به محمد بن خالد هذا " حاکم ابوعبداللہ کا اس حدیث کے بارے میں اسناد یہ ہے" عن محمد بن خالد ابان بن ابی عیاش عن الحسن عن النبی ﷺ " وہ لکھتے ہیں:" فرجع الحدیث الی روایته محمد بن خالد وهومجهول عن ابان بن ابی عیاش وهو متروک عن الحسن وهو منقطع والاحادیث الدالة علی خروج المهدی اصح اسنادا"

اس حدیث کا مدار محمد بن خالد پر یہ جو نقادان حدیث کے نزدیک مجہول ہے۔ اسناد حدیث میں اختلاف ہے۔ ابن عیاش دوسرے اسناد میں داخل ہے۔ وہ محدثین کے نزدیک متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے حدیث اضعف ہے۔ دوسرے اسناد میں حسن تابعی تک پہنچ کر حدیث منقطع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس درجہ اضعف سے بھی نیچے ہے۔

"میاں محمد افضل" کے نام آپ نے مہدی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے بارے میں جو حدیث لکھی ہے۔ اس کا معقول جواب آپ کو قاضی صاحب کی طرف سے مل چکا ہے کہ ظل کامل اور آئینہ میں عکس اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ پس مسیح موعود اور امام مہدی ظلی طور پر محمد بن عبداللہ ہی ہے۔

جواب...... نا معلوم آپ کونسا تصوف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اصل نبی کریم (محمد بن عبداللہ) ہیں۔ ظل مہدی موعود (غلام احمد بن غلام مرتضٰی) ہے۔ یہاں اصل بھی جوہر ہے اور ظل بھی جوہر ہے۔ آئینے کے اندر عکس عرض ہے یہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ آئینہ میں عکس اصل سے جدا نہیں۔ کیا جوہر اور عرض ایک ہو سکتے ہیں؟ اصل اور ظل دونوں مجسم ہیں آئینہ کہاں سے آ گیا؟

سوال نمبر:۴۴...... ص ۵۵ پر لکھتے ہیں" شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:" هذا وجود جدی محمد لاوجود عبدالقادر " کہ یہ وجود میرے دادا محمد صلعم کا وجود ہے نہ عبدالقادر کا وجود۔ اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپ بروزی ظلی طور محمد بن عبداللہ ہی ہیں۔"

جواب...... اگر بروزی اور ظلی طور پر عبدالقادر محمد بن عبداللہ ہیں۔ تو مہدی موعود تو شیخ عبدالقادر ہوئے۔ مرزا قادیانی کیسے مہدی موعود بن گئے؟ ظل اور بروز کے وجود کے لئے قرآن و حدیث سے کوئی سند لائیں۔

سوال نمبر:۴۵...... ص ۵۵ پر لکھتے ہیں:" جناب من! ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ کو یہ شعر لکھ بھیجا تھا:

فرما چکے ہیں سید کونین مصطفیٰ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جواب...... جناب مرزا! کیا التواء کے معنی آپ کی لغت میں ملتوی ہونے کے نہیں؟ اور کیا التواء کردینے کے معنے ملتوی کردینا نہیں؟

آپ نے وہ فرمان نبوی تو نقل کردیا ہوتا جس میں جنگوں کے التواء کا ذکر ہے اور التواء عیسیٰ مسیح کی طرف منسوب ہے۔ دنیا میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوا کوئی بلا باپ پیدا نہیں ہوا اور ان کو ہی قرآن مجید میں مسیح کہا گیا ہے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم ہے۔ لہٰذا کسی شخص غیر از عیسیٰ کو عیسیٰ کہنے کے لئے کوئی قوی قرینہ صارفہ ہونا چاہئے۔

(ازالہ اوہام طبع دوم ص ۱۹۰، خزائن ج ۳ ص ۱۹۲) پر مرزا لکھتے ہیں: ''اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ میں نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاتا ہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ میں مثیل مسیح ہوں۔''

اس تحریر کے مطابق جو لوگ مرزا قادیانی کو مسیح موعود خیال کرتے ہیں، وہ کم فہم ہیں۔ مسیح موعود تو انہیں سارے احمدی جانتے ہیں۔ پس وہ سب کم فہم ٹھہرے۔ یہ بھی واضح ہے کہ مثیل مسیح کی شخصیت مسیح موعود سے مختلف ہے۔ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں۔ کیونکہ کم فہم لوگوں نے غلطی سے انہیں ایسا سمجھا ہے مسیح موعود وہ ہے جس کے نزول کی نبی کریم ﷺ نے صحیح بخاری کی احادیث ''لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم'' اور ''کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم'' میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ پس وہ اسرائیلی مسیح عیسیٰ بن مریم ہیں۔ آپ کے منقولہ شعر میں وہی مراد ہے، نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

حضرت ابوہریرہؓ والی حدیث میں ''یضع الجزیۃ'' کا لفظ آتا ہے۔ اگر آپ کے کہنے کے مطابق ''یضع الحرب'' ہی مان لیا جائے تو پھر بھی یضع کے معنے موقوف کرنے کے آتے ہیں، نہ کہ ملتوی کرنے کے۔ کیا آپ لغت میں ''یضع'' کے معنی ملتوی کرنا دکھا سکتے ہیں؟

سوال نمبر: ۴۶...... ص ۵۶، ۵۷ پر لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے، اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام کی کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں جب تک کہ خدائے تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔''

جواب...... آپ نے مرزا قادیانی کی (خطبہ الہامیہ ص ذ، خزائن ج ۱۶ ص ۲۸) کا یہ قول بھی

نقل کر دیا ہوتا: ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم سے بند ہے۔ میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔''

سوال نمبر: ۴۷...... آپ کو ص ۵۷ پر یہ لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی: ''پس دشمن کے مذہبی جنگ چھیڑنے پر جہاد بالسیف کا حکم عود کر آئے گا اور واجب العمل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں جہاد بالسیف یعنی القتال مسلمانوں کی طرف سے اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ حملہ میں ابتداء کافروں کی طرف سے ہو۔''

جواب...... جب مرزا قادیانی کے ظہور کے تلوار کا جہاد ہے ہی نہیں تو جہاد کا حکم کیسے عود کر آئے گا۔ (ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ت، خزائن ج۱۶ ص۱۷) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے۔ وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۹۸، ۲۹۷، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۸، ۷۷) پر مرزا قادیانی کے یہ اشعار موجود ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے ۔۔۔ اب جنگ و جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد ۔۔۔ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

قرآن مجید میں جہاد کا حکم قیامت تک نافذ العمل ہے۔ اس ضمن میں آخری احکام سورۂ توبہ کے اندر موجود ہیں۔ ان میں یہ پابندی نہیں کہ جہاد اسی صورت میں فرض ہے کہ حملہ کی ابتداء کفار کی طرف سے ہو اور نہ ہی ایسے حالات کا ذکر ہے جس میں کہ اسے بند یا ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ یہ آخری احکام ہیں جو آنحضرت ﷺ کے وصال کے قریب نازل ہوئے۔ سورۂ توبہ کے تیسرے رکوع کی آیات کا ترجمہ یہ ہے ﴿اہل کتاب میں ان سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخرت پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ رعیت ہو کر جزیہ دیں اپنی پستی کا احساس کر کے۔﴾ اس سورۂ کے رکوع ۹ میں ہے ﴿اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔﴾

اسی کے رکوع ۱۴ میں ہے ﴿اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا ہے اور جانے رہو کہ اللہ تو پرہیزگاروں کے ساتھ

ہے۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۱۳۸،خزائن ج۳ص۱۷۰) پر لکھتے ہیں: ''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور اب کوئی ایسی وحی اور الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم و تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔''

قارئین خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ قرآن کے جہاد کے حکم کو منسوخ کر کے مرزا قادیانی اپنے ہی فیصلے کے مطابق کیا ٹھہرتے ہیں؟ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ''حرب'' کے معنے مذہبی جنگ کے نہیں ہوسکتے۔ میرا کہنا یہ تھا کہ حرب کے معنی مطلق جنگ کے ہیں۔ اسی میں مذہبی جنگ بھی شامل ہے۔

سوال نمبر:۴۸...... ص۵۷،۵۸ پر لکھتے ہیں: ''مسیح موعود کے زمانہ حیات میں کفار نے چونکہ مسلمانوں سے مذہبی لڑائی ختم کی ہوئی تھی اور جہاد بالسیف کی شرائط موجود نہ رہی تھیں۔ اس پر مسیح موعود علیہ السلام نے حسب حدیث نبوی یضع الحرب کافروں کی مذہبی لڑائی آئندہ یہ کہہ کر موقوف قرار دے دیا کہ اب ہمارا لڑنا تم سے جائز نہیں رہا۔ کیونکہ جہاد بالسیف کی شرائط موجود نہیں لہٰذا ہم تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑیں گے۔''

جواب...... گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق مسیح موعود نہیں۔ لہٰذا یضع الحرب کی بحث لاحاصل ہے اور آپ کا راست باز نہ ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ ص۵۶ پر آپ لکھتے ہیں: ''آپ کو مرزا قادیانی کا جنگوں کو ملتوی قرار دینا نظر آئے گا۔'' ص۵۸ پر لکھتے ہیں کہ: ''مرزا قادیانی نے حسب حدیث نبوی یضع الحرب کافروں کی مذہبی لڑائی کو آئندہ یہ کہہ کر موقوف قرار دے دیا۔''

آپ کے نزدیک ملتوی کرنا اور موقوف قرار دے دینا ہم معنی ہیں؟ اللہ کے بندے جب مرزا قادیانی خود مسیح موعود ہونے سے انکار کر چکے ہیں۔ انہیں زبردستی مسیح موعود کیوں بناتے ہو؟ ان کے دعویٰ کے مطابق انہیں مثیل مسیح کیوں نہیں کہتے۔ مسیح موعود تو مرزا قادیانی کے اپنے قول کے مطابق عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

سوال نمبر:۴۹...... ص۵۹ پر لکھتے ہیں: ''نزول مسیح کی ایک حدیث میں جو ''تضع الحرب اوزارھا'' کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر الحرب سے مراد مذہبی جنگ لی جائے جیسا کہ قرآن میں یہ

لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تو مراد اس سے یہی ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ حیات میں مذہبی جنگیں ختم ہو چکی ہوں گی۔ چنانچہ آپ کے دعوے کے وقت ایسا وقوع میں آ چکا ہے۔ اگر اس جگہ الحرب سے مراد مطلق لڑائی لی جائے تو ان معنوں کی توجیہ ہم اپنے تحریری جواب میں جو آپ کے ستر نکات کے جواب میں لکھا گیا، لکھ چکے ہیں۔ اسے دوبارہ پڑھیں۔ اس صورت میں تـضـع الحرب اوزارها کا تعلق زمانہ مسیح موعود سے بلحاظ قرون ثلاثہ کے ہے کہ اس زمانہ میں اسلام دنیا میں غالب آ جائے گا اور دنیا کی اکثریت مسلمان ہو جائے گی اور ہر قسم کی لڑائی بند ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ اس سے پہلے پہلے ملکی لڑائیاں جاری رہیں گی۔ چنانچہ حدیثوں میں مسیح موعود کے زمانہ میں یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر ہے جو قرآنی بیان کے مطابق یموج بعضھم فی بعض کا مصدق بننے والے تھے۔ یعنی ایک دوسرے کے خلاف انہوں نے سمندر کی لہروں کی طرح اٹھتے رہنا تھا اور صحیح مسلم کی حدیث نبوی میں انہی کے متعلق وارد معلوم ہوتا ہے۔

"انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالهم" کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہوگی۔"

علامہ طبرانی نے اوسط والصغیر ج اص ۲۵۷ میں ایک حدیث نقل کی ہے: "عـن ابـی هـريرة قـال رسـول الله ﷺ الا ان عيسىٰ ابـن مـريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسـول الا انـه خـلـيـفـتي في امتي من بعد يقتل الدجال ويكسر الصليب وتـضـع الـجـزية وتـضـع الـحـرب اوزارهـا، الامـن ادركه فليقراء منكم عليه الســـلام" ﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا بیشک میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں۔ سنو یقیناً وہ میری امت میں میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ سنو بیشک وہ دجال کو قتل کرے گا اور صلیب کو توڑے گا اور جزیہ موقوف کر دے گا اور لڑائی اپنے اوزار رکھ دے گی۔ سنو جو تم میں سے اسے پائے تو اسے السلام علیکم کہے۔﴾

سوال نمبر: ۵۰...... آپ نے ص ۵۶ پر لکھا ہے: "مسیح موعود جزیہ کو بھی تب ہی موقوف کر سکتا ہے جب لڑائی کے موقوف کر دینے کا اعلان کیا جائے۔"

جواب...... گویا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہر قسم کی جنگ ختم ہو جانی چاہئے۔ یہ بلحاظ قرون ثلاثہ آپ نے کہاں سے نکالا اور پھر کہہ رہے ہیں۔ اس سے پہلے پہلے ملکی لڑائیاں جاری رہیں گی۔ لڑائی کے اوزار رکھنے سے پہلے ملکی لڑائیاں جاری رہنے کا کہاں ذکر ہے؟۔ جزیہ موقوف کرنے کا ذکر ہے اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ جزیہ موقوف ہونے سے جنگ موقوف ہو جائے

گی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی جنگیں بند ہو جائیں گی۔ نہ کہ تین سو سال کے بعد۔

گزشتہ صفحات میں مرزا قادیانی کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ وہ مسیح موعود نہیں۔ اس حدیث میں مسیح موعود عیسیٰ بن مریم کی خدمات مفوضہ کا ذکر ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں انہیں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کی امت جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ ان کو مسیح موعود مانتی ہے۔ ان کے زعم باطلہ اور عقیدہ فاسدہ پر کاری ضرب لگانے کے لئے مزید تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ اس حدیث کے مسیح موعود کا مصداق اگر مرزا قادیانی ہیں تو کیا انہوں نے دجال کو قتل کیا ہے؟۔

دجال تو ابھی ظاہر ہی نہیں ہوا اور کیا مرزا قادیانی نے جزیہ موقوف کیا ہے؟ جزیہ تو تب موقوف ہو جب غیر مسلم باقی نہ رہیں۔ ابھی تو روئے زمین پر کروڑوں غیر مسلم موجود ہیں اور جنگیں کب بند ہوئی ہیں؟ مرزا قادیانی کے فوت ہونے کے بعد متعدد ہولناک لڑائیاں لڑی جا چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حق کہنے اور قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق آپ نے پورا فقرہ کیوں نہیں لکھا جو کہ یوں ہے ’’اذ اوحی اللّٰہ الیٰ عیسیٰ انی قد اخرجت عبادا الی لایوانی لاحدبقتالهم الی الطور ویبعث اللّٰہ یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون‘‘ ﴿جس وقت وہ (عیسیٰ) اس طرح ہوں گے۔ دفعتہً اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرے گا کہ بیشک میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر پست زمین سے نکل پڑیں گے﴾ آپ نے خلق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے نامکمل فقرہ لکھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں یاجوج ماجوج کا خروج مقدر ہے۔ مرزا قادیانی کی طرف نہ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ نہ ہی یاجوج ماجوج نکلے اور نہ ہی مرزا قادیانی اپنے ساتھیوں کو یاجوج ماجوج سے بچانے کے لئے کوہ طور پر لے کر گئے ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ پھر بھی ان کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ الحرب کے معنی مذہبی جنگ ہوں یا نہ ہوں۔ مرزا قادیانی کا کاذب ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔

سوال نمبر:۵۱...... ص ۶۲ پر لکھتے ہیں: ’’استعارہ صریحہ میں مشبہ کا ذکر بالکل نہیں ہوتا۔ بلکہ مشبہ بہ کا ذکر ہی آتا ہے اور قرینہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مراد اس سے مشتبہ وجود ہے۔ اس تعریف کی رو سے احادیث نبویہ میں ابن مریم کے نزول کی پیشین گوئی بطور استعارہ کے ہے۔ اس میں مرزا قادیانی جو مشبہ ہیں۔ مذکور نہیں۔ بلکہ صرف مشبہ بہ ابن مریم کا ذکر موجود ہے اور مراد اس سے مشبہ

کا مسیح موعود ہونا ہے اور اس پر قرینہ "واما مکم منکم" صحیح بخاری اور "فامکم منکم" صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔"

جواب...... گزشتہ صفحات میں ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی کی تحریر پیش کی جاچکی ہے کہ ان کا دعوے مثیل مسیح ہونے کا ہے۔ جسے کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ جو انہیں مسیح ابن مریم کہتا ہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ حدیثوں میں مسیح موعود عیسیٰ بن مریم ہیں اور مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں۔ سو نزول کی پیشینگوئی عیسیٰ بن مریم ہی کے بارے میں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم ہے۔ دنیا میں عیسیٰ کے سوا کوئی اور بلا باپ پیدا نہیں ہوا۔ نزول کی پیشین گوئی استعارہ نہیں ہو سکتی۔

ابوداؤد، حاکم اور امام احمد سے ایک حدیث مروی ہے:

"عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال ليس بينی وبينه نبی يعنی عيسیٰ نبی وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض بين ممصرتين كأن راسه يقطروان لم يصبه بلل فيقاتل الناس علی الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك المسيح الدجال (ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵)" ﴿حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور بیشک وہ (آسمان سے) اتریں گے۔ پس جب تم اسے دیکھو پس اسے پہچان لینا۔ میانہ قد کے مرد، سرخ سپید رنگ دو زرد رنگ کی چادریں اوڑھے ہوں گے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ گو پانی نے بالوں کو چھوا تک نہ ہوگا۔ پس وہ لوگوں سے اسلام کے لئے جنگ کرے گا۔ پس صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ موقوف کردے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو مٹا دے گا اور مسیح دجال کو ہلاک کردے گا۔﴾

اس حدیث کے اندر مشبہ مذکور نہیں۔ آپ کہتے ہیں مرزا قادیانی ہیں۔ میں کہتا ہوں نہیں زبیری صاحب ہیں۔ آپ کس دلیل سے میری بات کو رد کریں گے؟ اگر آپ کی بات مان بھی لیں کہ حدیث میں موعود عیسیٰ مرزا غلام احمد قادیانی ہے تو کیا اسلام کے لئے انہوں نے لوگوں سے جنگ کی ہے؟ کسر صلیب اور قتل خنزیر میں تو آپ تاویل کرلیں گے۔ کیا ان کے زمانے میں جزیہ موقوف ہوا؟ کیا ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ گئے؟ کیا ان کے زمانے

میں مسیح دجال ہلاک ہوا؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی آپ کے نزدیک مرزا قادیانی کی مسیحیت ومہدویت کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں ''امامکم منکم وامکم منکم'' میں مرزا قادیانی کی امامت کے لئے آپ کو قرینہ نظر آ گیا۔ بے شمار احادیث میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں۔ وہاں استعارہ کی تعریف کا اطلاق کر کے عیسیٰ بن مریم کے وجود کو مرزا قادیانی کا وجود کیسے قرار دیں گے؟ درمنثور ج دوم ص ۲۴۵ پر روایت درج ہے: ''عن انس قال قال رسول الله ﷺ من ادرك منکم عیسیٰ بن مریم فلیقراء منی السلام'' ﴿حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے جس شخص کی بھی عیسیٰ بن مریم سے ملاقات ہو وہ ان کو میری جانب سے ضرور سلام کہہ دے۔﴾

محدث ابن حاتم نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے: ''عن الحسن مرفوعا قال قال رسول الله ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت انه راجع الیکم قبل یوم القیامة'' ﴿حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں اور قیامت سے پہلے ان کو لوٹ کر تمہارے پاس آنا ہے۔﴾ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب روئے زمین پر نہیں لہٰذا آسمان پر ہیں اور چونکہ لوٹ کر آئیں گے۔ سو یہ وہی ہیں جو اپنی قوم کے درمیان سے چلے گئے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جو رسولا الی بنی اسرائیل تھے۔ قرب قیامت کے زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے۔﴾

(مسند احمد بن حنبل ج۴ص ۴۲۹) پر یہ حدیث درج ہے: ''عن عمران بن حصینؓ ان رسول الله ﷺ قال لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین علی من ناواهم حتی یاتی امر الله تبارك وتعالیٰ وینزل عیسی بن مریم'' ﴿عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی جو اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو اور حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں۔﴾ کنز العمال ص ۲۰۳ پر مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے:

''عن ابن عمر مرفوعا کیف تهلك امة وانا فی اولها وعیسیٰ فی اخرها'' ﴿ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بھلا وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں تو میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔﴾ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ

السلام کا نزول یقینی ہے۔نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔اس امت کے اول میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔لیکن محمد ﷺ اس امت کے آخر میں شمار نہیں ہو سکتے۔کیونکہ وہ اس امت میں سے نہیں۔ان کا مقام امت محمدیہ کے اول میں ہی ہوسکتا ہے۔امت محمدیہ کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام کا ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت رسول کے نہیں ہوگی۔سو ان کا شمار امت محمدیہ میں ہوگا۔کسی نئی امت کی ابتداء نہیں کریں گے۔

ان احادیث میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے اور ہرگز ہرگز کوئی قرینہ نہیں جس سے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا وجود غیر از مسیح کا وجود سمجھا جائے۔

سوال نمبر:۵۲...... آپ ص ۶۳ پر لکھتے ہیں: ''استعارہ صرف اس وقت کہلاتا ہے جبکہ مستعارلہ (مشبہ) کا ذکر بالکل لپیٹ دیا جائے اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔''

جواب...... آپ کی اس تعریف کے مطابق شبہ کا ذکر کلام میں ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا احادیث میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔پس عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کے ظہور کی پیشینگوئیاں بطور استعارہ کے نہیں۔

سوال نمبر:۵۳...... ص ۶۶ پر لکھتے ہیں: ''جناب میاں صاحب! آپ نے آیت قرآنیہ: ''وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته '' سے یہ استدلال کیا تھا کہ آخری زمانہ میں جب ابن مریم نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ہم نے اس کے جواب میں آپ کو قرآن کریم کی آیت: ''وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة '' سے سمجھایا تھا کہ آپ کے یہ معنی غلط ہیں۔کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ظاہر ہے کہ یہود کا وجود جو منکر مسیح ہیں۔قیامت کے دن تک رہے گا۔آپ اس کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے اور پھر یہ لکھ رہے ہیں۔'' آپ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔کل مخلوق مسیح موعود کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی۔ہم نے آپ کو جواب دیا تھا کہ اگر ہم میں سے کسی نے ایسی عبارت لکھی ہے تو مراد اس کی یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کا کل ادیان پر غلبہ ہو جائے گا اور اکثریت اسلام میں داخل ہو جائے گی اور تین صدیوں میں ایسا ہوگا۔کل کا لفظ ایسی عبارتوں میں ''الاكثر حكم الكل '' کے معنوں میں استعمال ہوگا۔کیونکہ نادر کالمعدوم ہوتا ہے۔''

جواب...... میرے معنے غلط نہیں ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو آپ مجدد صدی مانتے ہیں۔ان کا ترجمہ یہ ہے: ''دنباشد ہیچ کس از اہل کتاب البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش

از مردن عیسیٰ درروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں“ حاشیہ میں اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں: ”یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ راالبتہ ایمان آرند۔“

مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیان اپنی کتاب فصل الخطاب ج دوم کے ص ۸۰ پر لکھتے ہیں: ”نہیں کوئی اہل کتاب میں سے، مگر البتہ ایمان لاوے گا۔ ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا وہ اس کے گواہ۔“ کیا آپ خلیفہ اول کے معنے بھی غلط قرار دیں گے؟۔

مرزا قادیانی کا ترجمہ ”الحق“ دہلی کے ص ۳۲، خزائن ج ۴ ص ۱۶۲ پر یہ ہے: ”کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔ کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔“

مرزا قادیانی نے اعتراف کیا ہے کہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔ اگر ہر اہل کتاب نے اپنی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ہے۔ تو یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نزول قرآن کے زمانے تک مرنے والے تمام اہل کتاب پر حاوی ہونی چاہئے۔ لیکن مرزا قادیانی کے اعتراف کے مطابق یہ ان پر حاوی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس کا اطلاق نزول قرآن کے بعد مرنے والے اہل کتاب پر ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے موتہ کا مرجع کتابی نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے ابی بن کعبؓ کی قرأت ”قبل موتهم “ مردود ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۳۷۲، خزائن ج ۳ ص ۲۹۰) پر مرزا قادیانی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ”کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ پر...... ایمان نہ رکھتا ہو (قبل موتہ) قبل اس کے کہ اس حقیقت پر ایمان لاوے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔“

یہ ترجمہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے ”موتہ“ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری ہے۔ ”وهوالمراد الی یوم القیامة“ سے مراد یوم قیامت کو چھوتا نہیں ہوتا۔

قرآن پاک میں ہے: ”قل الله یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامة لاریب فیه “ ﴿آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو زندہ رکھتا ہے۔ پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا۔﴾

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن سے مراد وہ دن ہے جب مردے زندہ کئے جائیں گے اور یہ دن دنیا کی ہلاکت کے بعد آئے گا۔ اس دن یہود اور نصاریٰ کا وجود نہیں ہوگا۔

پس قیامت کے دن تک عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے یہود پر غلبے سے مراد یہ ہے کہ جب یہود کا وجود رہے گا۔ مسلمان اور نصاریٰ ان پر غالب رہیں گے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تو یہود کا وجود نہیں رہے گا۔ سو عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے ان پر غلبے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

''**ومن اضل ممن یدعوا من دون الله من لایستجیب له الی یوم القیامة وهم عن دعائهم غفلون (الاحقاف ٥:٤٦)**'' ﴿اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا۔ جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے۔ جو قیامت تک بھی اس کے بات نہ سنے۔ بلکہ انہیں ان کے پکارنے کی خبر نہ ہو۔ پکارا جانے والا قیامت کے دن تک پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتا۔﴾ اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ پکارنے والا قیامت کے دن تک پکارتا رہے گا۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ پکارنے والا زندگی بھر پکارتا ہے۔ معبودان باطلہ اس کی پکار کو نہیں سنتے۔ وہ موت تک ہی پکار سکتا ہے۔ لیکن اس عرصے کی پکار کو قیامت کے دن تک کی پکار بیان کیا ہے۔ اسی طرح سے مسلمانوں اور نصاریٰ کی یہود پر فوقیت یہود کے وجود تک ہے۔ پس آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد سب اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ ضرور لائیں گے۔ ان ہی کے متعلق فرمایا: ''**ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا**'' ﴿اور (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔﴾

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ گواہ کا مشہود علیہم کے درمیان موجود ہونا ضروری ہے۔ پس ''**وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته**'' میں ''**موته**'' کی ضمیر کتابی کی طرف نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ہر کتابی کی موت کے وقت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں ہوتے۔ سو بموجب سورۃ المائدہ کی آیت ''**وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم**'' وہ اس بات پر گواہ نہیں ہوسکتے۔ سو لامحالہ ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہی ماننا پڑے گا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر نص ہے۔ قرب قیامت کے زمانے میں آسمان سے نزول کے بعد ان پر موت آئے گی۔ آپ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کا کئی ادیان پر غلبہ ہو جائے گا اور ساتھ ہی یہ کہ تین صدیوں میں ایسا ہوگا۔ خدا اور رسول نے اس مدت کا تعین نہیں کیا۔ جب غلبے کی پیشگوئی انہوں نے کی ہے تو مدت کا اندازہ بھی انہیں ہی ٹھہرانا چاہئے۔ نہ کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کو۔

گزشتہ صفحات میں مسند امام احمد بن حنبلؒ کی ایک حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے جاچکے

ہیں: ”یهلك الله فی زمانه الملل کلها غیر الاسلام “ ﴿یعنی اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام مذاہب کو مٹا دے گا۔﴾ یہاں تین صدیوں کا کوئی ذکر نہیں۔ ایسا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی زندگی میں ہی ہونا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ایسا نہیں ہوا۔ سو وہ اپنے دعویٰ مسیحیت میں کاذب ہیں۔

سوال نمبر:۵۴...... ص ۶۷ پر لکھتے ہیں: ”آپ بھی خاتم النبیین کے بعد ایک تابع اور امتی نبی کے بطور مسیح موعود آنے کے قائل ہیں اور ہم بھی ایک امتی کو آنحضرت ﷺ کے نائب النبوت کے طور پر مسیح موعود مانتے ہیں۔ پس خاتم النبیین کے ان معنوں میں کہ رسول کریم ﷺ شریعت لانے والے نبی ہیں۔ ہم دونوں اصولی طور پر متفق ہیں۔ ہم میں اور آپ میں صرف مسیح موعود کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے۔ اس کے امتی نبی کے منصب میں کوئی اختلاف نہیں۔“

جواب...... ہم نہ تو امت محمدیہ میں سے کسی شخص کے نبی ہونے کے قائل ہیں اور نہ کسی کے بطور مسیح موعود آنے کے۔ گزشتہ صفحات میں تصریح ہو چکی ہے کہ اسرائیلی مسیح عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نبی اکرم ﷺ کی امت میں بطور خلیفہ آئیں گے۔ ایک حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ امت محمدیہ کے اول میں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں۔ آخر میں اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ نزول کے بعد ایک نئی امت کھڑی نہ کریں۔ یعنی بطور نبی کے نہ آئیں۔

گزشتہ صفحات میں مرزا قادیانی کا یہ اعلان بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ ان کا دعویٰ مثیل مسیح کا ہے۔ جسے کم فہم لوگ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سمجھ بیٹھے ہیں۔ جب مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہی نہیں تو آپ کو آنحضرت ﷺ کے نائب النبوت کے طور پر مسیح موعود ماننے کے تکلف میں کیوں پڑتے ہیں۔ اس طرح تو بقول مرزا قادیانی آپ کم فہم لوگوں میں شمار ہوں گے۔ ہم ان معنوں میں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے کہ وہ آخری صاحب شریعت نبی ہیں اور ان کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ ہم مطلقاً نبوت کے نبوت محمدی کے ساتھ ختم ہونے کے قائل ہیں۔ نہ ان کے بعد کوئی تشریعی نبی آ سکتا ہے اور نہ غیر تشریعی۔ البتہ ایک سابق نبی آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کے طور پر آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بحیثیت نبی اور رسول کے آ کر ایک نئی امت کو جنم نہیں دے گا۔

(حمامۃ البشریٰ ص ۹، خزائن ج ۷ ص ۱۸۵) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”یقولون ان هذا الرجل لایؤمن بالملئکة ولا یعتقد بان محمدﷺ خاتم الانبیاء ومنتهی

المرسلين لانبی بعده وهو خاتم النبيين فهذه كلها مفتريات وتحريفات سبحان ربی ماتكلمت مثل هذا ان هوالاكذب والله يعلم انهم من الرجالين"

"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ کو نہیں مانتا اور محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ پس یہ مفتریات اور تحریفات ہیں۔ میرا رب پاک ہے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں۔"

(حقیقت النبوت ص۹۲) پر لکھتے ہیں: "اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔" ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک نبوت اور رسالت آنحضرتؐ پر ختم ہوگئی اور آپ کے بعد نبوت کا مدعی کاذب، کافر، مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(ازالہ اوہام ص۴۶۲، خزائن ج۳ ص۳۲۰) پر لکھتے ہیں: "نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو کہ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (حقیقت النبوت ص۲۷۲) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

"ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل میں نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت اور کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشین گوئیاں کثرت سے ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشینگوئیاں کرتے تھے۔ وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے۔"

(الوصیت ص۱۱، خزائن ج۲۰ ص۳۱۱) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: "اور جبکہ وہ مکالمہ اور مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ رہے اور کھلے کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔" یہاں بعض افراد کے نبی ہونے کا لکھا ہے لیکن (تشحیذ الاذہان مارچ ۱۹۱۴ء) میں لکھتے ہیں: "اس امت میں صرف نبی ایک ہی آسکتا ہے جو مسیح

موعود(مرزا قادیانی) ہے اور کوئی قطعاً نہیں آسکتا۔‘‘

نبی کریم ﷺ ’’لانبی بعدی‘‘ فرمائیں تو غیر تشریعی نبوت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور مرزا قادیانی ’’خاتم النبیین‘‘ ہونے کا دعویٰ کریں تو غیر تشریعی نبوت بھی ختم! یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔ ان تضادات کے باوجود مرزا قادیانی کو اپنے دعویٰ نبوت میں صادق سمجھنا عقل کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟۔

سوال نمبر:۵۵...... ص ۶۸ پر لکھتے ہیں:’’قاضی صاحب نے اپنی کتاب شان خاتم النبیین کے ص ۴۱ پر حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی یہ عبارت ان کی کتاب فتوحات مکیہ سے نقل کر کے درج کی ہے:’’فالنبوة جارية الى يوم القيامة فى الخلق وان كانت التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من اجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله واخباره من العالم اذلو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به فى بقاء وجوده (فتوحات مکیہ ج۲ ص۱۰۰ باب۳۷ نمبر ۸۲)‘‘یعنی نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے۔گو تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے۔پس شریعت نبوت کے اجزاء میں ایک جزو ہے۔یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار غیبیہ اور حقائق ومعارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دنیا کے لئے کوئی غذا باقی نہیں رہے گی جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے۔‘‘

جواب...... اگر نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے تو مرزا قادیانی کے قول کے مطابق صرف وہی امت محمدیہ میں نبی کیوں ہے؟ کوئی دوسرا قطعاً کیوں نہیں ہوسکتا؟ علاوہ ازیں وہ صرف مسیح موعود کے آنحضرت ﷺ کے بعد نبی ہونے کے قائل ہیں۔آیئے فتوحات مکیہ ہی کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی مسیح موعود سے کون مراد لیتے ہیں۔

(فتوحات مکیہ ج۲ ص۱۲۵) پر لکھتے ہیں:’’ان عيسىٰ عليه السلام ينزل فى هذه الامة فى اخر الزمان ويحكم بشريعة محمد ﷺ‘‘ ﴿بیشک عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں اس امت میں نازل ہوں گے اور محمد ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔﴾

(فتوحات مکیہ ج۳ ص۳۴۱) پر حضرت ابن عربی لکھتے ہیں:’’انه لم يمت الى الان بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه فيها‘‘ ﴿ابھی تک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) نہیں مرے۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور انہیں اس میں سکونت پذیر کردیا۔﴾

حضرت شیخ ابن عربیؒ حیات مسیح کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک مسیح موعود وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ چونکہ مرزا قادیانی آنحضرتؐ کے بعد صرف مسیح موعود کی نبوت کے قائل ہیں اور ابن عربیؒ کے بیان کے مطابق مسیح موعود نہیں۔ پس وہ اپنے نبوت کے دعویٰ میں کاذب بلکہ کذاب ٹھہرے۔

سوال نمبر:۵۶...... ص۶۹ پر لکھتے ہیں: ''اس پر قاضی صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے۔ مطلق نبوت جوان بزرگوں کے نزدیک بند نہیں ہوئی۔ المبشر ات والی نبوت ہے۔ جسے رسول کریم ﷺ نے حدیث ''لم یبق من النبوۃ الا المبشرات '' میں باقی قرار دیا ہے۔ جسے بالفاظ دیگر المبشر ات والی نبوت یا نبوت غیر تشریعی کہا جاسکتا ہے۔''

جواب...... جب مبشرات والی نبوت کی صفت ہوگئی تو وہ مطلق کیسے رہی۔ مطلق میں تو کسی قسم کی قید نہیں ہونی چاہئے۔ وہ مبشرات سے مشروط کیونکر ہوسکتی ہے۔ آپ نے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں مذکور مبشرات آنحضرت ﷺ کی اپنی تشریح کے مطابق نبوت کا ایک جز و یا حصہ ہیں۔ ایک روایت میں مبشرات کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی تشریح فرمائی ہے کہ مبشرات سے مراد رویائے صالحہ یعنی اچھے خواب ہیں۔ پس مبشرات کے باقی رہنے کو ہرگز ہرگز اجرائے نبوت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سوال نمبر:۵۷...... ص۷۱ پر لکھتے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریریں نقل کی ہیں:

۱...... ''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔'' (تجلیات الٰہیہ ص۲۵، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲)

۲...... ''آنحضرت ﷺ کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرط مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے۔ وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے اور وہی امتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی۔''

(تتمہ چشمہ معرفت ص۹، خزائن ج۲۳ ص۳۸۰)

جواب...... ان تحریروں میں مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ لیکن دراصل مستقل اور تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) پر لکھتے ہیں: ''اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: ''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین

کلمہ ''اس عبارت میں مرزا قادیانی نے اپنی رسالت اور تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مرزا قادیانی (اربعین نمبر۳ص۳۶، خزائن ج۱۷ص۴۲۶) پر لکھتے ہیں:''خدا وہی ہے کہ جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب واخلاق کے ساتھ بھیجا۔''

(اربعین نمبر۴ص۶، خزائن ج۱۷ص۴۳۶،۴۳۵) پر لکھتے ہیں:''اور اگر یہ کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری، تو اول تو یہ دعویٰ بلادلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ سوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالفین ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظو فروجھم ذالك ازکی لھم ''براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزرگئی اور ایسے ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''ان ھذالفی صحف الاولی صحف ابراھیم وموسی ''یعنی قرآنی تعلیم توریت میں موجود ہے۔''

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ (تریاق القلوب ص۱۳۱، خزائن ج۱۵ص۴۳۲) پر لکھتے ہیں:''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا ہے تو وہ اپنے فیصلے کے مطابق تشریعی نبی ٹھہریں گے۔ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ص۱۸۵) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:''کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا ورسول کی تاکید ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان سے منکر

ہے۔ کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا ہے۔ پس مرزا قادیانی کا دعویٰ تشریعی نبوت کا ہے۔ گزشتہ صفحات میں مرزا قادیانی کی تحریروں کے حوالے گزر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ پس اپنے ہی بیان کے مطابق مرزا قادیانی تشریعی نبوت کا دعویٰ کرنے کی بنا پر کذاب ہیں۔

سوال نمبر:۵۸...... ص ۴۷ پر لکھتے ہیں:"جناب من! آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آنے کے قائل ہیں۔ جنہیں قرآن میں نبی اور رسول قرار دیا گیا ہے۔ پس آپ بھی آنحضرت کو خاتم بمعنی آخری نبی نہیں مانتے۔ سچ بتائیے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر بتائیے کیا یہ عقیدہ رکھتے ہوئے آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ غیر مشروط آخری نبی ہیں؟۔

جواب...... آنحضرت ﷺ کے فرمان"لانبی بعدی"سے ظاہر ہے کہ بلحاظ زمانہ وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ان سے پہلے پیدا ہونے والا نبی زمانے کے لحاظ سے آخری نہیں ہوگا۔ نبیوں کو ختم کرنے والے محمد ﷺ ہی ہوں گے۔ اگر آپ کے کہنے کے مطابق آنحضرت ﷺ کو مشروط آخری نبی ہی مان لیا جائے تو پھر مرزا قادیانی کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی۔ گزشتہ صفحات میں مرزا قادیانی کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ وہ مسیح موعود نہیں۔ کم فہم لوگوں نے انہیں ایسا سمجھا ہے۔ وہ تو مثیل مسیح ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد مسیح موعود عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے۔ کسی مثیل مسیح کے ان کے بعد کے زمانے میں پیدا ہونے کی پیش گوئی نہیں کی۔ پس مرزا قادیانی مسیح موعود نہ ہونے کی وجہ سے نبی نہیں ہوسکتے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو تشریعی یا غیر تشریعی نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ کی مطابعت کی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ملتی۔ جیسا کہ حدیث بھی ہے:"لوکان بعدی نبی لکان عمر"اور حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا:"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ......"ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو حضرت ابراہیم کے مشابہ قرار دیا۔ مگر وہ نبی نہیں بنائے گئے۔

آپ کے رسالے میں جملہ جواب طلب امور کا حسب استطاعت جواب دے دیا گیا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول حق کے لئے آپ کا شرح صدر کرے:

جب کھل چکی سچائی پھر اس کو مان لینا   نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ ہدیٰ یہی ہے

خاتم النبیین لا نبی بعدی

اخلاق
اور
مرزا صاحب

(مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح)



جناب میاں محمد نوشہروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعادہ

یہ تو یقینی بات تھی کہ مرزا قادیانی حق پر نہیں۔ مگر یہ بات کہ ان کے ہاں کس قدر جھوٹ ہے۔ اس میں ایک مسلمان کے ہاں دو رائیں ہوسکتی ہیں اور جب اس موضوع کو جانچا پرکھا تو اندازہ سے بڑھ کر جھوٹ سامنے آیا۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب تھی ''قرآن اور مرزا صاحب'' اس میں مرزا قادیانی کی ان بہت سی باتوں کو لایا گیا جن کا حوالہ انہوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ قرآن سے دیا مگر وہ قرآن میں ہیں نہیں اور جو انہوں نے بیان کیا قرآن میں اس کے خلاف موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس آدمی کی دس بیس نہیں سینکڑوں باتیں قرآن کے خلاف صادر ہوں۔ اس کے متعلق اس کے نبی ہونے کا یا نہ ہونے سے زیادہ اہم یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ کافر ظالم ہیں اور سب سے بڑا ظالم خدا پر جھوٹ گھڑنے والا ہے۔

دوسرے نمبر پر حدیث رسول ہے۔ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر رسول خدا کی طرف سے ایک بات بیان کرتا ہے تو حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ دوزخی ہے۔ یہ اس آدمی کی سزا ہے جو مجرد ایک حدیث یا حدیث کا ایک مسئلہ کسی کو جان بوجھ کر غلط بتائے۔ لیکن جو صرف حدیث کے خلاف بات بتانے پر ہی اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اسے سچا منوائے اس کا پرچار کرے، اس پر اصرار کرے اور ایک فرض واجب کی طرف اس غلط بات کی تبلیغ کرے اور پھر اسی غلط بات کو قائم رکھنے کے لئے ایک جماعت اور تنظیم بھی بنائے۔ آپ اندازہ کریں کہ وہ کتنا بڑا دوزخی ہے؟۔ کتاب ''حدیث اور مرزا صاحب'' میں مرزا قادیانی کی بہت سی اور باتوں کو لایا گیا ہے جو انہوں نے حدیث کے حوالہ سے بتائی ہیں۔ یا تو حدیث میں ہیں نہیں یا حدیث میں اس کے الٹ بیان ہے۔

کفر اور دوزخ جس کے گلے پڑے اس سے کسی مسلمان کو سروکار نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ سوال پھر باقی رہتا ہے کہ عام انسانی اخلاق میں وہ کس معیار کا انسان ہے۔ اس کی بات اور رائے میں کیا جماؤ ہے۔ تضاد جھوٹ اور فضول گوئی سے اس کی باتیں کہاں تک پاک ہیں؟ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں ان کی وہ بہت سی باتیں لائی گئی ہیں جو انہوں نے سچائی اخلاق اور سمجھ بوجھ سے نکل کر لکھی یا کہی ہیں اور ساتھ ہی پہلی دو کتابوں کے موضوع سے جو کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بھی بیان کردیا گیا ہے۔ واللہ الموفق!

مرزا قادیانی اور اس کی امت کے خیال کو ہم ایک فرد کی رائے کا نام دے کر ایک دفعہ اس سوال کو بھی یہاں دوہرانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی جو پوزیشن بنائی ہے۔ اس کے پیش نظر قرآن کا یہ حال کیوں ہو گیا ہے کہ وہ ایک آدمی کی سمجھ میں بیٹھتا ہے اور پوری مسلمان قوم اس کے فہم سے محروم رہ رہی ہے۔ ایک کتاب جو خدا نے نازل فرمائی ہے۔ اس کی رسوائی اب اس انتہاء کو کیوں پہنچ گئی ہے کہ نبوت اور ختم نبوت جیسے اہم عقیدہ میں بھی اس کا بیان صاف اور واضح نہیں رہا۔ اس مفروضہ کے لئے کون سی بنیاد موجود ہے کہ ایک آج کے آدمی کی رائے درست اور صدیوں پہلے اور اب کے روئے زمین پر رہنے والے سب مسلمانوں کی بات غلط۔ اب تک تمام مسلمان مدعی نبوت کو کافر کہنے پر متفق چلے آئے ہیں۔ مگر قادیانی کہتے ہیں کہ وہ تشریعی مدعی نبوت کے حق میں تھا۔ بہت خوب! مگر یہ نکتہ مسلمانوں کے علم میں کیوں نہیں آسکا؟

قرآن پر بہتان...... مثیلوں کا سیلاب

''قرآن کریم وحدیث صحیحہ'' یہ بشارت متواتر دے رہی ہیں کہ مثیل ابن مریم اور دوسرے مثیل بھی آئیں گے۔'' (ازالہ اوہام ص۴۱۲، خزائن ج۳ ص۳۱۴) ''قرآن مسیح بن مریم کو مارتا ہے'' اور حدیثیں مثیل ابن مریم کے آنے کا وعدہ دیتی ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۵۳۶، خزائن ج۳ ص۳۹۹) جہاں ایک سائنسدان یا ڈاکٹر لوگوں کو ایسے جراثیم کا حال بتاتا ہو جو دوربین سے نظر آتے ہیں یا بالکل نظر نہیں آتے تو بے چارے دوربین وخوردبین سے ناواقف ہوتے ہیں وہ ان جراثیم کا وجود مان لیتے ہیں۔ ایسے لوگ بے شک سادہ دل اور ان پڑھ ہوتے ہیں۔ مگر ایک شرط وہ بھی ان کے ماننے میں لگاتے ہیں اور وہ یہ کہ انہیں جراثیم کا حال بتانے والے ڈاکٹر پہاڑوں، دریاؤں اور ہاتھی اونٹوں کا انکار نہ کریں۔ اگر وہ جراثیم کا سراغ لگانے کے ساتھ ان بڑی چیزوں کا انکار کرنے لگیں تو عوام اسے ڈاکٹر کی بجائے پاگل کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ جسے پہاڑ نظر نہ آئیں، وہ جراثیم کیا دیکھے؟

ہماری الجھن یہ ہے کہ ایک شخص جو نبی، مجدد، مسیح، مہدی تمام انبیاء کا مظہر اور سب کچھ ہے۔ وہ جو بات قرآن کے متواتر مقامات پر پاتا ہے اور نہ صرف ایک حدیث میں۔ بلکہ درجنوں احادیث میں بتاتا ہے۔ وہ نہ ہمیں قرآن میں کہیں دکھائی دیتی ہے اور نہ کسی حدیث میں۔

دوسری عبارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ''قرآن عیسیٰ علیہ السلام کو مارتا ہے۔'' کتنا بڑا جھوٹ ہے یہ جو انہوں نے قرآن کے خلاف روا رکھا ہے اور اسے رٹتے رٹتے نہیں تھکے۔

ہمیں ان تیس آیات کی تعداد بھی معلوم ہے جن کے اندر مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کی موت دکھائی ہے اور جن میں ہر ایک حضرت مسیح کی زندگی اور نزول کی زبردست دلیل ہے۔ مگر یہ کہہ دینا کہ قرآن فلاں کو مارتا ہے۔ یہ تو کسی بھی دلیل کا نام نہیں۔ اس طرح تو قرآن سب لوگوں کو مارتا ہے۔ مگر پھر بھی لوگ ہیں کہ وہ زندہ رہ رہے ہیں اور جو حدیث کی بات ہے کسی ایک حدیث میں بھی موجود نہیں کہ کوئی مثل مسیح آئے گا۔ یہ سب مرزا قادیانی کی دماغی مشق ہے۔

پھر آپ اس سوچئے کہ یہ مثیل مجاز اور بروز وغیرہ کا چکر کیا ہے اور یہ کس لئے پیش آیا ہے؟۔ پہلے جہاں ختم نبوت کا عقیدہ کسی اختلاف کے بغیر موجود تھا۔ وہاں مرزا قادیانی کو نبی بننے کا شوق چرایا۔ اس کے لئے ظاہر ہے کہ مجازی نبی کی ایک انوکھی قسم کی اصطلاح ہی کارآمد تھی۔ اس وجہ سے آپ مجازی اور ظلی نبی بن بیٹھے۔ اس کے بعد ختم نبوت کی تاریخی ہیئت کا جائزہ لیا تو اس میں حیات مسیح اور نزول مسیح کا شگاف نظر آیا۔ حالانکہ ان سے پہلے کبھی کسی کی نظر اس شگاف پر نہیں پڑی تھی۔ انہوں نے نزول مسیح کے خلاف ختم نبوت کی دہائی دینی شروع کی اور پھر خود ہی اس کا حل یہ تلاش کر لیا کہ مسیح تو نہیں۔ کیونکہ وہ چل بسے البتہ ان کی مثل کسی اور کو آنا ہے اور آنا بھی کس کو ہے۔ میری خدمات اس کام کے لئے حاضر ہیں۔ یعنی ''کھٹری اندر کو گری اور میں باہر گر گیا'' اس سارے قصے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مثل اور بروز جو کچھ بھی ہے۔ یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا ہے اور اس کا بڑا عامل ذاتی کھپت کا مسئلہ تھا۔

جہاں تک اس حیلہ کا تعلق ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ نزول مسیح کے مسئلہ سے ٹوٹنے نہ پائے اور ان کے نزول کی بجائے ان کے کسی مثل کا آنا مان لیا جائے۔ اس میں حقیقت کم اور تصنع زیادہ ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ خود ان کے نزول میں وہ کیا خرابی ہے جو ان کے مثل آنے میں نہیں۔ جو خرابی معاذ اللہ ان کے نزول میں دکھائی گئی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں تو وہ ضرور ان کے مثل میں بھی ہوگی۔ پھر اصل کو چھوڑ کر مثل لانے کا حاصل کیا؟ خدا کے ساتھ اگر کسی اور کو خدا ماننا کفر و شرک ہے تو خدا کی مثل کوئی اور فرض کرنا آخر کون سا ثواب کا کام ہے؟۔ جہاں ختم نبوت کا عقیدہ موجود ہے وہاں اگر کسی مثل نبی یا مجازی نبی کو درآمد کیا گیا تو وہ ہرگز نبی کا کام نہیں دے گا اور نقصان اس کا یہ ہوگا کہ اس سے عقیدہ ختم نبوت باطل ہو کر رہ جائے گا۔ ٹھیک یہی کیفیت مرزا قادیانی نے عملاً قائم کر کے دکھائی ہے۔ اس کے ماننے والوں کے ہاں عقیدہ ختم نبوت ایک گالی ہے اور وہ ان تمام برکات سے محروم ہیں جو نبی کی صحبت سے آدمی کے پلے پڑتی ہیں۔

ایک اور سوال یہاں یہ سامنے آتا ہے کہ جب مرزا جو مثل نبی اور مثل مسیح تھے۔ حقیقی نبی اور حقیقی مسیح نہ تھے تو انہیں مسلمانوں سے الگ ختم نبوت کے معنے دکھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ان کے ہاں جب نبی کے مثل اور مسیح کے مثل آنے سے ختم نبوت قائم رہتی تھی اور اس میں کوئی فرق نہ آتا تھا تو اس کے بعد انہوں نے امتی نبی یا غیر شرعی نبی کی اصطلاح کیوں نکالی اور یہ کیوں کہا کہ ختم نبوت کے معنے ہیں نبی بنانے والی مہر اور پھر اس پر بھی نہ رہے اور کہا کہ یہ مہر صرف غیر شرعی نبی تراش سکتی ہے نہ کہ دوسرے۔ اس طرز عمل کی بنیاد خدا کی شریعت میں تو کہیں نہیں پائی جاتی۔ داؤں اور پینتروں کی دنیا میں البتہ اس کا چلن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بن جانے کا چکر چلایا تو اس کے بعد تمام انبیاء اور سب شہیدوں صدیقوں کے مثل بن بیٹھے اور کہا کہ سورۂ فاتحہ کی دعا یہی بتاتی ہے اور ساتھ ہی بے شمار نسبتوں کے مالک ہو گئے۔

پھر اس بات میں کیا تک ہے کہ قرآن مسیح کو مارتا ہے اور حدیث اس کے مثل کا وعدہ کرتی ہے۔ کیا حدیث کا قرآن کے خلاف جانے کے بغیر اور کوئی کام نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ قرآن نے ایک آدمی کو مارا اور حدیث نے دوسری طرف اس کے مثل ایک اور لا کھڑا کیا۔ اگر قرآن نے حضرت مسیح کو مارا تھا تو حدیث بھی اس کو مارنے پر اکتفا کرتی۔ اس نے اس کی مثل کا اہتمام کاہے کو کیا:

من چہ سرایم وطنبورۂ من چہ سرا

غرض یہ سب دعوے ہیں ایک دوسرے سے زیادہ بے سر دپا۔ نہ ان کے حق میں کوئی دلیل ہے اور نہ مرزا قادیانی کے بغیر کوئی اور ان کا قائل ہے۔

نزول مسیح اور قرآن

''صحابہ کا مذہب دوبارہ نزول مسیح اجمالی تھا۔ حمل نزول مسیح بر معنے حقیقی مخالف قرآن ہے۔'' (تحفہ بغداد ص۷، خزائن ج۷ ص۸) ''آیت قد خلت میں قبلہ الرسل پیش کر کے یہ غلطی دور کر دی اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۳۳، خزائن ج۲۲ ص۳۶) ''معتزلہ تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۲ حاشیہ) ''ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نازل ہوں گے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۹، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲) ''وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو تمام مسلمانوں کا تھا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ

میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔" (حقیقت الوحی ص ۱۴۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

حضرت مسیح کے نزول کے بارہ میں یہ مختلف ومتضاد خیالات ایک ہی شخص کے ہیں جو نہ صرف ایک شخص ہی ہے بلکہ نبی ورسول ہونے کا مدعی رہا ہے۔ پہلے کہا کہ تمام صحابہ نزول مسیح کے قائل تھے۔ پھر اسی سانس میں کہا کہ ان کا نزول صحیح ماننا قرآن کے خلاف ہے اور بس اجمالی نزول ہی مانا جائے۔ آپ سوچیں گے کہ یہ اجمالی نزول ماننے میں خوبی ہے جبکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ ہم بتائے دیتے ہیں کہ اجمالی نزول مسیح ماننے سے مرزا صاحب کو نبی اور مسیح اور مثیل مسیح ماننے کی گنجائش پیدا کر لی جاتی ہے۔ خوبی اس میں یہ ہے۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ آیت "قد خلت من قبله الرسل" محمد ﷺ سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات پر یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھی تھی اور اس کے پڑھنے پر صحابہ نے اجماع قائم کیا تھا کہ پہلے انبیاء فوت ہو گئے ہیں۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور پہلے بتایا تھا کہ نزول مسیح پر صحابہ کا عقیدہ تھا۔ گویا جن صحابہ کا نزول پر عقیدہ تھا انہوں نے اجماع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اسے اگر صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ معاذ اللہ! شے لطیف سے محروم تھے۔ ورنہ مر گئے کے نزول پر ان کا عقیدہ کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ عقیدہ لاکھ اجمالی سہی۔ مگر مر گئے کے حق میں اس کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھی بات ہے ایک آدمی مر گیا ہے۔ اب اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ قرآن یا حدیث میں اس کے نزول کا بیان اور صحابہ کرامؓ کے ہاں اس کے نزول کا عقیدہ پایا جائے۔ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی غرض اس سے اٹکی تھی۔

تیسری عبارت میں وہ صحابہ کرامؓ کے عقیدہ نزول مسیح کو چھوڑ کر معتزلہ کے عقیدہ پر دیکھتے ہیں۔ خدا معلوم اب کوئی ہے بھی یا نہیں معتزلہ جب تھے تو ان کا یہ عقیدہ تھا بھی یا نہیں۔

چوتھی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس عقیدہ پر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور پانچویں عبارت میں وہ بتاتے ہیں کہ میرے سے پہلے سب مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ یعنی اوپر کی عبارت میں جو عقیدہ ایک گروہ کا تھا۔ وہ نیچے سب مسلمانوں کا عقیدہ ہو گیا اور پھر اسی عقیدے کو دھو کر بہانے کے لئے ان پر وحی کی بارش ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ پر وحی کی جو بارش ہوئی اور اس میں نزول مسیح کا فیصلہ دیا گیا۔ اس بارش میں کیا خرابی تھی کہ اسے نہ مانا جائے اور ان کی بارش کو مانا جائے۔ جسے خود

نہ مان سکتے تھے۔ ایک سمجھدار آدمی کو تو کوئی اپنے جیسا انسان بات کہے تو وہ مان جاتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی پر خدا کی وحی کی بارش ہوئی تو خدا کا یہ حکم ان کے ہاں توجہ کے قابل ہوا کہ مسیح تو ہے۔

اس کے بعد اوپر کی آیت کو لیجئے جس کا حصہ انہوں نے دیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ لانے سے مضمون یوں ہے: ''محمد بس اللہ کا رسول ہے، اس سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔''

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ سب رسول مرگئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے یہی بات مان لیجئے کہ سب رسول مرگئے ہیں۔ اس سے بھی مرزا قادیانی کے پلے تو کچھ نہیں رہے گا۔ کیونکہ جب رسول سب وہی تھے جو محمد ﷺ سے پہلے مرگئے ہیں۔ تو پھر انہیں کیوں رسول مانا جائے۔ مگر آیت میں ''خلت'' کا لفظ ہے۔ ماتت کا نہیں۔ خلا کے معنے ہیں خلا میں جانا یا ایک جگہ سے گزر جانا۔ خود قرآن ہی میں ہے''واذا خلوا الی شیطینھم قالوا ان معکم ''جب منافق اپنے سرغنوں کے ہاں تنہا ہوتے ہیں تو ان کے ساتھی ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ یہ تو اس وقت ہے کہ خلت کے معنے گزرے اور خلا میں پہنچے کے ہوں۔ جیسا کہ یہ اس کے حقیقی معنے ہیں اور اگر اس کے معنے موت کے لئے جائیں اور مفہوم ہو کہ سب نبی فوت ہوگئے ہیں تو بھی ان فوت ہونے والوں میں حضرت مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ بہرحال شامل نہیں۔ اس لئے کہ انہیں قرآن نے ایک دفعہ زندہ قرار دیا ہے اور موت کے ہر تذکرہ پر انہیں زندہ مانا جائے گا۔ محمد ﷺ کو تو اسی آیت میں زندہ ٹھہرایا گیا ہے اور ان پر ہی قرآن نازل ہو رہا تھا۔

رہے حضرت مسیح تو ان کے حق میں سورۃ النساء کا بیان ہے کہ نہ یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ سولی دیا۔ بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ نیز سورۃ بقرہ کی دو آیات میں جن رسولوں کے گزر جانے کا بیان ہوا ہے ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام شامل نہیں اور انہیں گزر جانے والوں سے الگ دکھایا گیا ہے۔ نیز سورۃ النساء میں یہ بھی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے روز ان پر گواہ ہوگا۔ سورۃ النساء کی آیت پر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت مسیح کو اٹھایا نہیں بلکہ انہیں زمین پر رکھا اور ان کے مرتبہ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ آیت کے اس مفہوم پر ظاہر ہے کہ ان کا کوئی امتی ہی سر دھن سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے مرتبہ کو اپنی طرف اٹھانے کی خدا کو کیا پڑی تھی اور ان کے بلند مرتبہ کو دشمنوں کے قتل اور سولی سے کیا خطرہ ہوسکتا تھا۔

آیت کا بیان اس بارہ میں نص ہے کہ اللہ نے ان کو قتل وصلیب سے بچالیا اور انہیں اپنی

طرف اٹھالیا۔ یہ نص صریح اگر نہ مانی جائے تو جہاں ایمان کو خطرہ ہے وہاں یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ نے ان کو قتل اور سولی سے کیسے بچایا تھا۔ ان کا یہ مفروضہ بھی خاصا دلچسپ ہے کہ تمام رسولوں کے مر جانے پر صحابہ کا یہ پہلا اجماع تھا۔ گویا انہیں کرنے کو کوئی کام نہ تھا یا وہ اس کے بغیر کسی کام پر متفق نہ تھے اور یا بعد میں اس پر بہت اجماع ہوئے تھے اور وہ پہلا اجماع تھا۔ حیرت ہے کہ نزول مسیح کی متواتر احادیث کو درجنوں صحابہ اور سینکڑوں ہزاروں تابعین اور راویوں نے محدثین کو بتایا اور پھر لاکھوں مسلمانوں نے کتب حدیث میں انہیں پڑھا اور کروڑوں کو بتایا اور پھر لاکھوں مسلمانوں نے کتب حدیث میں انہیں پڑھا اور کروڑوں نے سنا۔ مگر سوائے مرزا قادیانی کے کسی نے نزول مسیح کو اجماع کے خلاف نہیں کہا۔ معتزلہ کا عقیدہ نامعلوم کہاں مرزا قادیانی نے پڑھا ہے اور کہا کہ وہ اب تک اس کے قائل ہیں۔ مرزا قادیانی کو یہ تک معلوم نہیں کہ معتزلہ کا اب کوئی وجود نہیں۔ بس صرف ان کا نام بن رکھا تھا۔ یا خود اپنی امت کو یہ لقب دیا۔ نزول مسیح کے بارہ میں اس کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ ان کا انکار آج تک کسی کو نہیں ہوا اور جو بات رسول خدا سے یقین کے ساتھ ثابت ہوا ان کا انکار آپ کی نبوت و رسالت کا انکار ہوتا ہے۔ معتزلہ ہوں یا خوارج وہ رسول خدا کے منکر نہیں تھے۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ ایک گروہ کا نزول پر اعتقاد تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ تھا اور پھر مجھ پر بارش کی طرح وحی برسی کہ مسیح تو ہے۔ پہلے آپ اس پر سوچئے کہ وحی کی بارش کا بھی کہیں رواج سنا گیا ہے۔ جب ایک شخص خدا کے اس حکم کو نہ مانے جو نبی کے ذریعہ اسے پہنچتا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن جسے خدا تعالیٰ براہ راست حکم دے اور وہ اس حکم کو نہ مانے اور وحی کی بارش کے انتظار میں رہے۔ تو یہ وہ جرم ہے جو عالم واقعہ میں صرف ابلیس سے صادر ہوا ہے۔ اس بناء پر مرزا قادیانی کا جرم خود ان کے اقرار کے مطابق شیطان کا جرم ہے اور دعوے ہیں۔ سب انبیاء سے اونچا تخت ہونے کے دوسری طرف آپ نزول مسیح کے عقیدہ کا ثبات دیکھیں کہ جب تک مرزا قادیانی وحی کی بارش میں بہہ نہیں گئے۔ یہ عقیدہ ان کے دل کی گہرائیوں سے نہ سرکا۔ اب مسلمان بے چارے جن پر وحی کی ایسی بارش نہیں ہوتی۔ آخر جیتے جاگتے اس قرآن اور سنت والے عقیدہ کو کیسے جواب دیں۔

وحی یا الہام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا مریم سے بطور الہام

خدا کا کلام کرنا۔حواریوں سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا خود قرآن شریف میں مندرج ہے۔

(براہین احمدیہ ص۲۱۹، خزائن ج۱ ص۲۴۲، ۲۴۳)

یہ تینوں باتیں جو مرزا قادیانی نے بڑی دلیری کے ساتھ قرآن کے حوالہ سے پیش کی ہیں۔قرآن میں ان کا کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ان کا کوئی امتی اگر یہ قران سے دکھادے تو منہ مانگا انعام پائے گا۔حیرت تو یہ ہے کہ جو اللہ کی کتاب پر جھوٹ جڑتا ہے۔کچھ عقل کے اندھے اسے پیغمبر ماننے کو بھی آمادہ ہوجاتے ہیں اور نہیں سوچتے کو جو شخص دنیا میں سورج اور اجالے کی طرح عام پائی جانے والی حقیقت کے بتانے میں جھوٹ سے پرہیز نہیں کرپایا وہ بھلا عالم بالا کی باتوں کے لئے سچائی کا کیا سامان کرے گا۔جہاں کے متعلق اسے معلوم ہے کہ کوئی تحقیق کے لئے نہیں پہنچے گا۔یہ کہنا بجا ہے کہ الہام کا لفظ قرآن میں موجود نہیں۔صرف سورۂ شمس میں اس کا صیغہ نفس انسانی کے حق میں وارد ہے جو بچوں اور بڑوں کے لئے یکساں ہے اور کہیں یہ کلمہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔

حیات مسیح

’’اول: اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت ماضی کا ایک قصہ تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵)

اس عبارت میں مرزا قادیانی کا اشارہ سورۂ مائدہ کی ایک آیت کی طرف ہے۔اس کی ابتداء میں ’’اذ‘‘ کا حرف ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف ماضی کے لئے ہوتا ہے۔مطلب یہ کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا سے لےلوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور کافروں سے پاک کروں گا اور تیرے پیچھے چلنے والوں کو کافروں پر روز قیامت تک فائق کروں گا۔وہ کہتے ہیں کہ اس بیان کے شروع میں چونکہ ’’اذ‘‘ ہے جو صرف ماضی کے لئے ہوتا ہے۔اس لئے حضرت مسیح کو خدا نے جو پانچوں وعدے دلائے تھے۔وہ گزشتہ زمانہ میں پورے ہوچکے ہیں۔ہم پوچھتے ہیں کہ ’’اذ‘‘ بھی ماضی کے لئے سہی اور چاروں وعدے بھی گئے۔یہ پانچواں وعدہ جو قیامت کے دن کا ہے۔کیا یہ بھی گزشتہ زمانے کا ہے اور قیامت نہیں آئے گی؟

آپ حیران ہوں گے کہ خود حضرت مسیح کے قصہ میں ’’اذ‘‘ کا کلمہ دو جگہ مستقبل کے لئے موجود ہے۔کیونکہ اس کے اول و آخر قیامت کا بیان ہے۔جو ابھی آنی ہے۔اس کے علاوہ قرآن میں ’’اذ‘‘ کا جس قدر استعمال مستقبل کے لئے ہے۔اس کا شمار ہونا مشکل ہے۔مگر مرزا قادیانی

ہیں کہ اسے خاص ماضی کے لئے کہتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے۔دوسری طرف اگر اسے ماضی کے لئے مانا جائے تو فقط یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ وعدہ گزشتہ زمانہ میں کیا گیا تھا نہ کہ گزشتہ زمانہ میں پورا ہو گیا تھا۔کیونکہ اتنی عقل تو ہر آدمی رکھتا ہے کہ وعدہ ہمیشہ آنے والے معاملہ کا ہوتا ہے۔موجود اور گزشتہ بات کا وعدہ نہیں ہوا کرتا۔اس بناء پر جو آدمی صرف ''اذ'' کی وجہ سے کہے کہ وعدے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دیئے گئے وہ وعدہ دیتے وقت ہی پورے کر دیئے گئے تھے۔وہ کتنے بڑے مغالطہ کا شکار ہے۔قرآن کے نزول کے وقت اللہ نے حضرت مسیح سے کئے گئے وعدوں کا ذکر کیا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ وہ وعدے پورے بھی ہو گئے ہیں۔وہ مرزا قادیانی کا اپنا بیان ہے کہ قرآن میں یہ وعدے پورے ہو چکنے کا بھی بیان ہے۔

پہلا وعدہ پورا پورا لے لینے کا بیان

اب آپ ان پانچوں وعدوں کی نوعیت پر غور کیجئے کہ وہ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے پورے ہونے والے تھے بھی یا نہیں۔پہلا وعدہ ان کے لئے لینے کا تھا۔جس کے لئے قرآن میں توفی کا لفظ ہے۔اس وعدہ کا مرزا قادیانی نے نبی بننے سے پہلے مفہوم یہ لیا تھا کہ: ''اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا انعام دوں گا۔'' اور نبی ہونے کے بعد کہا کہ: ''اے عیسیٰ! میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' اور یہ اس لئے کہ دشمن حضرت مسیح کو سولی چڑھانا چاہتے تھے۔جو تورات میں لعنت کی موت بتائی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ تورات میں اصل مجرموں کے سولی پر مرنے کو لعنت کی موت کہا گیا ہوگا۔نہ کہ مطلق سولی کی موت کو اس لئے کہ قرآن سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی اور انجیل میں تو حضرت مسیح کا یہ ارشاد تکیہ کلام کے طور پر متواتر پایا جاتا ہے کہ جو اپنی صلیب آپ اٹھائے وہ میرے ساتھ چلے۔تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لعنتی بننے کا سبق دیتے تھے۔اس وجہ سے یہ مفروضہ باطل ہے اور پھر اگر اسے کسی درجہ میں مان لیا جائے تو خدا انہیں ویسے ہی سولی سے بچا لیتا۔کسی وعدے کی ضرورت تو جب ہوتی کہ دشمن اپنے پروگرام سے حضرت مسیح کو واقف رکھتے اور اس وقت بھی ضرورت اس وعدہ کی تھی کہ: ''میں تجھے سولی کی موت سے بچاؤں گا۔'' نہ اس وعدہ کی کہ: ''میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' اس لئے یہ معنے عقل اور واقعہ کے خلاف ہیں۔صحیح معنے توفی کے ہیں۔ پورا پورا قبضہ میں لے لیا اور مطلب یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے لے لینے والا ہوں۔

یہ درست ہے کہ مجازاً توفی کے معنے نیند کے اور اسی طرح موت کے بھی ہیں۔اس لئے کہ نیند سے آدمی کے صرف حواس گم ہوتے ہیں۔باقی سب کچھ موجود رہتا ہے اور موت سے آدمی

کی صرف جان جاتی ہے۔ جسم نہیں جاتا: ''پورا پورا اگر انسانی و کائناتی دنیا میں خدا نے کسی کو لیا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح ہیں۔'' انہیں خُدا نے جسم، حواس اور روح سمیت دنیا سے لے لیا ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ خدا کے ارشاد کو حقیقت سے نکال کر مجاز بنانا کون سی پیغمبرانہ خصوصیات سے ہے؟۔ بلکہ یہ ایک مسلمان کا شیوہ بھی کب ہے۔ اس صورت میں جسم بمع روح پورے کا پورا لے لینے کا جو وعدہ خدا نے حضرت مسیح سے کیا تھا۔ اس کے مطابق خدا نے ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

دوسرا وعدہ انہیں اپنی طرف اٹھا لینے کا تھا

وہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ جیسے اس کا مفصل بیان سورۃ النساء میں موجود ہے اور اٹھانے کا نتیجہ لازم اتارنا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا ان کو اسی دنیا میں دوبارہ نازل بھی کرے گا اور پھر اپنی طبعی عمر پوری کر کے رحلت فرمائیں گے۔ چنانچہ سورۃ النساء کی آیت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ یہی بات انجیل میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے آگے آتا ہے۔ مرزا قادیانی اس آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا نے ان سے مار ڈالنے کا وعدہ فرمایا تھا اور پھر مرتبہ بلند کرنے کا سورۃ النساء کی آیت کے بارہ میں وہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب خود اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح پر ایمان لائیں گے۔ مگر اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ مار ڈالنے کا مژدہ کسی وعدہ کی تعریف میں نہیں آتا اور اس میں کوئی خیریت کا پہلو نہیں۔ نہ تو یہ معلوماتی چیز ہے اور نہ بشارت ہے کہ حضرت مسیح اس کے ضرورت مند ہوتے جہاں تک مرتبہ بلند کرتا ہے۔ وہ پہلے ہی ان کا بلند تھا۔ اللہ کے رسول تھے اور مرتبہ کوئی مجسم چیز نہیں کہ اسے خدا کہیں سے اٹھا کر لے جاتا اور سورۃ النساء کی آیت آدمی قرآن کے کسی ترجمہ سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس میں موت والا ضمیر حضرت مسیح کا ہے۔ کیونکہ ضمیر کا یہ خلاصہ ہے کہ وہ اپنے سے قریب اسم کے لئے ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت مسیح کی قیامت میں گواہی کا بیان ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہوں تو آخری زمانہ میں وہ اپنے اوپر ایمان لانے والے اہل کتاب کی گواہی دیں گے۔ بہر حال یہ وعدہ اسی صورت پورا ہو سکتا ہے جب حضرت مسیح دنیا میں نزول فرمائیں اور سب اہل کتاب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوں۔

تیسرا وعدہ کافروں سے پاک کرنا

تیسرا وعدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح سے یہ تھا کہ میں تجھے کافروں سے پاک کروں گا۔

ان کے حق میں کافروں کی تین قسمیں ہیں۔ایک ان کے منکر۔دوسرے ان کو ناجائز باپ کا بیٹا کہنے والے اور تیسرے انہیں خدا ماننے والے۔واقعات وحالات گواہ ہیں کہ یہ تینوں قسم کے کافر اس وعدہ کے وقت سے اب کہیں زیادہ ہیں۔اس لئے کہ اس وعدہ کے وقت ان کو خدا ماننے والا ان کے قتل کا اور سولی پر ان کی موت کا کوئی قائل تھا۔جس حد تک ان الزامات کو علمی اور اثباتی طور پر دھونے کا تعلق ہے۔قرآن کو ماننے والوں کے لئے وہ پاک ہیں نہ کہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے۔لیکن اللہ نے ان کو کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ دلایا تھا نہ کہ کافروں کے الزام سے اس لئے جب تک کافر موجود ہیں۔ان سے حضرت مسیح کو پاک کرنے کا وعدہ موجود ہے۔جو ظاہر ہے کہ ان کے نزول کے بعد ہی پورا ہوگا۔اس بناء پر اللہ کے وعدہ کو سچا ماننے کے لئے حضرت مسیح کا نزول ماننا ضروری ہے۔حیرت ہے کہ قادیانی اور لاہوری آپس میں کفر و اسلام کا اختلاف رکھنے کے باوجود وفات مسیح پر متفق ہیں۔

چوتھا وعدہ کافروں پر غلبہ

چوتھا وعدہ اس آیت میں حضرت مسیح سے یہ تھا کہ اللہ تیرے پیچھے چلنے والوں کو کافروں پر غالب رکھے گا۔اگر مسلمانوں کو حضرت مسیح کے پیچھے چلنے والا مانا جائے تو یہ وعدہ کسی قدر پورا دکھائی دیتا ہے۔مگر مسلمان ان سے زیادہ اور براہ راست محمد ﷺ کے پیچھے چلنے والے ہیں۔عیسائی اگرچہ کچھ زمانہ یہودیوں پر غالب رہے ہیں۔مگر وہ انکے اٹھائے جانے کے بعد غالب ہوئے اور بعد میں وہ مسیح کے پیچھے چلنے کی بجائے سینٹ پال کے پیچھے چل کر تثلیث پرستی میں بہہ گئے۔اس لئے یہ وعدہ بھی حضرت مسیح کے نزول کے بعد صحیح معنوں میں پورا ہوگا۔آپ کے ماننے والے اس وقت فائق ہوں گے اور نہ ماننے والے تلوار کی دھار پر رکھے جائیں گے۔جیسے حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ آپ کافروں سے جزیہ ومحکومی کی بجائے فقط اسلام قبول کریں گے۔

پانچواں وعدہ غلبہ قیامت تک

پانچواں وعدہ یہ کہ آپ کے پیچھے چلنے والوں کو کافروں پر جو فوقیت وفضیلت حاصل ہوئی وہ قیامت تک قائم رہے گی۔کیونکہ ان کو مغلوب دکھانے والا کوئی نہ ہوگا۔مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح تو فوت ہوگئے۔جس کے ثبوت میں انہوں نے ایک نہیں دو جگہ کشمیر اور شام میں ان کی قبر بھی دکھائی ہے۔جہاں کے کچھ لوگوں نے ان کو بتایا کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے۔ایک مرہم بھی ان کے نام سے۔کہتے ہیں کہ جب مسیح فوت ہوگئے تو اب مسیح میں ہوں اور میرے ماننے والے

اور کسی طرح نہیں بلکہ حجیت و برہان یعنی جھگڑا معاملہ کر کے مغلوب کھانے سے میرے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے اور دونوں گروہ قیامت تک باقی رہیں گے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے!

اب یہی وجہ ہے کہ ان کے امتی محمد ﷺ کے وجود کو اشتم کر کے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے مرزا قادیانی کی خبر دی تھی نہ کہ محمد ﷺ کی بشارت۔ اس اعتبار سے اس موقع پر تین عدد جھوٹ ہوئے۔ اول: حضرت مسیح کو اللہ کی طرف سے جو وعدہ ملا۔ اسے اپنے حق میں لیا۔ دوم: حضرت مسیح نے جو محمد ﷺ کی بشارت فرمائی تھی۔ وہ ان کے نام پڑی۔ سوم: حضرت مسیح سے اللہ کا وعدہ تھا کہ کافروں سے تجھے پاک کر کے انہیں مٹا دوں گا۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ کافر قیامت تک رہیں گے اور وہ مجھے نہ ماننے والے مسلمان ہیں۔ معاذ اللہ! یعنی موت کی بشارت حضرت مسیح کو اور فوقیت کی بشارت ہم کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مسیح کو جن کافروں سے پاک کر دکھانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ ان کا بڑا حصہ ان کے اٹھائے جانے کے بعد وجود میں آیا ہے۔ مثلاً ان کے قتل کے قائل یہودی اور صلیبی و تثلیثی عیسائی اور ان کی موت کے قائل یہ قادیانی ان سب عناصر نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے دامن عصمت و تقدس کو تار تار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرمی دکھائی ہے۔ اس طرح جن عناصر سے نمٹنے کے لئے حضرت مسیح کو نازل ہونا ہے۔ ان میں سے ایک خطرناک عنصر یہ ہے۔

اب چوتھے اور پانچویں وعدہ کا حضرت مسیح کی ذات سے تعلق جوڑنے پر غور کیجئے۔ دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں پیغمبر گزرے۔ اکثریت ان کی وہی تھی کہ خود ان کو اور ان کے ماننے والوں کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ان کی وفات کے اور مخالفوں کی ایضاء کے بعد لوگوں کو ان کی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور ان کے پیچھے چلنے والے غالب ہو گئے۔ خود رسول ﷺ کے متعلق روایات یہ ہیں کہ آپ کے ہاں متواتر دو دن کبھی چولہا گرم نہیں ہوتا تھا۔ مگر آپؐ کے بعد زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ اس طرح ہر نبی کی کچھ خاص اور ساری کی ساری عام سنت آج تک جاری ہے۔ بعد والے نبی کا غلبہ پہلے نبی کی ان خصوصیات پر پڑا جو شریعت الٰہی میں باقی نہ رہیں۔ ٹھیک یہی پوزیشن حضرت مسیح کی تھی کہ ان کے ماننے والے بعد میں غالب ہو گئے۔

اس حد تک سب کا معاملہ یکساں تھا۔ فرق صرف یہ کہ دوسرے انبیاء کے سب منکروں کو ان کی آنکھوں کے سامنے ہلاک کر دیا گیا اور حضرت مسیح کے مخالف و بدخواہ ان کے اٹھانے

جانے کے بعد بھی باقی نہ رہے اور ان پر الزامات لگاتے رہے۔ان الزامات کی وجہ سے انہیں کافروں سے پاک دکھانے کا وعدہ دلایا گیا اور ان کے مخالفوں کے باقی رہ جانے کی وجہ سے ان کے پیچھے چلنے والوں کو کافروں پر غالب کرنے کا وعدہ ہوا۔اس سے یہ وجہ سمجھ میں آ جاتی ہے کہ کسی اور نبی کو ایسا کوئی وعدہ کیوں دلایا گیا جو حضرت مسیح کے ساتھ ہوا تھا۔اب آپ سوچیں کہ اگر حضرت مسیح کے دنیا میں نہ رہتے ہوئے یہ وعدے پورے ہونے تھے۔تو بھلا انہیں کیوں بتایا اور انہیں ان وعدوں سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی؟۔یہ کافروں سے پاک کرنے کا اور انہیں مقہور کرنے کا عمل اگر ان کی قبر کو دکھانا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کا تذکرہ ان سے کیا جاتا۔یہ وعدے ایک طرف وعدے تھے اور دوسری یہ آگاہی تھی کہ وہ الزامات آپ پر لگائیں گے۔اب جو آپ کے منکر اور بدخواہ تھے۔ان کی سزا تو قرآن میں بیان کر دی گئی کہ خدا نے ان کو اپنی پاک اور حلال نعمتوں سے محروم رکھ کر ذلت وخواری کی زندگی دی اور جو بعد میں الزام لگانے والے تھے۔ان سے آپ کو پاک دکھانے کا وعدہ دلایا گیا۔چونکہ ان کا جرم منکروں سے زیادہ ہے۔اس لئے ان کے وجود سے آپ کو پاک کرنے اور ان کو ختم کر دینے کا وعدہ دلایا گیا۔

یہاں اس نکتہ پر غور کرنا بھی بے محل نہیں ہوگا کہ انجیل میں حضرت مسیح کے زندہ اٹھائے جانے کا اور پھر آپ کے نزول کا تذکرہ بڑے تکرار کے ساتھ موجود ہے۔سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ان کا اٹھایا جانا اور پھر نزول فرمانا دونوں باتیں غلط تھیں تو قرآن میں ان کا رد کیوں نہ کیا گیا؟انہیں خدا ماننے والوں سے بھی نہ کہا گیا کہ وہ مر گئے ہیں۔یہ بات اگر قرآن میں رد کے بغیر چھوڑ دی جاتی تو بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم آپ کے اٹھائے جانے اور نزول فرمانے کو درست ماننے کے پابند تھے۔مگر یہی نہیں کہ اسے رد نہیں کیا گیا۔بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن میں ان دونوں باتوں کا صریح بیان نص کے طور پر موجود ہے اور قرآن وحدیث میں ان سارے کاموں کی تفصیل دی گئی ہے جو نزول کے بعد حضرت مسیح کریں گے۔آخر خدا کی کتاب وشریعت کو جھٹلانے کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔اس طرح مرزا قادیانی کے ذمہ آٹھ عدد جھوٹ ہیں۔قرآن کو جھٹلایا۔حدیث اور انجیل کو اور ان پانچ وعدوں کو جو خدا نے حضرت مسیح سے کئے ہیں۔ادھر ایک عام جھوٹ کی سزا اللہ کی لعنت ہے۔

حدیث پر بہتان...... میں مسیح ہوں!

''حدیث کا مضمون یہ ہے کہ تم میں ابن مریم اترے گا اور پھر بیان کے طور پر کھول دیا

کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا۔" (ازالہ اوہام ص۴۴۳، خزائن ج۳ ص۱۴۴)

مرزا قادیانی کا کہنا یہ ہے کہ حدیث میں مسلمانوں کو فرمایا گیا ہے کہ مسیح بن مریم تم ہی میں سے ہوگا۔ کہیں آسمان سے نازل نہیں ہوگا۔ اس پر ہمیں غور کرنا ہوگا کہ اس حدیث میں جن لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ ان میں مرزا قادیانی ہیں۔ جب ان سے پہلے کسی اور نے بھی اس حدیث کا یہ مطلب لیا تھا یا نہیں اور ان کے بعد ان کے امتیوں کے بغیر کوئی اور عقل رکھنے والا بھی اس کا قائل ہے یا نہیں؟

سب کو معلوم ہے کہ صحابہؓ اس حدیث کے پہلے مخاطب تھے اور وہ بعد کے سب مسلمان انقطاع نبوت اور نزول مسیح کے معتقد تھے۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی ختم نبوت و نزول مسیح کو ان کانوں سے نہیں سنا تھا۔ جن سے قادیانی سنتے ہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس حدیث کی پکار پر مرزا قادیانی کو مسیح کی گدی کے امیدواروں میں شامل ہونے کا مشورہ کس حکیم نے دیا اور ان دو بنیادی عقائد میں مسلمانوں سے الگ راہ نکالنے کے بعد وہ ان میں شامل رہے۔ کب؟

اس کے بعد یہ دیکھئے کہ کسی اور نے بھی اس حدیث کا یہ مطلب لیا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ کسی ایک کا نام بھی اس کے بغیر اس کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد حدیث کا مفہوم کیا ہے۔ خود مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جہاں قرآن کی آیات میں تناقض ہو (معاذ اللہ) تو زیادہ آیتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ یہی حال مختلف احادیث کا ہوگا اور ایک حدیث کے مختلف معنوں کا۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کی تمیں آیات کی تعداد سے مرعوب ہوئے بغیر آپ موازنہ کریں۔ سب نہیں تو اکثر آیات حضرت مسیح کی زندگی و نزول پر گواہ ہیں۔ یہی پوزیشن احادیث کی ہے اور پھر آخری درجہ میں یہی حال حدیث کے معنوں کا ہے کہ نزول مسیح کا مفہوم ان کے اندر غالب ہے۔ اس بیان کے بعد ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کے معنے بتانے میں جھوٹ سے کام لیا ہے۔ وجہ یہ کہ علم حدیث کا اولین اصول یہ ہے کہ وہ قرآن اور اصول درایت کے خلاف نہ ہو۔ آدمی کی عقل میں سمائے۔ اب ایک مرے اور دفن شدہ آدمی مثلاً زید کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کل تمہارے پاس آئے گا اور وہ تم ہی میں سے ہوگا۔ یہ صریح طور پر ایک پاگل کی بات دکھائی دیتی ہے۔ سہولت کے لئے ہم حدیث کے الفاظ اور معنے کر دیتے ہیں۔ آپ ان کا مطلب خود معلوم کر لیں۔

"کیف انتم اذانزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم (بخاری ج۱ ص۴۹۰، مسلم

ج اص ۸۷) ''تم کیسے ہو گے جب تمہارے درمیان ابن مریم علیہ السلام نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

اب اس حدیث کا جو مسلمانوں نے مطلب لیا ہے۔اس کی تائید میں ہم ایک اور حدیث دیتے ہیں۔جو حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں ہے:

''لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الیٰ یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله لهذه الامة (مسلم ج ۲ ص ۱۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۵) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہ کر جنگ کرے گی۔قیامت تک وہ لوگ غالب رہیں گے۔فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اوران کا امیر ان سے کہے گا آئیے نماز میں ہماری امامت کیجئے۔وہ فرمائیں گے نہیں! تم آپس میں ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔اس بزرگی سے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے۔

دیکھ لیں ہم نے دونوں احادیث کے الفاظ سے واضح کر دیا ہے کہ پہلی حدیث کی تشریح دوسری سے ہوتی ہے۔لگے ہاتھوں آپ دینی لڑائی اور جہاد کے حرام ہونے پر مرزا قادیانی کے فیصلہ وفتویٰ کو بھی نگاہ میں رکھ لیں اوراس پر بھی سوچ لیں کہ جب ایک مکروہ اور مباح کو حرام بتانے والا مسلمان نہیں رہتا تو فرض کو حرام ٹھہرانا کس پیغمبرانہ خصوصیت کا نام ہے؟۔

امتیوں کا کمال

۱...... ابوبکر اس امت میں سب سے افضل ہیں۔سوائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی امت میں ہو تو اس سے افضل نہیں ہوں گے۔علمی تبصرہ......!

۲...... ''ابوبکرؓ میرے بعد سب انسانوں سے بہتر ہیں۔بجز اس کے کہ آئندہ کوئی نبی ہو۔'' کوئی صاحب قاضی محمد نذیر لائل پوری قادیانی ہیں،انہوں نے مولانا مودودی کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبصرہ فرمایا ہے اوراس میں یہ دو احادیث بھی وہ لائے ہیں اور ترجمہ ان کا یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ ترجمہ حدیث میں مرزا آف قادیان لکھنا وہ بھول گئے ہیں اور سب کچھ مکمل ہے۔اب ہم حدیث کے اصل الفاظ دے کر ان کا سادہ ترجمہ جو عام مسلمانوں سے بن آتا ہے۔وہ دیتے ہیں۔اس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ اوپر ترجمہ میں جو جھوٹ بھرا ہے۔وہ حدیث کے کس گوشہ سے نکالا گیا ہے اور کس ڈھٹائی سے مرزا قادیانی کو سب سے افضل بنایا گیا ہے؟

''ابوبکر افضل هذه الامة الا ان یکون نبیا''ابوبکر اس امت سے افضل ہے سوائے اس بات کے کہ وہ نبی ہو۔''

''ابوبکر افضل الناس بعدی الاان یکون نبیا''ابوبکر میرے بعد سب لوگوں سے اچھا ہے۔سوائے اس بات کے کہ وہ نبی ہو۔''

سوچئے!یہاں''آئندہ اور کوئی نبی اس امت سے ہو جائے تو اس سے افضل نہیں ہوں گے۔''یہ کس لفظ کے معنے ہیں؟اور پھر یہ کہ جہاں امت میں نبی آنے ہوں وہاں امت کیسی اور اس میں کسی کا افضل اور سب سے افضل ہونا کیا معنی؟۔امت تو ہوگی بعد کے نبی کی اور افضل ہوگا امت کا نبی یا وہ جسے بعد والا نبی افضل ٹھہرائے گا۔

اور ہو سکتا ہے کہ وہ سب پہلی امتوں کے افضل لوگوں سے بڑھ جائے۔اگر بعد میں یا باہر کوئی اور نبی ہو سکتا ہو تو ایک جگہ کے نبی کے لئے یہ کہنے کا موقع نہیں آ سکتا کہ فلاں آدمی سب امت سے یا سب لوگوں سے افضل ہے۔یہی وجہ ہے کہ پہلے کسی نبی کی طرف سے اس کے کسی صحابی کے حق میں ایسی کسی فضیلت کا فیصلہ وقوع میں نہیں آیا۔رسول اکرمﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اور نہ کوئی امت ہونی تھی۔نہ افضل نہ غیر افضل۔اس لئے آپؐ نے قطعیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں یہ ارشاد فرمایا کہ اس امت میں ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں۔گویا یہ حدیث کسی اور امت اور نئے نبی کی آمد کی جڑ کاٹ رہی ہے۔مگر ہمارے قادیانی قاضی اس سے مرزا قادیانی کا بھرم قائم کرر ہے ہیں:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

پھر یہیں سے حضرت مسیح کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔مرزا قادیانی اور ان کے امتی مسیح آئندہ کی نبوت کو بڑے زور و شور کے ساتھ منواتے ہیں۔مگر ان کے نزول کا انکار کر کے ان کی نبوت کو مرزا قادیانی کے پلڑے میں ڈال دیتے ہیں۔اس حدیث میں مطلقاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سب لوگوں سے افضل فرمایا گیا اور سب لوگوں میں حضرت مسیح کے زمانہ کے صحابی بھی شامل ہیں۔اس لئے کہ جو نبی کی زیارت وہ حاصل کریں گے وہ ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی حاصل تھی۔اس کے علاوہ عقیدہ وعمل میں وہ صحابہؓ سے کسی درجہ میں بھی نہیں بڑھیں گے۔حالانکہ نئے نبی کو ماننے والا ان سب سے بڑھے بغیر نہیں رہتا۔گویا وہ پرانے نبی ہیں۔معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا ضابطہ نئے نبیوں کے لئے ہے کہ وہ نہیں آ سکتے۔پہلے زمانہ کا ایک نبی جو آخری نبی کی آمد پر زندہ تھا

اوراس کے مشن کا ایک حصہ باقی تھا۔اس کا دوبارہ لوگوں کے پاس وارد ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں۔جس سے نئے نبی کا نیا عقیدہ لازم نہ آئے۔

اب آپ قاعدہ اور زبان کی طرف آیئے۔دونوں احادیث کے آخر ترجمہ میں ''وہ'' کا لفظ موجود ہے۔اسے ضمیر کہا جاتا ہے۔اس کا قاعدہ ہے کہ یہ اسم کے لئے آتا ہے اور اسم کے بعد آتا ہے۔اگر اس قاعدہ کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیں تو اس عبارت میں ایک اسم اور اس کی صفت ہے۔ یعنی ابوبکر اور یہ ضمیر اسی کا ہے۔اس عبارت کو ذرا یہ شکل دیں اور دیکھیں:

''ابوبکر افضل ھذہ الا امة الاان یکون زید ''ابوبکر اس امت سے افضل ہے۔سوائے اس بات کے کہ وہ زید ہو۔''

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو اور زید ہوں گے وہ ابوبکر سے افضل ہو جائیں گے۔بلکہ مفہوم یہ ہے کہ ابوبکر سب امت سے افضل تو ہے مگر وہ زید کے مرتبہ کا نہیں۔اس زید کے مرتبہ کا جو پیدا ہو چکا ہے۔مقصود یہ کہ ابوبکر سب کچھ ہے۔مگر نبی نہیں۔اس کے ساتھ (کوئی نبی ہو جائے گا تو ابوبکر اس کے برابر نہ ہوگا) یہ قصہ اگر ملایا جائے تو مطلب یہ سامنے آتا ہے کہ جو بعد میں کوئی نبی ہو گا۔ابوبکر اس سے افضل نہیں۔دوسرے سب انبیاء سے تو افضل ہے۔معاذ اللہ!

ایمانیات کا مذاق

''اگر ظاہر پر ان حدیثوں کا حمل کرنا ہے تو چند قبروں کو کھودو اور ان میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۱۶)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ اگر ختم نبوت اور نزول مسیح کی احادیث کے لفظی معنی ہی لوگ لیتے ہیں تو انہیں عذاب قبر کی احادیث کے بھی لفظی معنے قبول کرنے چاہئیں اور اگر حدیث میں قبر کے اندر سانپوں اور بچھوؤں کا عذاب سنایا گیا ہے تو کسی ایک آدھ قبر سے سانپ اور بچھوؤں وغیرہ کا مشاہدہ ہمیں کراؤ۔اسے کہتے ہیں ''گھوڑے کی بلا طویلا کے سر۔'' مرزا قادیانی کو خود عذاب قبر کے بارے میں شک تھا اور بے چارے مولویوں کو اس محنت میں ڈالا کہ مجھے قبر کا عذاب دکھاؤ اور وہ بھی قبریں کھود کر اور کھدائی کی مشقت بھی تم ہی اٹھاؤ۔کبھی دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ مشقت ایک آدمی اٹھائے اور شک دوسرے کا زائل ہو۔پھر جلد بازی یہ کہ نہ قبریں کھودیں نہ یہ معلوم کیا کہ کس قبر کا مردہ سانپ اور بچھوؤں کے عذاب کا مستحق ہے اور کیوں ہے؟۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی کی قبر سانپوں کا گھر ہوتا ہو۔مگر وہ توبہ کر کے مرا ہو یا اس کے حقوق ادا کر دیئے ہوں۔یہ سب کچھ سوچے سمجھے بغیر انہوں نے نہ صرف عذاب قبر کا انکار کیا بلکہ اس کا مذاق بھی اڑایا۔ایک پیغمبر کا کام سوائے

اس کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے کہ وہ اپنے سے بڑے نبی کا مخول اڑائے اور لوگوں کو اس پر ہنسائے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ نزول مسیح اور ختم نبوت کی احادیث میں آخر مجاز کا کتنا حصہ ہے اور عذاب قبر کی احادیث سے ان کا کیا جوڑ ہے اور پھر عذاب قبر کی احادیث میں آج تک کسی مسلمان نے مجاز نہ مانا ہے۔ اگر قبر کے منکر ونکیر کو گائے بھینس کبھی سمجھا جاتا تو اس کے عذاب سے کوئی ڈرتا کب۔ وہ اور ان کے مشنری اس بات کا ڈھول پیٹتے ہیں کہ اس وقت روحانی ترقی کے لئے جتنی ضرورت ہے اور پہلے اتنی صدیوں میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی تو بے سروپا مفروضہ ہے کہ ضرورت نبی کا فلسفہ انسان تصنیف کرنے لگیں اور وہ معیار مانا جائے۔

حقیقت میں ضرورت نبی کی راگنی بالکل زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ اللہ کی طرف سے نبی ہو کر آنے والا کبھی نہیں کہہ سکتا کہ میں کسی کی ضرورت پوری کرنے آیا ہوں اور نہ منکر کبھی یہ مان سکتے ہیں کہ اس نے فی الواقع کسی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ بجائے اس کے نبی یہ بتاتا ہے کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور اس بھیجنے کی ضرورت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ چاہے کسی اور کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ پہلے اگر کسی نبی نے اپنی ضرورت کی دوہائی نہیں دی اور اب اس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے تو یہ عقیدہ ختم نبوت کے ماحول پر اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ لوگ صدیوں سے عقیدہ ختم نبوت پر پختہ ہیں اور انہیں نئے سرے سے ضرورت نبی کا درس دیا جاتا ہے تاکہ ان کی روحانی ترقی ہو اور پھر اس روحانی ترقی کا راستہ یہ تجویز کیا کہ حدیث اور قرآن اور اللہ ورسول کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو دہریہ بنا کر ان کی روحانی ترقی کا سامان کیا جاتا ہے۔ نبی تو کیا یہ شیوہ ایک مسلمان بلکہ ایک اچھی قسم کے بے دین کا بھی کب ہو سکتا ہے اور کیا اس حد تک قرآن وحدیث کی پھبتی اڑانے کے بعد آدمی اس قابل رہ جاتا ہے کہ اسے مسلمانوں میں شمار کیا جائے۔

اس کے ساتھ آپ تھوڑا روحانی ترقی کے لئے نبی کی ضرورت اور خاتم النبیین کے روحانی فیض کا موازنہ کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا روحانی فیض امت میں نئے نبی بنانے کے لئے قیامت تک جاری ہے۔ یعنی وہی روحانی فیض دوسروں کو نبی بنائے گا جو امت کی روحانی ترقی کے لئے کارآمد نہیں اور اس کے لئے نئے نبی کی ضرورت ہے۔ یہ روحانی فیض نئے نبی بنانے کو موجود ہے اور امت کی روحانی ترقی کے لئے موجود نہیں۔

تحقیق اور حدیث

”مقررہ تاریخوں میں ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ عیسیٰ کی قبر ہے۔“ (ست بچن ص ح، خزائن ج۱۰ ص۳۰۹) ”ہم نے کس

کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر بلدہ شام میں ہے۔ مگر اب تحقیق ہمیں یہ لکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے۔" (ست بچن ص ز، خزائن ج ۱۰ ص ۳۰۷)

"سری نگر میں یہ واقعہ عام طور مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر ہے۔ اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں اور عوام اور خواص میں یہ روایت بکثرت موجود ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔" (تریاق القلوب ص ۵۲، خزائن ج ۱۵ ص ۲۴۵)

اس تحقیق و ضبط کی کون داد نہ دے گا۔ مرزا قادیانی کو ایک حدیث ہاتھ لگی کہ: "یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر چھوڑا۔" حدیث تو اپنے مضمون میں واضح تھی مگر برا ہو ہوا پرستی کا مرزا قادیانی اس سے سمجھے کہ یہود ونصاریٰ تمام نبیوں کی قبریں پوجتے ہیں۔ ان کی بھی جنہیں وہ نبی کی بجائے کچھ اور کہتے ہیں۔ کیونکہ یہود تو حضرت مسیح کو نبی نہیں کہتے اور ان کی بھی جو زندہ ہیں اور پھر اسی حدیث سے یہ بھی سمجھ لیا کہ جن قبروں کو وہ پوجتے ہیں وہ انبیاء کی قبریں ہوتی ہیں اور انہی انبیاء کی ہوتی ہیں۔ جن کی وہ بتاتے ہیں۔ یہ تو تھا ان کے ہاں حدیث کا مفہوم۔ دوسری طرف خارجی تحقیق نے ان کی حدیث دانی کا ساتھ نہیں دیا اور یہ حالت ہوئی کہ بار بار حضرت مسیح کی قبر کو بنانا اور مٹانا پڑا۔ مگر مسئلہ ہے کہ حل ہونے میں نہیں آیا۔

چنانچہ پہلی عبارت میں بتایا کہ شام میں لوگ حضرت مسیح کی قبر کو پوجتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو کر اسی قبر میں دفن ہیں اور حدیث کے یہ مطابق ہے۔ اس کے بعد تحقیق سے پتہ چلا کہ ان کی قبر تو کشمیر میں ہے اور وہ یوں کہ سری نگر میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ کوئی نبی دو ہزار برس پہلے شام سے یہاں آیا تھا۔ یہ مان لیا اور حدیث کو جاتا کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے انہوں نے کسی کتاب میں شام کی قبر کا ثبوت پہنچایا تھا۔ اقتباس کو ست بچن میں غلط ٹھہرایا مگر دو صفحہ بعد اسی کتاب میں شام کی قبر کو نیا کیا اور تیسری کتاب میں پھر اسے باطل قرار دیا۔ یعنی دو دفعہ ثابت کیا اور دو مرتبہ باطل بھی کیا۔

پھر بات کا انداز کیا نرالا ہے کہ یہ مشہور ہے۔ مشہور بھی یہ دونوں باتیں ہیں۔ کسی نبی کا شام سے آنا اور پھر دفن کے بعد اس کی قبر کا حضرت مسیح کی قبر ہو جانا۔ اس بے مثال تحقیق سے وہ ختم نبوت و نزول مسیح کا عقیدہ باطل کر رہے ہیں۔ نامعلوم کب شام و کشمیر میں جا کر دیکھا کہ وہ واقعہ مشہور ہے اور کن لوگوں کے ہاں مشہور ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یا بے دینوں اور مرتدوں کے ہاں۔ کیونکہ یہ ہوائی نہ عیسائی عقیدہ کے مطابق ہے اور نہ اسلامی عقیدہ کے اور نہ عقل کے۔ اگر کوئی نبی آیا تھا تو اس کی قبر بھی کسی نبی کی قبر کیوں نہ ہوئی۔ حضرت مسیح کی قبر کیوں ہوگئی؟۔

استدلال کا یہ کتنا نادر نمونہ ہے کہ چونکہ حدیث میں اہل کتاب کی قبر پرستی کا بیان ہے۔ اس لئے ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح کی قبر نہ ہو اور لوگ اسے نہ پوجیں۔ مگر اس کے ساتھ وہ قرآن کا یہ بیان بھول جاتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ اس بیان کے مطابق تو انہوں نے حضرت مسیح کو قتل کیا ہوگا۔ معاذ اللہ! پھر وہ کشمیر میں کیسے پہنچ گئے؟۔

یہیں سے وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے جو قادیانیوں کے لئے دردسر بنا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس میں الجھاتے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے پڑھائے پر کہتے ہیں کہ اگر نبیوں کا آنا منقطع ہے تو حضرت مسیح کیوں نازل ہوں گے۔ ان کا نزول ختم نبوت کو توڑتا ہے۔ اس لئے اسے نہ مانا جائے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کا یہ بیان کہ وہ انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ اسے یہ بیان کیوں نہیں توڑتا کہ انہوں نے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا؟۔

امت سے یہودی

’’حدیثوں سے ثابت ہے کہ اسی اُمت سے یہود پیدا ہوں گے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص ۳۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲)

یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کہا جائے کہ بکریوں سے ہاتھی ہوں گے۔ بھلا کہاں یہ امت اور کہاں یہودی۔ یہ بات اگر کوئی اپنے طور پر کہتا تو پاگل قرار پاتا اور جو حدیث سے اس کا حوالہ دے تو سننے والے کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاگل سمجھے یا بتانے والے کو۔ دراصل مرزا قادیانی اپنے آپ کو مسیح بتانے لگے اور اپنے منکروں کو یہودی۔ اس مقصد کے لئے جس قدر بہتان بھی قرآن وحدیث پر باندھنا پڑا۔ اس سے انہوں نے دریغ نہیں کیا اور ہر ذریعہ سے کام لیا۔ نانک کی باتوں سے لے کر شاہ نعمت اللہ اور گلاب شاہ کی پیشین گوئیوں اور حواریوں کی مرہم کو کام میں لائے بغیر نہیں چھوڑا اور مسیح، مہدی، ذوالقرنین اور سب کچھ بن کر رہے۔ یہ اللہ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں کہ کچھ ہیں بھی یا کچھ نہیں۔ حواریوں کی مرہم وہ ہے جو حضرت مسیح نے سولی سے اتر کر لگائی تھی۔ وہ مرہم مرزا قادیانی کے ہاں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اگر سولی پر آپ مرتے یا زندہ اٹھائے جاتے تو وہ مرہم کبھی نہ لگاتے۔ جس کا مطلب ہے جو آدمی وہ مرہم لگائے۔ وہ مر جاتا ہے اور حضرت مسیح نے بھی وہ مرہم مرنے کی غرض سے لگائی تھی۔ یعنی خودکشی کر کے مرے۔ معاذ اللہ!

کلمات کفریہ...... ہم بڑے اور بہت بڑے

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا اور تمام انبیاء کے نام میری

طرف منسوب کیے۔" (حقیقت الوحی ص۷۲، خزائن ج۲۲ ص۷۶)

- "آسمان سے کئی تخت اترے۔ مگر میرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔"

(حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲)

"خدا اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح بن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔" (حقیقت الوحی ص۱۵۵، خزائن ج۲۲ ص۱۵۹)

سب انبیاء کا مظہر

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میں سب انبیاء کا مظہر ہوں اور سب کے نام میرے نام ہیں۔ یہ بات قرآن کو ماننے والے آدمی کے ہاں زبان پر لانا کفر سے کم نہیں۔ اسے تو جانے ہی دیجئے۔ سوچنا یہ ہے کہ کسی کا مظہر بننے اور اس کا نام لینے کی ضرورت کیسے پیش آتی ہے اور یہ کہ مظہر ہونا کیا ہے؟۔ اس عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو شاید مظہر کی حقیقت معلوم تک نہ تھی۔ ورنہ اللہ یا رسول کے حق میں اسے استعمال نہ کرتے۔ یقین مانیں کہ قرآن اور حدیث میں یہ لفظ کہیں وارد نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دینی نہیں۔ دینی عقائد سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ جب حقیقت ہے کہ جو بات دین میں موجود نہیں کسی نبی نے نہیں بتائی اور کسی صحابیؓ سے سننے میں نہیں آئی۔ وہ مرزا قادیانی کے حصہ میں کہاں سے آگئی؟۔ حالانکہ قرآن کو ماننے والا آدمی یہ عقیدہ رکھنے کا پابند ہے کہ ایک پیغمبر اپنے نام اور صفت میں دوسرے تمام انبیاء سے نرالا نہیں ہوسکتا۔ ہر پیغمبر اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق کے بغیر نبی نہیں ہوتا اور نہ اس کی خصوصیات سے الگ ہوتا ہے۔ جب یہ واقع اور حقیقت ہے کہ کوئی پیغمبر کسی دوسرے پیغمبر کا مظہر نہیں ہوتا تو مرزا قادیانی کس طرح ایک آدھ کے نہیں، سب انبیاء کے مظہر بن بیٹھے؟۔

اس کے بعد یوں سمجھئے کہ مادی چیز اور بے مثال چیز کا کوئی مظہر نہیں ہوتا۔ مادی چیزیں یہ زمین، آسمان، پہاڑ، دریا وغیرہ حواس میں آنے والی چیزیں ہیں۔ یہ سب چیزیں جہاں خود موجود ہیں۔ ان کے مظہر کی ضرورت نہیں رہی۔ بے مثال چیز تو اس کا جب مظہر تیار کیا جائے تو وہ بے مثال نہیں رہ جاتی اور صرف وہ چیز جو مثالی ہو لیکن مادہ کی جنس سے نہ ہو۔ اس کا مظہر ہوسکتا ہے۔ یہ طے کرنا ہمارا اور آپ کا کوئی فرض نہیں کہ مثالی اور غیر مادی چیز کون سی ہے۔ ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا وجود مثالی اور غیر مادہ تھا کہ مرزا قادیانی ان کے مظہر بنے اور اگر خواہ مخواہ وہ ان سب کے مظہر بنے ہیں تو ان کے اس وجود کے مظہر ہوئے جو زندگی میں

ان کا تھا یا اس کے جواب موجود ہے اور پھر جس وجود کے بھی مظہر بنے۔ کس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بنے۔ اس ضرورت کے لئے جس کے تحت اللہ نے ان کو پیدا فرمایا۔ یا اس کے لئے جس کے تحت وہ فوت ہوئے؟۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے جس ضرورت کے لئے بھی وہ انبیاء کا مظہر ہوئے بے کار ہوئے۔ کیونکہ ان دونوں کو تو اللہ نے انبیاء کے ذریعہ پورا کر دیا ہے۔ یہ ہے اس عجیب وغریب دعویٰ کا عقلی پہلو۔

دوسری طرف اس دعویٰ کے مطابق وہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضور ﷺ کی طرف سے اس قسم کا کوئی دعویٰ موجود نہیں اور پھر سب کا مظہر بنا دینے کے بعد خدا نے ان کو سب کے جو نام دیئے تو کس ضرورت کے پورا کرنے کو دیئے؟۔ نام تو ان کے خدا کسی ایسے آدمی کو دیتا ہے جسے ان سب کا مظہر نہیں بنایا تھا۔ یہ سوچنا پھر بھی باقی ہے کہ کسی اور کو بھی یہ نام کیونکر دیتے۔ بس ایک تعویذ ہوتا۔ گلے میں لٹکانے کے لئے اور جو لوگ مرزا قادیانی کو نبی یا رسول مان بیٹھے ہیں۔ وہ ان ناموں پر رہجھ سکتے تھے۔ بشرطیکہ اس دعویٰ کے لئے کوئی ثبوت موجود ہو۔

آسمانی تخت؟

دوسری عبارت میں ان کے دعویٰ کی تصدیق بھی واقعات سے نہیں ہوئی۔ اگر پہلے کسی پیغمبر نے کہا ہوتا کہ مجھے آسمان سے تخت ملا ہے تو ہم یہ سوچنے کے قابل ہوتے کہ ان کا تخت اس کے تخت سے اونچا ہے یا ان کے لئے کوئی تخت ہے بھی یا نہیں۔ ان حالات میں تو ایسے دعویٰ کے لئے کوئی بنیاد نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ خود اپنے مضمون میں جھوٹ اور باطل ہے۔ اس میں ہے کہ آسمان سے کئی تخت اترے ہیں۔ مگر عالم واقعہ میں کسی نبی نے اپنے لئے تخت اترنے کا کوئی عقیدہ یا دعویٰ کسی سے کبھی نہیں منوایا۔ اس بناء پر یہ دعویٰ سماعت اور پرکھ کے قابل نہیں۔

قرآن کا معتقد صرف اس کو نبی ماننے کا پابند ہے جو پہلے انبیاء کی تصدیق کرتا ہو اور ان سے کسی امر میں نرالا نہ ہو۔ جب پہلے کسی ایک نے تخت اترنے والا قصہ نہیں بتایا اور مرزا قادیانی بہت سے تخت اتارنے کا بیان دیتے ہیں۔ تو یہ کسی طرح بھی ان کی تصدیق نہیں اور جب پہلے کسی نے اپنے تخت کا دعویٰ نہیں کیا اور مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ کر دکھایا ہے تو یہ بالکل نرالا پن ہے اور نرالا دعویٰ ہے۔ جو پہلے کسی سے بن نہیں آیا۔

مسیح سے افضل؟

تیسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ اپنے ساتھ خدا رسول اور تمام انبیاء کو ملا کر کہتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح سے افضل ہیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت مسیح سے مرزا قادیانی کو کیا پرخاش ہوئی اور

یہ بھی بتانا بھول گئے کہ اپنے کارنامے کیا ہیں؟۔ انگریزوں کی قصیدہ خوانی میں پچاس الماریاں یا کوئی اچھا کام بھی ہے؟ اور یہ نہیں بتایا کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے یا قرآن وحدیث میں بھی اس کا کوئی سراغ موجود ہے؟۔ اگر پہلی بات ہے تو پھر اس کی درستی کی بحث بے کار ہے اور اگر دوسری بات ہے تو کسی اور کے علم میں کیوں نہ آسکی۔ جب ان کے بغیر کسی اور کے علم میں خدا رسول اور تمام انبیاء کرام کا یہ فیصلہ نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس میں تمام انبیاء اگر گزشتہ پیغمبروں کو بتایا گیا ہے تو مرزا قادیانی جھوٹے اور ان کا الہام جھوٹا اور اگر ان سے پہلے اور پچھلے انبیاء کو کہا گیا تو جو ابھی آئے نہیں ان کا فیصلہ جب پیشگی سنایا گیا تو بھی مرزا قادیانی جھوٹے اور ان کا الہام جھوٹا۔ ایک طرف یہ مراتب ہیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو خاک کا کیڑا بتایا۔ آدم زاد ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ میں آدمی کے جسم کا گندہ حصہ ہوں۔

خدا میرا پابند

''میں نے اپنے لئے اور دوستوں کے لئے بہت سے احکام قضاء وقدر لکھے۔ جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا۔ وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا۔ خدا تعالیٰ نے سرخ سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی۔ اس کو جھاڑا اور معاً جھاڑنے سے سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور میرے ایک مخلص عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے۔''

(تریاق القلوب ص ۳۴، خزائن ج ۱۵ ص ۱۹۷ ملخص)

یہ مرزا قادیانی نے اپنا ایک الہام بیان کیا ہے۔ اب آپ کو الہام کی کیفیت پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ الہام اللہ کی طرف سے اس کے بندہ کو کسی بات کی اطلاع و آگاہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ خدا نے ان کو بتایا کہ تو نے یہ کچھ ارادہ کر کے یہ کچھ حاصل کیا تھا۔ گویا الہام کے بغیر انہیں اپنے ارادہ اور کمائی کا کچھ علم نہ تھا۔ خیر اسے چھوڑ کر آپ اصل واقعہ پر غور کیجئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شیطانی الہام تھا۔ کیونکہ شیطانی الہاموں کی شناخت کا طریقہ کار قرآن وحدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ جھوٹ اور گناہ والے ہوتے ہیں۔ اس بناء پر صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ الہام شیطانی ہے۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے لئے اور دوستوں کے لئے تقدیر کی جن باتوں کا ارادہ کر کے لکھا اس کی منظوری خدا نے دی۔ حالانکہ قاعدہ ہے کہ اللہ کا ارادہ اس کے بندہ کو ماننا لازم ہے۔ نہ کہ بندہ کا ارادہ خدا کو۔ یہاں معلوم ہوتا ہے گویا مرزا قادیانی تقدیر کے احکام جاری

کرتے ہیں اور خدا ان کے احکام کو مان رہا ہے۔ معاذ اللہ پھر انہوں نے سرخ سیاہی کی جو داستان لکھی ہے۔ وہ بھی خوب ہے اور ان کے ایک مخلص کے کپڑوں پر جو سرخ سیاہی کے قطرے خدا کے قلم سے جھڑے وہ کہتے ہیں کہ اس سے قسم لے کر اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وہ سیاہی سرخ ابھی تک اس کے کپڑوں پر موجود ہے اور اس سے جو قسم لی جائے۔ اس کا نمونہ بھی انہوں نے دیا ہے۔ یعنی وہ اپنے بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائے۔ خوب رہا ان کا مخلص جو بلا قسم ان کی کرامت لوگوں کو بتانے سے انکاری ہے۔ نامعلوم ایسی قسم کا قرآن یا حدیث میں کہاں بیان ہوا ہے اور اس سے حاصل کیا ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مخلص بھی ان کے روزانہ الہامات اور پیشین گوئیوں کی کثرت سے تنگ آ گئے تھے یا پھر اپنے مخلص کی انہوں نے تقدیر نہیں بنائی ہو گی۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ پھر سیاہی جھاڑنے پر غور کیجئے۔ ایک سمجھدار انسان جب قلم کو دوات میں ڈالتا ہے تو ایسے ڈالتا ہے کہ سیاہی ضرورت کے مطابق لگتی ہے اور جھاڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی یا جھاڑے بغیر لکھ لیتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔ معاذ اللہ! اور قلم جو جھاڑا تو ان کے مخلص کے کپڑے سرخ کر ڈالے۔ نامعلوم کاغذ اور قلم دوات کہاں گئے اور سرخ سیاہی کے ساتھ وہ کیوں نہیں پائے گئے۔

خدا سے بڑھ کر

”مجھے الہام ہوا کہ خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔“

(تریاق القلوب ص ۳۵، خزائن ج ۱۵ ص ۲۲۷)

”میں نے نوشتہ قضا قدر کی نصف قید کو ہاتھ سے کاٹ دیا۔“ (ص ۳۲، خزائن ج ۱۵ ص ۱۹۴)

یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی

(تحفہ بغداد ص ۲۳، براہین ص ۲۴۲، خزائن ج ۱ ص ۲۶۷)

پہلی عبارت میں جس الہام کا ذکر ہے۔ وہ شیطانی الہام اور کفر کی بات تو ہے ہی۔ عقلی اشکال اس میں یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پیدا ہونے اور کھڑا ہونے کے بعد تو خدا کو معاذ اللہ اپنے کھڑا ہونے کا پتہ چل گیا۔ مگر جب وہ جنم کی دنیا میں نہیں آئے تھے اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ اس وقت خدا کہاں کھڑا تھا اور یہ کہ کسی اور کو ایسا الہام کیوں نہ ہوا۔ یہی تو صحیح الہام کی پرکھ ہے کہ وہ معقول و مشروع ہو۔

حضرت پیران پیر صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں آواز آئی اے عبدالقادر! ہم تیری عبادت سے راضی ہوئے ہیں اور تجھ پر تمام حرام چیزیں حلال کر دی ہیں۔ یہ

آواز جب انہیں بار بار آئی تو انہوں نے خدا سے استغفار کی اور آواز بند ہوگئی۔ اس کے بعد ابلیس ان کے قریب آیا اور کہنے لگا۔ مجھے بتایئے! آپ کو کیسے پتا چل گیا کہ یہ شیطانی آواز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں نے سوچا کہ یہ عجیب قسم کا انعام تو رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں بھی نہیں آیا اور میں کیا چیز ہوں۔ اس سے پتہ چل گیا کہ یہ شیطانی الہام ہے اور شیطانی آواز ہے۔ مرزا قادیانی کو جب یہ انوکھا الہام ہوا تو انہوں نے سوچا نہیں کہ میرے کھڑے ہونے کی جگہ خدا کے کھڑے ہونے میں خدا کی بزرگی ہے یا میری بڑائی۔ ہمارے جیسے گناہ گار تو خدا کے حق میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے الفاظ کا استعمال بھی کفر کے برابر سمجھتے ہیں۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ ان کے ایک مرید پر مقدمہ چل رہا تھا اور خواب میں ایسا ہوا کہ خدا نے اس کے مقدمہ کے کاغذات مکمل کرنے کے بعد میرے پاس بھیجے۔ نا معلوم کس لئے۔ پڑتال کے لئے یا منظوری کے لئے۔ جب کاغذات میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے وہ قید جو اس کے لئے خدا نے ثبت فرمائی تھی۔ نصف کاٹ دی اور نصف بحال رکھی۔ اسے کہتے ہیں کہ رضا بالقضاء مرزا قادیانی۔ گویا خدا کی حکومت میں سپریم کورٹ کے جج تھے۔ ایسا جج حکومت سے بڑھ کر اس کے قانون کو سمجھنے والا ہوتا ہے۔ گویا انہوں نے خدا کی حکومت کو انگریزی حکومت پر قیاس کیا۔ ایک مسلمان کو اگر ایسا بے ہودہ قسم کا خواب آئے تو اس کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پر توبہ و استغفار کرے۔ کجا یہ کہ وہ کسی اور کے ہاں اس کا ذکر کرے یا اس صریح کفریات و بغاوت کو خدا کا الہام کہنے لگے۔

تیسری عبارت میں وہ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا سیدھا سادہ مطلب تو یہ ہے کہ اللہ نے ان سے فرمایا۔ اے احمد! تیرا نام تمام ہے اور میرا نام ناتمام نہیں۔ قادیانی معنے اس کے یہ ہیں کہ چونکہ تو فانی ہے۔ اس لئے تیرا نام تمام ہونے کا محتاج ہے اور میرا نام تمام ہونے کا محتاج نہیں۔ پہلی بات کے کفر ہونے پر تو قادیانی بھی مسلمانوں سے متفق ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس الہام کے معنے بدلنے کی ضرورت سمجھی۔ ہم پوچھتے ہیں ہیں کہ ان کے اپنے معنوں میں کفر کے بغیر اور کیا ہے؟۔ یہ معنے ریت میں اپنا منہ چھپانے کے برابر ہی تو ہیں۔ اگر بات یہی تھی کہ ان کا نام ان کے وجود کی طرح فانی و ناتمام تھا تو خدا نے یہ مرزا قادیانی کو اور انہوں نے لوگوں کو کس لئے بتایا۔ یہ کون سی بات ہے۔ اس کے اندر معلوماتی قسم کی۔ اگر کوئی بات نہیں تو یہ نکما الہام ہے جو بہر حال شیطان ہی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ اب شیطانی الہام کو خدا کا الہام کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔ دوسری طرف جب یہ ہوگیا کہ ان کا نام کامل ہونے کا محتاج ہے تو اس کے ساتھ یہ بتانے

میں کیا رکھا تھا کہ خدا کا نام تمام ہونے والا نہیں۔ ہر پہلو سے بات کفر کی ہے اور اس کے زبان پر لانے کا کوئی جواز نہیں۔

میں سب سے بڑا

۱...... ''میری روح میں تمام روحوں سے زیادہ نیکی اور پاکیزگی ہے۔''

(چشمہ معرفت ص۳۲۴، خزائن ج۲۳ ص۳۳۹)

۲...... ''زمین و آسمان میری طرح تیرے ساتھ ہیں۔''

(براہیم احمدیہ ص۴۸۷، خزائن ج۱ ص۵۷۹)

۳...... ''خداوند نے جو اسباب و وسائل اشاعت دین کے اور براہین اتمام صحبت کے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو عطاء فرمائے ہیں۔ وہ امم سابقہ میں سے کسی کو آج تک عطاء نہیں ہوئے۔''

(براہین احمدیہ ص۵۰۲، خزائن ج۱ ص۵۹۷)

۴...... ''جس معجزہ کو عقل شناخت کر سکے۔ اس کے منجانب اللہ ہونے کی گواہی دے۔ وہ ان معجزات سے ہزارہا درجہ افضل ہے جو صرف بطور کتھا یا قصہ کے مد منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔''

(براہین احمدیہ ص۴۲۸، خزائن ج۱ ص۵۱۲)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میری روح سب لوگوں سے بڑھ کر پاک اور نیک ہے اور سب لوگوں میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ ان کے امتیوں کے ہاں ہوسکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ ورنہ اور تو اس کے حق میں کوئی عقلی اور شرعی ثبوت موجود نہیں۔ مجرد ایک دعویٰ اور مکابرہ ہے۔

دوسری عبارت میں انہیں الہام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین و آسمان میری طرح تیرے ساتھ ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ جیسے زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں۔ میں بھی اسی طرح تیرے ساتھ ہوں۔ یہ بھی کفر کا بول ہے۔ اس لئے کہ اللہ پر مشابہت ہے۔ یہ بھی خلاف حقیقت و خلاف عقل ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ زمین و آسمان کے ساتھ چمٹا ہے نہ زمین آسمان اللہ سے ملتے ہیں۔ یہ نرالا شیطانی الہام ہے۔

تیسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مجھے اشاعت اسلام کا جو گر حاصل ہوا ہے۔ وہ آج تک کسی کو میسر نہیں ہوا۔ یہ بھی شاید والی بات ہے اور محض ان کے امتیوں کے ہاں۔ ورنہ اپنے حق میں الہامات کا ڈھنڈورا، پیشینگوئیوں کا چرچا، جھگڑا اور مباہلہ۔ یہ کچھ مرزا قادیانی کا ذاتی سرمایہ ان کی امت کے ورثہ میں آیا ہے۔ کسی پادری اور سناتن دھرمی کا مناظرہ جیت لیا ہوگا۔

چوتھی عبارت میں وہ اپنی کارگزاریوں کو معجزہ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ معجزہ ان معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہے جو قرآن وحدیث میں انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ تو معاذ اللہ کتھا ہیں۔ معجزہ تو وہ ہے جو میں دکھاتا ہوں۔ یہ صریح طور پر قرآن کی توہین، معجزات کا انکار اور انبیاء کرام سے اپنی برتری کا دعویٰ ہے۔ جو کفر سے بڑا کفر ہے۔

چھوٹے میاں!

''فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء'' بیٹا بزرگ حق اور بڑائی کا مظہر گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۶، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

مرزا قادیانی خود بھی مسیح موعود بنے اور اپنے بیٹے کو بھی بنایا۔ نامعلوم دونوں میں اصل کون ہے اور نقل کون؟۔ دمشق کے مشرقی منارہ پر حضرت مسیح کے نزول کا جو بیان حدیث میں ہے۔ اسے پہلے تو جھٹلا دیا اور یہ جھٹلا دینا ان کے ہاں مشکل کام نہیں۔ پھر خیال آیا کہ گھر تو ہمارا بھی مشرق کی طرف ہے اور کہا کہ قادیان دمشق ہے اور اس کی مسجد کا منارہ دمشق کا منارہ ہے۔ یہ سب پلٹے کھانے کے بعد بھی ضمیر کی ملامت سے اور لوگوں کے مخول سے تنگ آئے تو کہا کہ دمشق والی بات اور دوسری پیشینگوئیاں میرے بیٹے کے ہاتھوں پوری ہوں گی۔ کیونکہ وہ نہ صرف مسیح موعود ہے بلکہ اس کا نزول اللہ کا نزول ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ! اب امتیوں سے سنا ہے کہ چھوٹے میاں نے خصوصی سفر کر کے دمشق والی بات پوری کردی ہے اور وہاں سے منارہ پر اتر دکھایا ہے۔ لگے ہاتھوں آپ بیٹا بزرگ کی ترکیب پر غور کرلیں۔ والد بزرگ تو سنتے تھے۔ بیٹا بزرگ اب سنا ہے۔

حضرت مسیح کی توہین

''عیسیٰ بن مریم مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوئے۔''

(براہین احمدیہ۵ ص ۳۹، خزائن ج ۲۱ ص ۵۰)

''خون حیض کھاتا رہا اور انسانوں کی طرح ایک گندی راہ سے پیدا ہوا اور پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا۔'' (ست بچن ص ۱۷۴، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۸ ملخص)

یہ ہیں ہمارے مسیح موعود کے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل بول جن سے وہ کہتے ہیں کہ اگر مردے زندہ نہ ہوں۔ اندھے اور کوڑھے اچھے نہ ہوں تو مجھے سچا نہ مانا جائے اور جن پر امتی جھوم جھوم کر رہ جاتے ہیں۔

یہ بات حضرت مسیح حضرت مریم کی منی سے پیدا ہوئے، اسے قرآن کو ماننے والا آدمی تو زبان پر لا نہیں سکتا۔ قرآن میں حضرت مسیح کی جو جسمانی ترکیب ہے وہ بس اتنی ہے کہ وہ: ''اللہ

کے رسول ہیں۔اس کا کلمہ ہیں جو مریم کو اس نے القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔"

اس ترکیب میں اور تو سب کچھ ہے۔مگر مریم کی منی اور حیض کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ یہی کچھ عقل اور مشاہدہ بتاتا ہے۔قرآن میں انسانی تخلیق کا مادہ نطفہ کو بتایا گیا ہے جو صرف اور صرف مرد کی منی کو کہا جاتا ہے اور مرزا قادیانی خود مانتے ہیں کہ حضرت مسیح کا باپ نہیں تھا۔ پھر حضرت مسیح کے لئے حضرت مریم کی منی کہاں سے آئی تھی۔ بلا مباشرت اگر کہیں عورت کو منی آئے بھی تو اس سے بچہ کہاں پیدا ہوتا ہے۔

دوسری طرف حضرت مریم کی منی اور حیض کا تصور تک لانا بھی ایک مسلمان کے لئے کفر سے کم نہیں۔قرآن اس سے روکتا ہے۔نیز کبھی کوئی بھی عورت کے خون سے پیدا نہیں ہوا اور نہ کسی بچہ نے حیض کا خون کھایا ہے۔ماں کے پیٹ میں بچہ کچھ کھائے تو کیا۔ وہ سانس بھی نہیں لیتا۔جب وہ پیدا ہو کر باہر کی فضاء میں آتا ہے تو حرارت غریزی اسے پہنچتی ہے اور اس کے بعد وہ سانس کا ضرورت مند ہوتا ہے اور حرارت غریزی سے ہی بھوک ہوتی ہے۔جب اسے بھوک نہ ہو تو وہ حیض کا خون کیا کھائے۔جو کچھ اس کی ضرورت کے لئے ماں کے پیٹ سے جاتا ہے وہ ایک نالی کے ذریعہ اس کے اندر پہنچتا ہے۔جو پیدائش کے وقت ہی ناف سے کاٹ دی جاتی ہے۔آپ غور کریں کہ حضرت مسیح نے کیوں تنہا حیض کا خون کھایا اور کسی دوسرے نے کیوں نہیں کھایا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح گندی راہ سے پیدا ہوئے۔ یہ شاید انہوں نے اپنے جیسے لوگوں کی راہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہوگا۔ورنہ حضرت مریم کے وجود مقدس میں گندی راہ نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔اتنا یقین تو پہلے بھی تھا کہ قرآن کا کوئی حرف بلا ضرورت نہیں۔مگر یہ اب معلوم ہوا ہے کہ حضرت مریم کی شرمگاہ کی پاکیزگی کا خدا نے خصوصی بیان کیوں دہرایا۔اس کی ضرورت ایک تو یہ تھی کہ ان کی شرمگاہ جب اس کیفیت سے محفوظ رہی جس سے ایک خاوند والی عورت کی شرمگاہ محفوظ نہیں رہ سکتی تو خدا نے دوسری پاکباز بیبیوں کی پاکیزگی کا بیان خود ان کی پاکیزگی کے ذکر سے کیا اور حضرت مریم کے حق میں ان سب سے بڑھ کر یہ فرمایا کہ اس کی شرمگاہ پاک اور محفوظ ہے۔دوسری ضرورت قرآن کے اس بیان کی یہ تھی کہ مرزا قادیانی کو دنیا میں آ کر یہ کہنا تھا کہ حضرت مریم کی راہ گندی تھی۔اس لئے خدا نے ان کے جھوٹ اور بہتان کو پیشگی رد فرما دیا۔بتایئے اس سے بڑھ کر قرآن کے سچا اور ان کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے؟

دنیا میں ایسے لوگ بھی بہت ہیں جو حلال جانوروں کے گوبر کو گندگی کہنے سے پرہیز کرتے ہیں۔یہ پیغمبری خوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گندی راہ کی پیداوار بتاتے ہیں اور ان کی

ماؤں کا اپنی ماں کے برابر ادب نہیں کرتے۔ جو تمام مسلمانوں کی مائیں اور دنیا بھر کی محسن ہیں۔ آخر میں جھوٹ کی حد پھلانگتے ہوئے کہا کہ صلیب پر کھینچا گیا۔ حالانکہ نص قرآنی یہ ہے کہ مسیح نہ قتل ہوئے نہ سولی چڑھے۔

یہ تصدیق

''ان کی استعدادیں بھی ناقص تھیں اسی لئے وہ کتابیں ناقص ہیں۔''

(ست بچن ص ۱۴۹، خزائن ج ۱۰ ص ۲۷۳)

''حضرت مسیح کی سات پیش گوئیاں جھوٹی ہوئیں۔''

(براہین احمدیہ ص ۳۲، خزائن ج ۲۱ ص ۴۲)

''یونس نبی کی قطعی پیش گوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی، پوری نہیں ہوئی۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۷۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۲)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی بتاتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی خود اپنی استعداد بھی ناقص تھی اور ان پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابیں بھی ناقص تھیں۔ یہ بات کوئی ہماری طرح کا گنہگار جو قرآن کو مانتا ہو۔ وہ تو اپنی زبان پر لا نہیں سکتا اور نہ ہی انہیں ناقص کہنے والے کو نبی مان سکتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن میں نبی کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ تمام انبیاء کی تصدیق کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ انہیں ناقص بتانا ان کی تصدیق کی کوئی قسم نہیں۔ دوسری طرف قرآن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارا دین وہی ہے جو پہلے انبیاء کا تھا اور رسول ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ کو وہی وحی اسی طرح بھیجی گئی جیسے حضرت نوح علیہ السلام اور بعد کے تمام انبیاء کو بھیجی گئی تھیں۔ اب اگر آنحضورﷺ کو وحی ناقص نہیں ہوئی تو پہلے سب کو کیسے ناقص وحی ملی؟۔

اور جب نبی خدا کے اور کتابیں خدا کی تھیں تو انہیں ناقص بتانا کس ایمان کا تقاضا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ان کے نقص سے اپنا کمال دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم سے لوگ نبی نہیں ہوتے تھے۔ ہمارے نبی کی تعلیم سے لوگ نبی بنتے ہیں۔ میں بن گیا ہوں یہ ہوشیاری کی انتہاء ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے باپ کو ذلیل کرنے کے بعد اس کی بزرگی کا نشان یہ بتائے کہ یہ حضرت بیٹوں کو باپ کا درجہ دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے باپ اس خوبی سے محروم ہیں۔

دوسری عبارت میں وہ اپنی تین ہزار اور دس ہزار جھوٹی پیشین گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت مسیح کی پیشین گوئیوں کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کی تصدیق کے خلاف اور کھلا کفر ہے اور پھر پیشین گوئیوں جیسا نکما کام ایک نبی کا کب ہو سکتا ہے؟۔ اس کا کام تو ہوتا ہے

اللہ کی تعلیم پہنچانا اورلوگوں کی سیرتیں بنانا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی پر دوسرے نبیوں کی تصدیق کیوں ضروری ہے۔اس لئے کہ جھوٹا سچوں کی تصدیق کر کے اپنا جھوٹ چلانہیں سکتا۔جس کی زندگی میں جھوٹ ہواسی کو یہ کہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ فلاں نبی کی پیشگوئیاں جھوٹی تھیں اوراسی لئے ایسی سات پیشین گوئیوں کا قرآن یا حدیث میں کوئی تذکرہ نہیں۔ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے۔

چوتھی عبارت میں بھی وہ اپنی پیشگوئیوں سے توجہات موڑنے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام پر بہتان جڑتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے۔نا معلوم حضرت یونس علیہ السلام کو پیشگوئی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔مرزا قادیانی کواس کا کوئی الہام ہوا ہوگا اورالہام ہی میں یہ معلوم کیا ہوگا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی خبر لینا ضروری ہے اور یہ بتانا چھوڑ دیا کہ فلاں بات کی پیش گوئی تھی اورفلاں بات واقع ہوئی تھی۔

تیسری عبارت میں وہ حضرت مسیح پر خود اپنی شراب نوشی کے لئے شراب کی تہمت لگاتے ہیں۔حضرت خود انارکلی کی ایک دکان سے عمر بھر شراب لیتے اور پیتے رہے اور چونکہ حرام خوری کے الزام سے بچنا اور حضرت مسیح کے مثل بننا چاہا اس لئے ان پر بھی شراب کی تہمت لگائے بغیر نہ رہ سکا اور شکل دیکھنے کے بعد شیشہ کو توڑنا چاہا۔اس کے بعد جب کسی نے سمجھایا کہ اس طرح تو نبی پر حرام خوری کا الزام آتا ہے تو پھر یہ کہنا پڑا کہ ان کی شریعت میں شراب جواء اور چوری وغیرہ سب کچھ جائز تھا۔حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اور وہ بھی جھوٹ حضرت مسیح کا شراب پینا کہاں۔ان کے حواریوں کے مبلغ بھی شاگردوں کوان تمام برائیوں سے منع کرتے تھے۔جن سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے۔لیکن شراب کا لفظ انجیل میں پایا اور حضرت مسیح پر شراب کا الزام جڑ دیا اور پھر ایک جھوٹ کو ڈھب پر لانے کے لئے بہت سے جھوٹوں سے کام لینا پڑا۔

اب آپ اس پر غور کریں کہ ایک آدمی کی کچھ پیشین گوئیاں ہی صحیح واقعہ ہوں تو کیا وہ نبی ہوجاتا ہے؟۔ایک جھوٹے سے جھوٹا آدمی بھی اپنی ایک پیشگوئی تو سچی کر دکھاتا ہے۔اگر نبی کی پیشین گوئی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ غلط ثابت ہو۔ایک مسلمان کے ہاں ایسا خیال بھی کفر سے کم نہیں کہ خدا کی طرف سے ایک بات کی غلط اطلاع ہو جاتی ہے۔مرزا قادیانی نے اس عقیدہ کو پامال کرنے کے لئے جو مشقت اٹھائی ہے۔وہ انہیں کا خاصہ ہے۔سب سے پہلے استعارات کا تصور پیش کیا۔جس کے تحت قرآنی احکام کی جڑ پیڑ ہلا کر رکھ دی اور کہا کہ قرآن استعارات سے بھرا ہوا ہے۔بغیر اس کے کہ اس بات کا پتہ چلاتے کہ استعارہ کیا ہوتا ہے۔وہ

استعارہ کو مجاز کے معنی میں لیتے ہیں اور مجاز کے لئے کسی ضرورت کے قائل نہیں۔ جب آدمی خدا کی کتاب کو مجاز بنادے تو کسی اور چیز کا کب اس کے ہاں اعتبار رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ نبی خدا کی وحی یا پیشین گوئی کو سمجھ نہیں پاتا اور کہا کہ اس پر سب انبیاء کا اجماع ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کا زمانہ پاتے آپ سوچیں کہ اگر انسان انسان کو بات کہے اور سمجھا کر کہے اور خدا اپنے بندے کو ارشاد کرے اور سمجھائے بغیر چھوڑ دے تو خدا معاذ اللہ اچھا یا انسان؟ پھر ایک قدم اور آگے بڑھے اور کہا کہ نبی کی پیشین گوئیاں جھوٹی بھی ہوتی ہیں اور جھوٹی پیشین گوئیاں کرتے اور شیطانی الہام ہونے پر بھی وہ نبی ہوتا ہے۔ معاذ اللہ! اسی طرح انہوں نے نہ صرف ختم نبوت و نزول مسیح کے عقیدہ کو باطل کیا کہ بلکہ نبوت توحید اور صفات خداوندی کا بھی کچھ نہیں چھوڑا۔ جب مسلمانوں اور انبیاء کو کسی کھاتہ میں نہ ڈال کر خدا کے وعدہ کی اور خدا کی بات کی سچائی کو باطل ثابت کرنے پر زور دیا جانے لگے تو پھر ایمان اور اسلام میں کسی کے لئے کشش ہی کیا رہ جاتی ہے؟ جھوٹ سے ملی جلی سچائی اور کہاں نہیں ملتی کہ اس کے حصول کے لئے دین اسلام کی طرف آیا جائے۔

کفر میں احتیاط

''اس زمانہ میں قادیان میں وہ نور چمک رہا تھا کہ اردگرد کے مسلمان اس قصبہ کو مکہ کہتے تھے۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۳۰، خزائن ج ۳ ص ۱۶۴ حاشیہ)

''توریت اور انجیل میں ہمارے نبی ﷺ کی نسبت اور ایسے ہی حضرت مسیح کی نسبت بھی کوئی ایسی کھلی کھلی اور صاف پیش گوئی نہیں پائی جاتی۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۷۲، خزائن ج ۳ ص ۴۳۹)

''دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر اسے ربانی سمجھ لیا۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۲۹، خزائن ج ۳ ص ۴۳۹)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے قادیان کو اس کے نور کی وجہ سے مکہ کہا کرتے تھے۔ اب یہ نور کیا تھا اور وہ مسلمان کون تھے؟۔ تو یہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ نور خود حضرت والا کی اپنی ذات گرامی ہے اور مسلمان ہیں ان کی امت والے اور ان کی ذات کا کلمہ پڑھنے والے۔ ورنہ کوئی مسلمان تو اپنے حواس قائم رکھتے ہوئے مدینہ کو مکہ کے برابر کہنے سے بھی تامل کرتا ہے۔ قادیان اور دربار امرتسری کی تو بات ہی دوسری ہے۔ یہ بات تو مرزا قادیانی ہی جانتے ہوں گے کہ ایسا کہنے والا کبھی کوئی تھا بھی یا نہیں۔ اگر تھا تو مرزا قادیانی سوچتے کہ اس کافرانہ بول پر فخر کرنے کی کون سی بات ہے؟۔ اگر کوئی عقل کا اندھا ان کے نور کی زیادہ تعریف

کرتے ہوئے انہیں خدا کہہ دیتا تو کیا وہ اس پر فخر کرتے؟ یا ڈوب مرتے۔ پھر کمال ہوشیاری سے اردگرد کے مسلمانوں کی یہ بات ظاہر کی تاکہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس سے بچا جا سکے اور اس کے ساتھ شہر مکہ اور قبرستان کو جنت البقیع بھی بنالیا جائے۔ چنانچہ اس وقت مرزا قادیانی کے اسی لگائے ہوئے پودا سے باغ بنالیا گیا ہے اور ان کے کنبہ کے نئے مرکز ربوہ (چناب نگر) میں قبروں کی خرید وفروخت ہو رہی ہے۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے تو سہی مگر وہ صاف اور واضح نہیں۔ سمجھے آپ صاف اور واضح کا مطلب؟۔ ایسی صاف اور واضح بشارت جیسی مرزا قادیانی کی آمد کی خبر قرآن وحدیث میں صاف اور کھلی کھلی دی گئی ہے۔ ہشیار دکاندار جب کاروبار مندا پاتا ہے تو اپنی چوکی پر بیٹھے بیٹھے کہہ دیتا ہے کہ سامنے والی دکان کی تمام اجناس میں کیڑے پڑ گئے ہیں تاکہ لوگ اس کی چیزوں کی پڑتال کے خیال سے باز آئیں۔

اس سے آسانی کے ساتھ یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کو ذاتی طور پر خود اپنی سچائی کی علامات پر کس قدر یقین تھا؟۔ آپ سوچئے اگر وہ خود اپنی سچائی پر یقین کرتے اور اپنے پیغمبر بن کر آنے کے لئے آیات اور احادیث پاتے تو ان کے لئے یہ کہنے کا موقعہ ہی کیوں آتا کہ مجھ سے پہلے بھی جو آئے ہیں۔ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر آئے ہیں۔ ہم پھر جاننا چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسانی حکومت بھی ایسی ہے جو اپنا حاکم یا افسر کسی علاقہ میں بھیجے اور پھر اس سے پہلے یا اس کے ہمراہ لوگوں کو اس کی تعیناتی کا کوئی واضح ثبوت نہ پہنچائے۔ جب انسانوں کی ایسی حکومت نہیں پائی جاتی تو پھر سوچئے کہ انسانوں کا انتظام اچھا یا خدا کا؟ یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ کی اور حضرت مسیح کی کوئی صاف بشارت معاذ اللہ! پہلی کتابوں میں موجود نہ تھیں۔ قرآن پر ایمان رکھنے والا آدمی تو یہ نہیں کہہ سکتا جو بشارتیں ان دونوں حضرات علیہما السلام کی اس وقت انجیل اور بائبل میں موجود ہیں۔ انہیں چھوڑ کر صرف قرآن کے بیان کو ہم لیں گے۔ قرآن کی سورۂ بقرہ میں ہے کہ اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ نبی ہوں گے اور حضرت مسیح کی تصدیق کریں گے۔ نیز حضرت مریم کو بھی ان کی اور ان کے تمام کارناموں کی بشارت فرمائی۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت زکریا حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو ماننے والے سب لوگ حضرت مسیح کو نبی ماننے کے پابند تھے اور اس بات کے پابند تھے کہ اپنی تاریخی روایات میں ان کی نبوت کا اعلان اور ان کی دعوت ثبت کریں اور یہ پابندی اب بھی موجود ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ بتایئے! اس سے بڑھ کر ان کے حق میں بشارت اور کھلی

پیشین گوئی اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بشارتوں کی تعداد تواتر کی حد تک ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حق میں پہلی کتابوں کی بشارتیں جو خود ان کے اندر اب تک موجود ہیں۔ ان کا قصہ تو دور کا ہے۔ ہم قرآن ہی کے بیان پر اکتفاء کریں گے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا تھا کہ میری رحمت متقی پرہیزگاروں کا حصہ ہے اور وہ ہیں جو نبی امی کا اتباع کریں گے۔ جسے وہ تورات انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ جو انہیں نیکی کا حکم اور برائی کی ممانعت کرے گا۔ پاک چیزیں ان کے لئے حلال اور ناپاک حرام ٹھہرائے گا۔ ان سے ان کے بوجھ ہلکے کرے گا اور طوق اتارے گا جو انہیں پڑے ہوں گے اور سورۂ فتح کے اخیر جہاں محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی صفات وخصوصیات کا بیان ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ ان کی یہی صفات تورات اور انجیل میں بھی موجود ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تورات اور انجیل کو ماننے والے سب نبی امی کی آمد سے واقف تھے۔ اسی لئے قرآن میں دو جگہ پر ہے کہ اہل کتاب اسے ایسا پہچانتے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ بتایئے وضاحت اور کس چیز کا نام ہے۔ ایک تو بات بتائی جاتی ہے کہ کوئی مکان یہاں بنے گا۔ یہ بھی اپنے مفہوم میں صاف ہے۔ مگر یہ بات کہ مکان کا یہ رقبہ ہوگا۔ یہ اونچائی ہوگی۔ اتنے دروازے اور کھڑکیاں ہوں گی۔ اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو اور اس کا انکار قرآن اور سب کتابوں کا انکار ہے؟۔

مرزا قادیانی کی مصیبت یہ تھی کہ مریدان سے ان کی سند پوچھتے تھے تاکہ اس سے مسلمانوں کا منہ بند کریں۔ جواب میں مرزا قادیانی کہتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی سند نہیں تو کسی اور نبی کے پاس کب سند ہوئی ہے اور اگر کسی نبی کے پاس سند نام کی کوئی چیز تھی تو وہ صاف اور کھلی نہ تھی اور پھر اس کے لئے نام ان دو کا لیا جن کے نبی ہونے پر ان کے منکروں اور دہریوں تک کو اتفاق ہے۔ ابوجہل بھی یہ نہ کہہ سکا کہ آپ نبی نہیں۔

اس جگہ آپ اس نکتہ پر غور کیجئے کہ اللہ نے تمام امتوں سے آنے والے رسولوں پر ایمان لانے کا عہد کیا اور پھر اس عہد پر چلانے کا جو انتظام کیا وہ کیا تھا اور کتنا ضروری تھا؟۔ پرانے امتیوں کے پاس جب ایک نیا رسول آتا تو اس عہد کے ایک حصہ پر لوگوں کو قائم پاتا۔ وہ یہ مانے ہوئے تھے کہ نبی آتا ہے۔ انہیں فیصلہ صرف اس بات کا کرنا ہوتا تھا کہ جو آیا ہے وہ نبی ہے یا نہیں اور اس کے لئے پہلے نبی کی بات ہی سند ہو سکتی تھی۔ یہ قاعدہ یہود ونصاریٰ، مشرکین عرب اور تمام

دنیا کی قوموں اور امتوں کے حق میں یکساں واقعہ ہوا۔ تمام تاریخی آثار بنی اسماعیل سے ایک نبی کی آمد پر شاہد تھے۔ اس لئے دنیا کے کسی آدمی کی زبان پر آنحضرت ﷺ کے بارہ میں یہ بات نہیں آئی کہ کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اگر کسی کو انکار کے لئے کوئی گوشہ مل سکا تو وہ یہی تھا کہ جو آیا ہے یہ وہ نہیں جو آنا تھا۔ اس سے آگے منکر یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ جو آنا تھا وہ فلاں ہے۔ اس بناء پر ان کے انکار کے لئے ہٹ دھرمی کے بغیر کوئی معقول بنیاد موجود نہ تھی اس لئے ان پر حجت تمام ہوئی۔

یہ جب حقیقت ہے تو اگر پہلے نبی کی سند کو موجود نہ مانا جائے نہ تو اس کے بعد مسلمانوں اور بت پرستوں کا حال برابر ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو ماننے والوں نے اسے مانا جسے ماننے کا حکم تھا اور نہ انکار کرنے والوں نے اس کا انکار کیا جس کا انکار منع تھا۔ دوسرے الفاظ میں مرزا قادیانی نے جو بات کہی ہے اس سے ان کی نبوت شاید بن جائے۔ مگر اس سے کفر اور اسلام ایک ہو کر رہتے ہیں۔ بلکہ اس سے تو سب کہہ سکتے ہیں کہ جس کا ہم نے انکار کیا وہ نبی نہ تھا۔ حالانکہ اس طرح وہ سب کے منکر ہیں۔

تیسری عبارت میں مرزا قادیانی کسی بادشاہ کی کہانی لائے۔ نامعلوم وہ کس زمانہ و مقام میں تھا اور اس کی فتح کی جن چار سو نبیوں نے اطلاع دی تھی۔ معلوم نہیں انہوں نے کس جگہ اور زمانہ میں جمع ہو کر یہ اطلاع دی تھی اور وہ کس کے کہے پر جھوٹی ثابت ہوئی۔ چار سو نبی تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں تو ایک نبی کی ایک بات کو جھوٹا بتانا کفر ہے اور خدا کے انکار کے برابر کفر ہے۔ یہ وقت بھی آنا تھا کہ اس کفر کے مرتکب کو نبی مان لیا گیا۔

انگریز پرستی

’’مسیح کو خدا آسمان سے مدد دے گا۔ اب جہاد حرام ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص ۱۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۷۳ حاشیہ)

’’میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۱۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

’’ان حدیثوں سے صریح اور کھلے طور پر انگریزی سلطنت کی تعریف ثابت ہوتی ہے۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۹، خزائن ج ۱۵ ص ۱۴۵)

’’آخری مسیح بھی کلمتہ اللہ ہے اور روح اللہ بھی ہے۔ بلکہ ان دونوں صفات میں وہ پہلے سے زیادہ کامل ہے۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۱۵۶، خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۴)

اوپر کی عبارت میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو مسیح کہتے ہیں اور اس سے پہلے ہمیشہ سے کہتے رہے کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ جس کا احادیث میں وعدہ ہے۔ بلکہ اس کی مثل ہوں۔ گویا اصل اور مثل ان کے ہاں ایک ہی ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں جو مسیح ہوں۔ مجھے خدا آسمان سے مدد دے گا اور اس وجہ سے جہاد حرام ہے۔ یہ الفاظ کئی وجوہ سے کفر ہیں۔ اول تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اور قرآن میں رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو جب جہاد کا حکم فرمایا گیا تھا تو وہ سب کے سب خدا کی آسمانی مدد سے معاذ اللہ محروم تھے۔ یہ آسمانی مدد کی نعمت صرف مرزا قادیانی کا حصہ ہے اور تکلیف اور مشقت ان کا حصہ تھا۔ یہ بات بھی کفر سے کم نہیں۔ اس کے بعد یہ کہہ اٹھنا کہ اب جہاد جو سب سے اہم فرض تھا، وہ حرام ہو گیا ہے۔ یہ تو سو کفر کا ایک کفر ہے۔ کیونکہ شریعت کے ایک مباح و مکروہ کو حرام بتانا جہاں ایمان کے خلاف ہے۔ وہاں ایک فرض کو حرام کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔ پھر پہلے مارنے ڈرانے کی ضرورت تھی اور اب دلیل کی ضرورت ہے۔ آپ سوچئے کہ کل اور آج میں فرق کیا ہے۔ پہلے زمانہ کے لوگ پیادہ چل کر اور اونٹوں پر سوار ہو کر حج کو جاتے تھے۔ اب موٹر اور جہاز کے ذریعہ جاتے ہیں۔ تو کیا اب اونٹ کی سواری کرنا حرام ہو گیا ہے۔ بات صرف انگریز کی خوشنودی کی تھی۔ ورنہ فرض کسی زمانہ سے بدل نہیں جاتا۔

دوسری عبارت میں اپنی دین بیزاری کا کھلا اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے انگریز کی اطاعت اور جہاد کی ممانعت میں لکھ لکھ کر پچاس الماریاں بھر دی ہیں۔ یہ بات وہ شخص کہتا ہے جس کا ایک دل فریب نعرہ یہ ہے کہ میں شریعت اسلامیہ میں کوئی تبدیلی لانے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں تو بس ایک معمولی قسم کا نبی ہوں۔ جس کے انکار سے بھی کوئی کافر نہیں ہوتا۔ ادھر وہ دین میں کوئی تبدیلی لاتے اور دوسری طرف وہ ایسی بات لکھ کر کہ پچاس الماریاں بھرتے ہیں۔ جس کا زبان پر لانا بہت بڑا کفر ہے۔ بالکل یہی پوزیشن انگریز کی اطاعت کی ہے۔ خدا کی شریعت جس اطاعت کو حرام کرتی ہے اور خدا کا قرآن جس کافر کے ساتھ جہاد اور جنگ کو لازم کرتا ہے۔ اس کی جب اطاعت اور وفاداری فرض ہونے لگے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ احکام خدا اور رسول کا اور حدود شریعت کا احترام کیا رہ جائے۔ اس کے بعد تو آدمی کا نفس جس فرض کو چاہے حرام کرے اور جس حرام کو چاہے فرض بنا لے۔

تیسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ احادیث جن میں ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں بچے سانپوں سے اور بھیڑیے بھیڑوں سے کھیلیں گے۔ اس سے وہ تین اور کڑیاں اپنے پاس سے ملا کر انگریزوں کی تعریف اخذ کرتے ہیں۔ یعنی مسیح ٹھہرے وہ خود، اور ان کے زمانہ میں جو حکومت

سولی چڑھا اسے کہا جاتا ہے جو سولی پر مرے۔ لیکن جو شوقیہ سولی پر چڑھ کر اپنی مرضی سے اتر جائے وہ سولی چڑھا نہیں ہوتا۔

دوسری عبارت میں وہ ایک خواب کو حقیقت بتاتے ہیں جو حضرت مسیح کو سولی چڑھانے والے حاکم کی بیوی نے دیکھا۔ اسے خواب میں فرشتہ نے بتایا کہ اگر مسیح کی موت سولی سے ہوئی تو اس سے ساری قوم پر تباہی آئے گی۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ تباہی نہیں آئی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ مسیح سولی پر نہیں مرا۔ یہ بھی جھوٹ ہے مگر جب قرآن کی رو سے یہ سارا قصہ ہی لاحاصل ہے۔ تو اس کا یہ خواب والا جزو ماننا کیا معنے؟ اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تورات کے اسی بیان کی وجہ سے اللہ نے حضرت مسیح کو اٹھائے جانے کا وعدہ دلایا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن تجھے سولی پر مار کر لعنتی نہیں بنائیں گے۔ بلکہ میں تجھے ان سے پہلے ماروں گا۔ یہ ایک بالکل بے سروپا مفروضہ ہے۔ جس کی رو سے قرآن کی آیت کو لانا بھی قرآن کی ہتک ہے اور خود انجیل میں متواتر موجود ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا جو اپنی صلیب خود ہی اٹھائے وہ میرے ساتھ آئے۔

تیسری عبارت میں تو انہوں نے جھوٹ کی حد کر دی ہے اور چوتھی عبارت اس مفروضہ کو رد کرتی ہے کہ سولی چڑھنا سولی پر مرنا ہوتا ہے۔ پانچویں عبارت سے نص قرآنی کا انکار کر کے کفر میں اپنے آپ کو ڈالتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر قرآن کا منشاء اس کے الفاظ سے واضح نہیں ہوتا تو اس سے زیادہ نکمی کتاب اور کون سی ہوسکتی ہے۔ معاذ اللہ اسی طرح اگر ہر آدمی کو قرآن کا منشاء بنانے کی آزادی مل جائے تو پھر قرآن کا حشر معلوم۔

اب ہم آپ کو مرزا قادیانی کے اس لاجواب جھوٹ کا تجزیہ کریں گے کہ چونسٹھ انجیلوں کے بیان کے مطابق حضرت مسیح کی موت سولی پر نہیں ہوئی۔ یوں سمجھئے کہ انجیل کا بیان قرآن کے خلاف ہے اور مرزا قادیانی کی تخلیق قرآن وانجیل دونوں کے خلاف جاتی ہے۔ سب سے پہلے سولی قتل کے متعلق حضرت مسیح کا اپنا بیان پڑھیں۔ انہوں نے خود اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا:

۱...... ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے قتل کا حکم دیں گے اور اسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تاکہ اسے ٹھٹھوں میں اڑائیں اور کوڑے ماریں اور مصلوب کریں اور تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔ (متی باب ۲۰ ص ۲۴ مرقس باب ۸ ص ۴۲، باب ۹ ص ۴۳، باب ۱۰ ص ۴۴ لوقا باب ۹ ص ۶۲، باب ۱۸ ص ۷۳، باب ۲۴ ص ۸۰، یوحنا باب ۱۲ ص ۹۷)

۲...... (مصلوب ہوجانے کے بعد) باقیوں نے کہا۔ دیکھیں تو سہی ایلیاء اسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔ یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک

پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں اور قبریں کھل گئیں اور آپ کے دفن کا اور دفن کے بعد جی اٹھنے اور دنیا کے آخر تک حضرت مسیح کے رہنے کا بیان ہے۔ (متی باب ۲۷ص ۳، مرقس باب ۱۵ص ۵۰، لوقا باب ۲۳ص ۷۹، باب ۲۴ص ۸۱، یوحنا باب ۱۹ص ۱۰۵، ۱۰۴، اعمال باب ۱۰ص ۱۱۹، باب ۵ص ۱۱۲)

جب وہ دن قریب آئے کہ وہ اوپر اٹھایا جائے تو ایسا ہوا کہ اس نے یروشلم جانے کو کمر باندھی۔ (لوقا باب ۹ص ۶۳) لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی بات سنی ہے کہ مسیح ابد تک رہے گا۔ (یوحنا باب ۱۲ص ۶۷) وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے۔ ہر ایک آنکھ اسے دیکھے گی۔

(یوحنا کا مکاشفہ باب ۱ص ۲۴۲ پطرس باب ۴ص ۳۲۲)

اس سے مرزا قادیانی کے جھوٹ کی افراط کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پر مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ صرف یہ دیکھئے کہ حضرت مسیح کے زندہ اٹھائے جانے اور آخری زمانہ تک زندہ رہنے اور پھر نازل ہونے کا بیان بہر حال انجیل میں موجود تھا۔ جسے اگر قرآن میں ذکر نہ کیا جاتا تو بھی اس کا ماننا ایمان کا جزو ہوتا۔ ادھر ہوا یہ کہ قرآن وحدیث میں اسی بات کو دوہرا کر اس کو اور زیادہ واضح کر دیا گیا ہے۔ اسے اب غلط بتانا کتنی بڑی ڈھٹائی ہے اور انکار کی کتنی زیادتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس ڈھٹائی اور انکار والا آدمی نہ صرف مسلمان ہونے کا مدعی ہے بلکہ پیغمبر بھی کہلاتا ہے۔ یہ عقدہ ابھی تک حل نہیں ہوا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کس غرض کے تحت انجیل کے اس بیان کا انکار کیا۔ شاید اس لئے کہ ان کا مشن ہی جھوٹ پھیلانا تھا اور قرآن کے خلاف جانا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر سولی پر مرنا ہی سولی چڑھنا ہوتا تو قرآن صرف حضرت مسیح کے قتل کا رد کرتا۔ مگر اس میں قتل اور سولی دونوں کا رد ہے۔ پھر اگر عیسائی ان کی سولی پر موت کے قائل نہ تھے تو وہ ان کا کفارہ کیسے بنے؟ اس کے بعد ایک نظریہ بھی دیکھیں ''الکاویہ علی الغاویہ'' میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا:

۱...... مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ رہوں گا۔ انجیل برناس۔

۲...... جب خطرہ زیادہ ہوا تو خدا نے جبرائیل اور فائیل اور اوریل کو بھیج کر کھڑکی سے آپ کو اٹھالیا اور تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

۳...... میں دنیا سے اٹھایا جاؤں گا اور دوسرا (یہودا) میری جگہ عذاب دیا جائے گا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا۔

۴...... سچ جانو! میں نہیں مرا اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے۔ میرے بعد محمد رسول ﷺ آئیں گے اور یہ دھبہ اڑائیں گے اور لوگوں پر واضح کریں گے کہ میں زندہ ہوں۔

۵...... وہ مریم کو وہاں لے گئے اور فرشتے تمام کے سامنے مسیح کو آسمان کی طرف لے گئے۔
رفع مسیح کے بارہ میں انجیل کا یہ بیان قرآن سے بالکل ملتا ہے اور اس کی حرف بحرف تصدیق میں ہے اور اس میں کوئی مجاز نہیں۔

عام جھوٹ اور فضولیات...... میں سب کچھ ہوں

میں کبھی آدم ،کبھی موسیٰ،کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ ۵ص ۱۰۳،خزائن ج ۲۱ص ۱۳۳)

''ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔'' (ست بچن ص ۳۱،خزائن ج ۱۰ص ۱۴۳)

اوپر کی عبارت میں مرزا کا ایک شعر ہے۔ یعنی وہ بات اور کلام جس کا نبی کی ذات سے کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا اور جس سے تحقیق پہنچانے والا کلام خالی ہوتا ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ میری بے شمار نسلیں ہیں۔ جو اوپر کی طرف سے ہوں تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ ان کے بے شمار باپ ہیں اور اگر نیچے کی طرف سے ہوں تو یہ بے معنے بات ہے۔ اس لئے کہ ایک آدمی کی نسل ایک ہی ہوسکتی ہے اور اگر اس کی بیوی نے کئی خاوند رکھے ہوں تو بھی ان میں سے ہر ایک کی نسل ایک ہی رہے گی۔ اس بناء پر یہ تو ایک نادان کی بات ہے۔ جو نادان آدمی کی زبان پر ہی آسکتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے کئی باپ ہوں تو بھی بیٹا ایک کا ہی وہ ہوسکتا ہے۔

دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ میں کبھی آدم ہوں کبھی موسیٰ اور کچھ اور۔ جہاں تک اس امر واقعہ کا تعلق ہے۔ حضرت آدم ہمیشہ ہی آدم رہے۔ ایک لحہ کے لئے بھی موسیٰ نہ ہوسکے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی وقت آدم نہ ہوئے۔ اب کیا مرزا قادیانی کو کسی ایسی طاقت کا مالک مان لیا جائے کہ وہ ان سب سے بڑے بھی ہیں اور حضرت آدم سے لے کر محمد ﷺ تک ہر ایک نبی کا وجود کبھی نہ کبھی بدلتے رہتے ہیں اور خود اپنا اصل وجود بھی قائم رکھنے میں کامیاب رہے۔ اس سے اور تو اور پہلے تمام انبیاء کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے اور مستقل حیثیت سے صرف مرزا قادیانی کی ماننے کے قابل رہ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان سب کا وجود چھیننے اور غارت کرنے کے قابل پھرتا ہے اور مرزا قادیانی کا وجود لافانی ولازوال قرار پاتا ہے۔ یہ خیال ایک مسلمان اور مومن قرآن کے نزدیک تو پرلے درجہ کا کفر ہے۔ ان حضرات کے دنیا سے رخصت ہوجانے کا مطلب یہ کب ہے کہ ان کا وجود کسی اور کا اوڑھنا بچھونا بننے لگے۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ متضاد باتوں والا آدمی یا تو منافق ہوتا ہے یا پاگل۔ گویا وہ خود اپنے منافق اور پاگل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ متضاد باتیں ان سے بڑھ کر اور کسی کی نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان کے مریدوں میں سے بعض انہیں نبی مانتے تھے اور بعض نہیں مانتے تھے اور اگر ان کا اپنا کنبہ ان کی نبوت کا کاروبار چلانے کو موجود نہ ہوتا تو ان کی نبوت کی قبر کا بھی کہیں نشان نہ ہوتا۔

خدا کی صفات

۱...... ''ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔''

(براہین احمدیہ ۵ص ۱۶، خزائن ج ۲۱ص ۲۵)

۲...... ''سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۸۴، خزائن ج ۲۱ص ۳۵۵)

۳...... ''غضب خدا کی ذاتی صفت نہیں بلکہ یہ محض چیزوں کے باکمال نہ ہوسکنے کی وجہ سے نوہید ہے۔'' (کرامات الصادقین ص ۸۷، خزائن ج ۷ص ۱۲۸)

۴...... ''اللہ تعالیٰ کی طرف عدل حقیقی کی نسبت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ عدل کا تصور حقوق کے ثابت و مسلم واجب ہونے کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ پر کسی کو کوئی حق نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے ہر ایک حیوان کو انسان کے لئے مسخر بنا رکھا ہے اور معمولی ضرورت کے لئے ان کا خون بہا دینا اس کے لئے جائز کر دیا ہے۔'' (کرامات الصادقین ص ۷۲، خزائن ج ۷ص ۱۱۴)

۵...... ''عام جاندار اور کیڑے مکوڑے جن کی روح مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی وہ مورد ثواب وعقاب نہیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۳۳۵، خزائن ج ۳ص ۲۷۱)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی کی بات واقعات اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ، اللہ کے احکام پر ٹھیک طرح عمل دکھاتے رہے۔ مگر کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ جو ہمارے چلن پر چلے وہ خدا کو دیکھ لے گا۔ اس لئے یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنی عجیب وغریب نبوت پر ایک عجیب وغریب دلیل لائے ہیں۔ جو پہلے قدم پر تو انہیں ہاتھوں لوٹی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ اپنی نبوت کے حق میں انہیں قرآن و حدیث سے کوئی قطعی دلیل ہاتھ نہ لگی۔ کبھی ختم نبوت کے معنے بتائے نبی تراشتے رہنا۔ صاحب

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ متضاد باتوں والا آدمی یا تو منافق ہوتا ہے یا پاگل۔
گویا وہ خود اپنے منافق اور پاگل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ متضاد باتیں ان سے بڑھ کر اور کسی کی نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان کے مریدوں میں سے بعض انہیں نبی مانتے تھے اور بعض نہیں مانتے تھے اور اگر ان کا اپنا کنبہ ان کی نبوت کا کاروبار چلانے کو موجود نہ ہوتا تو ان کی نبوت کی قبر کا بھی کہیں نشان نہ ہوتا۔

خدا کی صفات

۱...... ''ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔''
(براہین احمدیہ ۵ ص ۱۶، خزائن ج ۲۱ ص ۲۵)

۲...... ''سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔''
(ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۸۴، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۵)

۳...... ''غضب خدا کی ذاتی صفت نہیں بلکہ یہ محض چیزوں کے باکمال نہ ہوسکنے کی وجہ سے نوحید ہے۔''
(کرامات الصادقین ص ۸۷، خزائن ج ۷ ص ۱۲۸)

۴...... ''اللہ تعالیٰ کی طرف عدل حقیقی کی نسبت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ عدل کا تصور حقوق کے ثابت و مسلم واجب ہونے کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ پر کسی کو کوئی حق نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے ہر ایک حیوان کو انسان کے لئے مسخر بنا رکھا ہے اور معمولی ضرورت کے لئے ان کا خون بہادینا اس کے لئے جائز کر دیا ہے۔''
(کرامات الصادقین ص ۷۲، خزائن ج ۷ ص ۱۱۴)

۵...... ''عام جاندار اور کیڑے مکوڑے جن کی روح مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی وہ مورد ثواب وعقاب نہیں۔''
(ازالہ اوہام ص ۳۳۵، خزائن ج ۳ ص ۲۷۱)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی کی بات واقعات اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ، اللہ کے احکام پر ٹھیک طرح عمل دکھاتے رہے۔ مگر کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ جو ہمارے چلن پر چلے وہ خدا کو دیکھ لے گا۔ اس لئے یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنی عجیب وغریب نبوت پر ایک عجیب وغریب دلیل لائے ہیں۔ جو پہلے قدم پر تو انہیں ہاتھوں لوٹی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ اپنی نبوت کے حق میں انہیں قرآن و حدیث سے کوئی قطعی دلیل ہاتھ نہ لگی۔ کبھی ختم نبوت کے معنے بتائے نبی تراشتے رہنا۔ صاحب

شریعت نبیوں کو اور حضرت مسیح کو نہ آنے دینا اور ختم بمعنے مہر۔ اپنی ان باتوں میں تو انہیں کوئی معقولیت دکھائی نہ دی اور پھر خدا کی صفت کلام کی دوہائی دی اور کہا کہ بتاؤ اگر میں نبی نہیں تو خدا کلام کس سے کرتا ہے؟۔ لوگوں نے کہا کہ آپ سے پہلے خدا کس سے باتیں کرتا تھا؟ اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو صفات میں تعطل کا عقیدہ قائم کرنا پڑا اور کہا کہ مجھ سے پہلے خدا کی یہ صفت معطل ہوگئی تھی۔ مگر اس کو ہمیشہ تک معطل رہنے دینا اچھا نہیں۔ اس لئے میں نے خدا کے بلوانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اب مجھے نبی مانو۔ اول تو صفات باری میں تعطل کا عقیدہ ہی اسلام سے کوسوں دور ہے۔ اس کے بعد یہ عجیب بات ہے کہ خدا کی صفت کلام مرزا قادیانی کے جنم تک تعطل کا شکار رہی۔ لیکن اس کی سننے اور دیکھنے وغیرہ کی تمام صفات میں کوئی تعطل نہیں آیا۔ تعطل آیا تو اسی صفت میں اور اتنا ہی جو مرزا قادیانی کی نبوت کے لئے کارآمد تھا۔

آپ ذرا اس مسئلے کو دوسرے پہلو سے لیں۔ سوال یہ ہے کہ جب کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی تو اس وقت خدا کس سے کلام کرتا تھا اور اس کی سب صفات کا اس وقت کیا مصرف تھا۔ اس کا حل مرزا قادیانی نے یہ بتایا کہ بعض اجناس مخلوق کا وجود دائمی تھا۔ سبحان اللہ! اجناس مخلوق تھیں اور مخلوق ہوتے ہوئے بھی ان کا وجود دائمی تھا۔ اس سے پلٹ کر وہ اپنے پہلے مقام پر آجاتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن اجناس مخلوق کے دائمی وجود نے ابتدائے عالم سے پہلے خدا کی صفات کو تعطل سے سہارا دیا۔ وہ مرزا قادیانی سے پہلے خدا کی صفت کلام کو معطل ہونے سے کیوں نہ بچا سکیں؟۔ صاف نظر آتا ہے کہ یہ تعطل کا ڈھونگ انہوں نے اپنی ذاتی اغراض کے لئے رچایا ہے ورنہ کہاں صفات اور کہاں تعطل؟۔

تیسری عبارت میں ہے کہ غضب اور ناراضی خدا کی ذاتی صفت نہیں۔ بلکہ وہ نئی پیدا ہو کر خدا کی صفات میں شامل ہوئی ہے اور اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ بعض چیزیں کامل نہ تھیں۔ سر دھنئے اس پر یا سر پیٹئے اگر بعض چیزیں کامل نہ تھیں۔ تو خدا انہیں کامل بناتا اس نے اپنے اندر غصہ کیوں پیدا کیا اور پھر اگر غضب کی صفت اچھی تھی تو اسے دوسری اچھی صفات کی طرح ازلی ہونا چاہئے تھا اور اگر بری تھی تو کبھی بھی خدا اسے اختیار نہ فرماتا۔ اس کے ساتھ مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی صفات میں تغیر نہیں آتا۔ حد ہمیشہ سے ایک حال پر رہتی ہے۔

چوتھی عبارت میں وہ عدل سے بھی خدا کو بیگانہ دکھاتے ہیں۔ عدل کا خود اپنے ہاں ایک تصور قائم کر کے کہتے ہیں کہ حقیقی عدل تو یہ ہے کہ اس پر خدا کی کارروائیاں صحیح نہیں اترتیں۔ اس لئے حقیقی عدل کہیں اور ہو تو ہو۔ خدا کے ہاں اس کا کوئی وجود نہیں اور اس کے ثبوت میں

جانوروں کی مثال لاتے ہیں۔اس پر کوئی دہریہ ہی سوچ سکتا ہے۔کجا کہ کوئی مسلمان اس پر غور کرے۔یہ بات تو اسی وقت کی ہے کہ پہلے انسان کے ان فرائض کا جانوروں کی غیر ذمہ دارانہ حیثیت سے موازنہ کیا جائے۔جن کو خدا نے اسے پابند بنایا ہے اور جن کے اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑ عاجز آ گئے تھے۔

پانچویں عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ غیر انسانی مخلوق کی نہ ہی روح باقی رہتی ہے اور نہ ہی اس پر آخرت کا حساب ہوگا۔یہ ان کا ذاتی الہام ہوسکتا ہے۔قرآن یا حدیث میں تو اس کا کہیں وجود نہیں۔حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ اگر سینگ والی بکری کسی دوسری بکری کو مارے تو آخرت میں اس کا بدلہ چکایا جائے گا۔دوسری طرف اگر جانوروں کی روح فنا مانی جائے تو پھر اس کے بعد ان پر رحم کرنے اور ظلم نہ کرنے کے کوئی معنے نہیں رہ جاتے۔

پانچ اور پچاس

”پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔“ (براہین نمبر۵ ص ۷، خزائن ج ۲۱ ص ۹)

”میرا نام مریم رکھا اور اس مریم میں نفخ روح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اسی مریم کے روحانی حمل سے مجھے عیسیٰ بنا دیا۔“ (براہین احمدیہ ص ۸۴، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۰ ملخص)

”ابتداء سے انتہاء تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے۔وہ سب میرے نام رکھ دیئے۔“ (براہین احمدیہ ص ۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۲)

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷، خزائن ج ۲۱ ص ۱۲۷)

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں لکھا تھا کہ ہم اس کے پچاس حصے شائع کریں گے۔مگر تجربہ سے اندازہ ہوا کہ پچاس حصوں کا کہنا آسان ہے۔ان کا لکھنا اور شائع کرنا آسان نہیں اور لوگ وعدہ نہیں بھولتے تھے۔اس پر انہیں ایک اور منطق جھاڑنے کی ضرورت پیش آئی کہ پچاس اور پانچ میں صرف نام ہی کا فرق ہے۔آگے آپ کا یہ سمجھنا بھی درست نہیں ہوگا کہ پانچ جلدیں اس کتاب کی ہوں گی۔کیونکہ عالم واقعہ میں صرف دو جلدیں ہیں۔پہلی کو جب ایک باب اور دوسری فصل سے شروع کیا تو آخر تک وہی تین جلدیں ہوگئیں اور چوتھی سرے سے غائب اور پانچویں ایک متن اور کئی قسم حاشیوں کے ساتھ موجود ہے۔جس کا

مطالعہ سزا کا کام دیتا ہے۔

عام لوگ تو ایسی باتیں کرنے والے کو فاتر العقل سمجھتے ہیں۔مگر امتی ان کے ایسے ارشادات کو حدیث معراج سے ملاتے ہیں۔وہی معراج جسے امتی مانتے نہیں اوران کے پیغمبر اسے خواب کہتے ہیں۔ناوان لوگ اگر اپنے پیروں کو شراب پیتا دیکھیں، تو بھی اسے شراب معرفت کا نام دیتے ہیں۔حدیث معراج کو آج تک تمام فقہاء محدثین نے سنا اور پڑھا مگر کسی کو یہ نہیں سوجھی کہ اس کی رو سے پانچ اور پچاس برابر ہیں۔خود مرزا قادیانی نے پچاس کی جگہ پانچ روپے پر کبھی اکتفاء نہیں کیا ہوگا۔یہی حال ان کے امتیوں کا ہے۔وہ بھی کسی کو پانچ کی جگہ پچاس نہیں دیتے۔اس پر حدیث معراج سے کسی مسلمان کے نزدیک سچ اور جھوٹ کی حدود کسی طرح زائل نہیں ہوتیں۔اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جب بندوں کے فرض میں رعایت برتی تو ہمیں بھی دوسروں سے رعایت برتنا چاہئے۔پھر حدیث معراج میں یہ کب ہے کہ پانچ اور پچاس کو ایک نقطہ کے فرق کی وجہ سے برابر سمجھتے یہ کہنا تو ہر لحاظ سے پچاس من کا جھوٹ ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنے الہام کا ذکر کرتے ہیں کہ خدا نے مجھے مریم بنا کر مجھی سے مجھ کو پیدا کر کے عیسیٰ بنا دیا ہے۔یہ پانچ اور پچاس سے بھی زیادہ لطیفہ ہے۔اس کے شیطانی الہام ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔مرزا قادیانی اپنی اس کتاب کو وحی بتاتے ہیں۔

تیسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کے نام خدا نے ان سے لے کر مجھے دے دیئے ہیں۔اب آپ سوچیں کہ اگر ان ناموں کی کوئی حقیقت اور تاثیر تھی اور اس تاثیر پر پہلے نبیوں کا حق تھا تو وہ مرزا قادیانی کو کیوں ملے اور اگر وہ انہیں کا ذاتی حق تو پہلوں کو کیوں ملا۔

چوتھی عبارت تو پھر دنیا کے عجائبات سے سمجھئے۔پہلے انہیں الہام ہوا کہ تو سب انبیاء سے افضل ہے۔پھر یہ کہ تو سب کے برابر ہے۔پھر یہ کہ تو نبی ہے۔امتی نبی ہے۔پھر یہ کہ تو صرف امتی ہے اور پھر یہ کہ آدمی بھی نہیں کیڑا مکوڑا ہے اور سب کے بعد یہ کہ تو آدمیوں کی شرمگاہ ہے اور شرمگاہ کا بھی وہ حصہ جہاں سے پاخانہ آتا ہے۔

نہیں......مگر ہے

۱...... ”میرا دعویٰ یہ نہیں کہ میں وہی مہدی ہوں بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔“

(براہین احمدیہ نمبر۵ ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶)

۲...... ”میں وہی مہدی ہوں جو عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا۔“ (چشمہ معرفت، خزائن ج۲۳ ص۲)

۳...... ”میں نے مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کم فہم لوگ مجھے مسیح موعود خیال کر بیٹھے

ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

۴...... ''عیسیٰ کا مہدی ہونا بلکہ سب سے بڑا مہدی ہونا تمام اہل حدیث اور ائمہ اربعہ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس میں وہی مہدی ہوں۔'' (چشمہ معرفت، خزائن ج۲۳ ص۲)

۵...... ''آپ مثل مسیح ہیں اور مسیح ہیں اور مثل انبیاء ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۱۸۳، خزائن ج۲۲ ص۱۹۰)

۶...... ''صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔'' (تریاق القلوب ص۱۳۱، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲ حاشیہ)

۷...... ''مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا انکار خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

پہلے عبارت میں مرزا اپنے مہدی ہونے کا انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں۔ مسیح تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ مسیح موعود کیا ہوتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی کی ذاتی اصطلاح ہے۔ اس کے معنے ہیں ایسا مسیح جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ایسا ظاہر ہے کہ ان کے بغیر ان کے ہاں اور کون ہوسکتا ہے؟۔ اب وہ ہیں اور مسیح موعود کی رٹ ہے۔ مگر جب کبھی اس سے زبان گھس جاتی ہے۔ تو اس کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔

دوسری عبارت میں وہ پہلی بات کا رد کر کے کہتے ہیں کہ میں مہدی ہوں مگر وہ مہدی جو عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا۔ یہ کہلائے گا بھی خوب ہے۔ ذرا سوچئے جو آدمی عیسیٰ ابن مریم ہے نہیں اور ہے غلام احمد پسر چراغ بی بی، وہ عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا کیسے اور کوئی اسے یہ مانے گا کیسے۔ بہرحال پہلی بات کا دوسری دفعہ میں انکار ہے۔

تیسری عبارت میں پہلی دونوں باتوں کا انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں نہ مہدی ہوں اور نہ مسیح موعود بلکہ مسیح موعود کے مثل ہوں۔

چوتھی عبارت میں پہلے سب دعووں کو بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم یعنی وہ خود سب سے بڑے مہدی ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے سب سے بڑے مہدی ہونے پر تمام امت کے علماء اور چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔ جیسے یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے۔ بھلا کہاں چاروں امام و محدثین اور کہاں مرزا قادیانی۔ آدمی کا جھوٹ بھی کسی سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ ادھر چاروں امام اور تمام مدعی نبوت کے کافر ہونے پر متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ تو

یہاں تک ہے کہ مدعی نبوت سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی اس سے پوچھے کہ تو شریعت والا نبی ہے یا بے شریعت تو بھی کافر ہو جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں اہل سنت کے عقائد میں یہ عقیدہ بھی شامل کیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا مانا جائے۔ بتایئے مرزا قادیانی کب آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔

پانچویں عبارت میں وہ پہلے سب باتوں کا انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسیح مثل مسیح اور سب کچھ ٹھہراتے ہیں۔ داد دیجئے اس تخلیقی دماغ کی۔

چھٹی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ جو ملہم متکلم اور نبی ہو اور سب کچھ ہو۔ جیسے وہ خود ہیں اور نئی شریعت نہ لایا ہو تو اس کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اس نکتہ پر ان کے امتیوں کو غور کرنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھیں۔ جبکہ ان کے پیغمبر صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو مسلمان بتاتے ہیں۔

ساتویں عبارت میں وہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اوپر کی بات کا رد کر کے کہتے ہیں کہ مجھے نہ ماننے والا اور کافر کہنے والا دونوں خدا کے نزدیک برابر ہیں اور ایک قسم ہیں۔ اس سے اوپر کی بات پوری طرح رد ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے بے چارے قادیانیوں کے سب کو سلام کہنے اور کسی کو مسلمان نہ ماننے کی۔

نزول مسیح

۱...... ”جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اقطار آفاق میں پھیل جائے گا۔“ (براہین احمدیہ نمبر۴ ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳ حاشیہ)

۲...... ”نزول مسیح ناصری پر ایمان لانے والا خاتم الانبیاء کا کافر ہے۔“

(تحفہ بغداد ص۲۸، خزائن ج۷ ص۳۴)

۳...... ”مسیح کو مردہ نہ ماننے والے سے خدا بری ہے اور میرے ہاں مسلمان نہیں۔“

(کرامات الصادقین ص و، خزائن ج۷ ص۱۵۴)

۴...... ”اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ آسمان سے مسیح موعود کو اتار کر دکھلا دیں۔“

(ازالہ اوہام ص۱۸۵، خزائن ج۳ ص۱۸۹)

۵...... ”ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آوے اور ممکن ہے کہ دمشق میں ہی نازل ہو۔“ (ازالہ اوہام ص۲۹۵، خزائن ج۳ ص۲۵۱)

۶...... ''تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت...... برابر ہوتے رہیں گے۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۶۸، خزائن ج ۳ ص ۲۸۹)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی تمام مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اور اسلام کو غالب دکھانا مانتے ہیں۔ دوسری عبارت میں اسی عقیدہ کو ختم نبوت کے خلاف اس کے ماننے والے کو کافر کہتے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو، تیسری عبارت میں وہ اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو جو مردہ نہ مانے وہ مسلمان نہیں اور خدا سے دور ہے۔ چوتھی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مسیح میں ہوں اور اگر کوئی نازل ہوتا ہے تو نازل کر کے دکھاؤ۔ پانچویں عبارت میں وہ اوپر کی بات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بہت سے مسیح آسکتے ہیں اور وہ اصل مسیح بھی آسکتا ہے۔ چھٹی عبارت میں وہ پھر پلٹ کر کہتے ہیں کہ مسیح نہیں آئے گا اور جن کی آمد پر اہل کتاب کے اس کے ساتھ ایمان لانے کا قرآن میں بیان ہے۔ وہ ہر زمانے کے اہل کتاب کے بارہ میں ہے۔ اس خلاصہ بیان سے یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ مرزا قادیانی خود اپنے فیصلہ کے تحت کافر ہیں۔

اب ہم صرف آخری نکتہ کو لیں گے۔ جس کا تعلق قرآن کے بیان سے ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے وہ آیات بیان کی جائیں جن کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ سورۃ النساء میں ہے:

''وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا''

﴿یہود کا کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے حالانکہ نہ اسے انہوں نے قتل کیا نہ اسے سولی دیا بلکہ وہ ان کے لئے شبہ بنا دیا گیا۔ سچ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کچھ علم نہیں اور بس گمان کی پیروی۔ اسے انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ غالب حکمت کا مالک ہے اور کوئی اہل کتاب سے ایسا نہیں ہوگا جو اس پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ ضرور لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔﴾

ان آیات سے اول نظر میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہود کو حضرت مسیح کے لفظ قتل کا دعویٰ تھا اور اسی کا اللہ نے رد فرمایا ہے۔ ان کے سولی چڑھنے کا بیان انجیل میں ہے۔ اس کا رد فرماتے ہوئے اللہ نے اسی سے یہود کو جھوٹا دکھایا مطلب یہ کہ اگر وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے تو

یہ سولی کا قصہ کیا ہے۔ پھر اس قتل اور سولی دونوں باتوں کا تقابل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ یہ سب عناصر شبہ کا شکار ہیں۔ جس کا ثبوت ان کے مختلف بیانات ہیں اور پھر سب کے رد میں فرمایا کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا نہ سولی سے اور نہ بغیر سولی کے۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ آگے اس کی مزید تاکید میں یہ دلیل دی کہ وہ جس کے یہ قتل اور سولی کا دعویٰ کرتے ہیں، زندہ موجود ہے اور وقت آنے پر روئے زمین کے تمام اہل کتاب اس کی وفات سے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ جن پر وہ قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

اس سے واضح ہے کہ سولی کی موت کا لعنت ہونا اور اس لعنت کے رو سے حضرت مسیح کا درجہ بلند بتانا اور ان کے صلیب سے نہ مرنے پر اہل کتاب کا ایمان لانا۔ یہ تینوں باتیں جو مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں زور و شور سے بیان کی ہیں۔ قرآن نے ان کا نوٹس تک نہیں لیا۔ خود تورات میں جہاں یہ بات درج ہے وہاں مجرموں کی پھانسی اور سولی کا بیان ہے۔ جسے مرزا قادیانی نے کچھ سے کچھ بنادیا ہے۔ اب ان کا یہ کہنا کہ اہل کتاب خود اپنی موت کے وقت حضرت مسیح کے سولی سے نہ مرنے پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ کس قدر بے بنیاد ہے۔ یہودی جو پہلے ہی ان کی سولی کے قائل نہیں۔ ان کا اس پر ایمان لانا کیا معنے اور اس کا کوئی اشارہ قرآن میں کہاں ہے۔ یہاں تو ایسے ایمان کا ذکر ہے جس سے یہود و نصاریٰ دونوں محروم ہیں۔ کیونکہ اہل کتاب وہ دونوں ہیں نہ کہ تنہا ان میں سے ایک اور ایمان بھی وہ ہے جو ہمیشہ سے مومنوں کا شیوہ رہا ہے اور جس کا ایک جزو حضرت مسیح کا سولی سے بچنا نہیں بلکہ ان کا زندہ اور قابل نزول ماننا ہے۔ ایسا ایمان سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے اور نہ ناجائز باپ کے بیٹے اور نہ مردہ۔

ہم نے اوپر قرآن کی جو آیات دی ہیں ان کے مضمون پر غور کیجئے۔ اس میں حضرت مسیح کے گیارہ عدد ضمیر ہیں۔ ان میں دسویں ضمیر کے تحت موت کا ذکر ہے۔ وہ بھی حضرت مسیح کا ضمیر ہے اور اس کی وفات اور قتل کا رد فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ضمیر اپنے سے پہلے قریب تر اسم یا ضمیر کی جگہ کام کرتا ہے۔ اس وجہ سے جب نواں ضمیر حضرت مسیح کا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دسواں ضمیر ان کا نہ ہو اور کسی دور والے اسم کا ہو۔ یہ ایک نہایت اہم قاعدہ ہے۔ جس کو انسان اگر کہیں اپنے ناقص علم کی وجہ سے توڑ دے تو یہ اس کی غلطی ہوتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کرنا بہت بڑی زیادتی ہے اور پھر یہ فیصلہ بندوں پر چھوڑا کہ وہ چاہیں تو اسے کافر کا ضمیر مانیں اور چاہیں تو نبی کا۔ اس اصول کے تحت جب دسواں ضمیر حضرت مسیح کا ہے تو اس سے ثابت ہے کہ

حضرت مسیح زندہ ہے۔

مرزا قادیانی یہاں ایک عجیب کھیل کھیلے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک اور قرأت سے پتہ چلتا ہے کہ آیت میں جن کی موت کا ذکر ہے وہ ایمان لانے والے اہل کتاب ہیں اور ایمان بھی وہ مرتے وقت خدا اور آخرت پر نہیں لاتے بلکہ اس بات پر لاتے ہیں کہ حضرت مسیح سولی پر نہیں مرے یہ قرأت جو محاورہ اور روزمرہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کا علم تنہا مرزا قادیانی کو ہوگا۔ ہمیں تو اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ اس صورت میں اس بیان کا قتل اور سولی کے ذکر سے کوئی ربط نہیں رہ جاتا اور نہ اس میں کوئی خبریت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ کوئی بتانے کی بات نہیں کہ اہل کتاب مرنے سے پہلے اور زندگی کی حالت میں ایمان لائیں گے۔ مگر اس کے بعد بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ حضرت مسیح گواہ کن لوگوں پر ہوں گے۔ اپنی موجودگی میں ایمان لانے والوں پر یا کسی اور پر۔ اگر پہلی بات ہے تو پھر اس قرأت کی طرف جانے سے بھی مرزا قادیانی کے پلے تو کچھ نہ پڑا۔ اس صورت میں بھی حضرت مسیح جب نزول فرمائیں گے تو اپنے اوپر ایمان لانے والے تمام اہل کتاب کے قیامت کو گواہ ہوں گے۔

باپ کا نام بیٹے کو

''حضرت اسماعیل بخاری صاحب کا مذہب یہی تھا۔ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ سچ سچ ابن مریم آسمان سے اترے گا۔'' (ازالہ اوہام ص ۹۶، خزائن ج ۳ ص ۱۵۳)

مرزا قادیانی نے امام بخاری کا نام سب جگہ اسماعیل اور محمد اسماعیل لکھا ہے۔ حالانکہ اسماعیل ان کے باپ کا نام تھا۔ اس کے ساتھ انہوں نے امام پر یہ بہتان باندھا کہ وہ نزول مسیح میں تمام اہل سنت اور مسلمانوں کے خلاف عقیدہ پر تھے۔ یہ وہ جھوٹ ہے، جس پر تمام عمر قائم رہے اور اس کا انہیں شعور تک نہ ہو سکا۔ اسی طرح ابن عباسؓ پر جھوٹ کہ اس جھوٹ پر تمام صحابہ کا اجماع قائم کر دکھایا۔ جھوٹ میں یہ جسارت جس امام کی ہو اس کے امتی جو جھوٹ بولیں کم ہے۔ قصہ صرف اتنا تھا کہ امام بخاری ابن عباسؓ سے روایت لائے کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا۔ بس اتنی بات پر مرزا قادیانی نے ڈھول بجایا کہ ابن عباسؓ و تمام صحابہؓ اور امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور یہ تک نہ سمجھ پائے کہ وفات دوں گا کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اگرچہ بجائے خود یہ معنے بھی درست نہیں۔ کیونکہ وفات کا وعدہ ولانا بشارت ہے اور نہ اطلاع۔ اسی طرح ان کا کہنا کہ حدیث قرآن کے مطابق ہو صرف وہی مانو اور بخاری میں حدیث ہے کہ امام مہدی کے تشریف لانے پر آسمان سے آواز آئے گی کہ

یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔حالانکہ بخاری میں یہ سب باتیں موجود نہیں اور خود انہوں نے لکھا ہے کہ مہدی کے بارہ میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں اور یہ کہ نبی اگر غلطی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا۔مسلمانوں کے ہاں تو نبی غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں۔مگر یہ جھوٹ جو انہوں نے جوڑے ہیں۔ان کی وجہ۔ سے تو وہ خود اپنے معیار کے مطابق بھی جھوٹے ہیں۔

ختم نبوت

۱...... ''بڑی بے ایمانی ہے کہ نبی کریم کے معنوں کو ترک کر دیا جائے۔''

(ست بچن ص ح،خزائن ج۱۰ص ۳۰۸)

۲...... ''وہ معنے کئے جائیں جو برخلاف بیان آنحضرتﷺ وصحابہؓ وتابعین وائمہ اہل بیت ہوں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۲۰۲،خزائن ج۲۱ص ۳۷۴)

۳...... ''رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ نے آپ کا نام خاتم النبیین رکھا ہے۔'' (تحفہ بغداد ص ۲۸،خزائن ج ۷ص ۳۴)

۴...... ''میں اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں۔'' (چشمہ معرفت ص ۳۲۴،خزائن ج ۲۳ص ۳۴۰)

۵...... ''جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبوت کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت میں خلل انداز نہیں۔'' (کشتی نوح ص ۱۵،خزائن ج۱۹ص ۱۶)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے جو معنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائے ہیں انہیں ترک کرنا بے ایمانی ہے۔دوسری عبارت میں وہ اس اصل کے ساتھ صحابہ وتابعین کے اجماع کو بھی ملا کر کہتے ہیں کہ ان کی رائے کے خلاف معنے کرنا بھی ظلم ہے۔تیسری عبارت میں کہتے ہیں کہ اللہ نے آنحضورﷺ کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔چوتھی عبارت میں وہ اقرار کرتے ہیں کہ نبی آخرالزمان پر تمام نبوتیں ختم ہیں۔خواہ وہ اصل ہوں یا ظلی۔امتی ہوں یا بروزی پانچویں عبارت میں وہ اوپر کی تمام پابندیوں کو دھرا چھوڑ دیتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے تمام صحابہ اور ساری امت کے خلاف چل کر کہتے ہیں کہ اطاعت میں فنا ہو کر نبی بن بیٹھنا ختم نبوت کے خلاف نہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ختم نبوت کے یہ معنے صحابہ واہل بیت میں کس نے بتائے ہیں۔یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ یہ طرز بے ایمانی ہے یا ظلم یہ اطاعت میں فنا ہونا اور پھر فنا ہو جانے کے بعد نبی بن جانا بھی خوب ہے۔

یہ بات کہ صحابہؓ کو اطاعت میں فنا ہونے سے نبوت کیوں نہ ملی۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی دو باتیں کہتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی استعداد ناقص تھی اور میری استعداد کامل ہے۔ معاذ اللہ! دوسری یہ کہ اس وقت اور نبی کی ضرورت نہ تھی۔ یہ دونوں باتیں انتہائی غلط ہیں اور غلط ہونے کے ساتھ متضاد ہیں۔ اگر استعداد شرط تھی تو صحابہؓ کی استعداد میں کیا کمی تھی اور اس کے ساتھ اطاعت میں فنا ہونا کیوں شرط ہوا اور اگر دونوں باتیں شرط تھیں تو صحابہؓ میں دونوں موجود تھیں۔ اس کے ساتھ اب مزید مدت کی شرط کیوں لگائی گئی۔ ایک آدمی اگر ایک فن میں کامیابی اور مہارت دکھاتا ہے تو کیا وہ اس وجہ سے ناکام مانا جائے گا کہ اس فن کی ضرورت نہیں اور جو ضرورت کی بات ہے اس میں اگر ہماری سمجھ معیار ہو تو اس وقت بیرون عرب نبی کی ضرورت تھی اور بعض علاقوں میں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا۔ سب باتیں وارفتگی کی یہ کہی جاتی ہیں۔

دوسری طرف خدا اور رسول کی اطاعت میں کیا دعوائے نبوت کی ممانعت شامل نہیں؟ رسول خدا کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ دعویٰ نبوت کی ممانعت ہی تو ہے اور آپ ﷺ کا جو کلمہ گو امتی آپ ﷺ کی اس ممانعت کو خاطر میں نہیں لاتا وہ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا کتنا بڑا اطاعت گزار ہو سکتا ہے۔ کوئی نیکی کا کام نہ کرنے والا مسلمان بھی اس سے بڑھ کر مجرم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس جرم کی سزا قتل اور صرف قتل ہے۔ کہاں کہ وہ نبوت محمدی کو نبی تراش بتائے جہاں ہر آن نبی تراشے جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ دیکھیے کہ اطاعت کرتے کرتے نبی بن جانا یہ ان کا اپنا الہام یا اجتہاد ہے۔ جس سے وہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت میں خلل نہیں آتا۔ دوسری طرف حضرت مسیح کے نزول کا جو عقیدہ قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد یہ کھڑکی ہے؟ حالانکہ ختم نبوت اور نزول مسیح کا عقیدہ دونوں جب شریعت میں ہیں تو ان میں سے ایک پر کھڑکی کی پھبتی کسنا کیا معنے؟ مگر جب وہ خود نبوت کا دروازہ چوپٹ کھولتے ہیں تو یہ کھڑکی بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم جو کہہ بیٹھے پر اڑ جاتے ہیں۔ اس طرح ظاہر ہے کہ ہر حکم توڑنے کا بہانہ بنایا جاسکتا ہے۔

تہذیب کا نمونہ

۱...... ’’بار بار کتے کی طرح عوعو کرتا ہے کہ فلاں پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔‘‘

(براہین احمدیہ ص ۱۳۷، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۵)

۲...... ’’وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۱۸۷، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰)

۳...... ’’جس قدر رسول اور نبی گزرے ہیں سب کو ابتلاء یہ پیش آئی تھی کہ شریر لوگ کتوں کی طرح اس کے گرد ہو گئے تھے۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶۳)

۴...... ’’اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ٹیچی ٹیچی۔ پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۳۳۲، خزائن ج ۲۲ ص ۳۴۶)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی اپنے کسی گستاخ کو جلی کٹی سناتے ہوئے آپے سے باہر ہوتے ہیں۔ وحی ان پر بارش کی طرح برستی تھی اور پیشین گوئیاں انہیں جھاڑتے رہنے کا خبط تھا۔ جاتے جاتے ایک ساتھ کئی عدد پیشین گوئیاں سنا دیتے اور پھر عورت، مرد، بچے، بوڑھے مسلم، غیر مسلم اور پاگل تک کو گواہ بناتے۔ ادھر کوئی خط ملا۔ ادھر پاس والے ہندوؤں کو دہائی دینا شروع کردی کہ دیکھو رام لال اتنے دنوں کے بعد اتنے روپے کا منی آرڈر آجائے گا۔ بھول نہ جانا اور گواہ رہنا۔ جہاں حالات یہ تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان پیشین گوئیوں کی پڑتال نہ ہوتی۔ چنانچہ پڑتال ہوئی اور مرزا قادیانی جب اپنی پیشین گوئیوں کے غلط معنے اور غلط تاویلیں کرتے کرتے تھک گئے تو آخر کار بازاری زبان پر اترنے کے لئے مجبور ہوئے۔ اب ان کے امتی اس کوشش میں ہوں گے کہ یہ کتوں کی عوعو بھی کہیں ’’صاف صاف‘‘ قرآن سے دکھائیں۔ کیونکہ وہ ان کی ہر بات قرآن سے دکھانے کے عادی ہیں اور خود مرزا قادیانی بھی اپنی گالیوں کی سند قرآن سے پہنچاتے تھے۔ معاذ اللہ!

دوسری عبارت میں کہتے ہیں کہ سب رسولوں کے گرد ان کے مخالف کتوں کی طرح جمع ہو گئے تھے۔ اس طرح انہوں نے رسولوں کی مدافعت کے رنگ میں اپنے آپ کو رسول اور اپنے مخالفوں کو کتے بنا دکھایا۔ اور یہ ہوشیاری قابل داد ہے۔

تیسری عبارت میں وہ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں جو عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کتا کتے کی موت مرے گا۔ یہ ان کا کوئی منکر ہوگا۔ مگر الہام خوب ہے۔ تہذیب سے دور ہونے کے ساتھ بے معنے ہے۔ اس کے شیطانی انجام ہونے میں کیا شبہ ہے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ آدمی جب الہام کی خواہش کرے تو شیطان اسے الہام کرتا ہے اور یہ خواہش آپ کو معلوم ہے کہ ان کے بغیر اور کسے تھی؟۔

چوتھی عبارت میں وہ اپنے کسی خواب یا الہام کا تذکرہ کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بہت سے روپے دیئے۔ یعنی بلی کا خواب چھیچھڑے۔ جب میں نے اس سے نام پوچھا تو نہ بتایا۔ پھر

پوچھا تو انہیں اپنے الہام پہنچانے والے پر یقین تھا۔ آخر اسے بھی اپنا نام یاد آ گیا اور نام وہ بتایا جو کبھی کسی کی زبان پر نہیں آیا۔ یعنی ٹیچی، ٹیچی اور پھر پنجابی میں اس کے معنے بتا کر ظاہر کیا کہ یہ گویا بے معنے لفظ نہیں۔ بعض الہام انہیں انگریزی میں بھی ہوئے جو قرآن کے صریح خلاف اور عقل سے دور بات ہے۔ ایسے روپوں والے الہامات سے جن کی یہ شاندار عبارت اور ترکیب ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ دہریوں کو خدا کا قائل کیا جا سکتا ہے۔ سچ ہے:

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ‏ ‏ ‏ جبری رونق مسلمانی

لچکدار طرز

۱...... ''الف، ح، م، دال'' (آسمانی نشان ص۱۵، خزائن ج۴ ص۳۷۶)

۲...... ''بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں۔''

(ازالہ اوہام ص۱۸۶، خزائن ج۳ ص۱۹۰)

۳...... ''مجلس میں ساٹھ یا ستر یا کم و بیش آدمی موجود تھے۔''

(حقیقت الوحی ص۱۸۵، خزائن ج۲۲ ص۱۹۳)

۴...... ''جیسے آدم توام پیدا ہوا۔ میری پیدائش بھی توام ہے۔''

(براہین احمدیہ نمبر۵ ص۶۳، خزائن ج۲۱ ص۸۰)

۵...... ''اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کرتے وقت فرمایا میں نے خلیفہ بنانا چاہا اور آدم پیدا ہو گیا۔'' (کشتی نوح ص۸، خزائن ج۱۹ ص۹)

مرزا قادیانی کو شاہ نعمت اللہ کی پیشین گوئی کہیں سے میسر آئی یا خود بنالی۔ اس میں دیکھا کہ آخری زمانہ میں کسی مجدد کا نام احمد ہوگا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ احمد ہمارے بغیر اور کون ہو سکتا ہے؟۔ لیجئے! شاہ نعمت اللہ کی تصدیق بھی ہمیں حاصل ہوگئی۔ مجدد کے متعلق تو ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کیا تھا۔ یہ ٹکڑا اس کا ایک سنا تھا:

دو کس بنام احمد گمراہ کند خلقت ‏ ‏ ‏ اور ہر کس بنام احمد گمراہ کند خلقت

یعنی احمد نام کے دو آدمی لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوں گے۔ یا سب احمد نام والے ایسے ہوں گے۔ یہ ان کی بات سولہ آنے درست ثابت ہوئی ہے اور احمد نام والوں کا حصہ میں الاماشاء اللہ گمراہی کے بغیر کچھ نہیں آیا۔ بہرحال مرزا قادیانی نے اپنے نام سے غلام کا لفظ جاتا کیا اور احمد بنا کر اپنے آپ کو شاہ نعمت اللہ کی پیشین گوئی پر ڈھال دیا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ تیرھویں صدی کے اخیر میں آتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہوئی کہ ان کے نام کے تیرہ سو عدد

ہوں۔ جو ظاہر ہے کہ احمد میں موجود نہیں۔ اس پر اپنے نام کا جو چھانٹ کر احمد بنایا تھا۔ پلاسٹک کی طرح بڑھایا از روہ پھیل کر غلام احمد قادیانی ہو گیا۔ اب اگر بیسویں صدی سے ان نام کو ملانے کی ضرورت پیش آئی تو اس کے اول مرزا قادیانی اور اخیر خان ہندی پنجابی وغیرہ لگا کر پورا کر دکھاتے ورنہ ظاہر ہے کہ ماں باپ نے تو ان کے نام میں نہ قادیانی ملایا ہوگا اور نہ غلام کاٹا ہوگا۔

تیسری عبارت میں وہ کسی مجلس کے آدمیوں کی تعداد ایسے الفاظ میں بتاتے ہیں جن کو کوئی جتنے آدمی سمجھ لے۔ مرزا قادیانی کے الفاظ اس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

چوتھی عبارت میں وہ قرآن کو پیچھے ڈال اور ڈارون کے نظریہ پر چل کر حضرت آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے ہاں پیدا ہونے والا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جڑواں پیدا ہوئے اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو میں بھی جڑواں پیدا ہوا ہوں۔ یہ بات کوئی مسلمان تو نہیں کہہ سکتا۔

پانچویں عبارت میں اپنے آپ کو آدم اور خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ گویا خود اپنے باپ ہوئے۔

متعدد جھوٹ

''حضرت مسیح نے جو حضرت یحییٰ کی نسبت سے کہا تھا کہ جو ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے۔ جمہور کے اجماع کے خلاف تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے نہ مسیح قبول کیا۔ نہ یحییٰ کو۔''

(ازالہ اوہام ص ۲۰۷، خزائن ج ۳ ص ۲۳۷)

اس تھوڑی سے عبارت میں مرزا قادیانی نے جھوٹوں کا انبار لگا دیا ہے اور یہی ریت کا تو دہ بنیاد ہے ان کے مثل مسیح ہونے کی۔ نہ تو حضرت مسیح نے لوگوں سے یہ فرمایا کہ ایلیاء کے مثل کسی کو آنا تھا اور وہ یحییٰ ہی ہے اور نہ ہی یہ بات لوگوں کے اجماع کے خلاف تھی اور نہ اس وجہ سے لوگ حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے منکر ہوئے۔ انہوں نے صرف اپنے شاگردوں سے یہ فرمایا تھا جو شاید وہ حضرت یحییٰ کے حق میں سمجھے ہوں گے اور وہ ان دونوں حضرات کو نبی مانتے تھے۔ انجیل کی اصل عبارت ہی آپ دیکھیں اور پھر یہ بھی معلوم کریں کہ اس خالص جھوٹ پر مرزا قادیانی کے مثل مسیح ہونے کا گھروندا کیسے تعمیر ہو گیا؟۔ نہ ایلیا کا آسمان کو جانا تسلیم کیا اور نہ ان کا آسمان سے اترنا دکھائی دیا اور خود اپنی طرف سے حضرت یحییٰ کو ان کے مثل گروانا اور اس کے بعد کہا کہ نہ حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے اور نہ آسمان سے نازل ہوں گے اور مجھے اسی طرح ان کے مثل مانو جیسے یحییٰ ایلیا کے مثل تھے۔ مگر یحییٰ نے کب کہا تھا کہ مجھے ایلیا مانو۔ یہاں تو بات اور ہے۔ حیرت تو ان کے قادیانی اور لاہوری امتیوں پر ہے جو دن میں دس دس مرتبہ اس کہانی کو سبق کی

طرح دہراتے ہیں اور اس پر تقریریں اور مناظرے کرتے ہیں جس کا کوئی ایک جزو بھی صحیح نہیں اور نہیں سوچتے کہ کتنے بڑے دھوکہ میں انہیں ڈالا گیا اور وہ لوگوں کو ڈال رہے ہیں۔

۱...... ''اور جب خداوند ایلیاہ کو بگولے میں آسمان پر اٹھا لینے کو تھا تو ایسا ہوا کہ ایلیاہ الیشع کو ساتھ لے کر جلجلال سے چلا۔'' (سلاطین باب ۲ص ۳۱۶)

۲...... ''انبیاء زادے جو بیت ایل میں تھے۔ الیشع کے پاس آ کر اس سے کہنے لگے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آقا کو اٹھا لے گا۔'' (سلاطین باب ۲ص ۱۶)

۳...... ''ایلیا نے الیشع سے کہا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ سے لے لیا جاؤں بتا کہ میں تیرے لئے کیا کروں۔'' (سلاطین باب ۲ص ۳۱۶)

۴...... ''وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیا بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔'' (سلاطین باب ۲ص ۳۱۶)

۵...... ''دیکھو! خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔'' (ملاکی باب ۴ص ۸۹۳)

۶...... ''ایلیا موسیٰ کے ساتھ ان کو دکھائی دیا اور وہ یسوع سے باتیں کرتے تھے۔''

(مرقس باب ۸ص ۴۲، متی باب ۱۷ص ۲۱)

۷...... ''اس نے جواب میں ان سے کہا کہ ایلیا البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیا تو آ چکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ اب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے انہیں یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا۔'' (متی باب ۱۷ص ۲۱)

ان نکات پر آپ غور کریں۔ ان میں کہیں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ کوئی کسی کی مثل آیا ہے یا کسی نے اپنے کو آسمان سے نازل ہونے والے کی مثل بنایا تھا۔ جو بات ان میں واضح طور پر موجود ہے یہ ہے کہ ایلیاہ کو خدا نے بگولے میں آسمان پر اٹھایا اور پھر وہ نازل ہوئے۔ حضرت مسیح کے شاگردوں نے ان سے باتیں کرتے دیکھے اور پھر غائب ہو گئے اور اٹھائے جانے سے پہلے بھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یہ بتا دیا تھا کہ خدا مجھے اٹھانے والا ہے۔ ٹھیک یہی بات حضرت مسیح کے متعلق انجیل میں اور خود قرآن وحدیث میں موجود ہے کہ اللہ نے انہیں اٹھا لیا ہے اور وہ دوبارہ نازل ہوں گے۔ یہ بات مرزا قادیانی کو راس نہیں آئی اور اس کی بجائے ایک ایسی کہانی جوڑتے ہیں جو خود ان کے ماننے والوں کے بغیر کسی کا دماغ قبول نہیں کرتا۔

انجیل کا یہ بیان کہ ایلیا آئے گا اور سب کچھ بحال کردے گا اور پھر ساتھ یہ کہ ایلیا تو آچکا ہے اور انہوں نے اسے پہچانا نہیں۔ یہ دونوں باتیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ مگر یہ کہیں بھی موجود نہیں کہ کسی نے اٹھ کر کہا ہو کہ چھوڑ و ایلیا کو وہ مرگیا ہے اور میں اس کے مثل ہوں۔ جیسے مرزا قادیانی کا کردار ہے۔ حضرت مسیح کے شاگردوں کے متعلق جو ہے کہ انہوں نے ایلیاء کی آمد حضرت یحییٰ کے حق میں سمجھی۔ یہ بھی نہ حضرت مسیح کی بات ہے اور نہ ان کے شاگردوں کی اور بس کاتب انجیل کا بیان ہے۔ اس لئے کسی بھی سند کے قابل نہیں اور نہ ہی مرزا قادیانی کے حالات سے مناسبت رکھتا ہے۔

دوسری طرف یہ حضرت ایلیاء کا اپنا ارشاد ہے کہ خدا مجھے اٹھالے گا اور ملاکی نبی کا بیان ہے کہ خدا انہیں نازل کرے گا اور حضرت مسیح کے شاگردوں کا مشاہدہ ہے کہ خدا نے ان کو نازل کیا۔ نص اور سند تو اس کا نام ہے۔ نہ اس کا کہ شاگرد کچھ سمجھے۔ نامعلوم سمجھے بھی یا نہیں اور پھر ان کے کچھ سمجھنے سے یحییٰ ایلیا کے مثل ہوگیا اور مرزا قادیانی مسیح کے مثل ہو گئے اور ان کا کچھ سمجھنا حضرت مسیح کا ارشاد ہوگیا۔

میں مسلمان ہوں

''میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لے کر نہیں آیا بلکہ میں بھی تمہاری طرح تم میں سے ایک مسلمان ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۸۲، خزائن ج۳ ص۱۸۷)

اس عبارت میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو ایک مسلمان اور صرف مسلمان ظاہر کر کے کہتے ہیں کہ میں دین میں کوئی نئی بات ملانے یا اس سے کچھ کم کرنے نہیں آیا۔ اب آپ اس سوال میں نہ جایئے کہ پھر آپ نبی بن کر آئے کس لئے ہیں؟۔ ہم یہاں ان کی نئی باتوں کی ایک فہرست دے کر ثابت کریں گے کہ انہوں نے اس ایک بات میں سو مرتبہ جھوٹ بولا ہے اور کم از کم سو باتیں ایسی کہی ہیں جن کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔

۱…… خدا سے برابری	۲…… خدا سے برتری
۳…… تقدیر الٰہی میں تصرف	۴…… وفات مسیح
۵…… صلیب مسیح	۶…… ذوالقرنین کا دعویٰ
۷…… نزول مسیح کا انکار	۸…… مثل مسیح کا دعویٰ

۹......مسیح ہونے کا دعویٰ

۱۰......مسیح سے افضل

۱۱......تمام انبیاء کا بروز

۱۲......انبیاء سے افضل

۱۳......انبیاء میں غلطی بتانا

۱۴..تمام انبیاء کا اتفاق کہ پیشینگوئی غلط ہوتی ہے

۱۵......حضرت یوسف کی برابری

۱۶......معجزات مسیح سے انکار

۱۷......سب سے اونچا تخت

۱۸......احادیث میں تصرف

۱۹......احادیث کا مخول

۲۰......دجال کا انکار

۲۱......قرآن وحدیث میں قادیان

۲۲......امام بخاری پر وفات مسیح کا بہتان

۲۳......چاروں اماموں پر بہتان کہ مہدی ہی مسیح ہوگا

۲۴......اجماع کا انکار

۲۵......خاتم نبوت کا انکار

۲۶......نبوت جاری ہونے کا دعویٰ

۲۷......یہ دعویٰ کہ میں نبی ہوں

۲۸......تمام انبیاء کے ناموں کا دعویٰ

۲۹......تمام انبیاء کا مظہر

۳۰......امتی کا نبی ہونا

۳۱......نبی کا امتی ہونا

۳۲......میرا منکر کافر ہے

۳۳......جہاد حرام ہے

۳۴......انگریزوں کی تعریف حدیث میں

۳۵......انگریزی اقتدار مکہ سے افضل

۳۶......مہدی ہونے کا دعویٰ

۳۷......پہلے انبیاء ناقص

۳۸......پہلی کتابیں ناقص

۳۹......مسیح پر شراب کی تہمت

۴۰......ان پر غلط پیشگوئیوں کی تہمت

۴۱......حضرت مسیح کی توہین

۴۲......حضرت مریم کی توہین

۴۳......قران میں تصرف قرآن میں گندی گالیاں

۴۴......خاتم ولایت کا دعویٰ

۴۵......قران کے قصوں میں پیشین گوئیوں کا دعویٰ

۴۶......حضرت یوسف کی توہین

۴۷......حضرت آدم کے بھائی بہن

۴۸......آدم ہونے کا دعویٰ

۴۹......احادیث مہدی کا انکار

۵۰......سورت فاتحہ سے نبوت کا ثبوت

۵۱......قادیان مکہ کے برابر

۵۲......الہام حدیث کے برابر

۵۳......اس برابری کا اجماع کا دعویٰ

۵۴......احادیث دجال کا انکار

۵۵......انبیاء کے مثل ہونا

۵۶......بیٹے کو خدا کے برابر کہنا

مقابلہ سے فرار

اشاعۃ السنۃ کے صفحات میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے کتاب دافع الوسواس کی زبان غلطیاں اور فتح الاسلام و توضیح المرام کے کلمات کفر کے متعلق ۸۵ سوالات کا جواب اور مرزا احمد بیگ کی موت کے متعلق جواب پیش کیا جائے اور پھر یہ سوال ہوگا کہ تم نجوم اور رمل اور مسمریزم سے واقف ہو۔ پھر جوابات کے جواب کا جواب پوچھا جائے گا۔ سلسلہ وار پھر ہم پوچھیں گے کہ مقابلہ کی عربی تفسیر لکھنا ملہم ہونے کی کیا دلیل ہے۔ اس کے علاوہ ملہم ہونے کی اور دلیل کیا ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد تفسیر عربی اور قصیدہ نعتیہ میں مقابلہ کیا جائے گا۔"

(کرامات الصادقین ص ۲۳، خزائن ج ۷ ص ۶۴، ۶۵)

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو ہم نے تفسیر میں مقابلہ کرنے کو کہا۔ اس کے ہمراہ دوسرے علماء بھی تھے اور اس نے مقابلہ کی یہ شرائط پیش کیں جو اوپر درج ہیں اور اس پر ہم نے میدان چھوڑ کر بھاگے بغیر چارہ نہ دیکھا اور بھاگ آئے۔ یہ ہے امتی کے ہاتھوں پیغمبر کی پٹائی کی واحد مثال۔ بھلا بتایئے ان شرائط میں کون سی بات بے جا ہے؟ جس شخص کو اپنی سچائی پر یقین ہو وہ ہر ٹیڑھی چال کا مقابلہ کر کے غالب آتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتا۔ ٹھیک مرزا قادیانی کی اسی سنت پر اب قادیانیوں کا عمل ہے۔ انہیں اگر کوئی مرزا قادیانی کی باتوں کو موضوع بنانے کو کہے تو وہ نہایت شاندار جرأت کے ساتھ میدان سے بھاگ آتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی کسی بات کو سیدھا دکھانا محال سے زیادہ مشکل ہے۔

بزرگان امت پر بہتان

قادیانی کہتے ہیں کہ تیرہ بزرگ مرزا قادیانی کو نبی ماننے کے قائل ہیں۔ حضرت عائشہ، امام راغب اصفہانی، محی الدین ابن عربی، ملا علی قاری، مولانا روم، پیران پیر سید عبدالکریم جیلانی، جناب عبدالوہاب شعرانی، محمد طاہر گجراتی، حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، نواب صدیق حسن خان۔

پہلے چار بزرگوں کو انہوں نے جس طرح اپنا بنالیا ہے۔ اس کا پول ہم نے دو کتابوں میں کھولا ہے۔ مولانا عبدالحیٔ نے حضرت مسیح کے قیاس سے غیر شارع نبی کو دوسری زمینوں میں

ممکن بتایا ہے۔ یہ فرضی قیاس ان کا غلط سہی۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے زمین میں کوئی اور نبی پیدا ہوگا اور نانوتوی صاحب نے عشق رسول میں قریب قریب وہی کچھ کہا ہے جو منصور حلاج نے خدا کے عشق میں کہا تھا۔ دونوں کا حساب اللہ کے پاس ہے۔ نہ منصور خدا اور نہ کوئی طفیلی نبی ہے۔ مولانا روم کا یہ شعر مثنوی دفتر اول میں بتایا گیا ہے۔ جو وہاں موجود نہیں:

مکر کن در راہ نیکو خدمتے تانبوت یابی اندر امتے

اس میں مکر وشرارت سے امتی آدمی کو نبی بن دکھانے کا سبق دلایا گیا ہے اور مرزا قادیانی نے یہی کچھ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شعر انہی کا ہو اور مولانا روم کے سر مڑ دیا گیا ہو۔

حضرت پیران پیر صاحب کی جو عبارت کئی واسطوں سے نقل ہو کر آئی ہے۔ اس کا ترجمہ خود قادیانیوں سے ہی سنئے!

''بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معنے سے آگاہ کرتا ہے اور اس مقام کا رکھنے والا انبیاء، اولیاء میں سے ہوتا ہے۔'' اس کے الفاظ پر غور کیجئے! اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ مرزا قادیانی نبی ہیں تو حضرت پیران پیر صاحب کیوں نبی نہیں؟۔ انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں اور نہ ہی کوئی انہیں نبی مانتا ہے۔ یعنی مدعی ست گواہ چست۔

عبدالکریم جیلی کا انسان کامل ابن عربی کی فصوص الحکم ہے اور فصوص الحکم کے بارہ میں حضرت مجدد نے فرمایا تھا:

مارا نص باید نہ کہ فص

اس کا ترجمہ خود قادیانیوں سے سنئے: ''ہر نبی ولایت ولی مطلق سے افضل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہاء ہے۔''

خط کشید الفاظ پکار رہے ہیں کہ نبی کی ابتدائی حدود کو چھونے سے پہلے ہی ولی کے سفر کی انتہاء ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے خیالی نبی ولایت کا عالم واقعہ میں کوئی وجود نہیں اور اس کے کوئی معنے نہیں۔ مصنف نے حضرت مسیح اور خضر کے قیاس پر اسے بامعنے بنانا چاہا۔ مگر مثال تو کسی ایسے کی ہونی چاہئے جو امتی سے نبی بنا ہو اور نبی مانا گیا ہو۔ تاکہ وہ قادیانیوں کے دعویٰ کے کام آئے۔

امام شعرانی کی طرف سے وہ بتاتے ہیں کہ صرف شارع نبی کا آنا منع ہے۔ غیر شارع

نبی آ سکتا ہے اور شارع کیوں نہیں آ سکتا اس کی دلیل یہی ہے کہ شریعت محمدی کامل ہے۔ کسی نبی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد غیر شارع نبی کے آنے کی دلیل یہ ہی ہے کہ حضرت مسیح نازل ہوں گے۔ مگر یہ دونوں باتیں مرزا قادیانی کے خلاف ہیں۔ غیر شارع نبی کی دلیل حضرت مسیح کے بغیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی اور اسے وہ مانتے نہیں۔

امام محمد طاہر نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عائشہؓ کے اس قول کی شرح ہے جس کی کوئی سند نہیں اور جس کے متعلق خود قادیانی مانتے ہیں کہ وہ بھی حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ شاہ ولی اللہ اور نواب صدیق حسن خان کا نام وہ محض دھوکہ کے لئے لائے ہیں۔

اقتباس الانوار اور تفسیر ابن العربی سے بھی دو حوالے قادیانی لائے ہیں کہ حضرت مسیح کسی نئے بدن سے نزول فرمائیں گے۔ ابن عربی نے تو آنجناب کی پیدائش کو بھی فلسفیانہ کھینچا تانی کا موضوع بنا کر چھوڑا ہے جو ظاہر ہے کسی خدا سے ڈرنے والے آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے نزول کا بھی کیمیائی تجزیہ کیا ہو۔ اگرچہ قادیانی دوستوں کے حوالے اور استدلال کا حال معلوم ہے۔ پھر اس کی کسی دلیل کا وجود نہیں نرا دعویٰ ہے اور پہلی کتاب کی دلیل یہ نقل ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ مہدی حضرت مسیح کے بغیر کوئی نہیں۔ مگر حدیث میں ان کے کسی بروزی جسم یا وجود کا بیان نہیں اور نہ اس بات کے قائل کا کوئی نام بتایا گیا ہے۔

دوسری طرف حدیث کی تحقیق کے ساتھ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ خود حضرت مسیح کے نزول فرمانے میں کیا خرابی ہے؟۔ جو ان کے بروزی جسم میں نہیں ہوگی۔ اگر ان کا آنا اچھا نہیں تو شکل بدل کر آنا کیوں اچھا ہوا؟۔ یہی صورت خدا کے بروز کے بارہ میں مان کر تثلیث و بت پرستی کو کیوں نہ صحیح مان لیا جائے۔ جو کچھ معقول بھی ہے۔ انسان کے بروز کی بحث کیا معنی؟

تاریخ طبری اردو جلد اول حصہ چہارم اور حصہ اول جلد چہارم میں مختلف حوالوں سے وہ بتاتے ہیں کہ مسلیمہ کذاب شارع نبی بنا تھا اور باغی تھا اور حضرت ابوبکرؓ اپنے سپاہیوں سے فرماتے تھے۔ ذرا ان بستیوں سے آذان اور اقامت کو سن لینا۔ اس سے وہ خود اپنی اذان اور نماز کے پردہ میں مرزا قادیانی کی نبوت کو چھپاتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے:

بک رہا ہے جنون میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت زمین کے کسی گوشہ میں دوسرے نبی کی ضرورت نہ تھی۔ بہرحال اگر اس کے ماننے والے بغاوت سے قتل کے قابل تھے تو ابوبکرؓ کو ان کی اذان پر کان دھرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور قرآن میں شارع وغیر شارع نبی پر ایمان لانے کی یہ تفریق کہاں ہے؟۔ اگر مرزا قادیانی کو انگریزی پرستی فرض اور جہاد حرام ہونے کی وحی ہو تو وہ نبی اور کوئی دوسرا بے چارہ اسی وحی کا دم بھرے تو باغی۔

ایک اہم نکتہ

مرزا قادیانی خود کہتے ہیں کہ پہلے کبھی کوئی امتی نبی نہیں ہوا۔ ایسا صرف میں ہی ہوں اور کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

قادیانی کہتے ہیں کہ ان پر ایمان لانے کا تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا۔ معاذ اللہ! تاہم قرآن کی سورت مائدہ میں بنی اسرائیل سے اللہ کا ایک عہد موجود ہے۔ جس میں نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ رسولوں پر ایمان لانے کا بھی ان کو پابند کیا گیا تھا۔ یہ عہد اگر پہلے انبیاء کے حق میں لیا جائے تو لاحاصل ہے۔ اس لئے کہ انہیں تو وہ رسول مان چکے تھے اور اگر بعد والوں کے حق میں مانا جائے کہ بعد میں جو رسول ہو اس پر ایمان لاؤ تو اس سے وہ یہ کہہ کر بھاگ سکتے تھے کہ بعد کو آنے والا رسول ہے نہیں۔ اس لئے ہم اسے نہیں مانتے۔ اللہ نے اس کے تدارک میں ایک تو انہیں یہ ماننے کا پابند بنایا کہ بعد میں اور رسول آئیں گے۔ دوسرے ان سے فرمایا کہ تم اپنے ہی رسولوں کے ساتھ ایمان میں مضبوطی دکھانا۔ اگر ان کی ہر بات کو مانا تو جس نئے نبی ماننے کا وہ حکم دیں اسے بھی ماننا۔ بعد میں حضرت مسیح نے بھی اپنے حواریوں سے یہ عہد لیا۔ اس عہد کے تحت نبی آخرالزمان کا منکر پہلے تمام رسولوں کا منکر ہے۔ بالکل اسی طرح ختم نبوت اور نزول مسیح کا منکر محمد ﷺ کا منکر ہے اور جملہ انبیاء کا منکر آدمی کسی ایک نبی کو اگر اپنے دل سے نبی مانتا ہو تو وہی ایک اسے باقی رسولوں پر ایمان لانے کا پابند بنائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے کہ وہ پہلے کی تصدیق کر کے بعد والے کی خبر دے گا اور اس کی تصدیق اور خبر کو نہ ماننا خود اس کا انکار ہوگا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ختم نبوت
افروز اظہار الحق



جناب ڈاکٹر نظیر صوفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار مقصد

مرزائیت کی رونق ختم نبوت سے انکار ہے۔ بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان نے نبوت مرزا کے اثبات میں بڑا زور مارا اور اپنی جماعت کو اسی بنیاد پر استوار کیا ہے۔ لیکن جہاں تک بانی جماعت کا تعلق ہے۔ اپنی تمام مراقیانہ تعلّیوں کے باوجود وہ ختم نبوت کے قطعی طور پر قائل رہے۔ اس زمانہ میں بھی جسے میاں بشیر الدین محمود نے ان کا دور نبوت گردانا اور جس دور کے الہامات کو اپنی جماعت کے لئے معیار ایمان ٹھہرایا۔ میں نے سوچا کہ متلاشیان حق کے لئے مسئلہ ختم نبوت کو اسی معیاری دور کے الہامات کی کسوٹی پر پرکھ دیا جائے۔

شاید کہ کسی دل میں اتر جائے میری بات
اور وہ ہدایت پا جائے

نظیر صوفی

۱۱ر جمادی الاول ۱۳۹۲ھ

اللھم انی اعوذبك من فتنة المسیح الدجال!

تعین دور نبوت بانی مرزائیت

میاں بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی قادیانی نے تحقیقاتی عدالت ہائی کورٹ لاہور میں ۱۳ر جنوری ۱۹۵۴ء کو سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں حلفیہ بیان دیا کہ: ”جہاں تک مجھے یاد ہے، انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا اعلان کیا۔“ اور اس سے قبل ۱۹۳۵ء میں مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں بھی بسلسلہ مقدمہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری حلفیہ بیان دیا تھا کہ آپ نے اخیر ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں دعویٰ نبوت کیا۔

میاں محمود کے یہ حلفیہ بیان اور آخری ہونے کی وجہ سے ان کی اس موضوع پر تمام پہلی تحریروں اور بیانوں کو منسوخ کرتے ہیں۔ یعنی ان کا (حقیقت النبوت ص ۱۲۱ اور القول الفصل ص ۲۴ وغیرہ) میں اعلان نبوت کا تعین ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں کر کے بر بنائے نام نہاد دعویٰ نبوت اس سے پہلے کے الہامات کو منسوخ کہنا غلط ٹھہرا۔ کیونکہ اعلان نبوت تو خود میاں محمود کے حلفیہ بیانوں کی رو سے ۱۸۹۰ء کے اخیر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں ہوا تھا۔ پس حقیقت النبوت اور القول الفصل میں پیش کردہ ان کے اپنے ہی نقطہ نظر کے مطابق اب ختم نبوت کی بابت بانی جماعت کے ۱۸۹۰ء کے

بعد کے فرمودات غلامان مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے آخری حجت ٹھہریں گے۔ جنہیں قبول کرنا ان پر لازم فی الایمان ہے۔ کیونکہ فرمایا بانی جماعت نے: ”وہ جو خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے۔“ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

ختم نبوت افروز اظہار الحق

مرزائیت ختم نبوت سے انکاری ہے۔ لیکن جہاں تک بانی جماعت کا تعلق ہے۔ ان کی مزعومہ ماموریت کے بعد کی تحریرات از ۱۸۹۱ء تا ۱۹۰۷ء سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت کے قطعی اور یقینی طور پر قائل تھے اور اس کے منکر کو کاذب، کافر، بے دین، خارج از امت، قرآن کا دشمن، بے شرم و بے حیا، لعنتی، مفتری اور دجال سمجھتے تھے۔ اظہار الحق کے لئے چند حوالہ جات نظر نواز ہیں۔

بانی مرزائیت کے مذہب کا لب لباب

”ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ: ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہمارا اعتقاد ہے۔ جو اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ ہم فضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالم سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں۔ جن کے ہاتھوں اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت مرتبہ اتمام کو پہنچ گئی۔ جس کے ذریعے سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص۱۳۷، خزائن ج۳ ص۱۶۹)

ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت کاذب اور کافر

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰) ”میں نے سنا ہے کہ شہر دہلی کے علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں مدعی نبوت ہوں اور منکر اعتقاد اہل اسلام ہوں۔ اظہاراً للحق لکھتا ہوں کہ یہ سراسر افتراء ہے۔ بلکہ میں اپنے عقائد میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ مانتا ہوں اور ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر نبی کریم ﷺ پر ختم ہوگئی۔ یہ وہ عقائد ہیں۔ جن کے ماننے سے کافر بھی مومن ہو سکتا ہے۔“

آنحضرت ﷺ بغیر کسی استثنا کے خاتم النبیین ہیں

”کیا نہیں جانتے تم کہ خدا کریم ورحیم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثنا کے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے۔“

(حمامتہ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰)

منکر ختم نبوت بے دین اور منکر اسلام

''اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور منکر اسلام سمجھتا ہوں۔''

(اشتہار دہلی ۲۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵)

منکر ختم نبوت دشمن قرآن، کافر ابن کافر

''خدا جانتا ہے کہ میں...... نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔'' (فیصلہ آسانی ص ۴، خزائن ج ۴ ص ۳۱۳) ''آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری کرنے والے کافر کی اولاد، قرآن کے دشمن اور بے شرم و بے حیا ہیں۔ اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو۔ دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو، جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔''

(آسانی فیصلہ ص ۱۵، خزائن ج ۴ ص ۳۳۵)

منکر ختم نبوت خارج از امت

(نشان آسانی مطبوعہ ۲۹ر مئی ۱۸۹۲ء) ''نہ مجھے دعوائے نبوت نہ خروج از امت۔ نہ میں منکر معجزات و ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ پیارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب ﷺ کے بعد اس امت کے لئے کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔''

(نشان آسانی ص ۲۸، خزائن ج ۴ ص ۳۹۰)

منکر ختم نبوت لعنتی، مفتری، جھوٹا، کذاب

(کتاب البریہ مطبوعہ ۲۴ر جنوری ۱۸۹۸ء) ''اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ ''لعنة الله على الكاذبين المفترين '' یعنی جو شخص مجھے نبی مانتا ہے ہو لعنتی و مفتری ہے۔ افتراء کے طور پر ہم پر تہمت لگاتے ہو کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔'' (کتاب البریہ ص ۱۸۲ حاشیہ، خزائن ج ۱۳ ص ۲۱۵)

منکر ختم نبوت دجال

(حمامۃ البشری مطبوعہ ۲۷ر جولائی ۱۹۰۳ء) ''اور کہتے ہیں کہ یہ شخص...... محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں سکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ پاک ذات ہے میرا رب، میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ

لوگ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے والے دجال ہیں۔"

(حمامۃ البشریٰ ص ۸، خزائن ج ۷ ص ۱۸۴)

ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت کاذب وکافر

(حقیقت الوحی مطبوعہ ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء) "تحقیق ہمارے رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اوران پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔" (ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۶۴، خزائن ج ۲۲ ص ۶۸۸) "اور ختم المرسلین ﷺ کے بعد دوسرے مدعی نبوت ورسالت کوکاذب وکافر جانتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰)

جھوٹا ہے کذاب ہے؟

پس بانی مرزائیت کی مذکورہ بالا ۱۸۹۱ء سے مئی ۱۹۰۷ء تک کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ وہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اس عالم سے کوچ کرنے سے پہلے تحقیقی طور پر ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب وکافر مانتے تھے۔ لیکن ان کے ختم نبوت پر اس قطعی اور یقینی عقیدہ کے باوجود میاں محمود باپ کا منہ چڑاتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں آئے گا تو میں اس سے کہوں گا تو جھوٹا اور کذاب ہے۔" (انوار خلافت ص ۶۵)

جبکہ بانی جماعت نے الہامیہ طور پر باب نبوت مسدود قرار دیتے ہوئے فرمایا: "کیا ایسا بد بخت جو خود رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور جو آیت "ولکن رسول الله وخاتم النبیین" کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔" (انجام آتھم ص ۲۷ مطبوعہ ۲۲ رجنوری ۱۸۹۷ء، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷ حاشیہ)

اور میاں محمود نے خود بھی اس الہامیہ تفسیر کی تائید ۱۹۱۰ء میں اس طرح کی تھی۔

"اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص بھی ایسا نہیں آئے گا کہ جس کو مقام نبوت پر کھڑا کیا جائے۔"

(رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ راپریل ۱۹۱۰ء)

میاں محمود کی یہ متناقص خیال آئینہ حق نما کیونکہ بقول بانی جماعت: "جھوٹے کے کلام میں تناقص ضرور ہوتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۱۱ حصہ ۵، خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵) اور "ایک دل سے دو متناقص باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔"

(ست بچن ص ۳۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳)

بانی جماعت کی شان مراقیہ کی بوالعجبیاں توان کے ختم نبوت پر قطعی اور یقینی ایمان کی وجہ سے بطور مراقیہ شطحیات صرف نظر کی جاسکتی تھیں۔ لیکن چونکہ مرزا بشیر الدین محمود کی نظر میں وہ اپنے دعویٰ سے ہم رسول اور نبی ہیں۔ (بدر ۲۵ر مارچ ۱۹۰۸) کی رو سے حقیقی نبی اور رسول تھے۔ اس لئے مذکورہ بالا الہام اور میاں محمود کی تائیدی تفسیر آیت ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین '' کی روشنی میں جھوٹا، کذاب، بدبخت، پاگل اور منافق اب کون کون ہے؟۔ تناقص کلام کی غلام احمد یہ کسوٹی پر قارئین خود پرکھ لیں: ''عیاں راچہ حاجت بیاں''

البتہ مجھے تو ہر دو کی متناقص کلامی میں مراقی خام خیالیاں کارفرما نظر آتی ہیں...... کہ بانی جماعت نے فرمایا: ''مجھ کو دو بیماریاں ہیں...... مراق اور کثرت بول۔'' (بدر قادیان ۷ر جون ۱۹۰۶ء)

''حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھ ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔'' (سیرت المہدی ج ۲ ص ۵۵، روایت نمبر ۳۶۹)

خلیفہ ثانی میاں محمود نے فرمایا: ''مجھ کو کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔''

(ریویو قادیان اگست ۱۹۲۶ء)

''ہسٹریا جن مردوں کو ہو ان کو مراقی کہتے ہیں۔'' (الفضل قادیان ۳۰ر اپریل ۱۹۲۲ء)

خلیفہ اول نے فرمایا: ''مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے۔'' (بیاض نور الدین حصہ ا ص ۲۱۱)

''اور ڈاکٹر شا نواز بانی جماعت کے مرید ومعالج خاص نے طبی نکتہ نظر سے فرمایا: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض ہے تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ وبن تک اکھاڑ دیتی ہے۔'' (ریویو، قادیان اگست ۱۹۲۲ء)

پس باپ بیٹے کی شان مراقیہ میں الجھے بغیر زیر نظر حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ بانی تحریک مرزائیت اپنے مفروضہ دور ماموریت میں بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کے ہر مدعی اور ایسے نبیوں کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج، بے دین، کاذب، کافر، لعنتی، مفتری اور دجال کہتے اور سمجھتے تھے۔ پس ایسے بے دین، منکر اسلام لوگ خارج از امت ہونے کی وجہ سے ہر زمانہ میں کافر ودجال کہلائیں گے۔ مسلمان ہرگز نہیں۔ اپنے امام کے اس سیدھے سادے فیصلے کی تائید مرزائی بھی کریں گے۔ انشاء اللہ!

''اس لئے کہ جو خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جس کی بات نہیں
اس کی ذات نہیں



جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

وعلی اصحابہ الذین اوفوا عہدہ! اما بعد!

اوائل اگست ۱۹۶۵ء میں مرزائیوں نے لندن میں میٹنگ کی جس میں سر ظفر اللہ خان نے مرزائی حکومت قائم ہونے کی خوشخبری بیان کی۔ اس آواز نے مرزائیت کی متعفن لاش میں وہ صور پھونکا کہ مرزائی ہر جگہ جارحانہ کارروائی میں مصروف ہو گئے۔

وہی مناظرہ بازی کا چیلنج۔ وہی مرزا غلام احمد کے نبی و مرسل ہونے کے بلند وبانگ دعوے اطراف ملک میں لوٹائے جانے لگے۔ جابجا اہل اسلام سے برملا کہا گیا کہ نبوت جاری ہے۔ مرزا غلام احمد نبی برحق ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی قبر کشمیر میں ہے اور جس مسیح کی آمد کی خبر احادیث میں دی گئی ہے اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور احادیث میں جامع دمشق کے جس منارہ کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر نازل ہوں گے۔ اس سے مراد قادیان کا وہ منارہ ہے جو غلام احمد کے دعاوی کے بعد قادیان میں تعمیر کیا گیا۔

ایسے ہی حالات کنری میں پیدا کر کے اہل اسلام کا ناطقہ بند کر دیا گیا۔ چنانچہ کنری کے معززین اہل اسلام نے مرکز ملتان سے رابطہ قائم کیا اور حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد علی جالندھری زید مجدہم نے کنری میں سیرۃ النبی ﷺ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضور سرور کائنات ﷺ کے وصف خاص ختم نبوت کو تفصیل سے بیان فرمایا اور اس حدیث کی تشریح بیان فرماتے ہوئے کہ:

''حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن وہ جھوٹے اور کذاب ہوں گے۔'' مرزا غلام احمد کے دعوے نبوت کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے اہل اسلام کو برا بھلا کہا ہے۔

مرزائیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنا ہتھیار اس وقت استعمال کرتے ہیں جب ان کے مقابل کوئی نہ ہو۔ چنانچہ معاندین مرزائی نے ایک پمفلٹ اس وقت شائع کیا جبکہ مولانا محمد علی جالندھری اور اس کے ساتھی کنری سے جا چکے تھے اور مولانا کے پیش کردہ حوالہ جات کو غلط کہا اور لکھا کہ یہ صحیح ہیں تو ثابت کر کے مبلغ تین صد روپے انعام حاصل کیا جائے۔

معززین اہل اسلام نے فوری طور پر خادم ختم نبوت مولانا اکرام الحق الخیری کو ڈگری

سے بلا کر جلسہ کا انتظام کیا۔ مولانا نے اصل حوالہ جات پیش کئے اور مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ یہ تمہاری کتابیں موجود ہیں۔ آؤ اور اصل حوالے مطالعہ کرو۔ مرزائی بھیگی بلی بن کر گھر میں بیٹھے رہے۔ جب مولانا اکرام الحق چلے گئے تو آسمان سر پر اٹھالیا کہ تمہارے مولوی جھوٹے ہیں۔ ہم تو تین صد روپے دینے کو تیار ہیں۔

لہٰذا یہ چند حوالہ جات بطور نمونہ مرزائیوں کی کتابوں سے پیش ہیں۔ اب فضل الدین یا کسی اور مرزائی میں ایمانی جرأت تو درکنار، اگر انسانی شرافت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہے تو تین صد روپے ادا کرے۔

سب سے پہلے فضل الدین مرزائی نے ختم نبوت کی تحریک ۱۹۵۳ء کو غنڈہ گردی، لوٹ مار، آتش زنی، قتل وغارت سے تعبیر کیا۔ آیئے سب سے قبل اسی انکوائری کی روشنی میں دیکھیں کہ اہل اسلام کے جملہ فرقوں کے متفقہ مطالبات کو پیش کرنے کی وجہ سے قتل وغارت کیوں شروع ہوا۔

اہل اسلام کے سب فرقوں نے مل کر مرزائیوں کے متعلق مطالبات پیش کئے۔ اس وقت کے گورنر جنرل نے علماء سے کہا کہ اگر آپ کے مطالبات منظور کر لئے جائیں تو انگریز اور امریکہ ناراض ہو جائیں گے۔ ہمیں گندم کہاں سے ملے گی۔ علماء اسلام کو گرفتار کر لیا گیا۔ تا کہ مرزائیت کا مربی انگریز خوش ہو۔ عوام نے پرامن تحریک شروع کی۔ اسے دبانے کے لئے ضروری تھا کہ تشدد کا جواز پیدا کیا جائے۔ یہ فرض مرزائیوں نے ادا کیا چنانچہ ابتداء مارچ ۱۹۵۳ء میں ربوہ سے ایک جیپ میں سوار فوجی وردی پہنے مرزائی لاہور آتے رہے اور اندھا دھند مسلمانوں پر فائرنگ کرتے رہے تا کہ بدامنی پیدا ہو۔ اس جیپ کا ذکر ''انکوائری رپورٹ'' کے ص ۱۵۹ پر موجود ہے۔

چونکہ یہ انکوائری مجلس عمل (جو تمام مسلمان فرقوں کی مشترکہ انجمن تھی) کے مطالبات اور تحریک کی جانچ پڑتال کے متعلق قائم کی گئی تھی اور اس نے اس وقت کی حکومت کے طرز عمل کو صحیح ثابت کرنا تھا۔ اس لئے آپ کے نزدیک ''منیر انکوائری رپورٹ'' صحیفہ آسمانی سے کم نہیں۔ آیئے اسی سے مرزائیوں کے متعلق جج صاحبان کی رائے کا مطالعہ کریں۔

منیر انکوائری رپورٹ

۱...... ''جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن کا دھندلا سا امکان افق پر نظر آنے لگا تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہونے لگے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے آغاز

تک ان کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔ لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ان کو یہ امر کس قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کے تصور کو مستقل طور پر گوارا کر لیں۔ انہوں نے اس وقت اپنے آپ کو عجب گومگو کی حالت میں پایا ہوگا۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم ہوگیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کی وجہ واضح طور پر یہ تھی کہ احمدیت کے مرکز قادیان کا مستقبل بالکل غیر یقینی نظر آرہا تھا۔ جس کے متعلق مرزا قادیانی بہت سی پیش گوئیاں کر چکے تھے۔" (منیر انکوائری رپورٹ ص ۲۰۹)

حوالہ نمبر ۲ منیر انکوائری رپورٹ

"لیکن مطالبات کا تعلق احمدیوں سے تھا اور وہ مطالبات اس لئے وجود میں آئے تھے کہ احمدیوں کے بعض عقائد اور ان کی سرگرمیاں مخصوص انداز کی تھیں اور وہ دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ اور ممیز ہونے پر زور دے رہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مطالبات احمدیوں کے عقائد اور ان کی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے۔" (منیر انکوائری رپورٹ ص ۲۷۹، ۲۸۰)

حوالہ نمبر ۳

"تاہم بدلے ہوئے حالات کے مطابق ان (احمدیوں) کی سرگرمیوں اور ان کی جارحانہ نشر و اشاعت میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا اور غیر احمدی مسلمانوں کے خلاف دل آزار باتیں کہیں جاتی رہیں۔ کوئٹہ میں مرزا بشیر الدین محمود نے جو تقریر کی وہ نہ صرف نامناسب بلکہ اشتعال انگیز تھی۔ اس تقریر میں انہوں نے بلوچستان کے صوبے کی پوری آبادی کو احمدی بنا لینے اور اس صوبہ کو مزید جدوجہد کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علی الاعلان حمایت کی۔ اس طرح جب انہوں نے اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت کی کہ تبلیغ احمدیت کے پروپیگنڈہ کو تیز کر دیں تا کہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پوری مسلم آبادی احمدیت کی آغوش میں آجائے تو گویا مسلمانوں کو تبدیلی مذہب کے متعلق کھلا نوٹس دے دیا اور جب مرزا غلام احمد کو نہ ماننے والوں کے متعلق "دشمن یا مجرم یا محض مسلمان" کے الفاظ استعمال کئے گئے تو جن لوگوں کی توجہ ان ارشادات کی طرف مبذول کرائی گئی۔ ان کا مشتعل ہونا لازمی تھا۔" (منیر رپورٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۸۰)

حوالہ نمبر ۴ منیر رپورٹ ۱۹۵۳ء

"لیکن ان کے (احمدیوں) خلاف عام شورش کا موقع خود انہی کے طرز عمل نے بہم پہنچا ۴

دیا۔ اگر ان کے خلاف احساسات اتنے شدید نہ ہوتے تو ہم نہیں سمجھتے کہ احراری اس حالت میں بھی ہر قسم کی مختلف مذہبی جماعتوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔"

(منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۸۰)

حوالہ نمبر ۵

۵...... "احمدیوں کے خلاف دوسری شکایت جو ہمارے سامنے تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے انبیاء کے مقابلے میں جن میں ہمارے رسول ﷺ بھی شامل ہیں، اپنا ذکر مبالغہ آمیز انداز سے کیا ہے اور احمدی اپنے بعض اشخاص کے مقابلے میں امیر المومنین، ام المومنین، سیدۃ النساءؓ، صحابہ کرام جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اہل بیت یا ان کے حلقہ احباب سے مخصوص طور پر منسوب ہونے کی وجہ سے خاص تقدس واحترام کی سرمایہ دار بن چکی ہے۔" (منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۰۹، ۲۱۰)

اصل حوالے پیش خدمت ہیں

پہلا حوالہ...... (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً کا ہے۔ طبع قادیان)

اصل الفاظ مرزا قادیانی ملاحظہ ہوں:

ا...... "تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة وينتفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي الا ذريته البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لايقبلون "یعنی" ان کتابوں کو سب مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر بدکار رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔"

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد کی اصل عبارت اور اس کا ترجمہ درج کر دیا ہے۔ خود ہی فیصلہ کریں کہ بقول فضل الدین صاحب یہ زمانہ مستقبل بعید کے بارے میں پیش گوئی ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا تو پھر خود ہی حال کا ترجمہ کیوں کیا۔ دیکھو ٹریکٹ مذکورہ ص ۱۰ (ان کتابوں کو سب مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف و مطالب سے فائدہ اٹھاتے ہیں...... الخ)

سوال یہ ہے کہ آدھی عبارت کا ترجمہ زمانہ حال کے ساتھ وابستہ کرنا اور آدھی کا زمانہ مستقبل کے ساتھ وابستہ کرنا، کہاں کی دیانت و امانت ہے اور نیز اگلی عبارت کے ترجمہ میں قادیانی فضل الدین نے یہ بھی بڑ ہانک دی کہ سب مسلمان مجھے قبول کر لیں گے اور میرے دعوے کی تصدیق کریں گے۔ (ص ۱۰)

گویا (نعوذ باللہ) سب مسلمان قادیانی ہو جائیں گے۔ اچھی تاویل کی ہے مرزا قادیانی کی عبارت کی۔ یعنی عذر گناہ بدتر از گناہ۔ جناب قادیانی مبلغ صاحب کل مسلم کا جملہ ہر مسلمان کو مرزا کے ماننے والوں میں شامل کرتا ہے۔ آگے ''الا'' کا استثناء رنڈیوں کی اولاد کو خارج کرتا ہے۔ کیا سارے پاکستان کے مسلمان قادیانی کتابوں کو مانتے ہیں اور مرزا قادیانی کی تصدیق کرتے ہیں یا سب مسلمان مرزا کو ان تیس دجالوں میں شمار کرتے ہیں۔

یقیناً سب مسلمان جب جھوٹا سمجھتے ہیں تو اس خطاب میں سارے مسلمان شامل ہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد کا لڑکا مرزا فضل احمد (جس کا جنازہ مرزا غلام احمد نے اس کو نبی نہ ماننے پر پڑھنے سے انکار کر دیا تھا) بھی اس ذریۃ البغایا میں شامل ہو جاتا ہے۔ باقی فضل الدین مرزائی نے ''بغایا'' کے لفظی ترجمہ پر بحث کی ہے اور لغات کی کتب سے دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ہم بغایا کا ترجمہ مرزا قادیانی کی کتب سے پیش کرتے ہیں جو مرزائیوں کے نزدیک وحی الٰہی کا درجہ رکھتی ہے۔

۱...... ''رقصت کرقص بغية فی مجالس ''یعنی اور تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا۔'' (حجۃ اللہ ص ۸۷، خزائن ج ۱۲ ص ۲۳۵)

۲...... ''اذيتنی خبثا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یابن بغا''یعنی سر انجاشت خود ایذا ادادی پس من صادق نیم۔ اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نمیری۔'' (انجام آتھم ص ۲۸۲، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۳...... ''او التشوق الی رقص البغليا''یعنی''اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۷، خزائن ج ۱۶ ص ۴۹)

غور فرمائیے! فضل الدین مرزائی ''بغایا'' کا ترجمہ سرکش، بے دین، نافرمان کرتے ہیں اور مرزا قادیانی ''بغایا'' کا ترجمہ بازاری اور بدکار عورت کرتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں:

من چه می سرائم وطنبوره من چه می سراید

دوسرا حوالہ

ان العداء صاروخنا زير الفلاء   ونساهم من دونهن الاكلب

یعنی ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' (نجم الہدیٰ ص ۱۰، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

نجم الہدیٰ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف ہے۔ عربی زبان میں ہے اور اس کا ترجمہ عربی کے بالمقابل اردو میں کیا گیا ہے جس کو بعینہ نقل کر دیا گیا ہے۔

فضل الدین صاحب نے اپنے پمفلٹ میں کہا کہ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں لکھی گئی اور اس میں اعداء سے مراد پادری ہیں۔ سبحان اللہ!

مرزا قادیانی اسی کتاب کے (ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۵) پر رقم طراز ہیں: ''ومن علّی وجعلنی المسیح الموعود...... الخ ''یعنی'' اور جب میں نے اپنے مسیح موعود ہونے کی لوگوں کو خبر کی تو یہ بات اس ملک کے لوگوں پر شاق گزری اور مجھے انہوں نے کافر ٹھہرایا اور میری تکذیب کی۔''

سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔ غور فرمائیے اگر اس عبارت میں اعداء سے مراد پادری ہیں تو کیا مرزا غلام احمد دعویٰ مسیحیت سے قبل پادریوں کے نزدیک مسلمان تھے اور جب انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو پادریوں نے انہیں کافر کہا یا اہل اسلام نے بالاتفاق مرزا قادیانی کے ان دعاوی کے باعث اس کے کفر کا فتویٰ دیا۔ مرزا غلام احمد اسی کتاب میں آگے لکھتے ہیں: ''وکانوا یجتمعون بان المسیح ینزل من السماء کما جافی الکتاب والتفق علیہ الاکابر من الفضلاء (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۶) یعنی'' اور وہ یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اور اس پر اکابر فضلاء کا اتفاق ہے۔''

فضل الدین اور مرزا قادیانی کے سب امتی خدارا بتائیں کہ اہل اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں نازل ہوں گے اور اس پر اکابر علماء اسلام وفضلاء کرام کا اتفاق نہیں ہے تو فرمائیے اس شعر میں اعداء سے مراد مسلمان ہیں یا پادری؟ اب مرزا قادیانی اور اس کے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود نے عامتہ المسلمین کو دشمن کہا یا نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲ مصنف غلام احمد جنوری ۱۸۹۷ء)

فضل الدین کہتے ہیں کہ یہ شعر ۱۸۹۸ء کا ہے اور دشمن سے مراد پادری ہیں۔ مرزا غلام احمد جنوری ۱۸۹۷ء میں کہتے ہیں کہ: ''میں خدا کا فرستادہ ہوں اور میرے نہ ماننے والے دشمن اور جہنمی ہیں۔''

۲...... ’’ہماری بھلائی کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں تا کہ ان پر غالب آنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو، ترقی بھی نہیں ہو سکتی۔ تمام انبیاء کی جماعتیں ایک ہی جیسی ہوتی ہیں۔ پہلوں میں ہم سے زیادہ ایمان نہ تھا۔‘‘

(خطبہ جمعہ خلیفہ محمود احمد مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۵ر اپریل ۱۹۳۰ء)

یک نہ شد دو شد۔ بشیر الدین محمود نے نہ صرف سب مسلمانوں کو اپنا دشمن گردانا بلکہ مرزا غلام احمد نے محض اہل اسلام کو دشمن اور جہنمی کہا اور محمود احمد نے اپنے کو حضور ﷺ کے صحابیوں جیسا ایمان دار کہا۔

تیسرا حوالہ...... فضل الدین مرزائی کی عبارت

تیسرا اعتراض مولوی محمد علی جالندھری نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے یہ اٹھایا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ’’جو مجھے نہیں مانتا اور میری فتح کا قائل نہیں وہ ولد الحرام ہے۔‘‘

جواب...... مرزا غلام احمد کے الٹے سیدھے دعاویٰ کے پیش نظر اہل اسلام نے ۱۸۸۴ء میں ہی اس کی مخالفت شروع کر دی۔ مرزا غلام احمد نے دشمنان اسلام کے ایماء پر اہل اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کرنے کے لئے مجدد، مسیح اور نبی ہونے کا دعوے کیا اور اہل اسلام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے کبھی کبھار عیسائیوں سے بھی مناظرے کئے۔ چنانچہ ایسا ہی مناظرہ مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی امرتسری سے ہوا جو تحریری تھا اور پندرہ یوم تک جاری رہا۔ جب علمی طور پر عبداللہ آتھم کو خاموش نہ کرا سکے تو ایک عدد پیشین گوئی کر دی کہ پندرہ دن مناظرہ ہوا ہے۔ ایک دن سے ایک ماہ مراد ہے۔ اگر عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر نہ مرے تو مجھے ذلیل کیا جائے۔ گلے میں رسہ ڈالا جائے اور پھانسی دیا جائے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۴۳۵)

یہ دعویٰ ۵ر جون ۱۸۹۳ء کو کیا گیا۔ پندرہ ماہ ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو پورے ہو گئے۔ لیکن عبداللہ آتھم نہ مرا۔ یہ بات مرزا غلام احمد، اس کے خاندان اور امت پر نہایت شاق گزری۔ عبداللہ آتھم کی موت کے لئے وظائف پڑھے گئے۔ دعائیں کی گئیں۔ حتیٰ کہ جب ایک دن باقی رہ گیا تو مرزا قادیانی نے بہت سے چنے لے کر رات بھر ان پر ایک سورت پڑھائی اور علی الصبح وہ چنے خود مرزا قادیانی نے ایک ویران کنویں میں گرائے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پیچھے دیکھے بغیر جلدی جلدی واپس چلو۔ اہل اسلام مرزا غلام احمد کے متعلق اس کے دعاویٰ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے چکے تھے۔ جب مذکورہ پیشین گوئی جھوٹی ہوئی تو اہل اسلام نے اسے مرزا غلام احمد کے

جھوٹے ہونے کی دلیل کے طور پر بیان کیا۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب (انوارالاسلام ص۲۵، خزائن ج۹ص۲۶) پر رقم طراز ہیں: ”اے غزنوی گروہ کے لوگو! اے امرتسر کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو! اے لدھیانہ کے سخت دل مولویو اور منشیو! خوب سوچ لو کہ تم کیا کر رہے ہو...... الخ۔“ اسی کتاب کے ص۳۰ پر لکھتے ہیں: ”اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم وحیاء کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکو، انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“

غور فرمایئے! پیش گوئی مرزا غلام احمد قادیانی کرے، وہ جھوٹی ثابت ہو اور اگر مسلمان اس پر بھی اس کی فتح کے قائل نہ ہوں تو وہ ولد الحرام بنیں اور حلال زادہ نہ ٹھہریں۔

چوتھا اعتراض

فضل الدین مرزائی کا یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کی پارٹی پاکستان کی مخالف تھی...... الخ۔ پمفلٹ مذکور

جواب...... اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا محمد علی صاحب اور ان کی جماعت پاکستان بننے سے قبل تقسیم کے حق میں نہ تھے تو اس سے کیسے ثابت ہوگیا کہ واقعی مرزا غلام احمد سچا ہے؟

جواب نمبر۲...... بلاشبہ بہت سے حضرات خصوصاً ہماری جماعت کے مؤسس حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ مرحوم مغفور نے ملکی تقسیم کی مخالفت کی تھی اور مسلمانان ہند کو مشورہ دیا تھا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ کرانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ لیکن جب سواد اعظم نے تقسیم کے حق میں رائے دی تو تقسیم سے قبل ہی حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے اس سے اتفاق کیا اور تقسیم کے بعد انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے ملکی استحکام کے لئے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ کیونکہ ان کی رائے سیاسی رائے تھی اور سیاسی رائے بدلتی رہتی ہے۔ ایک زمانہ میں خود قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل رکھتے تھے اور مشترک جدوجہد کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن ہندو کی تنگ نظری کی وجہ سے قائداعظم نے اپنی رائے بدلی...... لیکن مرزائی از روئے الہام تقسیم کے خلاف تھے اور ہیں۔ ان کا مذہبی عقیدہ تھا

اور ہے کہ: ''ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔''

(الفضل مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۴۷ء)

سیاسی رائے بدل جاتی ہے، عقیدہ نہیں بدلتا۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزائی عقیدۃً تقسیم کے خلاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بشیر الدین محمود کی لاش کو امانتاً ربوہ میں دفن کیا ہے۔ انہیں جونہی موقع ملا یہ اس کی لاش کو قادیان لے جائیں گے۔ یہودی اور نصرانی دشمن اسلام ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ اہل اسلام کو ہزاروں کی تعداد میں شہید اور مسلمان خواتین کی بے حرمتی کی۔ لیکن مرزائیوں کا مشن اسرائیل میں جوں کا توں محفوظ و مامون ہے۔ اس لئے کہ مرزائیوں کے نزدیک بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی کوئی عزت نہیں۔ ان کے نزدیک قادیان ہی سب کچھ ہے۔ ملاحظہ ہو:

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

''لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے سے نقصان اور خطر کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۵۲، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

''یہاں (قادیان میں) آنا نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود غلام احمد نے اس کے متعلق بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔'' (حقیقت الرویا ص ۴۶)

فضل الدین صاحب! یہ ہیں آپ کی پاکستان کی خدمات اور اب تقسیم کے بعد کے عزائم۔ آپ اور آپ کی جماعت کو اہل اسلام کے مشترکہ مسائل سے کوئی ہمدردی نہیں۔ آپ کے نزدیک قادیان ہی سب کچھ ہے۔ لیجئے اب اصل حوالے آپ کے پیش کر دیئے ہیں۔ آپ جب کہیں ہم آپ کی اصل کتب آپ کو دکھلا سکتے ہیں۔ اب اگر آپ انسانی شرافت اور اپنی ذات کا لحاظ ہے تو تین صد روپے ادا کریں۔ وما علینا الا البلاغ!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

امین الملک جے سنگھ بہادر

کرشن گوپال

مرزا غلام احمد قادیانی حجراسود کے ادنیٰ ترین خادم فضل الدین مرزائی کے
تینوں پمفلٹوں کا جواب، بمع چیلنج مناظرہ



جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ۔امابعد!

اہالیان کنری (ضلع تھرپارکر) اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری جب بھی ڈگری کے سالانہ جلسے پر تشریف لاتے ہیں۔ واپسی پر کنری میں ایک تقریر سیرت النبیؐ پر کر جاتے ہیں۔اس طرح گزشتہ سال وہ آئے اور تقریر کر کے چلے گئے۔سیرت میں ان کا خاص موضوع ''ختم نبوت محمد ﷺ'' ہوتا ہے۔ان کی تقریر اگر اتنی بری اور اشتعال انگیز تھی کہ جس سے منافرت پھیلنے کا ڈر اور نقض امن عامہ کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا، تو انصاف تو یہ تھا کہ اس سے اگلے ہی دن اس بات کا نوٹس لیا جاتا۔پہلے مسلمانان کنری سے کہا جاتا، ورنہ بصورت دیگر حکومت کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔لیکن یہاں کیا ڈرامہ کھیلا گیا کہ پورے آٹھ ماہ کے بعد صبح کو ایک پمفلٹ ''مولوی محمد علی جالندھری کی اشتعال انگیزی اگر جرأت ایمانی ہے تو اصل حوالے پیش کریں اور مبلغ ۳۰۰ روپیہ نقد انعام لیں'' فضل الدین مرزائی بازاروں میں بانٹ رہے تھے۔مرزائی حضرات خوش تھے کہ لو بھئی ہم نے میدان مار لیا۔لیکن یہ ان کی بھول تھی۔اہل حق دنیا میں بھیک مانگ کر نہیں جیتے۔چنانچہ اگلے ہی دن مولوی اکرام الحق صاحب الخیری ڈگری سے آئے اور اس پمفلٹ کے تاروپود بکھیر دیئے۔انہوں نے مرزائیان کنری کو بار بار چیلنج کیا کہ آؤ! اور اپنے حوالے اپنی کتابوں میں دیکھو۔اس وقت تو ان کے سامنے آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔جب وہ چلے گئے تو پھر لگے پر پرزے نکالنے کہ اس پمفلٹ کا جواب تحریری دو۔حالانکہ اپنے پمفلٹ میں اس بارے میں ایک لفظ بھی مذکور نہیں کہ تحریری جواب دو۔ہم نے کہا چلو بھئی یونہی سہی۔ان کے پمفلٹ کے جواب میں ہم نے پمفلٹ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' شائع کیا۔مدلل جواب دیا۔پاکیزہ اور سعید روحوں کے لئے تو انصاف یہ ہے کہ اتنا ہی کافی ہے۔مگر ان زنگ آلود قلوب کا کیا کیا جائے؟

اس پمفلٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فضل الدین مرزائی نے ۲۰،۲۵ روز بعد پھر ۲،۲ صفحات کے سائیکلو اسٹائل ۳ عدد پمفلٹ شائع کر دیئے۔دوسرے لفظوں میں اب بات کو مزید آگے بڑھانے کا ذمہ دار خود فضل الدین مرزائی ہے۔فضل الدین مرزائی صاحب! اب اگر آپ نے پہل کر ہی دی ہے تو تمہیں مرزا قادیانی کی قسم میدان چھوڑ کر نہ بھاگنا۔ورنہ پھر ہم کہیں گے ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' مرزا قادیانی کی باتیں ہمارے قلم لکھیں گے۔فیصلہ عوام

کریں گے۔ جب تم اپنے کذب کی مکمل سند پالو تو خدا کے لئے کنری کے بازاروں میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے لئے حکومت کے دروازے مت کھٹکھٹانا بلکہ بہادروں کی طرح مان لینا ورنہ ہم پھر کہیں گے "جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں۔"

اب فضل الدین مرزائی کے تینوں پمفلٹوں کا جواب لیجئے: سب سے پہلے پمفلٹ "قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا" ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں اس نام نہاد مجلس کے ناظم کا نام تک درج نہیں جس سے خطاب کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ دوسرے پمفلٹ "ندائے حق نمبر ۱" میں لکھتے ہیں کہ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری جسے بانی جماعت احمدیہ کی کوئی کتاب پڑھنی نصیب نہیں ہوئی، صرف الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب کو ہی صحیفہ آسمانی سمجھتا ہے۔"

قارئین کرام! بس اسی عبارت پر ہی فضل الدین مرزائی کا صدق یا کذب، جھوٹ یا فریب پرکھ لیجئے۔ پہلے لکھتا ہے کہ نام نہاد مجلس کے ناظم کا پتہ نہیں۔ دوسری جگہ لکھتا ہے کہ ناظم الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" کو ہی صحیفہ آسمانی سمجھتا ہے۔ اب اسے یا تو یہ پتہ نہیں کہ ناظم کون ہے تو پہلے جھوٹ بولا ہے اور اگر نہیں پتہ تو دوسری جگہ جھوٹ بولا ہے۔ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ لعنت الله علی الکاذبین!

آگے ارشاد ہوتا ہے "گو کتابچہ میں درشت کلامی سے کام لیا گیا ہے۔"

محترم فضل الدین صاحب آپ کا یہ اعتراض سر آنکھوں پر۔ لیکن کاش یہ بات لکھنے سے پہلے آپ نے اپنے پمفلٹ پر بھولے سے ہی ایک نظر ڈال لی ہوتی۔ مرزا محمود احمد کی تقریریں، تحریریں پڑھی ہوتیں بلکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کو پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات کہنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی۔ جس قوم کے نبی کا پورا لٹریچر درشت کلامی سے بھرا ہوا ہو۔ اسے درشت کلامی پر تنقید کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے کہ وہ اپنے نبی کی ایک عظیم الشان سنت کا تارک ہو رہا ہے۔ باقی میری تحریر جسے تم نے درست کلامی کا نام دیا ہے تو محترم اس بات کی اجازت تو مرزا قادیانی بھی دے رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

"سو جاننا چاہئے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا کہ گویا عام طور پر ہر ایک سخت کلامی سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے۔ یہ ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ ثبوت رکھتے ہیں۔ وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۲۴، خزائن ج ۳ ص ۱۱۴)

اگر اب بھی آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو سن لو! مومن دوستوں میں موم کی طرح نرم اور اللہ کے دشمنوں کے سامنے فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔

اسے بار بار پڑھیے حتیٰ کہ یہ بات آپ کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں ”ناظم صاحب مذکور نے بعض بے تعلق باتیں لکھی ہیں۔ جن کا انعامی پمفلٹ سے کوئی تعلق نہیں۔“

ٹھیک ہے بھائی! تو انکوائری رپورٹ سے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا محمد علی جالندھری کو جو چاہے ثابت کر دیں اور جب ہم بھی اسی انکوائری رپورٹ سے تمہاری متعفن لاش لوگوں کو دکھاتے ہیں تو وہ بے تعلق باتیں بن جاتی ہیں۔ سچ ہے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فضل الدین صاحب یہ تو گنبد کی مثال ہے۔ جیسے کہے گا ویسی سنے گا۔

پہلا حوالہ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً) کی مندرجہ بالا عبارت لکھ کر پھر وہی گھسے پٹے اعتراضات پیش کئے گئے ہیں۔ جن کا مدلل جواب ہم پہلے کتابچہ میں دے چکے ہیں۔ اگر فضل الدین صاحب کو سمجھ نہیں آئے تو بسم اللہ! ہم پھر حاضر ہیں:

کھلا ہے فیض کا چشمہ نہا لے جس کا جی چاہے

”تلك كتب ينظر اليها، كل مسلم بعين احبة المودة وينتفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي الا ذرية البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لايقبلون“

”ان کتابوں کو سب مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر بدکار رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔“

قارئین کرام! اس عبارت کی فصاحت وبلاغت کا موازنہ قرآن کریم سے کرنا تو میرے بس کی بات نہیں۔ ہاں البتہ اگر فضل الدین مرزائی اسے قرآنی پیشین گوئی کے مماثل سمجھتا ہے تو یہ اس کا عقیدہ ہے۔ میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ:

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حضرات فضل الدین نے ایک سیدھی سادھی بات کو الجھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس معمے کو حل کرنے سے پہلے مذکورہ عبارت (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ص ایضاً) پھر پڑھئے۔ اس میں دو باتیں بالکل صاف ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ سب مسلمان مرزا قادیانی کی کتابوں کو محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں قبول کرتے ہیں اور ان کی دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ذریۃ البغایا جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے وہ مرزا قادیانی کو قبول نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ذریۃ البغایا کیا بلا ہے جو مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو نہایت فراخ دلی سے عطا فرمائی ہے۔ ذریۃ البغایا یہ رنڈیوں اور پیشہ ور عورتوں کی اولاد کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

الف...... مولانا سعد اللہ مرحوم لدھیانوی کو خطاب: ''اذیتنی خبثافلست بصادق ان لم تمت باالخزی یاابن بغاء '' (انجام آتھم ص۲۸۲، خزائن ج۱۱ص۲۸۲) ''اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نمیری۔''

ب...... ''لفظ بغاء بغیاء کے معنی سعد اللہ حرام زادہ ہے۔''

(الفضل ۲؍جولائی ۱۹۳۲ء ملک عبدالرحمن گجراتی)

ت...... ''وماکانت امك بغیا (مریم:) ''اے مریم تو زنا کی مرتکب کیوں ہوئی جب کہ تیری ماں پاک دامن تھی اور زانیہ نہیں تھی۔'' (احمدیہ پاکٹ بک ص۳۰)

ج...... ''کل من ھوولد الحلال ولیس من ذریته البغایا''یعنی''ہر ایک شخص جو ولد الحلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں ہے۔'' (نورالحق حصہ اول ص۱۲۳، خزائن ج۸ص۱۶۳)

د...... (خطبہ الہامیہ ص۱۷، خزائن ج۱۶ص۴۹، البلاغ ص۷۸، ۷۹، خزائن ج۱۳ص۳۵۱) فریاد درد میں بھی ذریۃ البغایا کے معنی رنڈیوں اور زنا کار عورتوں کی اولاد کے لئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! اب مرزا قادیانی تو اپنے نہ ماننے والوں کو ڈنکے کی چوٹ پر ذریۃ البغایا کہہ رہے ہیں اور یہی بات مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کہی کہ دیکھو مسلمانو! مرزا تمہیں گالیاں دے رہا ہے۔ اب فضل الدین مرزائی کبھی محاورہ کا سہارا لیتا ہے۔ کبھی لغات کو اٹھا اٹھا کر لا رہا ہے۔ کبھی مضارع کی بحث چھیڑتا ہے اور کبھی مستقبل بعید کی دھائی دیتا ہے۔ کبھی قرآن کریم کی پیشینگوئیوں کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو جی یوں نہیں۔ اصل بات یوں ہے۔ لیکن فضل الدین صاحب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ نبی کا ہر قول امتی کے لئے حجت ہوتا ہے۔ میرے آقا محمدؐ ایک لفظ کے جو معنی بتا گئے وہ میرے لئے حرف آخر ہیں۔ اب دنیا بھر کی کتابیں لے آ دچاہے دنیا

بھر کے ادیب اکٹھے ہو جائیں اور اس لفظ کا کوئی دوسرا معنی بیان کریں۔ میں سب کو اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔ تو پھر مجھے کہنے دو کہ یہ کیسی ذریۃ البغایا امت ہے جو اپنے نبی کے قول کے بدلے لعنتوں کا سہارا ڈھونڈتی ہے اور یوں کھلم کھلا ان کا خود انکار کرتی ہے۔ جو نبی کے احکام پس پشت ڈال دے اس کے گمراہ ہونے میں کسے شک ہے؟۔

۵...... فضل الدین مرزائی نے امام باقرؒ کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی ہے یہ امام عالی مقام پر ایک بہتان ہے۔ امام صاحب سب مسلمانوں کے لئے یکساں ہیں۔ شیعہ، سنی جھگڑوں سے ان کی شخصیت بہت اونچی ہے۔ وہ دین کے اہم ستون ہیں۔ میرے پاس اس کا یہ ثبوت ہے کہ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ، امام باقرؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کے فرزند امام جعفر صادقؒ سے بھی فیض یافتہ ہیں۔ شیعہ سنی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا کمال امام باقرؒ ہی کے فیض صحبت کا نتیجہ ہے۔ عقل سے کام لیں۔ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ امام باقرؒ خود تو امام ابوحنیفہؒ کی تربیت کرے اور خود ہی اسے ذریۃ البغایا کہے۔ یہ تحریر مابعد زمانے میں جب شیعہ سنی نزاعات حد سے بڑھے۔ کسی شیعہ نے ان کے نام سے منسوب کر کے کتاب میں بڑھا دی۔ اب اگر تم میں ہمت ہے تو روایت درروایت سے ثابت کر کے مرزا قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام سے مذکورہ عبارت نکال دو۔ لیکن تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہیں پتہ ہے کہ مرزا قادیانی کے دامن میں صرف ایک پھول نہیں۔ بلکہ ایسے پھولوں کے ہزار ہا پودے کھڑے ہیں۔

دوسرا حوالہ...... (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳) کا شعر پڑھ کر کہتے ہیں کہ مسلمان کا لفظ دکھا دو۔ فضل الدین طارق صاحب تخلص تو طارق رکھ لیا مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم شاعری کے نام سے ہی ناآشنا ہو اور یہ دم چھلا بھی محض دکھلاوے کے لئے لگایا گیا ہے۔ ورنہ یہ شعر لکھ کر تم ہم سے اس بات کا کبھی مطالبہ نہ کرتے کہ اس میں مسلمان کا لفظ دکھاؤ۔ شعر اور نثر میں یہی فرق ہے کہ شعر میں تھوڑے لفظوں میں بات مکمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب شعر کی تشریح کی جاتی ہے اور اس کے شان نزول پر اور مطلب پر بحث کی جاتی ہے تو پھر ساری چیزیں ایک ایک کر کے سامنے آجاتی ہیں۔ بس اب اتنی بحث پڑھ کر پھر سے اس شعر پر غور کرو۔ اس کا ماخذ تلاش کرو۔ شان نزول معلوم کرو۔ کس کے لئے بولا گیا ہے۔ کب بولا گیا ہے۔ کیوں بولا گیا ہے۔ فضل الدین کہتا ہے کہ اس سے مراد پادری ہیں۔ میں کہتا ہوں پادری کا لفظ دکھا دو۔ فیصلہ ہو گیا جب تم تفصیل میں جا کر دور کی کوڑی لا کر پادری ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرو گے تو میں نزدیک ہی سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں بھی ہم مسلمانوں کو ہی گالی دی گئی ہے۔ (ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳) پر یہ شعر

ہے اور (ص ۱۰۱، خزائن ج ۱۴ ص ۵۶) پر وضاحت ہے۔ پمفلٹ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' پھر ذرا غور سے پڑھیں۔ اللہ آپ کو سمجھ عطاء فرمائے۔

تیسرا حوالہ...... عبداللہ آتھم سے مناظرہ سے متعلق ہے۔ خادم صاحب اس واقعہ کا ذکر نہ کرتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ اس واقعہ سے مرزا قادیانی کے الہاموں اور خدائی مدد کا پول کھل جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے عبداللہ آتھم کی موت کی تاریخ مقرر کی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء، لیکن جب ۴ ستمبر کی شام آئی تو مرزا قادیانی کے گھر کہرام مچ گیا۔ رات بھر مرزا قادیانی نے چنوں پر سورت پڑھوائی اور علی الصبح وہ چنے خود ایک ویران کنویں میں گرائے اور ساتھیوں سے کہا کہ پیچھے دیکھے بغیر جلدی جلدی واپس چلو۔ لیکن عبداللہ آتھم پھر بھی نہ مرا۔ اہل اسلام! کیا نبی اپنے مخالفین کو مارنے کے لئے ایسے ذلیل حربے استعمال کرتے ہیں؟ جب اللہ نے وحی کے ذریعہ آتھم کی موت کا دن مقرر کیا تھا تو مرزا نے چنے کیوں پڑھے۔ اس نے وحی الٰہی کی خلاف ورزی کیوں کی۔ کیا فضل الدین صاحب ان کا جواب مرحمت فرمائیں گے جب مرزا قادیانی مذکورہ واقعہ میں جھوٹے ثابت ہوئے تو مسلمانوں نے جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔ مرزا قادیانی نے لکھا: ''جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولدالحرام بننے کا شوق ہے۔'' سبحان اللہ! مناظرہ میں شکست تو مرزا قادیانی کھائیں اور حرام زادہ مسلمان بنیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

نمبر۱...... اب دوسرا پمفلٹ ندائے حق نمبر۱۔ ندائے احمق ہی کہنا بہتر ہوگا، کے اعتراض کا جواب سنئے۔ لکھتے ہیں: ''پون صدی سے آپ لوگوں نے احمدیت کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکامی اور ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔'' بزدلی اور دھاندلی کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہوگی کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حوالہ تو شورش کشمیری کے نام سے لکھ دیا مگر بات اپنے دل کی کہہ دی۔ فضل الدین صاحب تاریخ اسلام اٹھایئے! پون صدی میں دنیا کا کون سا کونہ تھا جس پر اسلام کے بیٹوں نے اپنے گھوڑے نہیں دوڑائے تھے اور اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ تم نے پون صدی کا حوالہ تو دیا مگر اپنی کارگزاری بھی تو پیش کرو۔ قادیان سے دھکے دے کر نکالے گئے۔ پاکستان میں قدم قدم پر مسلمان تمہارے جھوٹ کا پول کھول رہے ہیں۔ تم میں اتنی جرأت نہیں کہ برسرعام آ کر مرزا کی نبوت پر تقریر کرسکو۔ اگر یہ حقیقت نہیں تو آؤ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنی چار دیواریوں سے باہر نکل کر ہمارے سامنے چوک پر کھڑے ہوکر مناقب مرزا پر ایک تقریر کر دو اور پتہ چل جائے کہ پون صدی میں تم نے کون سا تیر مار لیا ہے۔ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ لیکن تم تو گیدڑوں سے بھی بزدل ہو۔ جسے اپنے گھر میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں، وہ

باہر کیا کرے گا۔

نمبر۲...... ''علمائے ربانی جھوٹ یا مکروفریب سے کام نہیں لیا کرتے۔نہ غیظ وغضب میں آیا کرتے ہیں۔''سبحان اللہ! کیا خوبصورت الفاظ ہیں۔ہمارے علماء پر تو تحقیقاتی رپورٹ کی دفعہ لگا کر خوش ہو گئے۔لیکن اپنے ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی خبر تک نہ لی کہ اصل میں وہی تو جھوٹ، مکروفریب، غیظ وغضب والی صفات کے قافلہ کا سرخیل کاررواں ہے۔جس کی نفسیات کا یہ عالم ہے کہ وہ گن گن کر نمبروار لعنت،لعنت کی رٹ لگائے اور یہ تعداد ہزار تک پہنچا کر دم لے اور غصہ میں لوگوں کو حرام زادہ اور رنڈیوں کی اولاد تک کہنے سے نہ چوکے۔

فضل الدین صاحب!تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں انصاف سے کہنا کہ آیا ایسے شخص کو تم شریف کہنا شرافت کو گالی دینے کے مترادف نہیں سمجھتے ؟ آیا اس قبیل کے شخص کا شمار انسانوں میں ہوگا یا حیوانوں میں ؟بس میرا یہی جواب ہے:

اتنا نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

علمائے اسلام کے متعلق میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں:

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو ———— دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

۳...... فضل الدین صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں میں سے جماعت احمدیہ ہی دنیا میں اسلام کا بول بالا کر رہی ہے۔محترم فضل الدین صاحب ہم قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔لہٰذا تمہاری ساری تگ ودو قادیانیت کے لئے تو ہو سکتی ہے۔اسلام کے لئے نہیں۔دنیا کے کونہ کونہ کے مسلمان حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے۔لہٰذا نئی نبوت کا پرچار اسلام کی کوئی خدمت نہیں۔رہی یہ بات کہ یورپ کا فرنگی تمہیں مسلمان سمجھتا ہے تو فرنگی کو تمہارا اسلام مبارک،ہم نے تو ہاتھ باندھے۔

۳ب...... تم نے مزید مولانا محمد علی صاحب جالندھری سے پوچھا کہ بیرونی ممالک میں کتنے مشن بھیجے ہیں۔فضل الدین صاحب سپین کے کناروں سے لے کر کاشغر کی وادیوں تک محمد ﷺ کے نام لیوا بستے ہیں۔اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ اسلام وارشاد ہم نے بانٹ رکھی ہے۔ہم ایران میں جا کر تبلیغ اسلام کرتے پھریں کیوں پاکستان میں تبلیغ ختم ہوگئی؟ ایران میں ہمارے ایرانی بھائی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ہر مسلمان اپنے اپنے مورچہ پر ڈٹا ہوا ہے۔مدینہ یونیورسٹی اور جامعہ ازھر کے طلبہ افریقہ میں تبلیغ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔جماعت احمدیہ تو ایک کروڑ

روپیہ کے بل بوتے پر دنیا میں گھوم رہی ہے۔ لیکن کبھی تو نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت کو بھی دیکھا ہے۔ اپنے خرچ پر دنیا کے کونے کونے میں اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ دور کیوں جاتا ہے عالیجاہ محمد، مشہور مکے باز شیر اسلام محمد علی کلے تیرے مربی امریکہ کی چھاتی پر چڑھ کر "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ (واضح رہے کہ یہاں محمد سے مراد مرزا قادیانی نہیں جیسا کہ مرزا قادیانی نے قادیانیوں سے کہا ہے کہ کلمہ پڑھتے وقت محمد کی جگہ میرا تصور کیا کرو۔) فضل الدین تو اپنی ڈفلی بجاتا پھر، ہمیں اس سے کیا۔

باقی رہی بات تیری تبلیغ کی کہ وہاں جا کر تمہارے مبلغ کیا کرتے ہیں وہ بھی تمہارے اپنوں کے حوالے سے یہ ہے۔ "تمہارے مبلغ سور کا گوشت کھاتے ہیں۔" (الفضل قادیان ۲۱ راست ۱۹۲۴ء) "ننگے ناچ دیکھتے ہیں۔ خود مرزا محمود نے بمعہ چودھری ظفر اللہ کے دیکھا۔" (الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۳۴ء) "لونڈیوں کو ساتھ لئے پھرتے ہیں۔" (اخبار پیغام صلح ج ۲۴، ۳ر جون ۱۹۳۴ء) آپ کے طرز تبلیغ کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی گئی ہے۔ مبلغ عبداللہ صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ: "کسی دوست سے ملے۔ کہیں چائے پر چلے گئے۔ کسی اور اجتماع میں چند آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ پس قادیان رپورٹ لکھ دی کہ ہم نے تین سو آدمیوں کو احمدیت یا اسلام کا پیغام پہنچا دیا۔ ایسی تبلیغ تمہیں مبارک، ہمیں تو معاف ہی کرو۔"

۳...... شورش کاشمیریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: "مولوی محمد علی آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ ختم نبوت کے نام پر جاری شدہ کاروبار بند کیجئے۔" فضل الدین صاحب! شورش کشمیری نے مولانا محمد علی جالندھری کو یہ مشورہ دے کر کیا جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے؟ (۲) کیا وہ جماعت احمدیہ کا باقاعدہ رکن بن گیا ہے؟ (۳) کیا اس نے فتنہ قادیانیت کو سچا تسلیم کر لیا ہے؟ بات کا مزہ تو جب تھا کہ وہ مولانا محمد علی جالندھری کو یہ مشورہ دے کر آپ کے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دیتا اور خود بھی آپ کی دشمنی چھوڑ دیتا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ میں ہی نہیں آپ بھی جانتے ہیں کہ شورش کاشمیری قادیانیوں کا آج بھی اتنا ہی دشمن ہے جتنا پہلے تھا۔ اس کا قلم آج بھی دشمنان اسلام کی دھجیاں روز اول کی طرح بکھیر رہا ہے۔ جس کتاب کے حوالے دے دے کر تم نے یہ باتیں لکھی ہیں۔ اس کتاب میں شورش کاشمیری نے مرزائیت کے منہ سے جس طرح نقاب اتارا ہے۔ عقل سلیم کے لئے وہی کافی ہے۔ قادیانیوں کے خلاف شورش کاشمیری آج بھی محمد علی کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہے۔ جواب بھی نہ سمجھے تو اسے خدا سمجھے۔

۴...... آگے چل کر لکھتے ہیں: "تحفظ ختم نبوت کے نام پر جمع شدہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کہاں خرچ

کیا۔" فضل الدین صاحب ایمان لگتی کہنا کہ اس ڈیڑھ لاکھ میں آپ نے کتنا چندہ دیا تھا؟ حیران کیوں ہو گئے۔ جواب دو۔ کتنا چندہ دیا تھا تم نے، اگر کچھ نہیں تو آپ کے پیٹ میں مروڑ کیوں اٹھنے لگے ہیں؟ جن مسلمانوں نے چندہ دیا ہے وہ اس کا حساب مولانا محمد علی سے خود لیں گے۔ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر مولانا محمد علی صاحب نے یہ رقم خورد برد کر لی ہے تو تمہیں تو ربوہ میں گھی کے چراغ جلانے چاہئیں کہ یوں اتنی کثیر رقم جو تمہارے خلاف استعمال ہوتی وہ ضائع ہو گئی اور اگر رقم محفوظ ہے (یقیناً محفوظ ہے) تو چار آنسو بہالو۔ کیونکہ اس سے اگر دس مبلغ بھی تیار ہو گئے تو انشاء اللہ تیرے جیسے سو، سو خادموں سے ایک ایک ٹکرائے گا۔

ڈیڑھ لاکھ کا حساب ہم لیں گے جنہوں نے چندہ دیا ہے۔ تمہارے حسابوں میں جو لاکھوں کے غبن ہوتے ہیں۔ کبھی ہم نے بھی اس طرح انگلی اٹھائی؟ ہم نہ چندہ دیتے ہیں نہ یہ سوال کرتے ہیں۔ سادہ لوح مرزائی تمہارے نبی کی کھیتی ہیں۔ ربوہ والے (چناب نگر) جیسے جی چاہے اس کھیتی کو کاٹیں۔ ہمیں اس سے کیا غرض غریب مرزائی پیٹ پر پتھر باندھ کر عشر تم تک پہنچائیں اور تمہارا خلیفہ (محمود) اس دولت کے بل بوتے پر داد عیش دیتا پھرے ہمیں کیا؟ ملاحظہ ہو تاریخ محمودیت ربوہ کا مذہبی آمر، براہین احمدیہ کی پچاس جلدوں کی قیمت وصول کر کے ان کے بدلے پانچ جلدیں عوام کو دے کر بقایا رقم تیرا نبی مرزا غلام احمد قادیانی شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا۔ ملکہ عالیہ بھوپال برسوں تک اس رقم کی یاد دہانی کراتی رہیں۔ لیکن صاحب بہادر کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ سچ ہے:

بادہ عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہا صلاح دو عالم ہم سے ہے

ندائے حق نمبر۱ (ندائے احمق نمبر۱) کے آخر میں فضل الدین مرزائی نے کچھ راز و نیاز کی باتیں کی ہیں۔ ان کا جواب دینے سے پہلے مداری کی پٹاری کے تیسرے پمفلٹ ندائے ملت نمبر۲ (ندائے احمق نمبر۲) کا جواب دے دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ ندائے حق نمبر۱ کے پانچویں اعتراض کا جواب اس کے بعد ذرا کھل کر دیا جائے گا۔ ہاں تو قارئین کرام پمفلٹ نمبر۲ میں فضل الدین مرزائی صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد علی جالندھری کو جوش خطابت میں اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ جو حکم دینے لگا ہوں اس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے ہاں تو نہیں ملتی البتہ مکہ کے مشرکین یا یزید کے دربار میں ملے گی۔

سبحان اللہ! فضل الدین مرزائی صاحب کیا محمد علی جالندھری نے نبوت کا اعلان کر دیا

ہے یا مسیح موعود ہونے کا؟ امام مہدی بن بیٹھا ہے یا مجدد و محدث۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا ہے یا خلیفہ بن بیٹھا ہے۔ اس نے کون سا حکم دیا ہے جو طبع نازک پر اتنا ناگوار گزرا کہ حضور کو مولانا محمد علی کے ڈانڈے یزید و مشرکین مکہ سے ملانا پڑے۔ اگر تجھے مشرکین مکہ سے اتنا ہی پیار ہے تو اس کی نسبت ان سے ملا جس نے برسر عام تاج و تخت ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا۔ جس نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کی تہمت لگائی۔ جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر شرابی ہونے کا بہتان باندھا۔ یزید کہنا ہے تو مرزا قادیانی کو کہہ جس نے فخر سے کہا تھا کہ قادیان میں یزید الطبع لوگ بستے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ظلی طور پر یزید ہی ہو کیونکہ اسی کے قلم نے (خاکم بدھن خاکم بدھن) حسینؓ کو پاخانہ (گوہ) کا ڈھیر لکھا۔ اس ظالم سے پوچھ حسینؓ سے اس کی کیا لڑائی تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یزید نے پھر اس کے روپ میں جنم لے کر جناب حسینؓ کی عزت و توقیر کم کرنے کی کوشش کی ہو۔ جسد اسلام کا کون سا حصہ ہے جو تیرے بناسپتی نبی کے چرکوں سے بچا ہو۔ اس پر:

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

اور اس کو کہتے ہیں خون انصاف!

میری نگاہ شوق پر اس درجہ سختیاں ان کی نگاہ شوخ پر کچھ بھی سزا نہیں

نمبر۲...... محمد علی جالندھری سے پوچھتے ہیں کہ جب قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے تو یہ تمہاری بھاگ دوڑ کس کام کی؟

جواب :۔ فضل الدین صاحب آپ کے نبی مرزا قادیانی بقول خود خدائی نشانات لے کر پیدا ہوئے تھے۔ پھر یہ جو تم ملکوں ملکوں کی خاک چھانتے پھرتے ہو۔ کیوں؟ اور اگر مرزا سچا ہے تو اللہ اسے ضرور کامیاب کرے گا۔ آپ آرام سے گھر بیٹھے رہیں۔ باقی محمد علی جالندھری کو یہ حکم ہے:

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰـــــــــــــہ الا اللہ

اعتراض نمبر۶ کے ضمن میں مسجد شہید گنج اور کشمیر کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ان لاکھوں شہیدوں کو رو رہے ہیں جو مسجد شہید گنج اور سرزمین کشمیر پر قربان ہو گئے۔

فضل الدین مرزائی! یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کیونکہ اگر تو جانتا ہوتا تو یہ بات کبھی نہ پوچھتا۔ محترم اسلام میں جہاد کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد شہید گنج ہو یا بیت المقدس، سرزمین کشمیر ہو یا ارض فلسطین، جزیرہ قبرص ہو یا صحرائے سینائی۔ مسلمانوں پروانوں کی طرح فدا ہو رہے ہیں۔ بغداد پر برطانیہ کا قبضہ ہو اور تیرے گھر قادیان میں گھی کے

چراغ جلیں۔ وادی سیناء میرے بھائیوں کی لاشوں سے پٹ جائے اور تیری اسرائیل سے سفارت چلے شہدائے کشمیر سے تیرا کیا رشتہ؟

ایں چہ بوالعجبی است؟

۳...... ۱۹۵۲ء کے فسادات پر عبدالماجد دریا آبادی اور مدیر اخبار تنظیم کے نام سے عبارت لکھی ہے کیا یہ ہر دو حضرات قادیانی ہو چکے ہیں۔ آپ کی دعوت کو سچا تسلیم کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو آپ کا یہ اعتراض بالکل لغو اور بے ہودگی ہے۔

۴...... فضل الدین مرزائی صاحب! عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا عیسیٰ علیہ السلام آگئے۔ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ مہدی مانتے ہیں نہ عیسیٰ مانتے ہیں اور نہ ہی نبی مانتے ہیں۔ بلکہ ان تیس دجالوں اور کذابوں میں ایک مانتے ہیں جن کی خبر میرے محمد عربی ﷺ نے اپنی امت کو دی تھی۔

پس بات ختم ہوگئی۔ کیونکہ اس میں نبیوں والی ایک بھی صفت نہیں۔ کذابوں والی سینکڑوں صفات ہیں۔ (۱) محی الدین ابن عربیؒ۔ (۲) شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ (۳) حضرت مولانا رومؒ۔ (۴) امام عبدالوہاب شعرانیؒ۔ (۵) حضرت امام محمد طاہرؒ۔ (۶) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ۔ (۷) سید عبدالکریمؒ۔ (۸) نواب صدیق حسنؒ۔ (۹) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ (۱۰) ملا علی قاریؒ کا نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ سب حضرات امکان نبوت کے قائل ہیں۔ جی ہاں! ان بزرگوں کی کتب موجود ہیں۔ لیکن قادیان و ربوہ میں ان کے حوالے کئی بار شائع ہو چکے ہیں اور اب ان کی تشہیر فضل الدین مرزائی کے ہاتھوں کنری میں ہو رہی ہے۔ ناداں سمجھتا ہے کہ بڑے بڑے علمائے اسلام کا نام لے کر شاید مرزا قادیانی کا دامن نبوت صاف ہو جائے گا۔ لیکن:

ایں خیال است و محال است و جنوں

بے وقوف! حق کا دریا تو اپنی پوری آب و تاب سے جاری رہے گا۔ جو صدق دل اس میں قدم رکھے گا پار ہو جائے گا اور جو کذاب آئے گا اس کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

قارئین کرام! اب ہم حسب وعدہ پمفلٹ ندائے حق نمبر ا کے پانچویں اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ فضل الدین مرزائی نے پھر اسی سوال کو اٹھایا ہے کہ احرار نے پاکستان کی مخالفت کی اور اپنے لئے ۱۹۲۷ء کا حوالہ دیا۔ پھر سائمن کمیشن کی آمد پر رپورٹ کا حوالہ دیا ہے۔ شاید یہ سمجھتا ہے کہ یوں لوگوں کے سامنے چور چور پکار کر میں صاف بچ جاؤں گا۔ نہیں محترم یہ بالکل ناممکن ہے۔

۱...... ہمارا جھگڑا ہے مرزا قادیانی نبی نہیں اور تم لکھتے ہو کہ احرار پاکستان کی دشمن ہے۔ چلو

مان لیا۔ احرار پاکستان کی دشمن ہے پھر اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی سچا ہے؟

۲...... دوسرا یہ کہ احرار کی سیاست کا طعنہ مجلس تحفظ ختم نبوت کو دینا بد دیانتی ہے۔

کیونکہ احرار سیاسی پارٹی تھی اور مجلس مذہبی تنظیم ہے۔ قارئین کرام! فضل الدین کا منہ توڑنے کے لئے تو یہی جواب کافی ہے لیکن چونکہ اس نے پاکستان سے اپنی محبت اور حصول پاکستان کی جنگ میں تاریخ کا سہارا لیا ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ خود فضل الدین مرزائی کو اس شیشے میں اس کا منہ دکھاؤں اور ملت اسلامیہ بھی جماعت احمدیہ کی تاریخی خدمات سے روشناس ہو جائے۔ فضل الدین صاحب! احرار تقسیم ہند کے مخالف تھے نہ کہ آزادی ہند کے ملاحظہ ہو:

''کسی نے پوچھا شاہ جیؒ ملکی سیاست میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ شاہ جیؒ نے فرمایا: ''میں نے ہندوستانیوں کے ذہنوں سے انگریزوں کو نکال پھینکا ہے۔ میں نے کلکتہ سے خیبر تک دوڑ لگائی۔ میں تو وہاں بھی گیا ہوں جہاں دھرتی پانی دینے سے عاجز ہے۔ اب سوال یہ رہا کہ میں آزادی کے کس تصور کے لئے لڑ رہا ہوں تو اس کے لئے سمجھ لیجئے کہ اپنے ملک میں اپنا راج میں چاہتا ہوں۔ اس ملک سے انگریز نکلیں۔ نکلیں کیا؟ نہ لے جائیں۔ اس کے بعد آزادی کے خطوط پر غور کیا جائے گا۔ بابو تم نکاح سے پہلے چھوارے بانٹنا چاہتے ہو۔ پھر میں دستوری نہیں سپاہی ہوں۔ تمام عمر انگریزوں سے لڑتا رہا اور لڑتا رہوں گا اور اگر ایسے وقت میں سور بھی میری مدد کریں گے تو میں ان کا منہ چوم لوں گا۔ میں تو ان چیونٹیوں کو کھانڈ کھلانے کو تیار ہوں جو صاحب بہادر کو کاٹ کھائیں۔ خدا کی قسم! میرا صرف ایک دشمن ہے وہ ہے فرنگی۔ جس ظالم نے مسلمان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی بلکہ اس خیرہ چشمی پر بھی حد ہوگی کہ تحریف کے لئے مسلمانوں میں جعلی نبی پیدا کیا۔ پھر اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کی۔ اب اس کو چہیتے بچہ کی طرح پال رہا ہے۔''

۲...... ''میرے عقیدے میں اب بھی دو چیزیں ہیں۔ قرآن کی محبت، انگریز سے نفرت (شاہ جی) سیاسی نظریہ بدل جاتا ہے۔ لیکن مذہبی عقیدہ کبھی نہیں بدلتا۔''

پاکستان بننے سے پہلے ہی شاہ جیؒ تقسیم قبول کر چکے تھے اور جب پاکستان بن گیا تو شاہ جی کے نظریات ملاحظہ فرمائیے:

''فرماتے ہیں ایک شخص ایک خاندان میں شادی کرنا چاہتا ہے مگر اس کا باپ اور بھائی اور دوسرے رشتہ دار اس رشتہ پر راضی نہیں۔ باوجود اس کے وہ شادی کر ہی لیتا ہے۔ ماں باپ اپنے پرائے اگرچہ اس رشتہ پر راضی نہ تھے۔ لیکن شادی ہونے کے بعد مبارکبادیں دیتے اور دعوتیں کرتے ہیں۔ وہ کون سا دیوث باپ ہوگا جو اپنی اس بہو کی عصمت پر حملہ کرنے یا اس کو

نقصان پہنچانے کی اجازت دے۔ پاکستان بن چکا ہے۔اب اس کی حفاظت ہمارا جزو ایمان ہے۔تم میری رائے کوخود فروشی کا نام دو۔ میری رائے ہار گئی۔اس کہانی کو یہیں ختم کرو اب پاکستان نے جب بھی پکار واللہ باللہ اس کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے جتنا کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں۔اس طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو وہ پھوڑ دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ کاٹ دیا جائے گا۔میں اس وطن اور عزت کے مقابلہ میں نہ اپنی جان عزیز سمجھتا ہوں اور نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے۔"

قادیانیوں کے پاکستان کے متعلق کیا نظریات تھے۔وہ بھی تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں۔

ا...... "جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا دھندلا سا امکان افق پر نظر آنے لگا تو قادیانی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہونے لگے۔۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔ لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ان کو یہ امر کسی قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کو گوارا کرلیں۔ان کی بعض تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کریں گے۔" (انکوائری رپورٹ ص۲۰۹)

قارئین کرام غور کرنا! انکوائری رپورٹ کی مذکورہ عبارت کو مرزا محمود احمد کا یہ رویاء صادق سچ ثابت ہو رہا ہے: "ابتداء میں حضور نے اپنا ایک رویأ بیان فرمایا جس میں ذکر تھا کہ گاندھی جی آئے ہیں اور حضور کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لیٹنا چاہتا ہے اور ذرا سی دیر لیٹنے پر اٹھ بیٹھے اور گفتگو شروع کردی۔اس رویأ کی تعبیر میں حضور نے فرمایا کہ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو۔(اسی لئے جماعت احمدیہ کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے) اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں شیر وشکر ہو کر رہیں۔"

(مرتبہ منیر احمد، ونیس احمد، الفضل ۱۵ر اپریل ۱۹۴۷ء)

فضل الدین مرزائی ۱۹۲۷ء کا حوالہ دے کر عوام کو گمراہ کر رہا ہے۔اگر قادیانی جماعت حقیقتاً مسلم لیگ کے ساتھ تھی تو ۱۹۳۶ء میں لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر پنڈت نہرو کا شاہانہ استقبال کر کے اسے فخر وطن کا خطاب کیوں دیا؟ اور اس کی مکمل تفصیل الفضل ۱۳ر مئی ۱۹۳۶ء میں شائع کی گئی۔اس کی سرخی کا عنوان تھا "فخر وطن پنڈت جواہر لال نہرو کا لاہور میں شاندار استقبال"

فضل الدین صاحب! قادیان سے آپ کے تین سو والنٹیئر اور سیالکوٹ سے دو سو والنٹیئر لاہور پہنچے۔ آپ کے قائد اعظم آل انڈیا نیشنل لیگ کورز چوہدری اسد اللہ خان برادر ظفر اللہ خان قادیانی اور صدر آل انڈیا نیشنل لیگ شیخ بشیر احمد قادیانی بہ نفس نفیس پلیٹ فارم پر موجود تھے اور ان دونوں نے نہرو کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ حسب ذیل ماٹو جھنڈیوں پر خوبصورتی سے آویزاں تھے:

(1)(I beloved of the nation welcome you)

(2)(We join in civilliberties union)

(3)(Long live Jawaherlal)

پنڈت نہرو کا شاہانہ استقبال اور وہ بھی ۱۹۳۶ء میں اس کے بعد پاکستان کو قبول نہ کرنے کیلئے الہامی عقیدہ بھی گھڑ لیا۔ گاندھی جی سے خواب میں بھی راز و نیاز کی باتیں اور پھر بھی دعویٰ مسلمانی۔ اسے کہتے ہیں: ''رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔''

فضل الدین مرزائی اپنے منہ سے وہ نقاب اتار دے جسے دنیا منافقت کا نقاب کہتی ہے تو پاکستان کی جنگ کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتا ہے لیکن کیا تو یہ بھول گیا کہ تیرے گرو گھنٹال مرزا محمود نے باؤنڈری کمیشن کی بارگاہ میں اپنا میمورنڈم پیش کیا کہ قادیان ایک یونٹ بن چکا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہماری ایک الگ ریاست ہونی چاہئے۔ کچھ پنڈت نہرو کو پرانی رشتہ داری یاد دلا کر کہا:

مجھ کو دنیا میں ملے گی نہ کہیں جائے پناہ کچھ تو سوچ اے مجھے محفل سے اٹھانے والے

انگریز کو ظل اللہ تیرے نبی نے کہا۔ ہندو سے رشتہ تیرے خلیفہ نے جوڑا لیکن جب دجل و نفاق کا کوئی حربہ کارگر نہ ہوا تو نام نہاد فضل عمر یعنی خلیفۃ المسیح اور اس کی تمام خانہ ساز امت مردود و مطرود ہو کر سرزمین پاک میں پناہ گزیں ہوئی۔ مگر انتقام قدرت کی قہر نمائی ملاحظہ ہو یہاں آ کر قادیانی امت نے یہ مرثیہ خوانی شروع کر دی:

وہ دن جب کہ تھے ہم مکیں قادیاں میں
ہماری تھی دنیا ہمارا زمانہ
مگر اب یہ حالت ہوئی جارہی ہے
کہیں بھی نہیں ہمارا ٹھکانہ

(الفضل ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء)

اب حصول قادیان کے پیش نظر اکھنڈ بھارت کا الہام گھڑ مارا:

اے دجل تسبیح میں زنار کے ڈورے نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف

پاکستان کے عاشقو! ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اتنا تو جواب دو کہ چودھری ظفر اللہ نے حضرت قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی؟ لفظوں کے گورکھ دھندے میں الجھا کر فضل الدین صاحب تم عوام کو دھوکا نہیں دے سکتے:

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریا کاری
محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں

یہ دیکھو تینوں پمفلٹوں کا جواب دینے کے بعد میں امت مرزائیہ سے یہ بات پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ جس نبی کی غلامی کا طوق تم اپنے گلے میں ڈالے پھر رہے ہو وہ بندہ تھے یا خدا؟ امتی تھے یا نبی؟ عورت تھے یا مرد؟ ماں تھے یا باپ؟ مسلمان تھے یا کافر؟ کرم خاکی تھے یا بشر خاکی؟ جائے نفرت انسان تھے یا پتھر؟

پوری دنیائے قادیانیت کو میرا کھلا چیلنج ہے۔ وہ اس سوال کا جواب قیامت تک نہیں دے سکتی۔ فضل الدین مرزائی تیرے دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسے میرے بزرگوں نے تشنہ چھوڑا ہو۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادیان میں کھڑے ہو کر فضل عمر مرزا محمود کو جو چیلنج دیا تھا وہ آج بھی فضاؤں میں اسی طرح گونج رہا ہے۔ تیرے خلیفہ کو تو جرأت نہ ہوئی تو کسی باغ کی مولی ہے۔

فضل الدین مرزائی آج تجھے غلامان محمد پھر کھلا چیلنج دے رہے ہیں کہ تو گورنمنٹ سے منظوری لے کر اپنے جتنے مبلغوں کو چاہے لے آ۔ جہاں تیرا جی چاہے لے آ۔ مرزا ناصر احمد خلیفہ سوم کو لے آ۔ جلال الدین شمس کو لے آ۔ ابوالعطا جالندھری کو لے آ۔ خود آ جا۔ پورے دنیائے قادیانیت کو لے آ اور ہم سے مناظرہ کر لے۔ اگر ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا ثابت نہ کر سکیں تو سارے کے سارے آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے ورنہ بصورت دیگر آپ کو مرزائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنا ہوگا۔

شیشے کے محل میں بیٹھ کر دیوار سنگلاخ پر پتھر نہ برسائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا امتی کا ڈھیلہ ہی آپ کے شیش محل کو چکنا چور کر دے:

دیوار سنگلاخ پہ پتھر ہیں پھینکتے
شیشے میں بیٹھ کر یہ حماقت تو دیکھئے

وما علینا الا البلاغ!

خاتم النبیین لا نبی بعدی

ختم نبوت

پر

قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ



وفاقی حکومت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان صفحات میں خصوصی کمیٹی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کا بل اور وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر کا متن دیا جارہا ہے۔ جو انہوں نے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء اس وقت کی، جبکہ پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنماء کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ "ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام" لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

الف...... کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:

(اول) دفعہ ۱۰۶(۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

ب...... کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح کی جائے:

تشریح...... کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے، وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

ج...... کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

د...... کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

(قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے لئے)

(اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کے لئے ایک بل)

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعدازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ ہٰذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

۱...... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ......(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲...... آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعدازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کئے جائیں گے۔

۳...... آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی۔ یعنی:

''(۳) جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔''

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے۔ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر انچارج!

وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن، جوانہوں نے قومی اسمبلی میں ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو کی تھی۔

جناب سپیکر! میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلے پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے۔ یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف وتحسین کا حق دار بنے۔ میرا کہنا ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے۔ لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا۔ اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں کیا، کیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا۔ جو اس مسئلے کے حل کے لئے نہیں۔ بلکہ اس مسئلے کو دبا دینے کے لئے تھا۔ کسی مسئلے کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا۔ لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا اور پس منظر میں چلا جاتا۔ لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے۔ غیر معمولی احساسات ابھرے۔ قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا۔ پریشانی کے لمحات آئے۔ تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشمکش اور بیم ورجا کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں اور تقریریں کی گئیں۔ مساجد اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اور اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲ اور ۲۹ رمئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں۔ لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جاتا جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی تھا۔ اس لئے میری حکومت کے لئے یا ایک فرد کی حیثیت سے میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد وتحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی

پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔

میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے۔ جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے اور اکثریتی پارٹی کے رہنماء ہونے کی حیثیت سے میں قومی اسمبلی کی ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے مؤقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا نامناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے۔ میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک الگ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ

ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں۔ ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں۔ بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بدنظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے۔ ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے غیر متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کرلیا ہے۔ آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے۔ ہمارے لئے یہ ممکن ہوگا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ جنہوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند

کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے۔ جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جاسکتا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ستائیس برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبے کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب سپیکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ یہ تھا۔ گھر گھر میں اس کا اثر تھا۔ ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسے اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نمٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ خفیہ اجلاس کرنے کے لئے قومی اسمبلی کے پاس کئی ایک وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام کچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے۔ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہیں اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ

رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو، اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ اس کا سیاسی یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔

میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکار کر دیں۔ کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لئے، اور ایک نیا باب کھولنے کے لئے، نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے، آگے بڑھنے کے لئے، اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لئے، اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے نیک شگون سمجھنا چاہئے۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے۔

جناب سپیکر! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے۔ میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن

نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوامی طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔
کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گزشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ ممکن نہ ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہو چکا تھا۔ وہ لوگ اصل صورتحال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کر سکوں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہیں ہوگا۔ ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا۔ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہو گیا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہو گئی۔

مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا۔ جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے۔ یہ حکومت کا فرض ہے۔ حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم، رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔
جناب سپیکر! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

نئے آرڈیننس کا

اجراء

(قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں)



وفاقی حکومت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

صدر مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) ۱۹۸۴ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔بی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو ''امیر المومنین'' یا ''صحابہ'' یا اس کی بیوی کو ''ام المومنین'' یا اس کے خاندان کے افراد کو ''اہل بیت'' کے الفاظ سے پکارے، یا اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے، ایسے شخص کو تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔سی کا تعزیزات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے، اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔اے میں بھی ترمیم کردی ہے۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، کو ضبط کرسکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کردی گئی ہے۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ العمل ہے۔ آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کا آرڈیننس!

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے...... اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالت موجود ہے جن کی بناء پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے...... لہٰذا اب ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول

ابتدائیہ...... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱...... یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں (امتناع و تعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲...... یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا

اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات......۲۹۸۔ب اور ۲۹۸۔ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں دفعہ ۲۹۸۔الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی

۲۹۸۔ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

۱...... قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف...... حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی، یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب...... حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج...... حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔ یا

د...... اپنی عبادت گاہ کو (مسجد) کے طور پر منسوب کرنے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲...... قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے

مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) کی ترمیم

۴...... ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ دفعہ ۹۹۔ الف میں ذیلی دفعہ (۱) میں

الف...... الفاظ اور سکتہ (اس طبقہ کے) کے بعد الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور سکتے اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ذیلی دفعہ (۱) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے، شامل کر دیئے جائیں گے اور:

ب...... ہندسہ اور حرف "۲۹۸۔ الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف" یا دفعہ ۲۹۸۔ ب یا دفعہ ۲۹۸۔ ج" شامل کر دیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ ۲۹۸۔الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل اندراجات شامل کر دیے جائیں گے۔یعنی:

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۹۸۔ب	بعض مقدس شخصیات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لئے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
۲۹۸۔ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) کی ترمیم

۶.....مغربی پاکستان آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) میں دفعہ (۲۴) ذیلی دفعہ (۱) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔یعنی: ''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی دفعات ۲۹۸۔الف، ۲۹۸۔ب یا ۲۹۸۔ج میں درج کیا گیا ہے۔''

PCPPI-2255(84)D.F.P.-5,000-6-6-84:یا

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

قادیانیت

اسلام کے لئے سنگین خطرہ

[قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں
روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات]



وفاقی حکومت پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی مسئلہ

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی مخالف اسلام سرگرمیوں (امتناع وسزا) آرڈیننس (۱۹۸۴ء) کے نفاذ سے قادیانی مسئلہ اپنے حتمی حل کے آخری مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اب تقریباً ایک سو سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی ابتداء ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا۔ بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان بھی اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے۔

ختم نبوت (یعنی حضرت محمد ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں) کا تصور اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ''کوئی بھی مذہبی معاشرہ جو اپنی اساس کے لئے ایک نئی نبوت کا متقاضی ہو اور تمام ایسے مسلمانوں کو جو (اس نئی نبوت کے) الہامات کو ماننے سے انکار کریں، کافر قرار دے، اسے ہر مسلمان اسلام کے استحکام کے لئے ایک شدید خطرہ سمجھتا ہے۔ ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان معاشرے کے استحکام کا تحفظ صرف ختم نبوت کے تصور سے ہی ہوتا ہے۔''

بطور نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ قادیانیوں کی ارادت انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قادیانیوں نے خود اپنے آپ کو مسلم قومیت سے الگ کیا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں متعدد اظہارات اس امر کے ملتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر صاد نہیں کرتے۔ انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی تصنیف حقیقت الوحی میں صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ: ''وہ اور ان کے مخالفین ہر دو فریق بیک وقت مسلمان نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔'' (حقیقت الوحی مطبوعہ قادیان ۱۹۰۷ء ص ۱۶۳،۱۶۴، ۱۷۹،۱۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷،۱۶۸ ملخص، وغیرہ) اپنی ایک اور تصنیف ''انجام آتھم'' میں وہ اپنے مخالفین کو ''اہل جہنم'' قرار دیتے ہیں۔ (انجام آتھم مطبوعہ قادیان ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

مرزا غلام احمد کے جانشین جن میں ان کے بیٹے خلیفہ دوم اور قادیانیوں کے مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی شامل ہیں بعینہ ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ تاہم اس ضمن میں شدید ترین بیان جس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے۔ مولوی محمد علی کا

ہے جو خود ایک قادیانی فاضل ہیں۔ لیکن قادیانی تحریک کے نرم ترحصے کے بانی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "اسلام کے ساتھ احمدیہ تحریک کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا عیسائیت کا یہودیت سے تھا۔"

آنے والے صفحات میں اس تخریب کار تحریک کی ابتدائی تاریخ، اس کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ اور استعماری طاقتوں کے ساتھ اس کے تعاون کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں امت مسلمہ کے قادیانی تحریک کے متعلق خیالات اور اس کے قادیانیت کے خلاف ردعمل کی صدائے بازگشت بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ قضیہ نہ صرف تکلیف دہ ہے۔ بلکہ خطرناک نتائج سے پر بھی ہے۔ قادیانی تحریک اس بناء پر اور بھی تہلکہ خیز ہے کہ یہ اسلام کے حصار کے اندر سے غدارانہ طور پر عمل کرنے کی خواہاں ہے۔ ہر چند کہ اس کا اپنا تشخص پاکستان کے مروجہ قانون اور قادیانی امت کی از خود امت مسلمہ سے علیحدگی کی روشنی میں اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس مرتد سلسلے کی ابتداء، اس کے مقصودات اور اس کی سرگرمیوں سے آگاہ ہونا چاہئے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے انہیں ملت اسلامیہ سے حتمی طور پر الگ تھلگ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ کیونکہ قادیانی ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اسلام میں ختم نبوت کا تصور

ختم نبوت پر ایمان اسلامی عقائد کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس امر حقیقت پر مسلمان غیر متزلزل عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ سلسلہ انبیاء کے وہ آخری نبی تھے جنہیں انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا گیا تھا۔ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں۔ آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ پر تاریخ کی تحقیقی نگاہیں ہمیشہ مرکوز رہی ہیں اور آنحضور ﷺ کی ذات بابرکات ہی وہ واحد ذات ہے جس کی طرف انسانیت رہنمائی کیلئے ہمیشہ پر اعتماد انداز میں دیکھتی چلی آئی ہے۔

نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب قرآن مجید کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلا دی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بناء پر ان میں ترامیم یا تدوین نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات حتمی، آفاقی، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں۔ لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں۔ تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختم نبوت کا یہ تصور اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے

انداز نظر، رویے اور احساسات پر اس تصور کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔

تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیاء اپنے سے بعد آنے والے انبیاء کی آمد کی پیش گوئی کرتے رہے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں اس طرح کا کہیں کوئی اشارہ بھی نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن حکیم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی شک وشبہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں اس موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے۔

یہ عقیدہ اصول دین میں سے ہے اور ہمہ گیر ہے۔ امت مسلمہ میں ہمیشہ اس عقیدے کے متعلق یک جہتی اور اجماع رہا ہے اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں، اس کی تہذیبی تعمیر بھی ایستادہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث وتمحیص کو ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارہ کیا ہے۔

تکمیل دین اور حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں نبوت کا اتمام اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضور ﷺ جو پیغام لائے تھے۔ اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فکر اسلامی کے ارتقاء اور مسلم معاشرے کی تشکیل میں قرآن حکیم کے آخری کتاب اور رسول پاکؐ کے آخری نبی ہونے کے تصور نے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔

مشہور و معروف صاحب فکر مؤرخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہؒ ان کے روشن ضمیر شاگرد ابن قیمؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علامہ اقبالؒ ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے ختم نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبالؒ کے خیالات اس رسالہ میں آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا لگا بندھا قانون نہیں۔ بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت مدد دی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی ذات کو معیار کی صورت میں رکھا ہے۔ اس نے ان کے لئے اخلاقی اور روحانی کردار کا ایک ابدی نظام اقدار استوار کیا

ہے۔اس نظریے نے مختلف ادوار مختلف نسلوں اور مختلف رنگ روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک امت بنایا ہے۔اس نے انسان کے ذہنی استفسارات کو مہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلے میں آنحضورﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعیان نبوت آئیں گے لیکن میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت بھی عام پڑھے لکھے لوگوں پر روشن ہے کہ آنحضورﷺ کی حیات طیبہ کے دوران مسیلمہ کذاب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ۸ھ میں آنحضورﷺ کو ایک خط بھی لکھا تھا جس کے عنوان میں تحریر کیا: ''من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله ''اس کا خیال تھا کہ آنحضورﷺ بھی جواباً اسے اسی طرح لکھیں گے اور یہ تحریر اس کے لئے تصدیق نامہ ہو جائے گی۔ لیکن نبی اکرمﷺ نے جواب اس طرح شروع کیا:

بسم الله الرحمن الرحيم

''من محمد رسول الله الی مسیلمة کذاب، سلام علی من اتبع الھدی ''اس جواب سے مسیلمہ، کذاب کے نام سے ایسا معروف ہوا کہ ابد تک یونہی معروف رہے گا۔اس نے یہ فیصلہ بھی کر دیا کہ آنحضورﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص کاذب ہے۔

قادیانیت کا ظہور

سامراج کی سیاسی بالادستی اور عسکری تسلط کی بدولت اس کے عقب میں غیر ملکی عیسائی مبلغین کا ایک ریلا ہندوستان میں وارد ہوا۔ ہندوستان کی مذہبی اور ثقافتی زندگی میں ان کی موجودگی نے مسلمانوں کے جذبات میں تلخی گھول دی اور اس طرح سے صورت حالات میں سخت کشیدگی پیدا ہوئی۔ برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں اور عیسائی مبلغین کے درمیان تند و تیز مذاکروں اور علمی مباحثوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔اس وقت مسلمان سیاسی طور پر اکھڑے ہوئے عسکری میدان میں شکست خوردہ اور ثقافتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو چکے تھے۔ ایسے مواقع عام طور پر مذہبی اور سیاسی مہم جوؤں کے لئے بہت سازگار ہوتے ہیں اور وہ صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایسے ہی نازک موقع پر قادیانی سلسلہ پنجاب کے ایک دور افتادہ قصبے میں شروع ہوا۔ اس سلسلے کو اس کے سامراجی آقاؤں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ جدید تحقیقی کوششوں نے یہ بات

ثابت کر دی ہے کہ سامراجیوں کی شہہ پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کے تخلیق کرنے والے عیار ذہن جلد ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی متذبذب شخصیت کی تلاش میں کامیاب ہو گئے۔ جن کی ذات میں انہیں اپنا وہ متوقع مدعی نبوت مل گیا جو امت مسلمہ کی مذہبی استقامت اور ذہنی پختگی کو مجروح کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں قادیان کے چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام احمد کے پردادا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک اچھے خوش حال زمیندار تھے اور اس کے پاس زمین کے وسیع قطعات تھے اور ان وسیع قطعات سے اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن سکھوں کے دور حکومت میں ان کے دادا مرزا عطاء محمد کا سکھ حکمرانوں سے تصادم ہوا اور ان کی بہت سی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مرزا کے والد ایک اوسط درجے کے زمیندار رہ گئے۔

مرزا قادیانی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تقریباً چار سال تک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے خیر باد کہا۔ اس چار سال کے عرصہ میں انہوں نے انگریزی زبان سکھانے کے کورس میں جو برطانوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازمین کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا، تعلیم حاصل کر کے انگریزی زبان میں شدبد پیدا کر لی۔ زبان دانی کے اس ابتدائی معیار میں اپنی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقامی عدالتی ملازمتوں کے لئے اہل قرار دیئے جانے کے لئے ایک مختصر امتحان میں شرکت کی۔ لیکن وہ امتحان میں ناکام ہو گئے اور عدالتی عہدہ دار نہ بن سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرہ نسب وسطی ایشیاء کے مغلوں سے ملاتے ہیں۔ اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء ص ۱۳۴، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۲) بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرہ نسب ایرانیوں سے ملتا ہے۔ یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں۔ جس میں آنحضور ﷺ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی۔

تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلہ

نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضور ﷺ کی اولاد سے ہے اور آخر کار انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں از روئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں۔ (اربعین جلد دوم ص ۱۷، خزائن ج ۱۷، ص ۳۶۵ حاشیہ)

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں سکھوں کے دور حکومت میں ان کے ساتھ تصادم میں مرزا کے پردادا کی بہت سی زمین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ چنانچہ خاندانی لحاظ سے سکھوں سے اتنے بڑے چرکے کھانے کی وجہ سے انہیں سکھ قوم سے بیزاری ہوگئی اور چونکہ سکھوں کا خاتمہ کرنے والے انگریز تھے، لہٰذا ان کا خاندان انگریزوں کا حاشیہ بردار ہو گیا اور اس حاشیہ برداری میں اتنا آگے نکل گیا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ مرزا غلام احمد اپنے والد کے انگریز پرستانہ کردار پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔''

(تحفہ قیصریہ ص ۱۸، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۰)

تاہم ان کے خاندان کی حالت پتلی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد بہم پہنچائی تھی۔ اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ ان کی زمینیں ضبط کرتے رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں: ''اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسی رہ گئی اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہوگئی۔''

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۴۱، روایت نمبر ۴۸ صاحبزادہ بشیر احمد)

مرزا قادیانی نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ اور بڑی خستہ حالی میں بسر کیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں۔ کیونکہ ان کے پاس سرمایہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے۔ ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہوگئی اور عمر کے آخری

سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت میں کھیلتے رہے۔ ان کا معیار زندگی اتنا بلند ہو گیا کہ خود ان کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔

مرزا قادیانی کی شخصیت

اپنی جوانی کے زمانے میں مرزا قادیانی صرع اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ کبھی کبھی وہ ہسٹریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریوں یعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے حق میں ایک دلیل بنا کر گھڑ لیا۔ انہوں نے لکھا:

''دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضورﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔''

(ارشاد مرزا غلام احمد، مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان، قادیان، ماہ جون ۱۹۰۶ء)

مرزا قادیانی عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے۔ مثلاً ق اور ک کو۔ بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔

(الفضل مورخہ ۱۴ ارستمبر ۱۹۲۸ء)

ان کے بعض قریبی عزیز ان کے سخت مخالف تھے۔ ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے۔ جو رشتے میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔ بڑے وجیہہ انسان تھے۔ سفید براق داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں۔ بہشتی مقبرے کے قریب بیٹھے رہتے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے:

''مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھولی گئی ہے۔ میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔ میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ اصل میں آمدنی کم تھی۔ بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا۔ اس لئے یہ دکان کھول لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے

ہیں۔آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں۔"

(تقریر مرزا بشیر الدین محمود جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء، مطبوعہ الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

مرزا قادیانی کی تحریروں کو پڑھنا ایک خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے۔کیونکہ ان کی سب تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا پھسپھسا تھا۔ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطی کی تحریروں کی طرح تھی۔وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں۔جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے

قادیانیت کا گہرا مطالعہ کرنے والے فاضلین نے مرزا قادیانی کے دعوؤں کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱...... پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔اس دور میں مرزا قادیانی نے کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔بلکہ انہیں ایک مقامی مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ایک ایسا مبلغ جو شمالی پنجاب میں عیسائی مشنریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سماجی دودانوں سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲...... دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔اس زمانے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے اہم کام پر مامور کیا گیا ہے۔تجدید دین کا یہ منصب انہیں مثیل مسیحا کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔مثیل مسیحا ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳...... ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دور وہ ہے۔جس میں انہوں نے مسیح موعود یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت ﷺ کی متابعت میں اور آپؐ کے زیر سایہ ہو۔

۴...... ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا دور وہ ہے جس میں انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الجھے ہوئے اور اتنے متنوع ہیں کہ الجھاوؤں کے اس ڈھیر کو سائنسی اور دانشورانہ تحریروں کے قالب میں ڈھالنا انتہائی مشکل کام ہے۔دعوے بسا اوقات باہم دگر ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور

عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تاہم ان کی تحریروں کا مفصل جائزہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ان کے دعووں کو مختصراً مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں۔

۱......نبوت کا دعویٰ۔ ۲......آنحضور ﷺ کا بروز ہونے کا دعویٰ۔ ۳......تمام انبیاء سے برتری کا دعویٰ۔ ۴......مسیح موعود ہونے کا دعویٰ۔ ۵......ناسخ جہاد ہونے کا دعویٰ۔

اس مختصر سے مقالے میں ہمارے لئے ان تمام دعووں کا مفصل جائزہ اور محاکمہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا یہاں ہم اپنے آپ کو نبوت کے دعووں کے جائزے تک محدود رکھتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے ابتداء میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے آغاز نبوت کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بتدریج لیکن تیزی سے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور کئی متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بالآخر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں ہم ان کے لاتعداد شذرات میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں اور کس کس انداز میں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں، تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اپنے آپ کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں یہ تو چوڑے چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیش گوئیاں ہوں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہیں ہونا چاہئے۔

(حقیقت النبوت ص ۲۷۲، مرزا بشیر الدین محمود، اقتباس از اخبار بدر، قادیان، مورخہ ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی ایک تالیف حقیقت النبوت میں مرزا قادیانی کی نبوت کے بارے میں نہایت صریح اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ ''شریعت اسلام کے مطابق لفظ نبی کی جو تشریحات کی گئی ہیں۔ ان کی روشنی میں حضرت صاحب (مرزا قادیانی) حقیقی نبی ہیں، نہ کہ محض اصطلاحی۔'' (حقیقت النبوت مرزا بشیر الدین محمود ص ۱۷۴)

زندگی کے دوسرے دور میں بھی جب مرزا نے اپنے دعووں کو مجددیت تک محدود رکھا۔ان کی تحریروں میں مستقبل کے دعووں کی کچھ کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: "مسیح موعود جو آنے والا ہے۔اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔یعنی خدائے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے۔جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔سو یہ نعمت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۷۰۱،خزائن ج ۳ ص ۴۷۸)

بعض دیگر پیراگراف بھی ان کی کتابوں میں ملتے ہیں جو ان کے دعووں کے دوسرے ارتقائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔اس زمانے میں ان کا بڑا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مجدد ہیں یا مثیل مسیح ہیں۔لیکن آئندہ آنے والے مزید دعاوی کی ابتداء ان میں بخوبی نظر آتی ہے۔مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"اور مصنف (مرزا غلام احمد) کو اس بات کو بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت (دین کی تجدید کرنے والا) ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہ شدت مناسبت و مشابہت ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۴)

اسی طرح مثیل مسیح ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: "مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے۔ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۱)

لیکن کچھ عرصہ بعد مثیل مسیح سے ترقی کر کے وہ مسیح موعود بن گئے اور انہوں نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ پہلے وہ اپنے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھے تھے۔وہ لکھتے ہیں "مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا ہے۔"

(کشتی نوح از مرزا غلام احمد ص ۴۷،خزائن ج ۱۹ ص ۵۱)

"اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنادیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا اور جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک نافہمی سے ہے۔" (کشتی نوح ص ۴۸،خزائن ج ۱۹ ص ۵۲)

مرزا غلام احمد نے صرف تمثیل مسیح اور مسیح موعود بننے پر اکتفا نہیں کیا۔بلکہ انہوں نے

اپنے آپ کو مریم بھی پایا۔ کشتی نوح ہی میں رقم طراز ہیں:

"سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی۔ گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام کے جو سب سے آخر میں براہین احمدیہ کے حصے چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اسی طور سے میں ابن مریم ٹھہرا، خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی۔" (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

بعض اوقات قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا استعاراتی رنگ میں نبی تھے اور آنحضو ﷺ کے بروز یعنی عکس تھے۔ جہاں تک بروزی نبوت کا تعلق ہے۔ ایک کامل، مکمل اور حقیقی نبوت اور بروزی نبوت میں کوئی تفاوت نہیں۔ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق خود رسول کریم ﷺ بھی بروزی نبی تھے۔ (استغفر اللہ) اور وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروز تھے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ میں ایک مقام (ص ۹۷، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۶) پر انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا ہے: "کیا ہمارے رسول کریم ﷺ بروز (عکس) ہونے کی بناء پر نبی نہیں تھے؟

ختم نبوت سے صریحی انکار

ختم نبوت سے صریحی انکار کے لئے مرزا غلام احمد عجیب و غریب دلیلیں لاتے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں: "محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بکلی بند نہیں ہوا، کیونکہ باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی الٰہی بند نہیں ہوا۔"

(تشحیذ الاذہان، قادیان نمبر ۸ ج ۱۲، اگست ۱۹۱۷ء)

"اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت ﷺ سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی ہے۔" (چشمہ مسیحی، مرزا غلام احمد، ص ۶۹، خزائن ج ۲۰ ص ۳۸۳)

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو "احسان" کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا، بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے۔" (اخبار الفضل قادیان ج ۲۷، ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

''اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی تو اس امت میں نبی کس طرح ہوسکتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا قادیانی) کا نام اس لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال، امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے، جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے۔''

(ترجمہ استفتاء عربی ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۱۶، خزائن ج ۲۲ ص ۶۳۷)

مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے سلسلے میں اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لئے نہایت گستاخانہ انداز بیان بھی اختیار کیا ہے جو اہانت رسول سے کم نہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

''وہ دین دین نہیں اور نہ وہ نبی نبی ہے، جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی وقیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۶)

''اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی ہتک ہے...... کہ مان لیا جائے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا فیضان ناقص اور آپ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر چل کر انسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات نہیں پاسکتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ اس عقیدہ سے آنحضرت ﷺ رحمۃ اللعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک) اگر اس عقیدے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ (رسول ﷺ) نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے: جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی مردود ہے۔'' (حقیقت النبوت ص ۱۸۶، مصنف مرزا بشیر الدین محمود)

''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔'' (انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۶۵)

''اگر کوئی شخص خالی بالطبع ہوکر اس بات پر غور کرے گا...... روز روشن کی طرح اس پر ظاہر ہوجائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے۔ آنحضرت ﷺ نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، رزتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جارہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ غیر نبی کا غیر نبی رہے۔'' (حقیقت النبوت، مرزا بشیر الدین محمود ص ۱۹۸)

دوسرے انبیاء سے مقابلہ

مرزا قادیانی کا ایک عجیب وغریب دعویٰ یہ ہے کہ ان کا روحانی قد وقامت دیگر انبیاء سے کہیں بلند ہے۔ اس قسم کے دعووں کی مثالیں دینے کے لئے ہم مرزا قادیانی کی تحریروں میں سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں:

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ پر ظاہر ہورہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔''

(چشمہ معرفت از مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

''خدا نے میرے ہزارہا نشانوں میں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی تائید کی گئی۔ لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۷)

''خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین کا بروز بنایا اور بھید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ آخری زمانہ میں خاتم الخلفاء ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۶۷، خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۴)

''دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں

حضرت محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت "جری الله فی حلل الانبیاء" فرمایا یعنی خدا کا رسول سب نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

""آنحضرت ﷺ کی امت کا ایک فرد اور واحد وجود ایسا بھی ہوگا جو آپ کے اتباع سے تمام انبیاء کا واحد مظہر اور بروز ہوگا اور جس کے ایک ہی وجود سے سب انبیاء کا جلوہ ظاہر ہوگا اور وہ حسب ذیل کلام سے اپنے نطق حقیقت کو بیان فرمائے گا تو کچھ خلاف نہ ہوگا۔ یعنی:

زندہ شد ہر نبی نہ آمدنم   ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸)

اور یہ کہ:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں   نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین ۵ ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۱ ص ۱۳۳)

اور یہ کہ:

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد

(تریاق القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

بعض دلچسپ اور عجیب وغریب تاویلات

احادیث نبویؐ میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کار "الدجال" کے فتنہ عظیم سے نجات دلائیں گے۔ لیکن مرزا قادیانی اس حدیث کو مضحکہ خیز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دعوؤں کے مطابق ان پر یہ الہام نازل ہوا ہے کہ دمشق سے مراد اصلی شہر دمشق نہیں بلکہ اس سے ایک ایسا مقام مراد لیا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اپنے مذہبی رویہ کے اعتبار سے یزید کے کردار کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق دمشق کے لوگوں کے دلوں پر خدا اور اس کے رسول کے لئے کوئی محبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے اوہام اور سفلی خواہشات کے تابع ہیں۔ وہ نفس امارہ کے مطیع ہیں اور روح انسانی کی اس کے دل میں کوئی قدر نہیں۔ وہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ سب خصوصیات دمشق کے لوگوں کی ہیں۔ اللہ نے مرزا غلام احمد پر وحی نازل فرمائی کہ قادیان کے لوگوں کی ایسی ہی خصوصیات

ہیں۔ لہٰذا قادیان دمشق کا مثیل ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا تھا۔

(مفہوم از حاشیہ ازالہ اوہام ص ۶۳ تا ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۱۳۲ تا ۱۳۶ ملخص)

قادیان اور دمشق کو ایک قرار دینے کے بعد مرزا قادیانی اپنے مسیح ابن مریم ہونے کی عجیب وغریب تاویل کرتے ہیں۔ جس میں پہلے وہ اپنے آپ کو مریم تصور کرتے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰ کی روح اپنے اندر پھونکے جانے کا ماجرا بیان کرتے ہیں۔ جس کا حوالہ اس سے پہلے آچکا ہے۔

گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیین کی تمام دنیا میں مسلمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا یہی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آراء رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانہ بعید میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران امت مسلمہ نے ایسے آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔

نئے دعوائے نبوت کے نتائج واثرات

نبوت کے دعوے کے مضمرات میں سے ایک حتمی چیز یہ ہے کہ جو شخص کسی مدعی نبوت کی صداقت کا منکر ہو وہ خود بخود کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے قادیانیوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے کھلے الفاظ میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ اس سلسلے میں بعض متعلقہ تحریروں کے اقتباسات حسب ذیل ہیں: ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آئینہ صداقت از میاں محمود احمد ص ۳۵)

”ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا۔ یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔“

(کلمۃ الفصل از بشیر احمد قادیانی مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز نمبر ۳ ج ۱۴ ص ۱۱۰)

قادیانیت اسلام کے خلاف ہے

قادیانی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہ اختلاف صرف مرزا غلام احمد کی نبوت ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز باقی مسلمانوں سے مختلف ہے۔ اپنی ایک تقریر

میں جو الفضل کے ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں ''مسلمانوں سے اختلاف'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''

اسی طرح اپنی ایک تقریر میں جو اخبار بدر میں مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۱۱ء کو شائع ہوئی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے احمدیت اور اسلام کے مختلف ہونے کے بارے میں کہا: ''تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی (مرزا قادیانی) کو ماننے والے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی اور غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ تم کون سا اسلام پیش کرو گے۔ کیا جو تمہیں خدا نے نشان دیئے، جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے؟''

نئے مذہب کے مضمرات

قادیانیوں نے اس ہمہ گیر قسم کے اختلافات کو اپنے منطقی نتائج کی آخری حد تک پہنچایا اور باقی مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے اور اپنے آپ کو ایک علیحدہ امت کے طور پر منظم کیا۔ قادیانیوں کے لٹریچر سے مندرجہ ذیل شہادت اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے، اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔'' (انوار خلافت، مجموعہ تقاریر بشیر الدین محمود ص ۸۹)

''سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو خدا نے بتایا ہے کہ احمدیوں پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی احمدی ان تینوں قسم کے لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کے عمل حبط ہو جائیں گے اور اس کا پتہ بھی نہیں لگے گا۔''

(اخبار الفضل قادیان ج ۸ نمبر ۳۱ مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۱۷ء)

''ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں

کیونکہ وہ ہمارے نزدیک اللہ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔" (انوار خلافت ص ۹۰ مصنف مرزا بشیر الدین محمود)

غیر احمدی سے رشتے کی ممانعت

"مرزا غلام احمد نے ایک قادیانی کے خلاف جس نے ایک غیر قادیانی کو اپنی بیٹی نکاح کر دی تھی۔ سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ ایک اور شخص نے بار بار اسی طرح کی اجازت چاہی اور بیان کیا کہ اسے حالات کا دباؤ ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس سے یہی کہا کہ اپنی لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد اس نے لڑکی غیر احمدیوں میں دے دی تو مرزا قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے اس شخص کو امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔" (انوار خلافت از میاں بشیر الدین محمود ص ۹۳، ۹۴)

مرزا قادیانی نے اپنے پیرووں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کریں جس طرح کا سلوک آنحضورﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ ان کی نمازیں غیر قادیانیوں سے الگ کر دی گئی ہی۔ انہیں اپنی بیٹیاں مسلمانوں کے نکاح میں دینے سے منع کیا اور کسی قادیانی کو کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (اس ضمن میں چودھری ظفر اللہ کا کردار تمام دنیا کو معلوم ہے کہ انہوں نے قائداعظم کی نماز جنازہ میں شمولیت نہ کی حالانکہ وہ موقع پر موجود تھے۔)

مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں: "غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئی۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کے لئے اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت بھی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود کو بھی سلام کہا۔" (کلمۃ الفصل از بشیر احمد ج ۱۴ ص ۱۶۹)

سامراجیوں کے ساتھ وفاداری

تحریک قادیانیت کی ابتداء ہی سے قادیانی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک نئی

نبوت کا دعویٰ کسی آزاد اسلامی مملکت میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان کبھی اس قسم کے دعوے کو گوارہ نہیں کر سکتے اور اس قسم کی سرگرمیوں کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے۔ جس سے امت کے استحکام کو نقصان پہنچے۔ وہ اس سلوک کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو ابتدائے اسلام سے آج تک کذابوں یعنی نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ روا رکھتے چلے آئے ہیں۔ وہ تاریخ اسلام کے حوالے سے جانتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹے ادعائے نبوت سے پیدا ہونے والے نئے فرقوں کو اسلامی دنیا میں کبھی پھولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا ان کو کبھی یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ دنیا کے کسی آزاد مسلم معاشرے میں ان کی اس نئی نبوت کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کی یہ نئی نبوت کسی غیر مسلم حکومت کے اندر ہی نشو ونما پا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تمام اسلام دشمن قوتوں کو اپنی پوری وفاداری کا یقین دلاتے رہے ہیں۔ نام نہاد اسرائیلی فوج کے اندر اس کا وجود اب ایک کھلا راز ہے۔ اسرائیل کے اندر ان کا ایک مستقل دفتر قائم ہے۔

یہ بات ان کے مفادات کے عین مطابق ہے کہ مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کی ایڑیوں کے نیچے رہیں اور صرف اسی صورت میں انہیں کھل کھیلنے کے مواقع نصیب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی سرگرمیوں کے شکار صرف معصوم اور ناخواندہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلم عوام غیر مسلموں کے تسلط کے تحت ہی رہیں تاکہ وہ ان مسلمانوں کا اچھی طرح استحصال کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہمیشہ غیر مشروط اور پرخلوص وفاداری کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں۔ جبکہ ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست ان کے لئے کبھی خوشی کا باعث نہیں رہی۔

مندرجہ بالا حقائق کے اثبات کے لئے مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کے چند در چند بیانات میں سے اقتباسات دیئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

''اس گورنمنٹ کا ہم پر اس قدر احسان ہے کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارہ ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس (برطانوی حکومت) کے خلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔'' (مرزا غلام احمد قادیانی، ملفوظات احمدیہ ج اول ص ۱۴۶)

''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح کر سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے لئے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری

دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں کیونکہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ ہے۔"
(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

"یہ سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ہو چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت بھی تمہیں نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو۔ یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے قابل ہے مگر تم نہیں۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہارے نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔ سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں۔ جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سنو! انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم جان و دل سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں۔ ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتے۔"
(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

سامراجی طاقت کے ساتھ وفاداری

لاتعداد مواقع پر مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنی گہری وفاداری اور خلوص کا اظہار کیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ کیسے فخریہ انداز میں اپنے آپ کو برطانوی استعمار پسندوں کا قدیمی خیر خواہ کہتے ہیں۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے آپ کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا کہتے ہیں۔ ہم مرزا قادیانی کی بعض تحریروں کے اقتباسات دیتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ استعمال پسندوں کے کتنے گہرے وفادار ہیں۔

مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک عرضداشت جو ہز ایکسی لینسی لیفٹیننٹ بہادر کو بھیجی گئی (جس کا متن تبلیغ رسالت جلد ہفتم مطبوعہ فاروق پریس قادیان، اگست ۱۹۲۲ء میں ہے) بڑی دلچسپ ہے۔ اس عرضداشت میں انہوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنے خاندان کی گہری

وفاداری ان تعریفی سندات کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو کمشنر لاہور ڈویژن ،فنانشل کمشنر پنجاب اور دیگر برطانوی افسروں نے ان کے والد غلام مرتضٰی کو برطانوی حکومت کی خدمات سرانجام دینے کے عوض عطا کی تھیں۔ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کی وفادارانہ خدمات بھی گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں...... اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور میں نے نہ صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن وامان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

اس کے علاوہ وہ فخریہ انداز میں ان بے شمار کتابوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو انہوں نے حکومت برطانیہ کی حمایت میں لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں جو اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔''

(تریاق القلوب ص ۱۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

''میں بذات خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں۔ بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان

کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بہ زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار کر رہے ہیں کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جاں نثار۔“

(عریضہ بہ عالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی منجانب مرزا، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۶۶، ۳۶۷)

”میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں مجھے پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔“

(شہادت القرآن ص د، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

پاکستان کے اندر قادیانی ریاست کے لئے منصوبہ

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے بڑی گھناؤنی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے۔ جس کے کرتا دھرتا قادیانی ہوں۔ مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاٹ کر ایک قادیانی ریاست قائم کی جائے۔ قیام پاکستان کے ایک سال ہی کے اندر قادیانیوں کے سربراہ نے ۲۳ رجولائی ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں ایک تقریر کی جو ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے پیروؤں کو مندرجہ ذیل نصائح دیں:

”برطانوی بلوچستان جسے اب پاک بلوچستان کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی کل آبادی پانچ لاکھ ہے۔ اگرچہ اس صوبہ کی آبادی دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ لیکن ایک اکائی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ایک مملکت میں اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک معاشرے میں ایک فرد کی۔ اس کی مثال کے لئے آدمی امریکہ کے دستور کا حوالہ دے سکتا ہے۔ امریکہ میں ہر ریاست کو سینٹ میں برابر نمائندگی ملتی ہے۔ چاہے کسی ریاست کی آبادی دس ملین ہو یا ایک سو ملین۔ مختصر یہ کہ اگرچہ پاک بلوچستان کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے یا ریاستوں کی آبادی ملا کر دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک یونٹ کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو

احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنانا آسان ہے۔ اس لئے اگر قوم پوری طرح اس معاملے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کی طرف لایا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیں ہمارا تبلیغی مشن کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جب تک ہمارا ایک مضبوط اڈا نہ ہو۔ تبلیغ کے لئے ایک مضبوط اڈہ ابتدائی ضرورت ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کو سب سے پہلے اپنے اڈے کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ کسی مقام پر اپنا اڈہ بنایئے۔ یہ اڈہ کہیں بھی ہو جائے۔ اگر ہم اس سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو ہم کم از کم ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکتے ہیں اور یہ کام بآسانی کیا جا سکتا ہے۔"

یہ تقریر اپنی تشریح خود کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح قادیانیوں نے پاکستان کے اندر سے اپنا ایک ملک تراشنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جیسا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی امت کو کاٹ کر اپنی ایک امت بنالی تھی۔

قادیانیت کے خلاف ردعمل

جب سے مرزا غلام احمد کی تحریروں میں انحراف کے اولین آثار نظر آنے لگے۔ سچے مسلمانوں نے واضح طور پر اس بات کا اظہار کر دیا کہ مرزا اور ان کے پیرو کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ باقی علماء کے مقابلے میں علامہ اقبال ان پر زیادہ سختی سے معترض تھے۔ وہ انہیں اسلام کا غدار کہتے ہیں۔ اگرچہ علمائے دین کا ایک بڑا طبقہ ایسا تھا جس نے مرزا کے ارادوں کو ان کے مذہبی منصب کو ابتداء ہی میں بھانپ لیا تھا۔ تاہم بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں عام لوگوں نے ان کے حتمی ارادوں کو سمجھا۔ علماء اپنی دینی بصیرت کے بل بوتے پر قادیانی مسئلہ کو مذہبی ہتھیاروں سے حل کرنے میں مصروف تھے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں ایک خالصتاً مذہبی تحریک تھی اور وہ اس کے مقابلے کے لئے ویسے ہی ہتھیار لے کر میدان میں اترے تھے۔ غالباً علامہ اقبال پہلے شخص تھے جنہوں نے اس تحریک کے چہرے سے نقاب اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ بانی تحریک کے الہامات کی با احتیاط نفسیاتی تحلیل شاید اس کی شخصیت کی اندرونی زندگی کے تجزیہ کے لئے موثر ثابت ہوسکے۔

قادیانی تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کی مذہبی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی محکومی کے لئے ایک الہامی بنیاد مہیا کی جائے۔ قادیانیوں کے سیاسی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: "یہ بات بھی اتنی ہی درست ہے کہ قادیانی بھی ہندی مسلمانوں کی سیاسی بیداری پر پریشان ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ

محسوس کرتے ہیں کہ ہندی مسلمانوں کے سیاسی وقار میں اضافہ ان کے اس ارادے کو کہ وہ رسول عربی کی امت میں سے ہندوستانی نبی کی امت تراش لیں، یقیناً ناکام بنادے گا۔"

شاید علامہ اقبال ہی تھے۔ جنہوں نے پہلی بار اس مسئلے کا آئینی حل تجویز کیا۔ ایک استعماری طاقت کی حاکمیت کے ان دنوں میں اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی حل ممکن نہ تھا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا: "ہندوستان کے حکمرانوں کے لئے بہترین طریقہ کار میرے خیال میں یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دیں۔ یہ بات خود قادیانیوں کے اپنے طریق کار کے عین مطابق ہوگی اور ہندوستانی مسلمان ان کو ویسے ہی برداشت کرلیں گے جیسا کہ وہ باقی مذہبوں کے پیروؤں کو برداشت کرتے ہیں۔"

علامہ اقبال کا تجویز کردہ حل جلد ہی ہندی مسلمانوں کا ایک مشترکہ مطالبہ بن گیا۔ لیکن اس کا امکان نہ تھا کہ برطانوی حکومت اسے قبول کرلے کیونکہ قادیانیت کی تحریک خود بانی تحریک کے الفاظ میں "حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تھی۔"

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے قادیانیوں کے حق میں بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔ انہیں پاکستان آنے اور قادیان سے اپنا مرکز ربوہ منتقل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ان کے ممتاز رہنما سر ظفر اللہ کو وزارتی منصب عطاء کیا گیا۔ لیکن اس شفقیانہ اور کھلے دل کے رویے کے باوجود جو حکومت اور عوام کی طرف سے رروار کھا گیا۔ قادیانیوں نے اپنی معاند اسلام سرگرمیوں سے اجتناب نہ کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہنے کا عمل جاری رکھا۔ یہاں تک کہ سر ظفر اللہ خان نے بابائے قوم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کے غلط عقائد کے مطابق قائد اعظم مسلمان نہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد چند ہی سال کے دوران جب قادیانیوں نے مسلمانوں کو جارحانہ انداز میں تبدیلی مذہب پر مائل کرنے کی کوششیں شروع کی تو ان کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک شروع ہوگئی۔ جس نے بدقسمتی سے تشدد کا راستہ اختیار کرلیا اور آخر کار ۱۹۵۳ء میں صوبہ پنجاب میں مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوا۔ اگرچہ تحریک کو مارشل لاء کے نفاذ سے دبا دیا گیا۔ لیکن مسئلہ حل نہ ہوسکا۔ اس مسئلے نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ واریت کا زہر گھولنا شروع کردیا۔ اس اثناء میں قادیانیوں نے بیرون ملک وفود بھیجنے شروع کردیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مراکز قائم کرنے شروع کردیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مراکز افریقہ، یورپ اور شمالی امریکہ کے ممالک میں قائم کئے۔ لیکن چونکہ عددی اعتبار سے کہیں بھی وہ نمایاں قوت نہ تھے جبکہ پاکستان

میں ان کی تعداد قابل لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جمائے ہوئے تھے۔اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیا گیا اور ترکی، افغانستان، مصر، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات اور دیگر مسلم ممالک میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔

بالآخر ۱۹۷۴ء میں پاکستان نے بھی وہی راستہ اختیار کیا اور ایک اور عوامی تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق (۳) کا اضافہ کیا گیا۔اس نئی شق کی عبارت درج ذیل ہے:''کوئی شخص جو محمد ﷺ کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو، خدا کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی تسلیم کرے یا مذہبی مصلح مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لئے مسلمان نہیں ہے۔''

قومی اسمبلی نے ضابطہ فوجداری پاکستان میں ترمیم کی اور اس ضابطہ کی دفعہ ۲۹۵۔الف کی تشریح میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا۔

تشریح: کوئی مسلمان حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف جیسا کہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) میں اس کا تعین کیا گیا ہے۔اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہوگا۔

قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے یہ سفارش بھی کی کہ متعلقہ قوانین میں آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے ترامیم کردی جائیں۔

بلاشبہ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے اصولی طور پر اس ایک سو سال کے پرانے مسئلہ کو حل کردیا۔لیکن آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطے کی تبدیلیوں کے لئے اب تک ترامیم نہ کی گئی تھیں۔اس سے قادیانیوں کے لئے گنجائش پیدا ہوگئی تھی کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو ایسے انداز میں جاری رکھ سکیں جو آئینی ترامیم کی روح کے بالکل منافی تھا۔اس سے آئینی ترمیم کے نتائج کو بالکل صفر کے برابر کردیا۔

موجودہ حکومت کے لئے باعث اعزاز ہے کہ اس نے ہمارے دین کی بنیادی تعمیر کو محفوظ رکھنے کے لئے اس سمت میں ایک اہم اور دلیرانہ اقدام کیا۔صدر مملکت نے ابھی حال ہی میں ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے تاکہ قانون میں مناسب تبدیلی لائی جائے۔جس سے قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور دیگر احمدیوں کو معاند اسلام سرگرمیوں میں مشغول ہونے سے روکا جائے۔ یہ آرڈیننس مندرجہ ذیل قانونی وسائل مہیا کرتا ہے۔

ایکٹ XLV مجریہ ۱۸۶۰ میں دفعہ ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ

۲۹۸۔الف...... ایسے القابات، تعریفات اور خطابات وغیرہ کا غلط استعمال جو بعض مقدس ہستیوں اور مقامات کے لئے مخصوص ہیں۔

(۱)...... قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت کے: الف...... رسول اکرم ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو بذریعہ اشارت یا بطور مخاطبت ''امیر المومنین'' ''خلیفۃ المسلمین'' ''صحابی'' یا ''رضی اللہ عنہ'' کہے۔ ب...... کسی فرد کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ کے سوا اشارت یا اسے مخاطب کرتے ہوئے ''ام المومنین'' کہے۔ ج...... کسی فرد کو ماسوائے اہل بیت حضرت محمد ﷺ کے بذریعہ اشارت یا مخاطبت ''اہل بیت'' کہے۔

د...... اپنی جائے عبادت کو بذریعہ اشارت یا نام دے کر ''مسجد'' کہے۔ کسی ایک طرح کی (سادہ یا با مشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جو تین سال تک کے لئے ہو سکتی ہے۔ نیز سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲...... کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) سے تعلق رکھنے والا ہو۔ اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرئی علامت اپنے مذہب کی عبادت کے لئے بلانے کے طریقے کو اذان کہے یا مسلمانوں کے انداز میں اذان کہے۔ کسی طرح کی (سادہ یا با مشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ج...... (قادیانی گروہ وغیرہ کا کوئی فرد جو خود کو مسلمان کہتا ہو یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرتا ہو۔)

کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کہے یا بطور اسلام کا اس کا حوالہ دے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرے یا دوسروں کو بذریعہ الفاظ تقریری یا تحریری یا مرئی علامات سے کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرے۔ دونوں میں سے کسی ایک طرح کی سزائے قید کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے۔ نیز سزائے جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

قادیانی

بدستور غیر مسلم ہیں

(حکومت پاکستان کی توثیق)



وفاقی حکومت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ان شبہات کو دور کرنے کی غرض سے صدر مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء (صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء جاری کیا تھا۔ جس کی رو سے اعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈی ننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں، تسلسل متاثر ہوا ہے اور نہ ہوگا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی) کہتے ہیں، "غیر مسلم" کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور "غیر مسلم" ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہو جانا چاہئے تھے۔ مگر بااین ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا مؤثر طریقے سے سدباب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام وزیر قانون و پارلیمانی امور نے قاری سعید الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق، ممبران وفاقی کونسل کی جانب سے قادیانیوں کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریک التواء کے متعلق مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس مسئلے کے پیش منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۶۰ میں شق (۳) کا اضافہ کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں آرٹیکل ۱۰۶ کی شق (۳) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی

تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۴۷۔الف کا اضافہ کیا۔ جس کا تعلق غیر مسلم اقلیتی نشستوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ ۴۷۔الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو ''غیر مسلموں'' کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور ''غیر مسلم'' اقلیت متعین ہو جانے کی بناء پر معرض وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان وصوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۷۷ء (فرمان صدر بعد از اعلان نمبر ۵ مجریہ سال ۱۹۷۷ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء ترمیم کر کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نااہلیت کے متعلق ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کے الگ الگ زمرے طے کر دیئے گئے۔ جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخاب کے لئے اہل قرار نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کا نام ''مسلمانوں'' یا ''غیر مسلموں'' کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء جو فی الحال معطل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل ۲۶۰ کو بھی شامل کیا گیا۔

اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی وقانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا جسے دور کرنے کے لئے فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء میں آرٹیکل نمبر ۱۔الف کا اضافہ کیا گیا۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء میں ہے۔ فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے آرٹیکل ۱۔الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیر موصوف نے وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کے جدول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروجہ طریقہ کار کے مطابق وزارت قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے۔ جس کے ذریعے ان قوانین کو، جن سے مروجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں، منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مروجہ طریقہ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس سال ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیر موصوف نے قانون عبارات عامہ بابت سال ۱۸۹۷ء کی دفعہ ۶۔الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود مؤثر رہتی ہے۔ بشرطیکہ ترمیمی قانون کو تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔

اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعے معرض وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور مؤثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقاء کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہوگا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود برقرار رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہرحال نافذ العمل رہتی ہے۔ چنانچہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی وفاقی قوانین (نظرثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کی جدول اول میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعہ سے کی جانے والی ترامیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب امور کے باوصف اس مسئلہ کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی۔ لہٰذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: ''ان مقامات سے بھی بچنا چاہئے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے'' مذکورہ بالا شک وابہام دور کرنے کے لئے حکومت نے ایک مزید قدم اٹھایا اور صدر مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کر دیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے۔ ان کا متن مندرجہ ذیل ہے:

''چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء میں ترامیم کی گئی تھیں تاکہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص (جو خود کو احمدی

کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو یا حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو، یا ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کی اغراض سے مسلمان نہیں ہے۔"

اور چونکہ فرمان صدر نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء کے ذریعے منجملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لئے حکم وضع کیا گیا تھا۔ اور چونکہ فرمان عارضی دستور، ۱۹۸۱ء (فرمان سی۔ایم۔ایل۔اے نمبر ۱ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے، اپنا جزو قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ "مسلم" کی تعریف کی گئی ہے۔ جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ "غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء نے دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔ اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہیں۔

اور چونکہ جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈی ننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا۔ مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہوں۔ مذکورہ بالا آرڈی ننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا اب ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورت حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے:

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱...... یہ فرمان ترمیم و دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲......استقرار: بذریعہ اعلان ہذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے، جس کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی ہیں۔

الف...... مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں یا:

ب...... قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر ۱۔الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) جس کی رو سے ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈی ننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہوگی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں، وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ابن مریم



الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس

اس کتاب کا روئے سخن ان مومنوں کی طرف سے ہے۔ جو قرآن کریم کو منزل من اللہ مانتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وسیع قدرت کو اپنے علم اور تجربے سے محدود نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی بے بضاعتی کو نگاہ رکھتے ہوئے قرآنی آیات کے بین مطالب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ مشتبہ یا مجازی معنوں کی الجھنوں میں نہیں پڑتے اور حتی الوسع ہر قسم کی تاویل سے گریز کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت جو ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ بلا کم وکاست اس کتاب میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس الحاد وکفر کے زمانے میں لوگوں کو یہ یقین دلانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا حال زندہ ہیں اور یہ کہ وہ دوبارہ قرب قیامت کو تشریف لائیں گے۔ ایک امر محال ہے تاہم ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے مفروضہ عقائد کو تھوڑی دیر کے لئے بالائے طاق رکھ کر کتاب کے نفس مضمون ودلائل پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ کس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ! ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة ، انك انت الوهاب! رحیم بخش!

کچھ مدت ہوئی کہ میں نے ایک رسالہ موسومہ بہ ''قرآن اور ایک غلط فہمی کا ازالہ'' شائع کیا تھا۔ اس میں اس عام خیال کی تردید کی تھی کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے عمل میں نہیں آئی اور چند مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قرآن کریم شروع سے آخر تک مربوط اور مرتب ہے اور اس کی تعلیم میں تدریجی ارتقاء ہے اور ہر ایک آیت اپنی اپنی جگہ پر سیاق وسباق کے لحاظ سے نہایت موزوں واقع ہوئی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس آیت کا اپنی ہم جنس اور ہم مضمون آیات سے آغاز قرآن سے ختم قرآن تک ایک خاص ربط ہے اور اس کی تدریجی توضیح اور ارتقاء ہے۔ جس کو عموماً تکرار گمان کیا جاتا ہے۔ اسی رسالے میں ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ قرآن کریم میں ترتیب الفاظ بھی معجزے سے کم نہیں اور یہ کہ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کچھ عرض کیا جائے گا۔ اس وعدے کے ایفاء میں ایک رسالہ بنام ''گلدستہ معانی'' دو سال سے زیادہ عرصہ ہوا، شائع کیا تھا اور اس میں

ایک مثال دے کر یہ بھی واضح کیا تھا کہ اگر ترتیب الفاظ کو مدنظر رکھا جائے تو بعض دیگر مسائل قرآنیہ کے سمجھنے میں نہایت آسانی ہو جاتی ہے اور خاص کر اختلافی مسائل ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ جس نظریہ کو میں نے ان دونوں رسالوں میں پیش کیا ہے۔اس پر اہل بصیرت زیادہ غور وخوض کریں۔کیونکہ یہ نظریہ ان تمام باطل اعتراضات کا جو اہل مغرب نے دیدہ ودانستہ یا نادانستہ کئے ہیں، قلع قمع کر دیتا ہے۔یہ رسالہ ایک ایسے اختلافی مسئلے پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھا گیا ہے۔جس سے مسلمانوں میں کچھ ایسا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے کہ معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہوگا اور کب تک مسلمان اس خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر دیگر مسائل ضروریہ سے تغافل برتیں گے۔دیگر میرے خیال میں آتا ہے کہ جب تک کہ ترتیب الفاظ اور تدریجی ارتقاء کو ہر مسئلے کے حل کرنے میں مدنظر نہ رکھا جائے،صحیح مفہوم قرآنی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔دین حنیف کے الفاظ عام لوگوں کی زبان پر ہیں۔مگر ان تمام آیات کو پڑھنے کے بغیر جن کا ذکر میں نے پہلے رسالے میں کیا ہے، دین حنیف کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔اختلافی مسائل جن پر میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں، وہ حسب ذیل ہیں:

۱...... آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے؟

۲...... کیا ان کو صلیب پر چڑھایا گیا، یا آسمان کی طرف زندہ اٹھالیا گیا؟

۳...... کیا ان کی موت واقع ہو چکی ہے؟

پیشتر اس کے کہ اصل مضمون پر کچھ لکھا جائے، یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے کن کن امور کا مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔شاہ عبدالعزیزؒ نے سورۂ قیامہ کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی رویت کی حقیقت کا بیان کرتے ہوئے ایک مقدمہ سپرد قلم کیا ہے۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تین چیزوں کی رعایت اس میں پائی جائے:

اول...... یہ کہ ہر کلمہ کو حقیقی معنوں پر حمل کرنا چاہئے یا مشہور اور متعارف مجازی معنوں پر (یعنی دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ وہ کلمہ اس جگہ اپنے حقیقی اور اصلی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا بطور مجاز یا محاورہ کے)

دوم...... یہ کہ اس کلمہ کے سیاق وسباق کو اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک نگاہ میں رکھنا چاہئے تاکہ کلام بے نسق وبے ربط نہ ہو جائے۔

سوم...... یہ کہ نزول وحی کے گواہوں کا فہم اس تفسیر کے مخالف واقع نہ ہو۔ وہ گواہ پیغمبرﷺ اور اصحاب کرامؓ ہیں۔ (اس میں شان نزول شامل ہے)

پھر ان تینوں چیزوں میں سے ایک فوت ہو جائے اور دوسری دو باقی ہیں تو اس کو تاویل کہتے ہیں اور اگر پہلی چیز فوت ہو جائے (یعنی اصلی و مجازی معنی) لیکن دوسری اور تیسری باقی رہیں تو اس کو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسری فوت ہو جائے (یعنی سیاق و سباق) اور پہلی اور تیسری باقی رہے یا تیسری فوت ہو جائے (یعنی جو کچھ رسول اللہﷺ یا اصحاب سے مروی ہے) لیکن پہلی اور دوسری باقی رہیں تو ان دونوں صورتوں کو تاویل بعید کہتے ہیں۔ اگر یہ تینوں چیزیں فوت ہو جائیں تو اس کا نام تحریف ہے۔

مقدمہ ہذا کے ان اصولوں پر کسی صاحب رائے کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو صاحب تاویل قریب اور بعید بلکہ تحریف کرتے ہیں۔ ان کے دلائل پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سرسید بھی ان میں سے ایک ہیں۔ بہتر ہوگا کہ میں انہی کے الفاظ میں ان کے دلائل پیش کروں:

۱...... وہ لکھتے ہیں کہ: ''ہر ایک کلام کے معنی قرار دینے میں وہ کلام کسی کا ہو خواہ خدا کا ہو یا انسان کا، مندرجہ ذیل باتوں کا محقق ہونا ضروری ہے۔ جس لفظ کے جو معنی قرار دیئے گئے ہوں، اس کی نسبت جاننا چاہیے کہ وہ لفظ ان ہی معنوں میں وضع کیا گیا ہے۔''

۲...... ''اس بات کا قرار دینا کہ جن معنوں میں وہ لفظ وضع کیا گیا تھا۔ ان معنوں سے کسی دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا ہے۔''

۳...... ''اگر وہ لفظ مشترک المعنی ہے تو اس بات کا قرار دینا لازم ہے کہ وہ ان مشترک معنوں میں سے کس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ضمائر جن کا مرجع مختلف ہو سکتا ہے۔ وہ بھی الفاظ مشترک المعنی میں شامل ہیں۔''

۴...... ''اس بات کا قرار دینا ضروری ہے کہ وہ ان اصلی معنوں میں بولا گیا ہے جو اس سے متبادر ہوتے ہیں یا مجازی معنوں میں۔''

۵...... ''اس بات کا قرار دینا کہ اس کلام میں کوئی شے مضمر ہے یا نہیں۔''

۶...... ''اس بات کا قرار دینا ضروری ہے کہ جن معنوں پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے۔ اس میں کوئی تخصیص بھی ہے یا نہیں؟''

۷...... ’’یہ بات دیکھنی لازم ہے کہ جو معنی اس لفظ کے قرار دیئے گئے ہیں۔ اس پر کوئی عقلی معارضہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ معنی اس کے صحیح نہ ہوں گے اور یہ بات کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ تمام علمائے اسلام نے سینکڑوں مقامات میں اس کی پیروی کی ہے۔ مثلاً خدا کے عرش پر استوی ہونے میں اس کے ہاتھ اور منہ اور ساق ہونے میں اور مثل ان کے اور بہت سے لفظوں کے اصلی معنی اس لئے نہیں لئے گئے کہ دلیل عقلی ان کے برخلاف تھی۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اور الفاظ کے ایسے معنی جو دلیل عقلی سے محال ہیں، یا خود اس قانون فطرت کے مخالف ہیں جو خود خدا نے بیان کیا ہے یا تجربہ کے مخالف ہیں، چھوڑ کر دوسرے معنی نہ لئے جائیں۔‘‘

سرسید کے دلائل نمبر ا لغایت نمبر ۶ پر تو جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ نمبر ۷ کی بناء پر سرسید احمد نے کل معجزات سے انکار کیا ہے۔ بلکہ روح الامین کو ملکہ نبوت کہہ دیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں: ’’جو قانون قدرت کہ انسان نے تجربہ سے قائم کیا ہے۔ اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ جب تمام قانون فطرت ابھی تک نامعلوم ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی قانون فطرت ایسا ہو جس سے مستثنیات ثابت ہوئے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں یہ کہنا کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ امکان عقلی تو کوئی وجودی شے نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک خیالی غیر محقق الوقوع ہے۔‘‘ ’’وان الظن لا یغنی من الحق شیئا‘‘

’’علاوہ اس کے امکان کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ لیکن جس چیز کا کبھی وقوع ثابت نہ ہوا ہو تو اس پر امکان کا اطلاق غلط ہے۔ غرضیکہ جو شخص قانون فطرت میں مستثنیات کا مدعی ہو۔ اس کو ان مستثنیات کے کبھی واقع ہونے کو ثابت کرنا بھی لازم ہے۔‘‘

میں ان دونوں امور پر بحث کروں گا۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جن چیزوں کو ہم لوگ قانون قدرت میں مستثنیات: (یا خرق عادت) کہتے ہیں، وہ معجزات ہیں اور معجزات صادر ہوتے رہتے ہیں اور خدا اپنے مقبول بندوں کو معجزات عطا کرتا ہے۔ سورۂ انعام رکوع نمبر۴ میں آیا ہے:

’’وقالوا الولا نزل علیه آیة من ربه ۰ قل ان الله قادرعلی ان ینزل آیة ولکن اکثر هم لایعلمون (انعام:۳۷)‘‘ ﴿اور کفار کہتے ہیں کہ ان پر (آنحضرتؐ پر) کوئی معجزہ خدا کے ہاں سے کیوں نہیں اترا۔ کہہ دو خدا اس پر قادر ہے کہ معجزہ نازل کرے لیکن لوگ نہیں جانتے۔﴾

''ومامنعنا ان نرسل بالایات الا کذب بها الا ولون وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلمو ابها وما نرسل بالایات الا تخویفا (اسراء:۵۹)'' ﴿اور ہمیں معجزات بھیجنے سے بجز اس کے اور کوئی وجہ مانع نہیں ہوتی کہ اگلوں نے انہیں جھٹلایا اور ہم نے قوم ثمود کو (معجزے سے) اونٹنی عطا کی (جو ہماری قدرت کی) دکھانے والی تھی۔ تو ان لوگوں نے اس پر ظلم کیا (یہاں تک کہ مار ڈالا) اور ہم تو معجزے صرف ڈرانے کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں۔﴾

نوٹ: یہاں آیت کے معنی سوائے معجزے کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مجھے سر سید صاحب کے اس دعویٰ سے کہ قرآن کریم میں آیت اور آیات بینات سے احکام مراد ہوتے ہیں۔ جو انبیاء کو وحی کئے جاتے ہیں، اختلاف ہے۔ اگر ان دونوں آیتوں میں آیات کے معنی احکام کے لئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر کبھی کوئی حکم نازل نہیں فرمایا۔

وہ کہتے ہیں کہ جو انسان نے اپنے تجربے سے ثابت کیا ہے، مستثنیات ثابت ہونی چاہئیں۔ لیکن معجزہ تو ایسا امر ہے کہ جسے انسانی تجربہ کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ معجزے ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایک مذہب ان پر گواہ ہے۔ سورۂ انفال میں آیا ہے: ''ومارمیت اذرمیت وما لکن اللہ رمی (انفال:۱۷)'' ﴿اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔﴾

روایت سے تصدیق ہوتی ہے کہ جنگ بدر میں جب لڑائی کی شدت ہوئی تو حضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکیں۔ خدا کی قدرت کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ تک پہنچے۔ وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر سے مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور کفار کو شکست دی۔ گو بظاہر کنکریاں حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے پھینکی تھیں۔ لیکن ہر سپاہی کی آنکھ میں کنکریوں کا جانا کسی بشر کا فعل عادۃً نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف خدائی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر کنکریوں سے فوج کا منہ پھیر دیا۔

معجزات ایک نبی یا رسول اپنے ارادے یا حکمت سے صادر نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس وقت مشیت ایزدی ہو اپنے نبی کے ہاتھ سے معجزات کے ساتھ اکثر لفظ ''باذن اللہ'' آیا ہے یعنی خدا کی اجازت سے۔ اس کے متعلق دیگر آیات لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مستثنیات کا سوال خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سے ہی حل ہو جاتا ہے۔

سر سید نے قانون فطرت کو ثابت کرنے کے لئے یہ جو جوڑے (یعنی زن و مرد) سے اور نطفہ کے ایک مدت معین تک مقررہ جگہ میں رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے، مفصلہ ذیل آیات پیش کی ہیں: ’’لقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلنه نطفة فى قرار مكين ...... فتبارك الله احسن الخالقين (مومنون:۱۲تا۱۴)‘‘ ﴿اور ہم نے آدمی کو گیلی مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ (عورت کے رحم) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا۔ پھر ہم ہی نے منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لوتھڑا چڑھایا۔ پھر ہم نے اس کو (روح ڈال کر) ایک دوسری صورت میں پیدا کیا۔ تو (سبحان اللہ!) خدا با برکت ہے جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے۔﴾

’’ومن آياته ان خلقكم من تراب ثم اذاانتم بشر تنشرون...... يتفكرون (روم:۲۰،۲۱)‘‘ ﴿اور اس کی قدرت کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم آدمی بن کر (زمین پر) چلنے پھرنے لگے اور اسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ساتھ رہ کر چین کرو اور تم لوگوں کے درمیان الفت پیدا کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں غور کرنے والوں کے لئے (قدرت خدا) کی یقینی بہت سی نشانیاں ہیں۔﴾

سر سید کے بعد قادیانی جماعت کا فروغ ہوا۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد نے یہ تو مانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے۔ مگر ان کے پیروؤں سے لاہوری جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بلا باپ پیدا نہیں ہوئے۔ مولوی محمد علی نے دو آیتیں مزید پیش کی ہیں: ’’ثم جعل نسله من سللة من ماء مهين (سجده:۸)‘‘ ﴿یعنی آفرینش اول کے بعد اس کی نسل کو نطفے سے چلایا ہے۔﴾ اور ’’انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج (دهر:۲)‘‘ ﴿ہم انسان کو مرد و عورت کے ملے ہوئے نطفے سے پیدا کرتے ہیں۔﴾

مولوی صاحب کی دلیل ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بالتصریح یہ نہ فرمائے کہ عیسیٰ کو ہم نے اپنے اس قانون کے خلاف یا الگ رنگ میں پیدا کیا تھا۔ اس وقت تک یہی ماننا پڑے گا کہ وہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے، اسی رنگ کے تھے۔ ان کے خیال میں یہاں اللہ کی قدرت پر کوئی سوال نہیں کہ اسے ایسا کرنے کی قدرت ہے یا نہیں۔ اس کو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ قرآن شریف یا حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ

اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور جب خود وہ ایک قانون بناتا ہے تو جب تک خود ہی نہ فرمائے کہ فلاں معاملے میں اس نے اسی قانون کے خلاف اپنی قدرت کا اظہار کیا۔ اس وقت تک خود بخود ہمارا کسی امر کو اس قانون کے خلاف سمجھ لینا جائز نہیں۔

ان کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ آؤ دیکھیں قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے اور مستثنیات ثابت کرتا ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ سورۂ بقر رکوع میں فرماتے ہیں: ’’وقالو اتخذاللّٰه ولدا سحانه بل له مـا فـی السمـوات والارض و اذا قـضـی امـر فـانـما یقول لـه کن فیکون (بـقـره:۱۱٤)‘‘ ﴿اور کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا، وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اسی کا ہے۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے اور جب کوئی حکم جاری کرتا ہے صرف اسے کہہ دیتا ہے، ہو، سو وہ ہو جاتا ہے۔﴾

بدع یا ابداع کے معنی ہیں ایسا بنانا جس کا پہلے نمونہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ لفظ استعمال ہو تو معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ، مادہ، زمانہ اور مکان کے کسی چیز کا معرض وجود میں آنا۔ اس معنی کو خود مولوی محمد علی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں ص۱۰۹ پر بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہاں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ تھے۔ مگر ساتھ ہی: ’’بـدیع السموات والارض واذاقضیٰ امرافانما یقول له کن فیکون‘‘ کہہ کر اس امر کی تشریح کر دی کہ اس کا بلا باپ ہونا ابن اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خدا جب بغیر آلہ اور مادہ کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ اپنے حکم سے ایک عورت کے رحم میں نطفہ بغیر ظاہری باپ کے پیدا کر سکتا ہے اور اس لئے دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے وقت یہی الفاظ کہے گئے ہیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں:

’’قـال رب ان یـکـون لـی غـلام وقد بلغنی الکبرو امرأتی عاقر (آل عـمران:٤٠)‘‘ ﴿اس نے کہا میرے رب مجھے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔﴾ جواب ملتا ہے:

’’کـذالك الله یفعل مایشاء (آل عمران:٤٠)‘‘ ﴿اسی طرح ہوگا، خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔﴾

(آگے مزید توضیح آتی ہے) لیکن جب حضرت مریم کو بشارت دی جاتی ہے تو وہ کہتی ہیں: ”قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر (آل عمران:٤٧)“ ﴿کہنے لگی پروردگار! مجھے لڑکا کیونکر ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔﴾

جواب ملتا ہے: ”قال کذالك الله یخلق ما یشاء٠ اذا قضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون (آل عمران:٤٧)“ ﴿اسی طرح خدا جو چاہتا ہے اور جب حکم جاری کرتا ہے تو صرف کہہ دیتا ہے ”ہو“ اور وہ ہو جاتا ہے۔﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بوڑھے باپ اور بانجھ عورت سے لڑکا پیدا کر دیا اور کہہ دیا کہ جو اللہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ مگر حضرت مریم علیہا السلام کے جواب میں ”کذالك یفعل ما یشاء“ کی جگہ نہ صرف ”کذالك یفعل ما یشاء“ کہا بلکہ ”واذاقضیٰ امرافانما یقول له کن فیکون“ کے جملے کا اضافہ کر دیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک الگ رنگ میں پیدا کیا۔ یعنی مستثنیات سے ہے۔

قرآن کریم نے اس تفریق کو ہر طرح سے مدنظر رکھا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا: ”وبرابوالدیه ولم یکن جبارا عصیا(مریم:١٤)“ ﴿اور اپنے ماں باپ کے حق میں سعادت مند تھے اور سرکش و نافرمان نہ تھے۔﴾

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ان سے کہلایا: ”وبرابوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا (مریم:٣٢)“ ﴿اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا اور سرکش و نافرمان نہیں بنایا۔﴾

باپ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ظاہری باپ نہیں تھا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے: ”فاستجنا له ووهبنا له یحییٰ واصلحناله زوجه (انبیاء:٩٠)“ ﴿ہم نے اس کی دعا سن لی اور ہم نے ان کو بیٹا یحییٰ عطاء کیا اور ہم نے ان کی بیوی کو ان کے لئے اچھا بنا دیا۔﴾

لیکن اگلی آیت میں فرمایا: ”والتی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا وجعلنها وابنها آیة للعلمین (انبیاء:٩١)“ ﴿اور وہ بی بی جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے ان (کے پیٹ) میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور ان کو اور ان کے بیٹے (عیسیٰ) کو سارے جہاں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا۔﴾

ایسی وجوہات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا اور وجوہات بھی ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ مگر چونکہ آج کل کی دنیا مادہ پرست زیادہ ہے اور خدا کی قدرت کو اپنے تجربے اور علم کے اندر محدود کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ خدا کی قدرت جس کو دوسرے الفاظ میں ''کن فیکون'' کہا گیا ہے، کے متعلق کچھ اور لکھا جائے اور وہ بھی قرآن سے۔ ساتھ ہی میں یہ دکھانے کی کوشش کروں گا کہ اصطلاح ''کن فیکون'' میں بھی ارتقاء ہے۔

پہلی دفعہ ''کن فیکون'' سورۂ بقر کی مذکورہ بالا آیت میں آیا ہے یعنی: ''بدیع السموات والارض ۰ واذاقضیٰ امر فانما یقول له کن فیکون'' اس آیت مبارکہ میں لفظ ''بدیع'' کہہ کر یہ ظاہر کیا گیا کہ بغیر مادے، اسباب وغیرہ کے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا۔ دوسری دفعہ ''کن فیکون'' سورۂ آل عمران کی اس آیت میں ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یعنی: ''قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر، قال کذالك الله یخلق مایشاء اذاقضیٰ امر فانما یقول له کن فیکون'' یعنی جسے اپنی قدرت سے چاہے، پیدا کر سکتا ہے اور آگے چل کر اسی سورۂ میں اس کی ایک مثال بیان کر دی: ''ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران:۵۹)'' ﴿خدا کے نزدیک تو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسا آدم کی حالت ان کی مٹی کا پتلا بنا کر کہا کہ ہو جا۔ پس فوراً ہی وہ انسان ہو گیا۔﴾

اور یہی اس کا ارتقاء ہے۔ ساتھ ہی بلا باپ ہونے کی مزید تشریح ہے۔ پھر سورۂ انعام میں فرمایا: ''ان اقیموا الصلوٰۃ واتقوه وهوالذی الیه تحشرون وهو الذی خلق السموات والارض بالحق ویوم یقول له کن فیکون (انعام:۷۲)'' ﴿اور یہ کہ قائم رکھو نماز اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے آگے تم سب اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر اور جس دن (کسی چیز کو) کہتا ہے کہ ہو جا تو (فوراً) ہو جاتی ہے یا یہ کہ جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا یعنی حشر۔﴾

یہی ارتقاء ہے۔ ان کو اس طرح بدل دے گا جس طرح کہ پیدا کیا تھا۔ معاذ اللہ زمین و آسمان یا آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے بعد خدا سے یہ طاقت و قدرت سلب نہیں ہو گئی۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ پھر سورۂ نحل میں فرمایا:

"واقسموا باللہ جھد ایمانھم لایبعث اللہ من یموت بلیٰ وعدا علیہ حقا ولکن اکثر الناس لایعلمون ۔ لیبین لھم الذی یختلفون فیہ لیعلم الذین کفروا انھم کانوا کاذبین ۔ انما قولنا لشی اذا اردنا ان نقول لہ کن فیکون (انعام:۱۰۹)" ﴿اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی کہ مر جائے۔ بیشک اٹھائے گا۔ وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اٹھائے گا تاکہ ظاہر کر دے ان پر جس بات میں کہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ معلوم کر لیں کافر کہ وہ جھوٹے تھے۔ ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں، یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جا تو وہ ہو جائے۔﴾

اس آیت میں ارتقاء یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے جب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہر ایک بات بسرعت تمام وقوع پذیر ہو جاتی ہے اور کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی، اس کی قدرت کا قانون ہی ایسا ہے۔ پھر سورۂ مریم میں یوں آیا ہے:

"ذالک عیسیٰ ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحانہ اذاقضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون (مریم:۳۵)" ﴿یہ ہے کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں۔ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد۔ وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کو کرنا سو یہی کہتا ہے اس کو کہ "ہو" وہ ہو جاتا ہے۔﴾

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید وضاحت ہے کہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ایک بچے کو بن باپ پیدا کر دے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ خدا کے لئے کسی طرح یہ سزاوار نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ اس سے پہلی آیت میں ارادے کا ذکر کیا تھا۔ اس میں فیصلہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ارتقاء ظاہر ہے۔

اس آیت مبارکہ کا منشاء قریباً وہی ہے جس کا ذکر آیات سورۂ بقرہ، آل عمران میں ہے۔ اس لئے جیسا کہ اپنے رسالہ الموسوم بہ "قرآن اور ایک غلط فہمی کا ازالہ" میں بتا چکا ہوں کہ جب کوئی آیت ایک بیان شدہ مضمون کی دوبارہ آ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس مضمون کا دوسرا باب شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے:

"قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اوّل مرۃ وھو بکل خلق علیم ۔ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نار افاذا انتم منہ

توقدون ۰ اولیس الذی خلق السماوات و الارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھوالخلّاق العلیم ۰ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ۰ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون (یٰس:۸۰)"

﴿ کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کھوکھری ہوگئیں۔ تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار۔ وہ سب طرح بنانا جانتا ہے۔ جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ، پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو کیا جس نے بنایا آسمان اور زمین، نہیں بنا سکتا ان جیسے کیوں نہیں؟ اور وہی ہے اصل بنانے والا اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو "ہو" وہ اسی وقت ہو جائے۔ سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے۔ ﴾

ارتقاء ظاہر ہے کہ جہاں وہ خالق ہے علیم بھی ہے۔ اس لئے ریزہ ریزہ شدہ چیزوں کو بھی وہ اپنے حکم "کن" سے جمع کر سکتا ہے جس سے وہ چیز بن جاتی ہے۔ ساتھ ہی چونکہ یہ الفاظ "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون" پہلے آ چکے ہیں۔ اس لئے امید رکھنی چاہئے کہ آئندہ ایک نیا باب آئے گا۔

"ھوالذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا اجلا مسمی ولعلکم تعقلون ۰ ھوالذی یحیی ویمیت فاذا اقضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون (مومنون:٦٧)" ﴿ وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے، پھر خون جمے ہوئے سے پھر تم کو نکالتا ہے بچہ، پھر جب تک کہ پہنچو تم اپنے پورے زور کو پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے جو مر جاتا ہے پہلے سے اور جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو اور تا کہ تم سوچو، وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، پھر جب حکم کرے کسی کام کو یونہی کہے اس کو کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔ ﴾

اس میں ارتقاء ہے کہ نہ صرف خلق نئی پیدا کرنا اس کا کام ہے، بلکہ کسی کی حیات وممات پر بھی اس کا قانون ویسا ہی چلتا ہے۔ اس کی قدرت میں ہے کہ وہ کسی کو زندہ رکھے یا فنا کا حکم دے دے۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کے بعد لفظ "کن فیکون" قرآن میں نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں ہر قسم کی مخلوق کی حیات وممات یا اس کے دوبارہ زندہ کرنے کی نسبت حتمی طور پر فرمادیا کہ یہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ان آیات کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے کہ اللہ تعالیٰ بغیر باپ پیدا کرسکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ کسی پیغمبر کے ہاتھ سے اپنے اذن یا حکم سے ظاہر فرما سکتا ہے، تو اسے اختیار ہے۔قرآن کے الفاظ تو صاف ہیں۔

لفظ ''سنة الله'' کے معنیٰ میں تدریجی ارتقاء

خرق عادق یا معجزے کے نہ ماننے والے قرآن کریم کی اس آیت کا سہارا بھی لیتے ہیں: ''ولن تجد لسنة الله تبديلا (احزاب:٦٢)'' ﴿اور تم اللہ کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔﴾

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کون سی اپنی عادت کا اس بارے میں ذکر فرمایا ہے؟ بہتر ہوگا کہ ہم یہ دیکھیں کہ آیا سنت کے ذکر میں بھی کوئی ارتقاء ہے؟ سب سے پہلے لفظ ''سنۃ'' کا ذکر سورۃ الانفال رکوع ۵ میں یوں آیا ہے:

''قل للذين كفروا ان ينتهوايغفرلهم ماقد سلف وان يعودوافقد مضت سنة الاولين (الانفال:٣٨)'' ﴿تو کہہ دے کافروں کو کہ اگر وہ باز نہ آ جائیں تو معاف ہوا ان کو جو کچھ کہ ہو چکا اور اگر پھر بھی وہی کریں تو پڑ چکی ہے راہ اگلوں کی یعنی جس طرح اگلے لوگ پیغمبروں کی تکذیب وعداوت سے تباہ ہوئے یا ان کو سزا دی گئی، اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے گا۔

پھر سورۃ حجر رکوع ا میں یوں آیا ہے: ''ما یاتهم من رسول الا كانوا به يستهزون كذالك نسلكه في قلوب المجرمين لايؤمنون به وقد خلت سنة الاولين (الحجر:١٢)'' ﴿اور نہیں آتا ان کے پاس کو رسول، مگر کرتے ہیں اس سے ہنسی، اس طرح بٹھا دیتے ہیں اس کو دل میں گناہ گاروں کے یقین نہ لاویں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی۔﴾

ارتقاء یہ ہے کہ سورۃ انفال میں پہلے فرمایا تھا کہ اگر وہ باز آ جائیں تو ان کو معافی دی جائے گی۔اس جگہ یہ فرمادیا کہ اگر حسب عادت وہ استہزاء اور تکذیب کرتے رہیں گے تو مضائقہ نہیں انجام کار، اللہ حق کا بول بالا کرے گا۔یعنی کافر یونہی ہمیشہ جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کے دلوں میں تکذیب بیٹھ جاتی ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔لیکن انجام کار حق کا بول بالا رہا۔پھر سورۂ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۸ میں یوں آیا ہے:

"وان کادوا لیستفزونك من الارض لیخرجوك منها واذالا یلبثون خلافك الا قلیلا ٭ سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولاتجد لسنتنا تحویلا (۷٦:)" ﴿اور وہ تو چاہتے تھے کہ گھبرا دیں تجھ کو اس زمین سے تا کہ نکال دیں تجھے یہاں سے اور اس وقت نہ ٹھہریں گے وہ بھی تیرے پیچھے مگر تھوڑا، دستور چلا آیا ہے اس رسولوں کا جو تم سے پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت۔﴾ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکے سے نکال دیں۔لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے۔تاریخ شاہد ہے کہ اسی طرح ہوا۔

ارتقاء اس میں یہ ہے کہ جس ہلاکت اور سزا کا ذکر سابقہ دو آیتوں میں آچکا ہے۔اس کی ایک مثال بیان فرمادی۔یعنی ہمارا دستور رہا ہے کہ جب کسی پیغمبر کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود بھی نہ رہے۔آگے سورۂ الکھف رکوع نمبر ۸ میں آیا ہے:

"ومامنع الناس ان یؤمنوا اذاجاء هم الهدی ویستغفروا ربهم الاّ ان تاتیهم سنة الاولین اویاتیهم العذاب قبلا (٥٥)" ﴿اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب پہنچی ان کو ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سوا اسی انتظار نے کہ پہنچے ان پر رسم پہلوں کی یا آ کھڑا ہو ان پر عذاب سامنے کا۔﴾

ارتقاء اس میں یہ ہے کہ ان کی ضد اور عناد کو دیکھتے ہوئے کچھ اور انتظار نہیں رہا۔مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ان کو سزا دی جائے یا عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو۔پھر سورۂ احزاب میں آیا ہے:

"ماکان علی النبی من حرج فیمافرض الله له سنة الله فی الذین خلوا من قبل وکان امرالله قدرامقدورا الذین یبلغون رسالة الله ویخشونه ولایخشون احدا الاالله ٭ وکفی بالله حسیبا (۳۹)......ولا تطع الکفرین والمنافقین ودع اذا هم وتوکل علی الله وکفی بالله وکیلا (٤٨)" ﴿نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جو مقرر کردی اللہ نے اس کے واسطے دستور چلا آیا ہے۔جیسا اللہ کا ان

لوگوں میں جو گزرے پہلے اور ہے حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا وہ لوگ جو پہنچاتے تھیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنے والا محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کا جاننے والا۔ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ نے بہت سی یاد اور پاکی بولتے رہو اس کی صبح اور شام وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان، دعا ان کی جس دن ان سے ملیں گے، سلام ہے اور تیار رکھا واسطے ان کے ثواب عزت کا۔ اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سننے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑی بزرگی اور کہا مت مان منکروں کا اور دغا بازوں کا اور چھوڑ دے ان کا ستانا اور بھروسہ کر اللہ پر اور بس ہے کام بنانے والا۔ ﴾

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ سابقہ پیغمبروں کی طرح جو حکم خدا ہو وہ نبی کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ یہی سنت اللہ ہے اور کہ ان احکام کے پہنچانے میں کسی سے نہیں ڈرتے سوائے اللہ کے۔ اگر یہ بدبخت زبان اور عمل سے آپ کو ستائیں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے۔ وہ اپنی قدرت و رحمت سے کام بنائے گا۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ طعن و تشنیع وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔

نوٹ: بہت مناسب تھا میں خاتم النبیین پر یہاں کچھ لکھتا اور اس کی وضاحت کرتا کہ لفظ خاتم النبیین یہاں کیوں آیا۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ اگر اس پر قلم اٹھاؤں تو اس رسالے کے موضوع معین سے دور جا پڑوں گا۔ لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں حضور ﷺ کو صحیح معنوں میں خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور جو صاحب اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ آئندہ کوئی نبی حضور ﷺ کی مہر لگ کا آیا کریں گے۔ وہ لوگ غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث میں جہاں تک میرا علم ہے، کوئی سند نہیں ہے۔ اس لئے میرے خیال میں حضورؐ کے بعد دعویٰ نبوت صریح نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اس کے بعد "سنة الله" کا لفظ احزاب کے رکوع نمبر ۸ میں یوں آیا ہے:

"لئن لم ينته المنافقون والذين فى قلوبهم مرض والمرجفون فى المدينه لنغرينك بهم ۰ ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ۰ ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا ۰ سنة الله فے الذين خلوا من قبل ۰ ولن تجد لسنة الله

تبـدیـلا (۶۰تـا۶۲)'' ﴿البتہ اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دل میں روگ ہے اور جھوٹی خبریں اڑانے والے مدینہ میں تو ہم لگا دیں گے تجھ کو ان کے پیچھے پھر نہ رہنے دیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں، پھٹکارتے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے جان سے، دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور تم خدا کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔﴾

پہلے فرمایا تھا کہ ان کی شرارتیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ ان کو سزا ملے اور حضور ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی کہ جو اللہ تعالیٰ حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر یا منافق کی یاوہ گوئی کی پرواہ نہ کریں۔ اس آیت مبارکہ میں ارتقاء یہ ہے کہ یہاں پر بعض سزاؤں کا ذکر فرما دیا۔ جو ان کو دی جائیں گی اور بلا آخر دی گئیں۔

اس کے بعد ''سنۃ'' کا لفظ سورۂ فاطر رکوع نمبر ۵ میں یوں آیا ہے:

''واقسموبـالله جهـد ايمانهم.........علیما قدیرا (۴۲تا۴۴)'' ﴿اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی قسمیں کہ اگر آئے گا کوئی ان کے پاس ڈر سنانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے، ہر ایک امت سے پھر جب آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا اور زیادہ ہو گیا ان کا بدکنا، غرور کرنا ملک میں اور داؤ کرنا برے کام کا اور برائی کا داؤ الٹے گا۔ انہی داؤں والوں پر پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی۔ سو تو نہ پائے گا اللہ کا دستور بدلنا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلنا۔ کیا پھرے نہیں ملکوں میں کہ دیکھیں کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور تھے ان سے سخت زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکا سکے کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہی ہے سب کچھ جانتا، کر سکتا یعنی بڑی بڑی زور آور قومیں مثلاً عاد، ثمود اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکیں۔ یہ بے چارے کیا چیز ہیں اور اگر پکڑے اللہ کی لوگوں کو ان کی کمائی پر نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک بھی ہلنے جلنے والا۔ پر ان کو ڈھیل دیتا ہے، مقررہ وعدے تک پھر جب آئے ان کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے۔﴾

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ مجرموں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر وہ مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیں گے تو یہ فریب ان کا انہیں پر الٹے گا۔ چند روز اپنے دل میں خوش ہو لیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا۔ مگر انجام کار ان کو سزا ملنی ہے۔ اللہ کا علم محیط اور قدرت اس کی کامل ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بجائے سزا کے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگیں۔ ''ولـن تـجـد لسـنة الله تـحـويلا'' نہ یہ ہو سکتا ہے کہ مجرموں سے سزا ٹل کر غیر مجرموں کو دی

جائے۔ پھر سورۂ مومن رکوع نمبر ۹ یوں آیا ہے:

"فلما جآت رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ماكانوا به يستهزؤن ۰ فلما راؤ بأسنا قالوا آمنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين ۰ فلم يك ينفعهم ايمانهم لما راؤ بأسنا ۰ سنة الله التى قدخلت فى عباده ۰ وخسر هنالك الكافرون (۵۳تا۵۸)" ﴿پھر جب پہنچے ان کے پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں لے کر، اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر الٹی پڑی ان پر وہ چیز جس پر وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہماری آفت کو، بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو شریک بتلاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب، رسم پڑی ہوئی اللہ کی چلی آتی ہے اس کے بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ منکر۔﴾

پہلے کہا جا چکا ہے کہ مکر و فریب حق کے مقابلے میں شکست کھا جاتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیاوی علم پر اترانا بھی کچھ کام نہیں دیتا، لہٰذا سن رکھو کہ عداوت وغیرہ سے باز آؤ۔ کیونکہ جب ہمارے عذاب کو دیکھو گے تو اس وقت ضرور اللہ وحدہ پر ایمان لاؤ گے۔ مگر اس وقت ایمان لانا موجب نجات نہیں، نہ اس سے عذاب ٹل سکتا ہے۔

آخری دفعہ لفظ "سنة الله" سورۂ فتح میں اس طرح آیا ہے: "واخرىٰ لم تقدروا عليهم...... ولن تجد لسنة الله تبديلا (۲۱تا۲۳)" ﴿اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے۔ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے پیٹھ۔ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔ رسم پڑی ہوئی اللہ کی چلی آتی ہے پہلے سے اور کسی کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سنت کے موافق ہونا چاہئے تھا۔﴾

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ پہلے فرمایا تھا اگر شرارتی لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ ذلیل و خوار ہوں گے یا ہلاک ہوں گے۔ یہاں فرمایا کہ جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد سنت اللہ کا لفظ قرآن کریم میں نہیں آیا۔ دیکھ لیا آپ نے کہ سنت اللہ دراصل شے کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ دین حق کی تبلیغ و رسالت کرنے والے رسول، کافروں اور منافقوں کے استہزاء اور عداوت سے ڈر کر اپنے کام نہیں چھوڑتے۔ بلکہ خداوند کریم ان کو اہل باطل کے مقابلے میں ہمیشہ غالب کرتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت کاملہ سے

جس وقت جس طرح اور جو چاہے پیدا کرنا سنت اللہ کے خلاف ہے، صحیح نص قرآنی کے منشاء کے مطابق نہیں۔ بلکہ سنت اللہ وہی ہے جو مذکورہ بالا آیات میں تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔

ولادت مسیح کے متعلق قرآن اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ کا نکتہ نظر

سرسید لکھتے ہیں کہ: ''تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا خطبہ (حضرت یوسف) سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کر لیں گے۔'' اس پر سرسید لکھتے ہیں کہ: ''یہ معاہدے حقیقت میں عقد نکاح تھے۔ صرف زوجہ کا گھر میں لانا باقی رہ جاتا تھا اور وہ اس میعاد پر ہوتا تھا۔ جو اس معاہدے میں قرار پائی تھی اور پھر اس پر ایزاد کرتے تھے کہ اگر بعد میں اس رسم کے اور قبل رخصت کرنے کے ان دونوں سے اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف دستور ہونے کی بناء پر معیوب بھی گنی جاتی ہو اور دونوں کے لئے کسی قدر شرم و خجالت کا باعث ہوتی ہو۔''

---

[1] اس مرحلے پر پیشتر اس کے کہ اس پر بحث کی جائے، اس غلطی کا رفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم لوقا، متی وغیرہ کی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو عیسائی نیا عہد نامہ بمقابلہ (تورات جو عہد نامہ عتیق کہلاتی ہے) کہتے ہیں، تو ہم انجیل کہتے ہیں۔ حالانکہ انجیل وہ کتاب مقدس تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وآتینٰه الانجیل فیه هدی ونور (٤٦)'' ﴿اور اس کو ہم نے دی انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔﴾ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ متی، لوقا، مرقس اور یوحنا نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق حضرت عیسیٰ کی زندگی، حالات اور احکام کو درج کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ بموجب انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ان میں حضرت کی زندگی کے پچاس دنوں کے حالات ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو ہمیشہ ان کتابوں کو انجیل یا اناجیل کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کی کتابیں ہیں۔ جن کا بہت سے واقعات کے متعلق آپس میں اختلاف ہے۔ باوجود اس کے میرا خیال ہے کہ جو واقعات ان چاروں کتابوں میں درج ہوں، اور قرآن کریم میں بھی وہ واقعات اسی طرح بیان کئے گئے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ پھر بھی ہم ان کی تاویل کریں یا یہ کہیں کہ ایسا نہیں، ایسا ہوگا۔'' یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

دیکھئے! کس طرح اپنی رائے اور مفروضہ تخیل پر قرآن کی تفسیر کی بنیاد رکھتے ہیں: "یہ ایک من گھڑت تاویل ہے جس پر زیادہ لکھنا فضول ہے۔"

قرآن کریم میں سورۂ مائدہ کی آیت "واتیناہ الانجیل" کے ایک آیت بعد یوں آیا ہے: "وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقالما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ (٤٨)" ﴿اور اتاری ہم نے آپ پر کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ (اصل) کتابوں کی اور مضامین پر نگہبان۔﴾

یعنی خدا کی جو امانت تورات اور انجیل وغیرہ کتب سماوی میں ودیعت کی گئی تھی، وہ مع دیگر مضامین کے قرآن میں محفوظ ہے۔ ہاں بہت سی فروعات چھوڑ دی گئیں۔ بلکہ قرآن کریم میں جا بجا ان غلط واقعات کی جو عیسائیوں کی کتابوں میں انبیاء سے منسوب تھے، تردید کی گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت کیا درج ہے؟

لوقا اپنی کتاب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے آیت ۲۶ میں لکھتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے رحم مادر میں آنے کے چھ ماہ کے بعد حضرت جبرئیل گاؤں ناصرہ میں ایک کنواری عورت کے پاس گئے۔ جس کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تھی اور یوسف حضرت داؤد کے خاندان سے تھا اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ فرشتے نے مریم کو کہا کہ تم خدا کی بہت پسندیدہ ہو اور خیال رکھو کہ تمہیں حمل ٹھہر جائے گا اور تم ایک بچہ جنو گی۔ جس کا نام یسوع رکھنا وغیرہ وغیرہ اور خداوند اس کو اپنے باپ داؤد کا تخت دے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مریم علیہا السلام نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں تو کسی مرد کے پاس نہیں گئی۔ تو فرشتے نے جواب دیا کہ روح الامین تیرے اندر داخل ہو جائے گی وغیرہ۔ اس لئے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔

آگے ۲۳،۳ میں وہ شجرۂ نسب یوں دیتا ہے۔ عیسیٰ بیٹا (جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا) جوزف کا، بیٹا ہیلی کا وغیرہ۔

متی...... اپنی کتاب کو یوں شروع کرتا ہے۔ یہ کتاب عیسیٰ مسیح بیٹے داؤد کے بیٹے ابراہیم کے کی ۱،۱۔۱،۱۸ میں وہ لکھتا ہے کہ عیسیٰ مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ عیسیٰ مسیح کی ماں مریم کی جوزف کے ساتھ منگنی ہو گئی تھی۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ مباشرت کریں۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ روح الامین سے حاملہ ہے۔ جوزف اس کا خاوند چونکہ ایک راست باز آدمی تھا اور مریم کو بدنام نہیں کرنا چاہتا

تھا۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے پوشیدہ طور پر علیحدہ کر دے۔ جب اس نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تو ایک فرشتہ اس کو خواب میں نظر آیا جس نے کہا کہ مریم کو اپنی عورت بنانے سے مت خوف کھاؤ۔ کیونکہ روح الامین سے اس کو حمل ٹھہرا ہے اور وہ ایک لڑکا جنے گی۔ جس کا نام تم عیسیٰ رکھنا۔ یہ وہ ہے جو لوگوں کو ان کے گناہ بخشوائے گا تا کہ وہ پیشین گوئی پوری ہو جائے کہ کنواری ایک بچہ پیدا کرے گی۔ جس کا نام ای مینوئل ہوگا۔ جس کے لفظی معنی ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ۱۸الغایت ۲۳

متی کی کتاب کے مطابق جوزف کے باپ کا نام یعقوب تھا۔ ان بیانات سے خواہ ان میں کیسے ہی اختلاف ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ظاہری باپ نہ تھا۔ قرآن کریم میں جیسا کہ سورہ مریم میں آیا ہے کہ خداوند کریم فرماتے ہیں: ''ہم نے مریم کے پاس فرشتہ بھیجا جو پورا آدمی بن کر اس کے سامنے آیا۔'' حضرت مریم نے کہا: ''میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو ہے خدا سے ڈرنے والا۔'' فرشتے نے جواب دیا: ''میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ دوں تجھ کو لڑکا پاکیزہ صاف۔'' مریم نے کہا: ''میرے لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا بھی نہیں اور میں بدکار بھی نہیں۔'' فرشتے نے کہا: ''کہ یونہی ہے تیرے رب نے کہا یہ مجھ پر آسان ہے اور اسے ہم کرنا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور یہ امر طے ہو چکا ہے۔'' پھر پیٹ میں لیا اس کو۔

قارئین کرام! نے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت قرآن کا بیان لوقا اور متی کے بیان سے ملتا جلتا ہے۔ اب ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بلا باپ نہیں ہوئی تھی۔ بلاشبہ لوقا میں یہ ذکر ہے: ''کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں مریم اور اس کے بھائی یعقوب، یوسف، شمعون اور یہودہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔''

لیکن یہودی آخر تک حضرت مریم علیہا السلام پر الزام لگاتے رہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يؤمنون الا قليلا و بكفرهم وقولهم على مريم بهتانا عظيما (النساء: ۱۵۵،۱۵۶)'' ﴿بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر ان کے کفر کے باعث، سو ایمان نہیں لائے مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھتے ہیں۔﴾

اگر یہودی یہ مان لیتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے تو یہ جھگڑا اتنا طول نہ پکڑتا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں آتا ہے سورہ مریم رکوع ۲:

"فاتت به قومها تحمله قالوا یامریم لقد جئت شیئا فریایا اخت هارون ماکان ابوك امرأ سوء وما کانت امك بغیا فاشارت الیه قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا۔ قال انی عبدالله (۲۷تا۳۰)" ﴿پھر لائی اس کو اپنی گود میں اپنے لوگوں کے پاس، وہ اس کو کہنے۔ اے مریم تو نے یہ چیز طوفان کی، اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار، پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکے کو، بولے ہم کیونکر بات کریں اس سے جو کہ ہے گود میں لڑکا۔ وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا۔﴾

اس سے سرسید کے اس گمان کا کہ شاید رخصتی سے پہلے ہم صحبت ہونا معیوب ہوگا، کی تردید ہوتی ہے۔ اگر نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے صحبت ہوجاتی تو حضرت مریم علیہا السلام کی قوم یہ طعنہ نہ دیتی جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ بعض مسلمان مؤرخوں نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت زکریا کو اس لئے قتل کیا گیا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو ان سے تہمت دیتے تھے۔

ان وجوہات کی بناء پر تو میں یہی کہوں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت سے بلا باپ پیدا ہوئے۔

رفع الی السماء

اسی طرح حال رفع الی السماء کا ہے۔ اگر قران کریم سے یہ واضح ہوجائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجائے صلیب دلوانے کے آسمان پر اٹھالیا گیا تو پھر یہ کہنا کہ وہ کس طرح سے کرہ زمہریر یا بقول دیگر کرہ حارہ سے نکل گئے۔ یا کیا وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں۔ ایسے سوال ہیں کہ جن پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا جواب بھی اپنے موقع پر آجائے گا۔

اول سوال یہ ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے یا نہیں کہ وہ کسی انسان کو آسمانوں پر زندہ لے جائے۔ میں نے اپنے رسالے "تحفہ معراج شریف" میں اپنی طرف سے یہ ثابت کردیا ہے کہ حضور ﷺ معراج شریف کی رات کو اول بیت المقدس لے جائے گئے اور وہاں سے بمعہ جسد مبارک آسمانوں پر تشریف فرما ہوئے۔

اس سے پہلے میں نے ایک مضمون میں یہ دکھایا تھا کہ جیسی آبادی زمین پر ہے ویسے ہی آسمانوں پر ہے۔ چونکہ وہ مضمون رسالہ کی شکل میں طبع نہیں ہوا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی جن پر میں نے انحصار کیا تھا، یہاں درج کردی جائیں تا کہ اہل ذوق اس سے خود نتائج اخذ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں یوں فرماتا ہے:

"واللہ خلق کل دابة من ماء فمنهم من یمشی علی بطنه ومنهم من

يمشي على رجلين ومنهم من يمشي على اربع يخلق الله مايشاء ان الله على كل شي قدير (٤٥)'' ﴿اور اللہ نے بنایا ہر پھرنے والے کو پانی سے پر کوئی ہے چلتا ہے اپنے پیٹ پر (جیسے سانپ، مچھلی) اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر (جیسے آدمی اور طیور) اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر (جیسے گائے، بھینس وغیرہ) بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کر سکتا ہے یعنی کسی جاندار کو چار سے زیادہ پاؤں وغیرہ دے تو بعید نہیں۔﴾

دوسری جگہ سورۃ النمل میں آیا ہے: ''ولله يسجد ما في السموات ومافي الارض من دابة وملئكة وهم لا يستكبرون ، يخافون من فوقهم ويفعلون ما يومرون (٤٩،٥٠)'' ﴿اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔﴾

اس آیت مبارکہ میں ظاہر ہے کہ ''دابه ، ملئكه'' سے الگ چیز ہے۔

سورۃ الشوریٰ میں یوں آیا ہے: ''ومن آياته خلق السماوات والارض وما بث فيهما من دابة وهو على جمعهم اذايشاء قدير (٢٩:)'' ﴿اور ایک اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور زمین کا اور جتنے بکھیرے ہیں ان میں جانور اور وہ جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔﴾

دیکھئے اس آیت مبارکہ میں صاف فرمادیا کہ آسمانوں اور زمین میں جاندار ہیں جو کہ فرشتوں کے علاوہ ہیں۔ بعض مفسرین نے تو غالباً یونانی فلسفہ سے ڈر کر ''فيهما'' کی نسبت یہ ''فيها'' کی جگہ آیا ہے اور اپنی اس غلطی کی ایک اور غلطی سے تائید کرنا چاہی۔ یعنی سورۃ الرحمٰن کی یہ آیت حوالہ میں پیش کی: ''يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان (رحمان:)'' ﴿نکلتا ہے ان دونوں میں سے موتی اور مونگا۔﴾

ان کا خیال تھا کہ صرف کھارے سمندر ہی سے یہ چیزیں نکلتی ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ میٹھے اور کھارے دونوں پانیوں سے موتی اور مونگا نکلتے ہیں۔ جیسا کہ جغرافیہ دان جانتے ہیں۔ عالم بالا کی نسبت سائنس دانوں کا یہ خیال ہوتا جاتا ہے کہ مریخ میں کوئی آبادی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کلام پاک میں فرمادیا کہ آسمان میں دابہ یعنی چلنے پھرنے والی جاندار چیزیں ہیں تو ہم اس میں اپنی ناقص عقل اور تجربہ کی بناء پر کیوں شک کریں۔ اگر دابہ آسمانوں میں رہ سکتے ہیں تو زمین کا ایک دابہ یعنی انسان (عیسیٰ علیہ السلام) کو خداوند کریم وہیں لے جائے تو اس کی نسبت

کیوں یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ وہ کہاں رہتا ہوگا اور کیا کھاتا پیتا ہوگا۔ جب میں نے ایک یورپین مسلمان کو یہ دلیل دی تو اس نے کہا "اب مجھے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے متعلق کچھ شک نہیں کرنا چاہئے۔"

عیسائیوں کی کتابوں میں یہ درج ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر وہ آسمان پر چلے گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہیں جا سکتے؟ اس کی نسبت آگے ذکر آئے گا۔

سورۂ الرحمٰن کی ایک آیت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ خدائی سند سے انسان یا جن اس کرۂ عالم سے باہر جا سکتا ہے: "یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذو الا تنفذون الا بسلطان (۳۳)" "اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے، اگر تم سے ہو سکے تو نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو۔ نہیں نکل سکنے کے بدون سند کے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی نے جن کی تفسیر قرآن مجید (مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۲ء) ہر طرح سے پڑھنے کے قابل ہے اور جس کے حواشی اور تحت المتن نوٹوں سے اس رسالے کی تدوین میں کئی جگہ استفادہ کیا گیا ہے۔ اس پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

"اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے۔ کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر نکل کر جائے گا کہاں۔ دوسرا قلمرو کونسا ہے جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پروانہ راہداری اپنی قلمرو سے نکلنے نہیں دیتیں تو اللہ بدون سند کے کیوں نکلنے دے گا؟"

میرے خیال میں اس آیت مبارکہ سے کیوں یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ سند عطا کریں وہ باہر جا سکتا ہے۔ ایک مثال سے شاید یہ معاملہ سمجھ آجائے۔ پہلے کس کو یقین تھا کہ ہوا سے بھاری چیز ہوا میں ٹھہر سکتی ہے۔ اگرچہ ہم پرندوں کو روز ہوا میں اڑتے دیکھتے تھے۔ مگر اب تو ہوائی جہاز ہزاروں من بوجھ اٹھا کر ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ پہلے کسے یقین آسکتا تھا کہ ایک انسان ہزاروں کوس کے فاصلے سے دوسرے کی آواز سن سکتا ہے۔ اب اس پر مستزاد یہ ہے کہ بولنے والے کی شکل بھی دیکھ سکتا ہے۔ جب تک یہ چیزیں معلوم نہ تھیں۔ تو ان کے خلاف فطرت (قدرت) کہا جاتا تھا۔ لیکن اب تو انسان نے یہ علم حاصل کر لیا اور اسے تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اب یہی چیز قانون قدرت میں شامل ہو گئی ہے۔ اس سے زیادہ اچھی مثال مادے کی ہے۔ آج

سے دس بیس سال پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوتا بلکہ بعض مذاہب میں اس کو خدا اور روح کے ساتھ ازلی کہا گیا۔ کیونکہ انہیں اس کی خلقت کا علم نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ میں "بدیع السموات والارض " ہوں۔ یہ آیت پہلے دی جا چکی ہے۔ معلوم نہیں اس سے کیا کیا خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہوں گے۔ کیونکہ خداوند کریم نے یہاں فرما دیا ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو بغیر آلے اور مادے کے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ ہود میں فرماتے ہیں: "وھو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام وکان عرشه علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا (۷:)" ﴿اور وہی ہے جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں اور تھا اس کا تخت پانی پر تا کہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں سے اچھے کام کرتا ہے۔﴾

یعنی آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا۔ جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء میں آیا ہے: "وجعلنا من الماء کل شئ حیی (۳۰)" ﴿اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جس میں جان ہے۔﴾

اب سائنس دانوں کا بھی یہی خیال ہے کہ پہلے پانی تھا اور مادہ جس کو ازلی سمجھتے تھے۔ برقی طاقت کا ایک کرشمہ ہے۔ سائنس دانوں نے ہر ذرہ مادہ کی (ایٹم) کی تحقیق کر لی ہے اور اس کے اجزاء بھی معلوم کر لئے ہیں۔ گویا یہ پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ سائنس دان تو اب اس دھن میں لگے ہوئے ہیں کہ ایک بڑی توپ کے منہ میں بیٹھ کر کرۂ ہوا سے نکل جائیں اور چاند پر جا پہنچیں۔ مگر ہم اب تک اس خیال میں ہیں کہ خدا کی سند اور پروانہ راہداری بھی ہو تب بھی کوئی آسمانوں تک نہیں جا سکتا۔ اس واسطے نہ معراج جسمانی تھا اور نہ اور کوئی آسمان پر آیا گیا۔ شاید اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کا بھی بہشت میں رہنا نہیں مانا جاتا۔ آخر وہ بھی تو انسان تھے۔ اگر وہ اللہ کی قدرت میں زمین پر اتارے گئے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک کو زمین سے آسمان پر لے جائے: "ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھد یتنا وھب لنا من لدنك رحمة، انك انت الوھاب"

پس اگر قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا ذکر ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس پر یقین نہ کریں اور من گھڑت تاویلیں کریں۔ اس پر بحث کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تمام آیات جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر

ہے۔ اپنے ساتھ رکھ لیں اور یہ بھی دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلقہ بیان میں قرآن کریم میں کوئی معجزانہ تدریجی ارتقاء ہے یا نہیں، جس سے ثابت کرنا اس رسالے کی اصل غرض وغایت ہے۔ ترجمہ کرنے میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مجوزہ اصولوں کو مدنظر رکھا جائے گا اور تاویل بعید اور قریب سے احتراز کیا جائے گا۔ ہر ایک آیت کی تفسیر تو نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس طرح میں اپنے موضوع سے دور جا پڑوں گا۔ تاہم اس الفاظ یا کلمات کی تشریح ضرور کی جائے گی جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات کے متعلق کوئی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے یا کی گئی ہے۔ ’’وما توفیقی الا باللّٰہ‘‘

آیت نمبر ۱ متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلی دفعہ سورۃ البقرہ میں یوں آیا ہے: ’’ولقد آتینا موسی الکتاب وقفّینا من بعده بالرسل وآتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناه بروح القدس ۰ افکلما جاءکم رسول بمالا تهویٰ انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون ۰ وقالوا قلوبنا غلف ۰ بل لعنهم اللّٰہ بکفر هم فقلیلا مایؤمنون (۷۸،۸۸)‘‘ ﴿اور یہ تحقیقی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی (توریت) اور ان کے بعد بہت سے پیغمبروں کو ان کے قدم بہ قدم لے چلے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو (بھی بہت سے) واضح اور روشن معجزے دیئے اور پاک روح (جبرائیل) کے ذریعہ سے ان کو مدد کی۔ کیا تم اس قدر بددماغ ہوگئے ہو کہ جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس تمہاری خواہش نفسانی کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑ بیٹھے۔ پر تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار ڈالا اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے (ایسا نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے۔ پس کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔﴾

سلسلہ کلام اس طرح کہ یہودیوں کو بتایا جارہا ہے کہ تمہاری عادت ہوگئی ہے کہ تم نے راست بازی اور حق پرستی کی جگہ نفسانی خواہشات کی پرستش شروع کردی ہے۔ اس لئے داعیان حق کی مخالفت کرتے ہو۔ تمہاری راہ نمائی کے لئے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے درپے رسولوں کو بھیج کر سلسلہ ہدایت جاری رکھا۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صریح معجزے دے کر روح القدس کے ذریعے اس کی تائید کی (جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے معجزات بکثرت ظہور میں آئے) مگر تم اپنی خواہشات کو نہیں چھوڑتے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔

آیت نمبر۲ متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پھر رکوع نمبر۱۶ میں آیا ہے: ''قولو امنا باللّٰہ ومانزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (بقرہ:۳۶) '' ﴿(اور اے مسلمانو تم یہ) کہو کہ تم تو خدا پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا (قرآن) اور جو (صحیفے) ابراہیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب اور اولاد یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئے تھے (ان پر) اور جو (کتاب) موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی (اس پر) اور جو پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے انہیں دیا گیا (اس پر) ہم تو ان میں سے کسی (ایک) میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا ہی کے فرمانبردار ہیں۔﴾

ان آیات مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن تمام اگلے انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں کا مصدق ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان ان تمام تعلیموں پر ایمان رکھتے ہیں جو دنیا کے تمام نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو نظرانداز نہیں کرتے۔

تشریح ارتقاء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت نمبر۱ سے ارتقاء یہ ہے کہ ان کو بھی خدا کی طرف سے احکام ملے تھے اور یہ کہ اصول اور احکام وہی تھے جو دنیا کے اور نبیوں کو ملے تھے۔ نمبر۲ میں صرف معجزوں کا ذکر تھا اور یہاں اس تعلیم کا ذکر ہے جو انہیں ملی۔

آیت نمبر۳ متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پھر آگے رکوع ۳۳ میں یوں آیا ہے: ''تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلّم اللّٰہ ورفع بعضھم درجات واتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس ولوشاء اللّٰہ ما اقتتل الذین من بعد ھم ماجاء تھم البینات ولکن اختلفوا فمنھم من امن ومنھم من کفر ولوشاء اللّٰہ مااقتتلوا ولکن اللّٰہ یفعل مایرید (بقرہ:۲۵۳) '' ﴿یہ سب رسول (جو) ہم نے (بھیجے) ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن سے خود خدا نے بات کی اور بعض کے (اور طرح پر) درجے بلند کئے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کیسے کیسے روشن معجزے عطا کئے اور روح القدس (جبرئیل) کے ذریعے سے ان کی مدد کی اور اگر خدا چاہتا تو جو لوگ (ان پیغمبروں)

کے بعد ہوئے۔ وہ اپنے پاس روشن معجزے آچکنے پر آپس میں نہ لڑ مرتے مگر ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ پس ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے مگر خدا وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔﴾

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء اگرچہ نبوت میں مساوی ہیں۔ لیکن اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اپنے اپنے درجے رکھتے ہیں۔ ان میں فرق مراتب ضرور ہے۔

تشریح ارتقاء

یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر انہی الفاظ میں کیا ہے جن میں نمبر ا کی آیت میں کیا تھا۔ جس سے حسب قاعدہ یہ امید رکھنی چاہئے کہ آئندہ ایک نیا باب معنی شروع ہوگا اور ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ”رفع بعضھم درجات“ کے لانے کی غرض یہ ہے کہ جب اس کے بعد ”رفع الی السماء“ کا ذکر آئے تو تلبیس نہ واقع ہو اور اس کو بھی رفع درجات کے معنی میں نہ لے لیا جائے۔ یہی اس کا ارتقاء ہے۔

رفع کی بحث

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رفع کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف، رکوع نمبر ۱۱ میں آیا ہے: ”ورفع ابویہ علی العرش وخرّوالہ سجدا (۱۰۰)“ ﴿اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں۔﴾

اس آیت میں رفع کے معنی عزت کے ساتھ اونچی جگہ پر بٹھانے کے ہیں۔ پھر سورۂ بقر رکوع ۱۵ میں آیا ہے: ”واذیرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل“ ﴿جب ابراہیم اور اسماعیل نے خانہ کی بنیاد اٹھائی۔﴾

اسی طرح سورۂ بقر میں ایک سے زیادہ دفعہ آیا ہے: ”ورفعنا فوقکم الطور“ یہاں بھی گویا مادی چیزوں کے بلند کرنے کا ذکر ہے۔ پھر سورۂ الحجرات میں آیا ہے: ”یاایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی“ ﴿اے ایمان والو! بلند نہ کرو، اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر۔﴾ سورۂ الغاشیہ میں آیا ہے: ”والی السماء کیف رفعت“ ﴿(بھلا کیا نظر نہیں کرتے) آسمان پر کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے۔﴾

سورۂ نور کے رکوع ۵ میں آیا ہے: ”فی بیوت اذن اللہ ان ترفع“ ﴿ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا، ان کو بلند کرے گا۔﴾

یہاں بھی یہ لفظ تعمیر اور تعظیم وتکریم دونوں معنوں کو شامل ہے۔ پھر سورۃ الواقعہ میں آیا ہے: "اذاوقعت الواقعة ليس لوقعتها كاذبة خافضة رافعة (اتا۳)" ﴿جب ہو پڑی ہو پڑنے والی نہیں اس کے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ، پست کرنے والی بلند کرنے والی ہے﴾

اس کے معنے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے متکبروں کو اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچادے گی اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا کو پست وحقیر نظر آتے تھے، ایمان اور عمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی (یعنی قیامت) لفظ "رافعة" اس آیت مبارکہ میں تکریم اور بلندی رتبہ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ باقی سب جگہ جہاں درجات بلند کرنے کا ذکر ہے۔ رفع اور درجات دونوں لفظ یکجا استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت زیر بحث یعنی بقرہ رکوع ۳۳ "رفع بعضهم درجات" میں ہے۔ اسی طرح سورۃ ۶ آیات ۸۴،۱۶۵ میں اور ۱۲، ۷۶ اور ۴۳، ۳۲ اور ۵۸۔ ۱۱ میں۔

باقی دو مقام ایسے ہیں کہ جہاں پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "رفع" بمعنی بلندی مرتبہ ہے۔ ایک سورۃ مریم رکوع نمبر ۴ میں آیا ہے: "واذكر في الكتاب ادريس انه كان صديقا نبيا ورفعناه مكانا عليا" ﴿اور ذکر کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی اور اٹھا لیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر۔﴾

یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک عام احتمال یہ ہے کہ جس سے میں متفق نہیں کہ "رفعناه مكانا عليا" سے مراد بلندی، منزلت ومرتبہ ہے۔ دوم یہ کہ حقیقۃً اونچا مقام آسمان مراد ہے۔ یعنی وہ مانند عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھالئے گئے اور وہاں زندہ ہیں۔

شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ مجاہدؒ سے "رفعناه مكانا عليا" کے بارے میں روایت ہے کہ مجاہد نے کہا کہ ادریس علیہ السلام اٹھائے گئے اور مرے نہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں اور سفیانؒ نے منصور سے، اس نے مجاہد سے روایت کی کہ چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور لکھا اور حسن بصریؒ نے کہا "مكانا عليا" وہ جنت ہے جس میں اٹھالئے گئے۔

بخاریؒ کی حدیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان دوم پر دیکھا اور صحیح وہ ہے جو صحیحین میں دوسرے طرق سے ہے کہ آسمان چہارم پر دیکھا۔ ترمذیؒ کی جامع میں اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے تفسیر میں انسؓ سے حدیث معراج

میں روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے ادریس علیہ السلام کو آسمان چہارم پر دیکھا اور ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ اس قدر قدیم ہے کہ ان کا صحیح حال کسی تفصیل سے معلوم ہونا ممکن نہیں ہے اور سیوطیؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ ادریس علیہ السلام ہی الیاس علیہ السلام ہیں اور سیوطیؒ نے کہا کہ اسناد اس کی حسن ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمان پر جانا توریت سے ثابت ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

دوسرے رفع کے متعلق جس آیت پر انحصار کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے: ''ولو شئنا لرفعنا بها ولكن اخلد الى الارض '' بہتر ہوگا کہ اس کے صحیح معنے سمجھنے کے لئے اس سے ماقبل و مابعد کی آیتیں دی جائیں:

''واتل عليهم نبا الذى آتينه آتينا فانسلخ منها فاتبعه الشيطن فكان من الغوين (۱۷۷) ولو شيئتنا لرفعنه بهاولكن اخلد الى الارض واتبع هواه فمثله كمثل الكلب ؞ ان تحمل عليه يلهث وان تتركه يلهث ذالك مثل القوم الذين كذبوا بايتنا فاقصص القصص لعلهم يتفكرون (اعراف:۱۷۵، ۱۷۶)'' ﴿اور (اے رسول) تم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنادو۔ جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کی تھیں۔ پھر وہ اس سے نکل بھاگا تو شیطان نے اس کا پیچھا پکڑا اور آخر کار وہ گمراہ ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ہم اسے انہیں آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے مگر وہ تو خود ہی پستی کی طرف جھک پڑا اور اپنی نفسانی خواہش کا تابعدار بن بیٹھا تو اس کی مثل اس کتے کی ہے کہ اگر اس کو دھتکار دو تو بھی زبان نکالے رہے اور اس کو چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ مثل ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ تو (اے رسول) یہ قصے ان لوگوں سے بیان کر دو تا کہ یہ لوگ خود بھی غور کریں۔﴾

مفسرین کے نزدیک یہ آیت ''بلعم بن باعوا '' کے حق میں نازل ہوئی جو اللہ کی آیت اور ہدایت کو چھوڑ کر عورت کے اغواء اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں بددعا کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن ''فانسلخ واخلد الى الارض '' کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں یہ الفاظ بمع ''رفعناه '' مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں

نہ کہ اصلی معنوں میں۔ نہ وہ سانپ تھا کہ کینچلی چھوڑ کر نکل گیا اور نہ ہی زمین کے ساتھ چمٹ گیا تھا بلکہ اس کا حال کتے کی طرح ہو گیا جس کی زبان باہر لٹکی ہوئی ہو اور ہانپ رہا ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کو بلند مراتب پر فائز نہ کیا۔ پھر بھی اس رفع میں وہی دو معنی شامل ہو سکتے ہیں یعنی رفع مقام اور تکریم جس کا ذکر میں نے سورۂ واقعہ کی آیت کی تشریح میں کیا ہے۔

سورۂ فاطر ۱۴ میں آیا ہے: "من كان يريد العزة فللّٰه العزة جميعا اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه" ﴿جس کو چاہیے عزت تو اللہ کے لئے ہے ساری عزت اور اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کلام نیک اس کو بلند کرتا ہے۔﴾

خواہ اس کے معنی یہ لیں کہ اچھے کلام کو بدوں، اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی یا کہ ستھرا کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ اس میں کسی مادی چیز کے رفع کا ذکر نہیں۔

سورۂ انشراح میں آیا ہے: "ورفعنا لك ذكرك" ﴿اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا﴾

اگرچہ حضور ﷺ کا نام مبارک اذان وغیرہ میں بلند کیا جاتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے معنوں میں یہ بھی شامل ہے کہ آسمانوں اور ملا اعلیٰ میں بھی آپ کا نام بلند ہے۔ یہاں بھی کوئی مادی چیز مذکور نہیں ہے۔ درجات بھی مادی چیز نہیں ہیں۔ مگر چونکہ "اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه" اور "ورفعنا لك ذكرك" میں مدعا کلام صاف ظاہر ہے۔ اس لئے ان کی تشریح کی مزید کی ضرورت نہیں۔ لیکن جہاں ترقی درجات کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں درجات کا لفظ ضروری طور پر آیا ہے۔

تشریح ارتقاء

آپ یہ سن کر مسرور ہوں گے کہ رفع درجات کے بیان میں بھی ارتقاء ہے۔ پیغمبروں کے آپس میں درجوں کے متعلق یہی آیت ہے: "من هم من كلم الله ورفع بعضهم درجات (بقرہ:۲۵۳)" ﴿کوئی تو وہ ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ تعالیٰ نے بلند کئے بعضوں کے درجے۔﴾ آگے درجات کا لفظ سورۂ انعام میں یوں آیا ہے:

"وتلك حجتنا آتينها ابراهيم على قومه نرفع درجات من نشاء ان ربك حكيم عليم" ﴿اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے

مقابلے میں، درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں تیرا رب حکمت والا ہے، جاننے والا ہے۔﴾

یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسے دلائل قاہرہ دے کران کی قوم پر غالب کرنا اس علیم وحکیم کا کام ہوسکتا ہے۔ جو ہر شخص کی استعداد سے پوری طرح باخبر ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسبت موقع اور مقام پر رکھتا ہے۔ یعنی آیت میں ایک پیغمبر پر دوسرے پیغمبر کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہاں ایک پیغمبر کا اپنی قوم پر۔ پھر سورۂ انعام میں آیا ہے: ''هو الذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اتکم ان ربك سریع العقاب وانه لغفوررحیم (۱۶۵)'' ﴿اور اس نے تم کو نائب کیا زمین میں، اور بلند کردیئے درجے تم میں ایک کے ایک پر تا کہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔﴾

یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا تا کہ تم اس کے دیئے ہوئے اختیار میں سے لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو اور تمہارے درمیان بے حد فرق مدارج رکھا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔

نمبرا آیت میں تو ایک پیغمبر کی دوسرے پیغمبر پر فضیلت کا ذکر تھا۔ نمبر۲ میں ایک پیغمبر کا اس کی قوم پر فضیلت کا ذکر ہے اور یہاں ان کے خالص پیروؤں کا دوسرے لوگوں پر۔ پھر سورۂ یوسف میں یوں آیا ہے: ''کذا لك کدنا لیوسف ماکان لیا خذا اخاه فی دین الملك الا ان یشاء الله نرفع درجات من نشاء و فوق کل ذی علم علیم'' ﴿ہم نے یوں تدبیر بتائی یوسف کو وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے مگر کہ چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں، ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا۔﴾ پھر سورۂ یوسف میں یوں آیا ہے:

''کذلك کدنا لیوسف ماکان لیا خذا اخاه فی دین الملك الا ان یشاء الله نرفع درجات من نشاء و فوق کل ذی علم علیم'' ﴿ہم نے یوں تدبیر بتائی یوسف کو وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے مگر کہ چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں، ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا۔﴾

یعنی جسے چاہیں ہم حکمت وتدبیر سکھلائیں یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا اور دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے۔ مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا ہے۔ یعنی خداوند کریم نے اس آیت مبارکہ سے یہ بتلادیا کہ کس طرح علم وحکمت کی بناء پر ایک پر ایک فوقیت رکھتا ہے۔ مگر سب اس کے علم میں محدود ہیں۔

آگے سورۂ المومن میں یوں آیا ہے: "رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہٖ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق" ﴿وہی ہے اونچے درجوں والا مالک عرش کا، اتارتا ہے بھید کی بات (یعنی وحی) اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔﴾

تشریح ارتقاء

پچھلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ خداوند کریم کا علم سب سے زیادہ ہے اور اس آیت میں اپنی ہر قسم کی فوقیت کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ وحی جس کے ذریعہ ایک پیغمبر کو دوسرے پر فوقیت ہوتی ہے۔ اسی کا فیض ہے۔ پھر سورۂ زخرف میں یوں آیا ہے: "وقالو الولا نزّل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ، اھم یقسمون رحمۃ ربك ، نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ورحمۃ ربك خیر مما یجمعون" ﴿اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دونوں بستیوں میں سے کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے بانٹ دی ہے روزی ان کی دنیا کی زندگانی میں، اور بلند کردیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمت گار اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں۔﴾

تشریح ارتقاء

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ ہم جس پر چاہتے ہیں وحی کرتے ہیں۔ یہاں پر یہ فرمایا کہ دنیاوی ساز وسامان جس پر نبوت ورسالت کا شرف ظاہر ہے۔ ان کی تجویز سے نہیں بانٹا تو پیغمبری ان کی تجویز پر کیسے دی جائے۔

آگے سورۂ المجادلہ میں فرمایا: "یاایھا الذین آمنوا اذاقیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذاقیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین

آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بماتعملون خبیر " ﴿اے ایمان والو! جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو مجلسوں میں تو کھل جاؤ۔ اللہ کشادگی دے تم کو اور جب کوئی کہے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔ اللہ بلند کرے گا ان کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔﴾

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو آداب مجلس سکھائے گئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بتا دیا کہ حضور ﷺ کی صحبت سے زیادہ فیض وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں اور انہی کے درجے بلند ہو سکتے ہیں جو آداب محفل جاننے کے علاوہ اہل علم و ایمان ہیں۔ وہی لوگ مراتب میں ترقی کرتے ہیں۔

میں نے وہ تمام آیات یہاں درج کر دی ہیں جن میں رفع اور درجات کا ذکر یکجا آیا ہے یا جن سے بلندی درجات کا کوئی مفہوم نکل سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو الفاظ آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: "واذ قال اللہ یاعیسی انی متوفیك ورافعك الیّ (آل عمران:۵۵) " ﴿جب عیسیٰ سے خدا نے فرمایا، اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا...... اور تم کو اٹھا لوں گا۔﴾

"وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبه لهم...... وما قتلوہ یقینا بل رفعه اللہ الیه (النساء:۱۵۷،۱۵۸) " ﴿اور نہیں قتل کیا اس کو اور نہ ہی سولی دیا مگر ان کے لئے (ایک دوسرا شخص عیسیٰ کے مشابہ کر دیا) وہ شبہ میں رہے اور عیسیٰ کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف بلا لیا۔﴾

ان الفاظ میں دیگر امور کے علاوہ جن کا ذکر آگے آئے گا، کوئی لفظ بلندی درجات کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان الفاظ کے معنی تو یہ ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا جس کی تائید صلہ کے لفظ "الـی " سے ہوتی ہے۔ جہاں جہاں درجات ملنے کا ذکر ہے، وہاں درجہ یا درجات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "ولکل درجات مما عملوا (انعام:) " ﴿ہر ایک کے لئے درجے ہیں، ان کے عمل کے۔﴾ پھر سورۂ انفال میں آیا ہے:

"اولئك هم المؤمنون حقا لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق کریم (٤) " ﴿وہی ہیں سچے ایمان والے، ان کے لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی۔﴾

اسی طرح اور جگہ آیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں قرآن کریم کا اپنا طرز بیان اور اس کی خالص اصطلاحات یہ ظاہر کررہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کی نسبت یہ قرار دینا کہ اس سے مراد رفع درجات ہے، صحیح نہیں۔ معترضین کے اس سوال کا جواب کہ چونکہ رفع آسمانی ایک محال چیز ہے۔ اس لئے اس کی تاویل کرتے ہیں، پہلے دیا جاچکا ہے۔

نوٹ: ''رافعك الیّ'' سے مراد ''الی محل کرامتی ومقر ملائکتی'' ﴿یعنی ایسے مقام پر جہاں میری کرامت ہے اور جہاں میرے ملائکہ رہتے ہیں۔﴾

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے یا اس کے جہت سے پاک ہونے کی نسبت اکثر لوگوں میں کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ وہ اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ ہے تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ ہر مٹی کے برتن میں، ہر لوہے کی چیز میں یا ہر انسان، شجر وحجر میں بذات خود موجود ہے، تو یہ صحیح نہیں۔ بعض فلسفی تو وحدت الوجود کے قائل ہیں اور بعض ہمہ اوست کے ماننے والے۔ مگر ان تخیلات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم سورۃ السجدہ میں آتا ہے:

''یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره الف سنة مما تعدون ۰ ذلك عالم الغیب والشهادة العزیز الرحیم'' ﴿تدبیر سے اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک، پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں، یہ ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا، زبردست رحم کرنے والا۔﴾

دوسری جگہ سورۃ الملک میں یوں آیا ہے: ''ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذاهی تمور ۰ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر (۱۶،۱۷)'' ﴿کیا تم نڈر ہوگئے۔ اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسادے تم کو زمین میں، پھر تب ہی لرزنے لگے یا نڈر ہوگئے، اس سے جو آسمان میں ہے، اس بات سے کہ برسادے تم کو مینہ پتھروں کا، تو سوجان لوگے کیسا ہے میرا ڈرانا۔﴾

پھر سورۃ طٰہٰ میں آیا ہے: ''تنزیلا من خلق الارض والسماوات العلی الرحمن علی العرش استویٰ (۴،۵)'' ﴿(قرآن) اتارا ہوا ہے اس کا جس نے بنائے زمین اور آسمان اونچے، وہ بڑا مہربان ہے عرش پر قائم ہوا۔﴾

سورۂ الشوریٰ میں آیا ہے: "لیس کمثلہ شئ ھو السمیع البصیر (۱۱)" ﴿نہیں ہے اس کی طرح کا کوئی، یعنی بیشک ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے۔﴾ مگر اس کا دیکھنا سننا مخلوق کی طرح نہیں، یعنی اس کے کمالات کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ پھر سورۂ ص میں آیا ہے: "ماکان لی من علم بالملاء الا علیٰ اذ یختصمون ان یوحی الیّ الا انما انا نذیر مبین (۶۹، ۷۰)" ﴿مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں۔ مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ (خدا کے عذاب سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔﴾

"ملاء اعلی" (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین کی مجلس ہے۔ جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصریفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ سورۂ النجم میں آیا ہے: "ولقد رأہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھیٰ عند ھاجنۃ الماویٰ (۱۳ تا ۱۵)" ﴿اور اس کو اس نے دیکھا ہے، اترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی۔

نوٹ: یہ ذکر ہے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کا حضور ﷺ کو اترتے ہوئے دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے قریب بہشت ہے۔ سورۂ الاعراف کے آخر میں آیا ہے: "ان الذین عند ربك لایستکبرون عن عبادتہ ویسبّحونہ ولہ یسجدون (۲۰۶)" ﴿بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں، وہ تکبر نہیں کرتے، ان کی بندگی میں اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدے کرتے ہیں۔﴾

اس آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں عار نہیں ہے۔ اس آیت مبارکہ کے الفاظ "عند ربك" قابل غور ہیں۔

آیات بالا سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ جہت فوق کی نسبت دی جاتی ہے اور ملا اعلیٰ کا آسمانوں میں ہونے کا صاف ذکر ہے۔ فرشتے تو آسمان ہی کی جہت سے اترتے ہیں۔ اس لئے اگر "رفعہ اللہ الیہ" سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مقام قرب کی طرف جہاں مقرب فرشتے رہتے ہیں، اٹھالیا۔ تو اس پر یہ اعتراض کس طرح وارد ہو سکتا ہے کہ اس معنی کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت یا مکان مقرر کیا جاتا ہے؟۔

ہاں! کچھ لوگ ایسے ہیں جو آسمان کے وجود کے ہی قائل نہیں تو یہ ان کا زاویہ نظر ہے۔

ابھی تک تو کرہ ہوائی میں حضرت انسان چند میلوں سے اوپر جا نہیں سکا۔قرآن کریم میں تو آتا ہے:’’وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء والارض انه لحق مثل ماانکم تنطقون (زاریات:۲۲)‘‘﴿اورآسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا سوقسم رب آسمان اورزمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔﴾

اسی سورت میں آگے آیا ہے:’’والسماء بنینها باید وانالمو سعون والارض فرشنا ها فنعم الماهدون (زاریات:۴۸)‘‘﴿اور بنایا ہم نے آسمان کو ہاتھ کے بل سے اور ہم کوسب مقدور ہے اورزمین کو بچھایا ہم نے سوکیا خوب بچھانا جانتے ہیں۔﴾

نیزقرآن کریم میں ہے:’’ومن کل شی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (زاریات:۴۹)‘‘﴿اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے تا کہ تم دھیان کرو۔﴾

چند سال قبل یہ کون یقین کرسکتا تھا کہ ہر چیز کا نر و مادہ ہے۔لیکن اب سائنس دانوں نے تو چند سالوں سے یہ بھی مان لیا ہے کہ پتھر جیسی چیز میں بھی نر و مادہ ہے۔بلکہ ہر ایک نوع میں نر و مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے۔اس تحقیقات سے پہلے وہ لوگ جو قرآن کے معنی کرنے میں فلسفے یا اپنی معلومات کے پابند ہیں،بھی کہتے تھے کہ’’کل شی‘‘ سے مراد جاندار چیزیں ہیں۔یا زیادہ سے زیادہ بعض لوگوں نے درختوں کو بھی شامل کرلیا تھا۔جیسا کہ اوپر میں نے کہا ہے کہ ہماری معلومات ہی کیا ہیں کہ ان کی بناء پر قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانتے ہوئے اس کے صاف لفظی معنوں میں کسی تاویل رکیک کی جرأت کریں۔اس لئے رفع الی السماء کے وہی معنی درست ہیں جو اس کے الفاظ ظاہر کررہے ہیں۔

آیت نمبر۴ متعلق عیسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد سورۂ آل عمران رکوع ۱۳ میں اس طرح آیا ہے:

’’اذقالت الملئکة یامریم ان الله یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین و یکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین ۰ قالت رب انیٰ یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذالك الله خلق مایشاء اذاقضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون ۰ ویعلمه الکتٰب والحکمة والتورٰلة والانجیل ۰ ورسولا الی بنی اسرائیل انی قد

جئتكم باية من ربكم انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله، وابرئ الاكمه والابرص واحيي الموتى باذن الله، وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون فى بيوتكم، ان فى ذالك لاية لكم ان كنتم مؤمنين ۰ ومصدقا لما بين يدىّ من التوراة ولاحل لكم بعض الذى حرم عليكم وجئتكم باية من ربكم فاتقوالله واطيعون ۰ ان الله ربى وربكم فاعبدوه، هذا صراط مستقيم ۰ فلما احس عيسىٰ منهم الكفر قال من انصارى الى الله، قال الحواريون نحن انصار الله، امنا بالله واشهد بانا مسلمون ۰ ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشهدين ۰ ومكروا ومكرالله، والله خير الماكرين ۰ اذقال الله يعيسىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة، ثم الى مرجعكم فاحكم بينكم فيماكنتم فيه تختلفون ۰ ان مثل عيسىٰ عند الله كمثل آدم ۰ خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون ۰ الحق من ربك فلا تكن من الممترين"

﴿(وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم تم کو خدا اپنے حکم سے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام عیسیٰ مسیح ابن مریم ہوگا (اور) دنیا اور آخرت (دونوں) میں باعزت (آبرو) اور خدا کے مقرب بندوں میں ہوگا اور (بچپن میں) جب جھولے میں پڑا ہوگا اور بڑی عمر ہو کر (دونوں حالتوں میں یکساں) لوگوں سے باتیں کرے گا اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ (یہ سن کر مریم تعجب سے) کہنے لگیں پروردگار! مجھے لڑکا کیونکر ہوگا حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ ارشاد ہوا اسی طرح خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اسے کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے اور (اے مریم) خدا اس کو (تمام) الکتاب اور الحکمۃ اور (خاص کر) توریت وانجیل سکھادے گا اور بنی اسرائیل کا رسول (قرار دے گا اور وہ ان سے یوں کہے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (اپنی نبوت کی) یہ نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں گندھی ہوئی مٹی سے ایک پرندے کی مورت بناؤں گا اور پھر اس پر (کچھ) دم کروں گا تو وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے گا اور میں خدا کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کروں گا اور مردوں کو زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں

میں جمع کرتے ہو، میں (سب) تم کو بتادوں گا۔ اگر تم ایمان دار ہو تو بے شک تمہارے لئے ان باتوں میں میری نبوت کی بڑی نشانی ہے اور توریت جو میرے سامنے موجود ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور (میرے آنے کی) ایک غرض یہ (بھی ہے) کہ جو چیزیں تم پر حرام ہیں۔ ان میں سے بعض کو (خدا کے حکم سے) حلال کردوں اور میں تمہارے پروردگار کی طرف (اپنی نبوت کی) نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ پس تم خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ پس عبادت کرو (کیونکہ) یہی (نجات کا) سیدھا راستہ ہے۔ پھر جب عیسیٰ نے (اتنی باتوں کے بعد بھی) ان کا کفر (پر اڑے رہنا) دیکھا تو آخر کہنے لگے، کون ایسا ہے جو خدا کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے۔ (یہ سن کر) حواریوں نے کہا ہم خدا کے طرف دار ہیں اور ہم خدا پر ایمان لائے اور (عیسیٰ نے کہا) آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں (اور خدا کی بارگارہ میں عرض کی کہ) اے ہمارے پالنے والے! جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول (عیسیٰ) کی پیروی اختیار کی۔ پس تو ہمیں (اپنے رسول کے) گواہوں کے دفتر میں لکھ لے۔ اور یہودیوں نے (عیسیٰ سے) مکاری اور خدا نے اس کے دفعیہ کی تدبیر کی اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور (وہ وقت بھی یاد کر) جب عیسیٰ سے خدا نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تیرا وقت پورا کروں گا۔ تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ تیرے منکروں (کی تہمتوں) سے تجھے پاک کروں گا اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے۔ انہیں قیامت تک تیرے منکروں پر برتری دوں گا اور بالآخر سب کو (قیامت کے دن) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ سو اسی دن ان باتوں کا فیصلہ کروں گا۔ جن میں لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔...... اللہ کے نزدیک تو عیسیٰ ایسا ہی ہے جیسا آدم مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی بناوٹ کے لئے حکم فرمایا کہ ہو جا اور (جیسی کچھ مشیت الٰہی تھی، اس کے مطابق) ہو گیا۔ (اے پیغمبر) یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو دیکھو ایسا نہ ہو کہ شک و شبہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

ان آیات مبارک پر کچھ لکھنے سے پہلے تھوڑے سے تاریخی واقعات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورۂ مریم مکہ شریف میں نازل ہوئی۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے نبی ہونے کا اور وفات پانے کا ذکر ہے۔ اس میں مسیح کا لفظ نہیں آیا۔ سوائے اس بات

---

[1] ان الفاظ کے معانی پر بحث بعد میں آئے گی اور میرے خیال میں اس کا لفظی ترجمہ یوں ہی ہو کہ میں تجھے وفات دوں گا۔

کے کہ وہ گھوارے یا گود میں بولیں اور کسی معجزے کا ذکر بھی نہیں ہے۔ یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ حبشہ کی ہجرت سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی تھی اور نجاشی شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفر طیار نے یہ سورت پڑھی تھی جب کہ قریش نے وہاں جا کر شکایت کی کہ یہ لوگ ہمیں دین سے بدراہ کرتے ہیں اور آپس میں پھوٹ ڈالتے ہیں اور یہ کہ ان کو یہاں سے واپس کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد ٹھیک نہیں۔ اوپر کی آیات جو نمبر ۴ میں نقل کی گئی ہیں، آل عمران کا حصہ ہیں اور یہ ابتدائی آیات کے ساتھ اس وقت نازل ہوئیں جب نجران کے ساتھ عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور متنازعہ فیہ امور پر بحث ہوئی۔ جس کا تفصیلی ذکر سیرت کی کتابوں میں ہے۔

اگرچہ بعض عیسائی خدا کی وحدانیت کا اعتقاد رکھتے تھے اور بعض عیسائی فرقے یہ بھی مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی۔ لیکن عیسائیوں کا عام اعتقاد یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہٖ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں اور یہ کہ یہود نے ان کو صلیب پر چڑھایا جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔ تین دن کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام پھر زندہ ہوئے اور اپنے حواریوں سے ملے اور پھر آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ صلیب پر چڑھ کر گویا انہوں نے ان کے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ کر دیا۔ آل عمران میں ان عقائد باطلہ کی تردید ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتی ہے: ''الم ۰ اللہ لاالٰہ الا ھو الحی القیوم '' جس سے حضرت عیسیٰ کے خدا یا جزو خدا ہونے کی تردید ہے۔

نوٹ: ضروری آیات کا صرف حوالہ دیا جائے گا۔ چھٹی آیت میں آتا ہے:

''ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (آل عمران:۳) '' ﴿وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، زبردست ہے حکمت والا۔﴾

عیسائیوں کے اس استدلال کا کہ جب مسیح کا ظاہری باپ نہیں تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں، مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے جواب ہو گیا کہ خدا جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کر دے کیونکہ وہ ایسا خدا ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کر سکتا اور حکیم ہے۔ جہاں جیسا مناسب جانتا ہے، کرتا ہے۔ جیسے آدم کو بدون ماں باپ دونوں کے پیدا کیا۔ حوا کو بدون ماں کے اور مسیح کو بدون

باپ کے۔ پھر ساتویں آیت میں فرمایا:

''ھو الذی انزل علیك الکتاب منه آیات محکمات ھنّ ام الکتاب واخر متشابھات (آل عمران:۷) '' ﴿وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اس میں بعض آیات ہیں محکم (یعنی ان کے معنی واضح ہیں) وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ، یعنی جس کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں۔﴾

حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ یہ لفظ بھی ایک قسم کا متشابہات سے ہے۔ یعنی اس کے اصل معنی معلوم نہیں یا معین نہیں ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے لانے سے ایک غرض یہ تھی کہ اگر ہم کلمۃ اللہ کے صحیح معنی نہ سمجھ سکیں تو صرف اس وجہ سے کہ حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے، خدا یا خدا کا جز نہیں کہنا چاہئے۔ ان الفاظ کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جب اس نے فرمایا: ''لاالہ الاھو الحی القیوم '' تو کلمۃ اللہ کی کوئی تاویل اس کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ یہ تاویل وہی کریں گے جن کے دلوں میں کجی ہوگی۔

آگے سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۳ میں اس طرح آیا ہے: ''قدکان لکم آیة فی فئتین التقتا، فئة تقاتل فی سبیل اللّٰه و اخری کافرة یرونھم مثلیھم رائی العین، واللّٰه یؤید بنصرہ من یشاء، ان فی ذلك لعبرة لا ولی الابصار '' ﴿ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں کا (جن میں) مقابلہ ہوا۔ ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے۔ دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے، اس میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو۔﴾

یہاں آیا ہے کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنا دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ جنگ بدر میں جس کے متعلق یہ آیت ہے، کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس ۷۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔ لیکن قدرت کا کرشمہ تھا کہ ہر حریف اپنے فریق مخالف کو اپنے سے دگنا دیکھتا تھا اور بعض وقت جیسا کہ انفال میں آیا ہے، کم دیکھتا تھا۔

اس آیت کا یہاں لانا ضروری اس لئے تھا کہ اوپر کہا گیا تھا کہ تم کفار عنقریب مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہوگے۔ جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا۔ لیکن: ''یرونھم مثلیھم رائی العین '' کے لانے سے میری رائے میں یہ بھی غرض ہے کہ اس شبہ کا جواب ہو جائے کہ

یہودیوں نے کس طرح ایک دیگر شخص پر حضرت مسیح کے چہرے کی شباہت کی وجہ سے اسے حضرت مسیح علیہ السلام سمجھ لیا۔

جب جنگ بدر میں دونوں فریق یعنی مسلمان اور کفار اللہ کی قدرت وحکمت سے ایسی غلطی میں روز روشن میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ ہر دو فریق مقابل کو دگنا دیکھے تو چند ایک یہودی جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا تھا، کیوں ایسی غلطی میں نہیں ڈالے جا سکتے؟

آ گے سورۃ مذکورہ آیات ۱۵ تا ۱۹ سے بتا دیا کہ انسان نیک اعمال سے ہی جنت میں جا سکتا ہے۔ کفارہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر چہ اور آیات بھی دیگر عقائد باطلہ کی تردید کرتی ہیں۔ لیکن میں اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اب اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

نمبر ۳ کے ارتقائی نوٹ میں کہا گیا تھا کہ الفاظ ''واتینا عیسیٰ ابن مریم البینات وایدناه بروح القدس '' کے الفاظ دوبارہ لانے سے ظاہر ہے کہ مضمون بدلے گا۔ اس لئے نمبر ۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف مسیح کہا گیا ہے بلکہ ان کی پیدائش، ان کے انجیل ملنے، بنی اسرائیل کی طرف رسول ہونے اور ان کے بڑے بڑے معجزات اور ان کے آنے کی غرض اور ان کے حواریوں کے ایمان لانے اور لوگوں کے فریب سے ان کو بچانے اور ان کے ''رفع الی السماء'' اور ان کے پیروؤں کے یہودیوں پر غلبہ پانے وغیرہ کا ذکر ہے۔

اب اس مقام پر دو قسم کا ارتقاء ہے۔ جس کا ذکر الگ الگ ہو چکا ہے۔ ایک تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے خلاف آیات اور دوسرا ان کے رسولوں کی طرح رسول ہونے کا ذکر، اس لئے پہلے ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں لفظ مسیح آیا ہے۔

نوٹ: الفاظ پر بحث بعد میں کی جائے گی۔

جن آیات مبارکہ میں کہا گیا تھا: ''انی متوفیك ورافعك الیّ '' ان کی توضیح سورۃ النساء میں یوں کردی گئی ہے: ''وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم، وان الذین اختلفوافیه لفی شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه، وكان الله عزیزحكیما ، وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیمة یكون علیهم شهیدا '' ﴿ اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح خدا کے رسول

کو قتل کر ڈلا، حالانکہ نہ تو ان لوگوں نے اسے قتل ہی کیا اور نہ سولی دی مگر ان کے لئے (ایک دوسرا شخص عیسیٰ کے مشابہ) کر دیا گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ اس (کے حالات) کی طرف سے دھوکے میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ ان کو اس (واقعہ) کی خبر ہی نہیں۔ مگر فقط اٹکل کے پیچھے (پڑے) ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور خدا تو بڑا زبردست تدبیر والا ہے اور جب عیسیٰ (مہدی موعود کے ظہور کے وقت آسمان سے اتریں گے تو) اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے کے قبل ایمان نہ لائے اور خود عیسیٰ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ ﴾

صاف ظاہر ہے کہ نہ ان کا قتل واقع ہوا اور نہ ہی صلیب دی گئی۔ بلکہ ان کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا اور اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے سے قبل ایمان نہ لائے۔ ارتقاء یہ ہے کہ ان پر موت آنی ہے اس لئے وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جس پر موت واقع ہو سکتی ہے، وہ خدا نہیں ہے۔

آگے سورۃ النساء میں یوں آیا ہے: "لن یستنکف المسیح ان یکون عبداًللّٰہ ولا الملئکة المقربون ومن یستکبر فسیحشر هم الیه جمیعا" ﴿نہ تو مسیح ہی خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز عار رکھ سکتے ہیں اور نہ خدا کے مقرب فرشتے اور جو شخص اس کے بندہ ہونے سے عار رکھے گا اور شیخی کرے گا سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس......اور ہر ایک کو اس کے کام کی جزا سزا دے گا۔ ﴾

تشریح ارتقاء

ارتقاء یہ ہے کہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مقرب فرشتوں کے ساتھ ہیں اور ان کو خدا کا بندہ کہلانے میں کوئی عار نہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ ایسا کریں تو وہ دوسروں کی طرح جواب دہ ہوں گے۔

اس امر پر کہ یہ آیت حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے، بحث آگے آئے گی۔
آگے سورۃ المائدہ میں یوں آتا ہے: "لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم قل فمن یملك من الله شیئا ان ارا دان یهلك مسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا" ﴿جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مریم کے بیٹے مسیح بس خدا ہیں، وہ ضرور

کافر ہو گئے۔ان سے پوچھو تو بھلا اگر اللہ کریم کے بیٹے مسیح اور ان کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں، کو ہلاک کرنا چاہے تو پھر کس کا بس چل سکتا ہے؟﴾

ہلاک کے معنی یہاں نیست و نابود کرنے کے ہیں۔یعنی جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔جس میں مسیح بھی شامل ہے تو پھر مسیح کو خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں۔یہاں ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔امید ہے کہ لوگ اس پر صبر و تحمل سے غور کریں گے۔کیونکہ پہلے پہل جب اہل دل نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے بھی سر ہلا دیا تھا اور وہ یہ ہے کہ ''امه'' کے معنی بھی یہاں وہی ہیں جو سورۃ القارعہ میں ہے۔جہاں آیا ہے: ''واما من خفت موازینه فامه هاویه'' ﴿اور جس کے (نیک اعمال کے) پلے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔﴾

اگر ''امه'' کے یہی معنی اس آیت میں لگائے جائیں یعنی ''ٹھکانے'' کے کئے جائیں تو مطلب بڑا صاف ہو جاتا ہے۔یعنی اگر خدا کا یہ ارادہ ہو کہ وہ مسیح کو کہ جس کا ٹھکانہ (یعنی آسمان اور جہاں وہ ہیں) اور ساتھ ہی وہاں کے رہنے والے اور تمام زمین کے رہنے والے کو ہلاک کر دے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔اس لئے یہاں ہلاک کے معنی موت کے ہو سکتے ہیں۔اگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے سے واقع ہو چکی ہے تو پھر ان الفاظ کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔آگے المائدہ میں یوں آیا ہے:

''ماالمسیح بن مریم الارسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یاکلان الطام انظر کیف نبین لهم الایات ثم انظر انی یوفکون''

﴿مریم کے بیٹے مسیح تو ایک رسول ہیں اور ان کے بہتیرے رسول گزرے اور ان کی ماں بھی سچی بندی تھی اور دونوں کھانا کھاتے تھے غور تو کرو کہ ہم اپنے احکام ان سے کیسے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔پھر دیکھو یہ لوگ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔﴾

ارتقاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا عجیب و غریب دلیل بتائی حضرت مسیح علیہ السلام کو عام آدمیوں کی طرح کھانے کی حاجت تھی (کھانے کے بعد کے نتائج کا ذکر نہیں فرمایا۔آدمی خود خیال کر سکتا ہے) تو ایسی ہستی کو یہ لوگ کیسے خدا کہہ سکتے ہیں؟ یہ آیت بھی عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر واضح دلیل ہے۔اس کے متعلق میں سید اولیاء قادری وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد کے رسالہ ''نور حق'' سے اقتباس درج کرتا ہوں:

’’اس آیت شریف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقید حیات ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رحلت نہیں فرما گئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ ارشاد نہ ہوتا اور ’’قد خلت ‘‘ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل کر دیئے جاتے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام موت طبعی سے اب تک نہیں مرے۔ اس لئے وہ ’’قد خلت من قبل ‘‘ (کی عبارت کے پیش نظر) سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ پس یہ نتیجہ نکلا کہ اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقید حیات ہونا ثابت ہے۔‘‘

آیت مبارکہ ’’وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘ سے عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقدیراً مستثنیٰ فرمادیئے گئے ہیں۔ جس طرح ’’فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع کلوا وشربوا ولا تسرفوا (نساء:۳) ‘‘ ﴿پس نکاح کرو تم ان عورتوں سے جن کو تم چاہو، دو، تین چار، کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔﴾ کی آیات سے اول الذکر میں بلا تخصیص ہر عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے کیا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ بلا استثنیٰ محرمات شرعی ہر عورت سے نکاح کی اجازت ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے معنی میں محرمات شرعی تفسیراً مستثنیٰ رکھے گئے ہیں۔ ان کے سوا باقی ان تمام عورتوں سے جو محرم ہیں، نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

اس طرح آیت نمبر۲ میں ہر قسم کی چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔ لیکن کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حرام چیزیں بھی اس آیت کے استدلال سے کھائی پی جاسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ حلال چیزیں جتنی ہیں ان کو کھاؤ اور پیو اور حرام چیزیں تقدیراً مستثنیٰ رکھی گئی ہیں۔ اسی طرح آیت شریف ’’وما محمد الا رسول ‘‘ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقدیراً مستثنیٰ رکھے گئے ہیں۔ اگر اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ نہ ہوں تو آیت ’’ما المسیح ابن مریم الا رسول ‘‘ غلط ہو جائے گی۔

ان دونوں آیتوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور یہ ارشاد باری تعالیٰ: ’’ولو کان من عند غیر الله لوجد وافیه اختلافا کثیرا (النساء:۸۲) ‘‘ ﴿اگر یہ قرآن پاک بجز خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلافات پیدا ہو جاتے۔﴾ کے پیش نظر بوجہ اختلاف، منزل من اللہ کس طرح کہا جا سکے گا۔ درآنحالیکہ اس کا منزل من اللہ ہونا مسلمہ ہے۔ پس

ایسی صورت میں آیت "وما محمدالا رسول" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقدیراً مستثنیٰ کئے بغیر اختلاف آیات رفع نہ ہو سکے گا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آیت "وما محمد الارسول" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔

آخری دفعہ مسیح کا لفظ یوں آیا ہے سورۂ توبہ میں: "وقالت الیھود عزیرن ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ، ذا لک قولھم بافواھھم یضاْھون، قول الذین کفرو امن قبل قاتلھم اللہ انی یوفکون ۔ اتخذوا احبار ھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم ومالمروا الا لیعبدوا الھاواحد لااله الا ھو سبحنه عما یشرکون (۳۱)" ﴿اور یہود نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ تو ان کی بات ہے (اور وہ بھی خود) انہی کے منہ سے یہ لوگ ابھی انہی کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جوان سے پہلے (گزر چکے) ہیں۔ خدا ان کو قتل کرے کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اپنے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اپنے زاہدوں کو اور مریم کے بیٹے مسیح کو اپنا پروردگار بنا ڈالا۔ حالانکہ انہیں سوائے اس کے حکم ہی نہیں دیا گیا کہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں جس چیز کو لوگ اس کا شریک بتاتے ہیں وہ اس سے پاک اور پاکیزہ ہے۔﴾

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں آخری دلیل ہے۔ الوہیت کی ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ یہ بات ان کی خود ساختہ ہے جیسا کہ ان سے پہلے یہود نے عزیز کو خدا کا بیٹا بنایا۔ یا جیسے دیگر لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کو خدا کہا۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ لفظ مسیح کے بیان میں بھی ارتقاء کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو اور کون سی ایسی بات ہے جس میں نہیں رکھا ہوگا اور یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ اس ارتقاء کو ملحوظ رکھا جائے تو کتنے مطالب صاف ہو جاتے ہیں۔

آیات مندرجہ نمبر ۴ کے الفاظ پر بحث

"ویعلمھم الکتاب والحکمة والتورات والانجیل" ﴿سکھاوے گا اس کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔﴾

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "الکتاب والحکمة" سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسروں نے الکتاب کے معنی لکھنے کے کئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ الکتاب سے مراد وہی تورات اور الحکمة

سے مرادانجیل ہی ہیں۔میرے فہم میں یہ آیا ہے کہ الکتاب والحکمت دونوں ایک ایسی چیز کے جزو ہیں جو تورات اورانجیل سے ضرور افضل ہےاورخود قرآن کریم سے اس کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

الکتاب والحکمۃ پہلی جگہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوراسماعیل علیہ السلام کی دعامیں اس طرح آئے ہیں۔جب کہ وہ کعبہ شریف کی تعمیر کررہے تھے: "ربنا وابعث فیھم رسولا ویعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم نك انت العزیز الحکیم (البقرہ)" ﴿اے پروردگارہمارے بھیج ان پرایک رسول انہی میں کا کہ پڑھےان پر تیری آیتیں اورسکھادےان کوکتب اورحکمت بیشک تو ہی بڑی زبردست حکمت والا ہے۔﴾

البقرہ کےرکوع نمبر۶ میں ہے: "واذآتینا موسیٰ الکتاب والفرقان لعلکم تھتدون" ﴿اورجب ہم نے دی موسیٰ کوکتاب اورحق کوناحق سے جدا کرنے والےاحکام تا کہ تم سیدھی راہ پاؤ۔﴾ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ الحکمۃ کا لفظ نہیں آیا۔آگے کتاب اورحکمت البقرہ میں یوں آیا ہے:

"کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتناویزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمته ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون" ﴿قبلے کی تبدیلی سے یہ اتمام نعمت اورتکمیل ہدایت تم پرایسی ہوئی جیسے ہم نے تم میں تمہیں میں کا ایک رسول بھیجا جوتم کو ہماری آیتیں پڑھ کرسنائے اورتمہارے نفس کوپاکیزہ کرےاورتمہیں کتاب اورحکمت سکھائے اور تم کووہ باتیں بتائے جن کی تم کوخبر نہ تھی۔﴾

ان دونوں آیتوں سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ الکتب اورالحکمۃ سے گویا مرادقرآن اورحضور کی تعلیم (اسلام) ہے۔جیسے آگے بھی ظاہر ہوگا انہی الفاظ کا دوبارہ آنا ظاہر کرتا ہے کہ آگے مضمون بدلے گا۔آگے اس طرح آیا ہے:

"واذاطلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکو ھن بمعروف اوسرّحوھن بمعروف ولاتمسکو ھن ضرار لتعتدوا ومن یفعل ذالك فقد ظلم نفسه ولا تتخذوا ایات الله ھزواواذکروا نعمة الله علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمته یعظکم به، واتقوا الله واعلموا ان الله بکل شی علیم (بقرہ: ۲۳۱)" ﴿اورجب طلاق دی تم نے عورتوں کوپھرپہنچیں اپنی عدت تک،تورکھلوان کوموافق دستور

کے یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ رو کے رکھو ان کے ستانے کے لئے تا کہ ان پر زیادہ کرو اور جو ایسا کرے گا، وہ بے شک اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔﴾

مثلاً Deuteronomy تورت کی کتاب استثنا باب ۲۴ میں لکھا ہے کہ جب ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے ناراض ہو جائے۔ اس لئے کہ اس میں اس نے کچھ ناپاکیزگی دیکھی تب وہ اس کو طلاق نامہ لکھ دے اور اس کے ہاتھ میں دے دے اور اس کو اپنے گھر سے باہر نکال دے تب وہ عورت دوسرے سے شادی کر سکتی ہے۔

لیکن قرآن مجید میں نکاح، ایلا، خلع، رجعت، حلالہ وغیرہ کے متعلق کیسے پر از حکمت احکام دیئے ہیں۔ جن سے عورت اور مرد کے حقوق کی پوری حفاظت ہوتی ہے۔ تورات کے مقابل قرآن مجید الکتاب والحکمت ہے۔ ارتقاء یہ ہے کہ الکتاب والحکمت کی ایک مثال پیش کر دی۔

اس کے بعد یہی آیت ہے جو اس وقت موضوع بحث ہے۔ یعنی" ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل" یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وقت میں الکتاب اور الحکمۃ کی تعلیم دی۔ اس کا جواب بھی قرآن کریم نے خود ہی بتا دیا جیسا کہ پہلے مذکور ہے اور آگے بھی آتا ہے۔

آگے جا کر سورۂ آل عمران میں کتاب اور حکمت کا لفظ مشترکہ آیا ہے۔ لیکن الکتاب والحکمت نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ آیت یہ ہے:" واذاخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری، قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین " ﴿اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور حکمت سے پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے جو کچھ تمہارے پاس ہو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے اقرار لیا۔ تم نے میرے عہد کا بوجھ اٹھا لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، ارشاد ہوا (اچھا) تو تم (آج کے قول و قرار) آپس میں ایک دوسرے کے گواہ رہنا اور تمہارے ساتھ میں

بھی ایک گواہ ہوں۔﴾

اس آیت کے مختلف معنی لئے گئے ہیں۔جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔لیکن آیت مبارکہ سے اتنا تو ظاہر ہے کہ دوسرے نبیوں کو الکتاب اور الحکمۃ نہیں دی گئی۔ بلکہ اس سے میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور وہ ایک دوسرے کے مصدق تھے۔اس کے دو آیتوں کے بعد ان پیغمبروں کا نام لے دیا جن کو کتاب وحکمت کا حصہ ملا۔

اس کے بعد سورۂ آل عمران میں یوں آیا ہے:"افمن اتبع رضوان الله کمن باء بسخط من الله و ماوٰه جهنم وبئس المصير، هم درجت عند الله و الله بصير بما يعملون، لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم اياته و يزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ظلال مبين "﴿بھلا وہ شخص خدا کی خوشنودی کا پابند ہو گیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے۔وہ لوگ خدا کے ہاں مختلف درجوں کے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اسے دیکھ رہا ہے۔خدا نے تو ایمان داروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے واسطے انہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انہیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان (کی طبیعت) کو پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب (خدا) اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے کھلی گمراہی میں (پڑے) تھے۔﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر کمال احسان ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تعلیم اور تابعداری سے نہ صرف شرک سے پاک ہوتے ہیں بلکہ ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ملتے ہیں۔جو رضوان کا مفہوم ہے۔جیسا کہ سورۂ التوبہ میں فرماتا ہے:

"وعدالله المؤمنين والمؤمنات جنّات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ومساكن طيبة فى جنّات عدن ورضوان من الله اكبر ذلك هو الفوز العظيم "﴿وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے۔یہی ہے بڑی کامیابی۔﴾

گویا الکتاب اور حکمت سے ہی رضوان اللہ اور فوز عظیم حاصل ہو سکتی ہے۔یہی ارتقاء

ہے۔آگے سورۃ النساء میں یوں آتا ہے:"ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا ال ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتینا ملکا عظیما "﴿یا حسد کرتے ہیں جو اپنے فضل سے (تم) لوگوں کو عطا فرمایا ہے اللہ نے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور حکمت اوران کو دی ہے بڑی سلطنت۔﴾

یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اوران کے اصحاب پر اللہ کے فضل وکرم کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں۔یہ توان کی بیہودگی ہے۔کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں ہی (یعنی حضور ﷺ کو) کتاب وحکمت اور سلطنت عطا کی ہے۔یعنی یہ چیزیں ابراہیم کے گھرانے میں رہی ہیں۔یہودی کیوں حسد کرتے ہیں۔وہ بھی تو آل ابراہیم ہیں۔

اس آیت سے مراد بعض لوگوں نے یہ لی ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام ودیگر کو نبوت اور ملک عظیم عطاء ہوا تھا۔مگر یہ آیت بلحاظ سیاق وسباق پہلے معنوں کو ظاہر کررہی ہے۔"قد اتینا" کے معنی میں شک ہوتو دیکھو"قد افلح المؤمنون "اور ہم ہر روز کہتے ہیں"قد قامت الصلوٰۃ "اس سے پہلی آیت میں"رضوان اللہ "کا ذکر تھا اور یہاں دنیاوی کامیابی کا ذکر فرما دیا۔یہی ارتقاء ہے۔آگے سورۃ النساء میں یوں آیا ہے:

"ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمّت الطائفۃ منھم ان یضلّوک وما یضلّون الا انفسھم ومایضرونک من شی و أنزل اللہ الکتاب والحکمۃ وعلّمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما "﴿اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل اوراس کی رحمت تو قصد کرہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ تجھ کو بہکادیں اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔﴾

یہ آیت مبارکہ ایک چوراوراس کے طرف داروں کے متعلق ہے۔ایک یہودی پر ایک چور نے جھوٹا الزام لگادیا تھا۔حالانکہ اس نے خود چوری کی تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے واقعات حضورؐ پر ظاہر کردیئے۔اس واقعہ کے متعلق یہ آیت اور دیگر آیات متعلقہ نازل ہوئیں جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے حضور ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل ہوئی جس سے مراد ہے بیان کرنا آپؐ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اللہ کے فضل اور کمال علمی کا اور اللہ کا فضل آپؐ پر

بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس کا ان کی عظمت اور تقدس کو ملحوظ رکھ کر اس پر غور کرنا چاہیئے اور مخالفت سے گریز کرنا چاہیئے۔ آگے سورۃ المائدہ میں یوں آیا ہے:

''واذقال الله يعيسى بن مريم اذكرنعمتى عليك وعلى والدتك اذ ايدتك بروح القدس تكلم الناس فى المهد وكهلا واذ علمتك الكتب و الحكمة و التوراة والانجيل(۱۱۰) '' ﴿جب کہے گا اللہ اے عیسٰی! مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا تجھ پر اور تیری ماں پر مدد کی میں نے تیری روح پاک سے، تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور سکھائی میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔﴾

یہ گفتگو قیامت کے روز کی ہے۔ اس کی نسبت پھر بیان کیا جائے گا۔ جبکہ عیسٰی علیہ السلام کی رسالت کے متعلق آیات کا ارتقاء ظاہر کیا جائے گا۔ یہاں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تجھ کو کتاب اور حکمت سکھائی تھی۔ وہی سوال باقی رہتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت میں کتاب اور حکمت کی تعلیم دی تھی۔ اس کا جواب آگے آئے گا چونکہ دوبارہ وہی الفاظ یعنی ''الکتاب والحكمة'' تورات اور انجیل آئے ہیں۔ اس لئے امید رکھنی چاہیئے کہ آئندہ مضمون بدلے گا۔

آگے الکتاب والحکمۃ کا لفظ سورۃ جمعہ یوں آیا ہے: ''يسبح لله ما فى السموات و الارض الملك القدوس العزيز الحكيم، هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين واخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم ۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم '' ﴿جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ جو (حقیقی) بادشاہ پاک ذات، غالب حکمت والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے جاہلوں میں ان ہی میں ایک رسول (محمدؐ) بھیجا۔ جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں (پڑے ہوئے) تھے اور ان میں سے ان لوگوں کی طرف بھی (بھیجا) جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہوئے اور وہ تو غالب حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔﴾

یہاں ارتقاء یہ ہے کہ حضور کی یہ تعلیم اور حکمت صرف عرب تک ہی محدود نہ رہے گی۔ بلکہ عرب وعجم (آخرین منھم) میں پھیل جائے گی۔ ماحصل ان آیات کا یہ ہے کہ الکتاب والحکمۃ جیسے میں پہلے پڑھ چکا ہوں۔ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم ہے۔ جس کا علم حسب مراتب دوسرے پیغمبروں کو دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی کہ ہماری نسل سے ایک ایسا پیغمبر ہو جو اللہ کی آیات پڑھ کر سنائے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے تو گویا ان کو معلوم تھا کہ الکتاب والحکمۃ کیا ہے۔ ورنہ وہ ایسی دعا کیوں مانگتے۔ لیکن یہاں ایک نکتہ بیان کرنے کے قابل ہے۔ انہوں نے یہ دعا مانگی کہ "پروردگار! انہی میں کا ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے اور الکتاب والحکمت کی تعلیم دے اور پاک کرے ان کو۔"

گویا ان کی دعا کا منشاء یہ تھا کہ وہ آیات اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے بعد پاک باز بن جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب یہ دعا قبول فرمائی تو یوں کہا "ہم نے بھیجا تم کو رسول جو پڑھ کر سناتا ہے ہماری آیات اور تمہیں پاک باز بناتا ہے اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور وہ علم جو تم نہیں جانتے تھے کہ تم پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

جیسا کہ میں نے ارتقائی نوٹ میں لکھا ہے کہ اس تعلیم کے حاصل کرنے والوں کو نہ صرف عاقبت میں ایک بڑی کامیابی نصیب ہوگی بلکہ انہیں اس دنیا میں بھی بڑی سلطنت ملے گی اور یہ تعلیم عرب تک محدود نہیں ہوگی۔ بلکہ عرب وعجم میں پھیلے گی۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ملی لیکن انہوں نے اپنی پیغمبری کے زمانے میں یوں کہا، سورۂ زخرف:

"ولما جاء عیسیٰ بالبینات قال قد جئتکم بالحکمۃ ولابیّن لکم بعض الذی تختلفون فیہ فاتقوا اللہ واطیعون" ﴿جب آیا عیسیٰ نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس حکمت اور بتلانے کو بعض وہ چیزیں جس میں تم جھگڑ رہے تھے۔ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔﴾

یہ ہے لب لباب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا جو انہوں نے اپنے وقت میں دی۔ دیگر الکتاب والحکمۃ کی تعلیم کا ذکر صرف ایک پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا حضور ﷺ کی امت کے متعلق۔ لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں صرف الحکمت کی تعلیم دی اور الکتاب والحکمۃ کی تعلیم نہیں

دی تو یہ تعلیم وہ اسی وقت دیں گے جب ان کا ظہور اس امت میں ہوگا اور وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لا کر اسلام کی امداد کریں گے۔

معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد جس موضوع پر لکھنا چاہتا ہوں وہ معجزات عیسیٰ ہیں۔ ان کے حسب ذیل بیان ہوئے ہیں: ''کہ میں گارے سے پرندہ کی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور بن جاتا ہے۔ اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور کوڑھی اور مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔''

بعض مادہ پرست اور دیگر اصحاب کئی وجوہ سے اس آیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقتاً مردے زندہ نہیں کرتے تھے اور دیگر معجزات بھی ان سے صادر نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ یہ ایک روحانی فعل تھا۔ بعض کے خیال میں ایسا ہونا خلاف فطرت ہے یا دیگر قرآنی آیات کے خلاف ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے معنی یہی لئے جائیں..... جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل روحانی طور پر صادر ہوا۔

میری رائے میں یہ اعتراضات قابل پذیرائی نہیں ہیں۔ کئی ایک وجوہات کی بناء پر۔ سوال یہ ہے کہ ''احیاء موتی'' کا لفظ صرف اصلی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا مجازی معنوں میں؟ ''موتی'' میت کی جمع ہے جس کے معنی مردہ انسان کے ہیں۔ قرآن مجید میں موتی کا لفظ پہلے پہل سورۂ بقرہ یوں آیا ہے:

''واذ قتلتم نفسا فادٰرء تم فیها واللّٰه مخرج ما کنتم تکتمون، فقلنا اضربوه ببعضها،کذلك یحیی اللّٰه الموتی ویریکم ایاته لعلکم تعقلون'' ﴿اور جب مار ڈالا تم نے ایک شخص کو، پھر لگے ایک دوسرے پر الزام دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مردے پر اس گائے کا ایک ٹکڑا، اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو۔﴾

قرآن کریم میں اس سے پہلے وہ کج بحثی بیان کی گئی ہے جو یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے عجب لیت و لعل شروع کی اور بڑی مشکل سے ذبح کی۔ اسی وقت ایک آدمی قتل کیا گیا تھا۔ لیکن قاتل کا پتہ نہیں تھا۔ وہ ایک دوسرے پر الزام دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا لو اور اس مردے کے اس سے

ضرب لگاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ مردہ زندہ ہو گیا۔

آیت مبارکہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مردوں کو قیامت کے دن اور اپنی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے کہ شاید تم غور کرو اور سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔“

اب اس واقعہ کے نہ ماننے والوں کی تفسیر ذرا ملاحظہ ہو۔ مولوی محمد علی صاحب تفسیر میں ترجمہ کرتے ہیں: ”اور جب تم نے ایک شخص کو (اپنی طرف سے) قتل کر دیا اور پھر آپس میں اس (قتل) میں اختلاف کیا اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے۔ پس ہم نے کہا کہ اس کو اس کے بعض سے مارو۔ اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

”فقلنا اضربوہ ببعضھا“ کی آگے تفسیر یوں کرتے ہیں اور معنی بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ یعنی بعض قتل سے اس کو مارو یا فعل قتل اس پر پورا نہ وارد ہونے دو۔

ان کے خیال میں اس آیت میں اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے جن کو صلیب دی گئی ہے۔ لیکن پورے طور پر صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ جو تفسیر قرآن کی انگریزی ۱۹۱۵ء میں قادیان سے مرزا بشیر الدین کے زیر ہدایت شائع ہوئی۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ”اور یاد کرو جب تم نے تقریباً ایک آدمی کو مار دیا اور آپس میں اس پر اختلاف کیا اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم لوگ چھپاتے تھے۔ تب ہم نے کہا مارو اس کو بوجہ اس کے گناہ کے ایک حصہ۔ (ص ۶۱،۶۰)

اور تفسیر میں اس کی وضاحت یہ کی کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسرائیلیوں کو سزا دو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ معلوم نہیں ہوتا کہ ایسی من گھڑت تفسیر کو کیا کہیں۔ آیا یہ تاویل بعید ہے یا تحریف یا ایک خیالی بات ہے۔ اس پر کچھ اور لکھنا بے سود ہے کیوں کہ اس...... تفسیر میں تفسیر کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یعنی نہ تو الفاظ کے اصلی معنی لئے ہیں نہ مجازی۔

لفظ ”قتلتم“ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ قتل واقعی وقوع پذیر ہو چکا تھا اس لئے کوئی وجہ نہیں اس کے یہ معنی کرنے کی کہ ”اپنی طرف سے قتل کر دیا“ اسی طرح ”فقلنا اضربوہ

ببعضها" کے معنی بھی کج ادائی سے بیان کیے ہیں۔ اس میں معنی بیان کرتے وقت سیاق وسباق کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس کی اگلی آیتوں میں ذکر ہے اور نہ یہ تفسیر وہاں چسپاں ہوسکتی ہے۔ اس سے تو یہ بہتر تو سرسید کی تفسیر بالرائے تھی۔ جنہوں نے فقتلتم کا ترجمہ تو یہی کیا کہ واقعہ قتل ہو چکا ہے لیکن "فقلنا اضربوه ببعضها" کی انہوں نے یہ تفسیر کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قاتل معلوم کرنے کی یہ تجویز بتائی کہ لوگوں کو کہو کہ اس مردے کو ہاتھ لگائیں اور اس طرح جو قاتل ہوگا اس نے ڈر کے مارے ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور یوں قاتل کا پتہ چل گیا لیکن انہوں نے باقی ترجمہ عجیب طرح کیا ہے:

"پھر ہم نے کہا کہ اسی مقتول کو اس کے ٹکڑے یعنی اعضاء سے مارو اور اس طرح اللہ زندہ کرتا ہے (یعنی ظاہر کردیتا ہے) مرے ہوئے (یعنی نامعلوم قاتل) کو اور اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

یہ ہے تفسیر بالرائے کا نتیجہ۔ اللہ کی قدرت کو نہ ماننے والوں کا یہی حال ہے ہے مجھے تو تعجب ہوتا ہے مولوی محمد علی کی تفسیر پر جس میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر معجزہ کے بارے میں تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضورؐ سے شق القمر کا معجزہ واقع ہوا اور کہ حنانا (وہ لکڑی جس سے حضرت محمد ﷺ پشت مبارک لگا کر بیٹھے تھے) سے آواز آئی جب کہ حضورؐ نے اس کے ساتھ تکیہ لگانا چھوڑ دیا اور منبر پر وعظ فرمانے لگے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ دکھایا ہے کہ وہ کس طرح ایک مردہ کو زندہ کرسکتا ہے۔ طوالت کے خوف سے اسی توضیح پر اکتفار کرتا ہو۔

اس کے بعد "موتیٰ" کا لفظ البقرہ میں یوں آیا ہے:

"اوكالذی مرّعلی قرية وهی خاوية علی عروشها قال انّی يحی هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما اوبعض يوم، قال بل لبثت ماة عام فانظر الی طعامك وشرا بك لم يتسنه وانظر الی حمارك ولنجعلك اية للناس وانظر الی العظام كيف ننشزها نكسوها لحما، فلما تبين له قال اعلم انّ الله علی كل شی قدير، واذ قال ابراهيم رب ارنی كيف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن، قال بلی ولكن ليطمئن

قلبی قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیك ثم اجعل علی کل جبل منھن جزء اثم ادعھن یاتینك سعیا،واعلم ان اللہ عزیز حکیم "

﴿(اے رسول)تم نے (اس بندے کے حال) پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں پر(سے ہوکر) گزرا،اور وہ ایسا اجڑا ہوا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھے کر گر پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بندہ (کہنے لگا) اللہ اب اس گاؤں کو(ایسی) ویرانی کے بعد کیونکر آباد کرے گا۔اس پر خدا نے اس کو (مار ڈالا اور) سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو جلا اٹھایا(تب) پوچھا تم کتنی دیر پڑے رہے؟عرض کی کہ ایک دن پڑا رہا۔یا ایک دن سے بھی کم،فرمایا نہیں!تم (اسی حالت میں) سو برس پڑے رہے اب ذرا اپنے کھانے پینے (کی چیزوں) کو دیکھو کہ باسی تک نہیں اور ذرا اپنے گدھے (سواری) کو تو دیکھو کہ (اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور سب اس واسطے کیا ہے) تا کہ لوگوں کے لئے تمہیں قدرت کا نمونہ بنائیں اور اچھا اب اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیونکر ان کو جوڑ جاڑ ڈھانچہ بناتے ہیں پھر اس پر گوشت چڑھاتے ہیں۔پس جب ان پر ظاہر ہوا تو بے ساختہ بول اٹھے کہ (اب) میں بہ یقین کامل جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور(اے رسول وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے (خدا سے) درخواست کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے بھی تو دکھادے کہ تو مردہ کو کیونکر زندہ کرتا ہے۔خدا نے فرمایا کیا تمہیں (اس کا) یقین نہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا(کیوں نہیں) یقین تو ہے مگر آنکھ سے دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے۔فرمایا (اچھا) اگر یہ چاہتے ہو تو چار پرند لو اور ان کو اپنے پاس منگوالو اور ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو۔پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک رکھ دو اس کے بعد ان کو بلاؤ۔پھر دیکھو تو کیونکہ وہ سب کے سب تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بے شک غالب اور حکمت والا ہے۔﴾

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ایک پیغمبر کو سو سال کے بعد زندہ کیا اور ان کے گدھے کو ان کے سامنے زندہ کرکے دکھادیا۔اتنی مدت مدید تک طعام وشراب کو جوں کا توں باقی رکھا اور پیغمبر کا یہ جواب کہ وہ اس حالت میں ایک دن یا دن کا بعض حصہ رہے ہیں۔ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اہل محشر کہیں گے۔

دوسری صورت میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے ۴ پرندوں کو جو قیمہ کئے ہوئے تھے۔زندہ

کر دکھایا۔ ان واقعات پر بھی خدا کی قدرت پر شک کرنے والوں نے مختلف قسم کی رائے زنی کی ہے۔ مگر امر اول کی نسبت میں یہ کہوں گا کہ اگر بقول ان لوگوں کے یہ ایک خواب یا عالم رویاء کا واقعہ تھا تو ان الفاظ کے کیا معنی ہیں: "ولنجعلك اية للناس " کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں گے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر کو چھوڑ جاتے ہیں۔ آیت میں تو یہی صورت واقعہ ہے کہ سو سال مردہ رہ کر انہیں زندہ کیا گیا۔

روح المعانی میں بروایت حاکم، حضرت علیؓ اور بروایت اسحٰق بن بشیر حضرت ابن عباس عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیز علیہ السلام تھے۔ پرندوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے مارنے کا کوئی ذکر نہیں "صرھن" کے دونوں معنی ہیں، ہلانا اور قیمہ کرنا۔

سر سید نے خوب لکھا ہے کہ اگر ہم یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ چار پرندے لے لو اور ان کو اپنے پاس ہلا دو ان چاروں جانوروں کو ایک ایک کر کے چار پہاڑوں پر رکھ دے اور پھر ان کو آواز دے۔ تو وہ تیرے پاس آجائیں گے۔ تو یہ امر ایک بچوں کا کھیل ہے۔ سر سید نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ اس واسطے سر سید نے کہا کہ یہ رؤیا کا واقعہ ہے۔ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ رؤیا کے متعلق یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے۔

میرے خیال میں تو لفظ "سعیا" ظاہر کر رہا ہے کہ ان پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔ کیونکہ سعی کے معنی دوڑنے اور تیزی سے چلنے کے۔ قرآن کریم میں بھی کئی جگہ یہ لفظ انہی اپنے اصلی معنوں میں آیا ہے۔ اگر وہ جانور زندہ ہوتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کے لئے لفظ "طیرانا" یا ایسا ہی کوئی اور لفظ نہ آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ٹکڑے دوڑتے ہوئے آئے اور اللہ کی قدرت سے یہ مل کر پرندے بن گئے اور الفاظ عزیز حکیم اس کی مزید تائید کرتے ہیں۔

بعض عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ مردے دنیا میں زندہ نہیں ہوتے، خود بائبل کے خلاف ہے اور ان کے اپنے عقیدہ کے خلاف ہے۔ دیکھو کتاب حزقیل میں سینکڑوں مردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اور کتاب ۲ تاریخ کے تیرھویں باب اور ۲۱ درس میں ہے کہ الیسع نبی کی قبر میں لوگوں نے ایک مردہ کو ڈال دیا اور جب وہ شخص گر گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو جی اٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہوا۔

اس کے بعد "موتی" کا لفظ آل عمران کی اسی آیت میں ہے جس کا ذکر میں کر رہا

ہوں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ جس کے الفاظ ہیں: "واحیی الموتی باذن اللّٰہ" اور اس میں شک کو رفع کرنے کے لئے سورۃ المائدہ میں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات بیان کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جائے گا: "واذ تخرج الموتیٰ باذنی" ﴿اور جب نکال کھڑا کرتا تھا تو مردوں کو میرے حکم سے۔﴾

بائبل میں بھی ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قبر میں سے تین دن کے مردہ کو بھی زندہ کر دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ "احیی الموتیٰ" کے معنی روحانی زندگی کو دینے والے جب "تخرج الموتی" پر آتے ہیں تو چپکے سے بغیر تشریح کے گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ کی کوئی اور تعبیر نہیں ہو سکتی۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک مقتول کو ایک ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگانے سے زندہ کر دیا جس نے قاتل کا پتہ دیا۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو اس طرح دکھایا کہ ۱۰۰ سال کے بعد اسی انسان کو زندہ کیا اور ایک چوپائے کو بھی اس کے سامنے زندہ کیا اور کھانے پینے کی چیزوں کو بھی سڑنے گلنے سے روکے رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پرندوں کو زندہ کر کے دکھایا۔ اس کے بعد یہ دکھایا کہ اس کو یہ بھی قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو یہ شرف بخشے کہ وہ مردہ انسان کو اس کے حکم سے زندہ کر دے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

قرآن کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور قرآن سے دیگر آیات بھی پیش کر دی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی قدرت حاصل ہے اور یہ کہ وہ انسانوں اور دیگر جانداروں کے زندہ کرنے سے اپنی قدرت کا اظہار کرتا رہا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم نہ مانیں کہ ایسا ہوا ہے یا ان کی تاویل یہ کریں کہ یہ روحانی طور پر تھا یا عالم رؤیا میں واقع ہوا۔

کیونکہ اگر ایسی تاویل کریں تو ایک اور ایسا اعتراض ہوگا جس کا کوئی جواب نہیں اور وہ یہ ہے کہ جب لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے معجزے دکھاتے تھے۔ لوقا، مرقس اور متی کی کتابوں میں کئی جگہ پر یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے معجزات

دکھائے۔ اگر قرآن کریم کا یہ منشاء تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزے نہیں تھے اور واقعی طور پر مردے زندہ نہیں ہوتے تھے۔ یا اندھے دیکھنے نہیں لگتے تھے تو قرآن کریم میں ان واقعات کو ایسے صریح الفاظ میں کیوں بیان کردیا۔ معاذ اللہ خداوند کریم کا مقصد ان واضح الفاظ کے لانے سے دنیا کو ایک طرح کا دھوکہ دینا تھا۔ جس طرح قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزے بیان نہیں کئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنات کو انسانوں سے نکالا کرتے تھے۔ جن کا اکثر اوقات ذکر متی، مرقس اور لاقا کی کتابوں میں آیا ہے۔ تو قرآن کریم نے یہ بھی کیوں نہ کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فی الواقع مردے زندہ نہیں کرتے تھے بلکہ صرف ہدایت دیتے تھے۔ جن سے ان کے مردہ دل زندہ ہو جاتے تھے یا قرآن کنایۃً بیان کردیتا کہ ایسا ہوا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ آیت آئی ہے:

''ان الذین کفروا سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لایؤمنون، ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلیٰ ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم (بقره:۷،۶)'' ﴿بے شک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے، وہ ایمان نہ لائیں گے۔ مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔﴾

عبارت خود بتا رہی ہے کہ دلوں پر مہر کرنے کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ حق بات کو نہیں سمجھتے۔ کانوں کو مہر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ سچی بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے اور آنکھوں پر پردے کے معنی یہ ہیں کہ راہ حق کو نہیں دیکھتے۔ یا یہ آیت: ''یاایها الذین آمنوا استجیبو الله ورسول اذادعاکم لما یحییکم (انفال:۲٤)'' ﴿اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلاوے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔﴾

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں موت کے بعد زندہ کرنا مراد نہیں بلکہ ایسے کام کی طرف دعوت دیتی ہے جس میں تمہارے لئے دنیا میں عزت اور اطمینان کی زندگی اور آخرت ابدی کا پیام ہے۔ پس مومنین کی شان ہے کہ خدا ورسول کی دعوت پر لبیک کہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو الفاظ بیان میں آئے ہیں یعنی: ''تخرج الموتیٰ'' وغیرہ تو ان الفاظ کے سوائے لغوی معنوں کے اور دوسرے معنی نہیں لئے جاسکتے۔ مگر اس صورت میں کہ ضروری تاویل کرنی ہے۔ حالانکہ تاویل کی گنجائش نہیں۔

اس لئے نہ صرف الفاظ ہی ظاہر کررہے ہیں کہ واقعی ایسا ہوا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایسے معجزات کا ہونا عیسائیوں کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ بلکہ زبان زد خلائق بھی تھا۔ قرآن کریم جن باتوں کی تصدیق کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو نہ مانا جائے اور خواہ مخواہ تاویل کی جائے۔ آیات قرآنی کی رو سے ان معجزات پر ایمان لانا ضروری ہے اور اگر ان پر ایمان لاوے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے یا آسمان پر جانے کے متعلق شبہات کی گنجائش نہیں رہتی۔

تشریح الفاظ متعلق آیت نمبر۴

آگے ان الفاظ کی تشریح کی ضرورت ہے: ''ومکروا ومکر الله والله خیر الماکرین (آل عمران: ٥٤) '' مکر بمعنی لطیف و خفیہ تدبیر بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس تدبیر کی طرف اللہ کا اشارہ ہے۔ '' خیر الماکرین '' کا لفظ قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک اس جگہ اور دوسرا سورۂ انفال میں: ''واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك اویقتلوك اویخرجوك ویمکرون ویمکرالله والله خیر الماکرین '' ﴿اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور داؤ کرتا تھا اللہ اور وہی سب سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔﴾

سب کو معلوم ہے کہ یہ آیت مبارکہ ہجرت سے پیشتر کفار مکہ کے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کرنے کی بابت ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ قید کیا جائے۔ کسی کی رائے تھی انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ آخر میں ابوجہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں تا کہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور خون بہانہ دینا پڑے۔ یہاں تو وہ اشقیا یہ تدبیریں گانٹھ رہے تھے مگر خدا کی تدبیروں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضور کو فرشتے نے اطلاع کی۔ آپ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا کر اس مجمع کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ صبح تڑکے جب وہ اندر داخل ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ حضور تشریف نہیں رکھتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے حضور ﷺ کے قتل کا مشورہ دیا تھا، جنگ بدر میں وہی قتل کئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جیسا کہ ہر شخص تسلیم کرتا ہے، یہودیوں نے قتل کرنے کی سازش کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری یہوداہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری کی کہ فلاں جگہ پر ہیں۔

اس کے آگے اختلاف آراء شروع ہو جاتا ہے۔ یہودیوں کی کوئی مستند کتاب نہیں ہے۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کفارے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے اور

ایک تیار شدہ قبر میں رکھے گئے۔ تیسرے روز زندہ ہو کر وہاں سے نکل آئے اور اپنے حواریوں سے ملاقات کر کے آسمان پر چلے گئے۔ مسلمانوں کا عام طور پر قرآن کریم کے بیان کے مطابق اعتقاد یہ ہے کہ جب یہودی ان کو پکڑنے کے لئے آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے اور جس نے مخبری کی تھی۔ اس کا چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا ہو گیا اور اسی کو پھانسی دی گئی۔

خیر الماکرین کے الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کو سازش سے بغیر کسی گزند کے اسی طرح بچالیا ہوگا جیسے کہ حضورﷺ کو مشرکین مکہ کے حملے سے بچالیا تھا۔

سر سید احمد خان نے یہ کہا کہ جو واقعات متی، لوقا اور یوحنا کی انجیل میں مختلف طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳ یا ۴ گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لئے گئے اور ہر طرح پر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے۔ رات کو وہ لحد سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی طور پر اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے۔ حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ بلاشبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام میں دفن کیا گیا ہوگا۔ جو اب تک نامعلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔

سر سید کو جواب تو لوگوں نے یہ دیا کہ قرآن کریم اور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا۔ مگر قادیانی جماعت نے سر سید سے ایک قدم آگے رکھا۔ انہوں نے بزعم خود حضرت عیسیٰ کے مدفن کا بھی پتہ چلا لیا اور یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھائے گئے۔ لیکن سولی پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام غالباً ہندوستان سے ہوتے ہوئے کشمیر جا پہنچے۔ جہاں سری نگر محلہ خانیار میں ان کا مدفن ہے۔

حدیثوں کی بابت انہوں نے یہ کہا کہ حضرت کے دوبارہ نزول کے متعلق جو پیشین گوئیاں یا حدیثیں ہیں۔ ان کا اصلی مفہوم (جو تیرہ سو سال کے بعد اب ظاہر ہوا ہے) یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے بلکہ مثیل عیسیٰ آئیں گے اور اس کی بنیاد بائبل کے ایک دو فقروں پر رکھی جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اور لوگوں نے بائبل کے ان فقروں کے متعلق کیا لکھا۔ مگر میری رائے میں اس دعوے کی یا بالفاظ دیگر اس تاویل کی قرآن و حدیث میں کوئی بنیاد ہی نہیں۔

مولانا محمد علی اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام دونوں کے لئے کتب سابقہ میں کچھ پیشین گوئیاں تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق پیشین گوئی ملاکی نبی کی کتاب میں ان الفاظ میں تھی'' دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاس نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔'' (ملاکی ۴،۵)

بظاہر اس پیش گوئی میں الیاس کے آنے کا ذکر ہے اور الیاس کے متعلق یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا اور یہ صرف خیال ہی نہیں تھا۔ بلکہ ان کی کتاب میں یہ الفاظ بھی تھے کہ: ''ایلیاہ بگولے میں ہوا کے آسمان پر جاتا رہا۔'' (۲سلاطین ۱،۱۱)

اب حضرت مسیح نے دعویٰ کیا تو یہودیوں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ہماری پیشین گوئیوں میں لکھا ہے کہ مسیح سے پیشتر ضروری ہے کہ الیاس علیہ السلام آئے۔ چنانچہ شاگردوں نے یہ اعتراض حضرت مسیح علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے جواب دیا'' الیاہ تو آچکا اور انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔'' اس کے بعد لکھا ہے'' تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والی کی بابت کہا۔'' (متی ۱۷،۱۳،۱۲، الوقا ۱)

اور دوسری جگہ اس کی وجہ یوں دی ہے: ''اور ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا۔'' گویا یحییٰ کی آمد ہی الیاس کی دوبارہ آمد تھی۔ اس لئے وہ اس کا مثیل ہو کر آیا۔ مگر یہودی اس تشریح سے مطمئن نہیں ہوئے۔

مثیل مسیح کی حقیقت

اس سے جماعت احمدیہ نتیجہ نکالتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ مثیل عیسیٰ آنا تھا جو آچکا۔ آؤ ذرا اس کی حقیقت کی چھان بین کریں۔ ملاکی نبی کا ذکر انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے چودھویں ایڈیشن کے ص ۲۰۲،۲۰۳،۲۰۷ پر ہے۔ وہ ڈاکٹر ہنری رانس جیسے فاضل کا لکھا ہوا ہے۔ جس کو مذہبی تحریر لکھنے میں خاص مہارت ہے اور وہ ۱۹۲۰ء سے ریجنٹ پارک کالج لندن کا پرنسپل ہے۔

ملاکی کتاب (۴،۶) میں یہ پیشگوئی درج ہے: ''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر ہی ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کرے گا۔ مبادا میں آؤں اور زمین کو ملعون کروں۔''

ملاکی کی کتاب کے یہ آخری الفاظ ہیں۔ ڈاکٹر رانسن صاحب کہتے ہیں کہ یہ حصہ غالباً

کسی نے بعد میں ایزاد کیا ہے۔ گویا عیسائی مؤرخوں کی تحقیق کے مطابق یہ ایک بناوٹی پیشگوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ متی، لوقا اور یوحنا نے اس کے متعلق عجب عجب ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

متی کی ۱۷،۱۰ تا آیت ۱۳ میں یہ درج ہے: ''شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ تو آ چکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والی کی بابت کہا ہے۔

نوٹ: جو انجیل انگریزی، پرانی ہے۔ اس کے ۱۷،۱۱ میں لکھا ہے: (Elijah shall truly frist come) ایلیا سچ مچ پہلے آئے گا۔

مگر ریوائنڈ ایڈیشن میں جو آج لوگ پڑھتے ہیں۔ یوں لکھا ہے: (Elijah indeed come) ایلیا بے شک آتا ہے۔

خیر یہ عیسائیوں کی تحریف ہے (یا درستی ہے) وہ اپنا آپ جانیں۔ میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ متی نے اس میں کہاں تک ٹھوکر کھائی ہے۔ متی کی ۴۶،۵۰۔۶۷ میں ہے: ''اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایلی، ایلی، لما سبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض نے سن کر کہا۔ یہ ایلیا کو پکارتا ہے اور فوراً ان میں سے ایک شخص دوڑا اور سپنج لے کر سرکہ میں ڈبویا اور سرکنڈے پر رکھ کر چسایا مگر باقیوں نے کہا ٹھہر جاؤ۔ دیکھیں تو ایلیاہ اسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔

اور اسی متی کے باب ۱۱ص ۳ ''میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو تو کھتے میں جمع کرے گا۔ مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔''

علاوہ ازیں متی کے باب ۱۳ص ۳ میں لکھا ہے: ''اور دیکھو موسیٰ اور ایلیاہ اس کے ساتھ باتیں کرتے دکھائی دیئے۔'' گویا ایلیاہ بھی خود آ گئے۔

اب متی کے ان چار بیانوں میں سے کس کو صحیح سمجھا جائے؟ لوقا کی کتاب کے باب ۱۰

لغایت ۱۷میں درج ہے: ''کہ خداوند کے مقدس میں جا کر خوشبو جلائے اور لوگوں کی ساری جماعت خوشبو جلاتے وقت باہر دعا کر رہی تھی کہ خداوند کا فرشتہ خوشبو کے مذبح کی دہنی طرف کھڑا ہوا۔ اس کو دکھائی دیا اور زکریا دیکھ کر گھبرا گیا اور اس پر دہشت چھا گئی۔ مگر فرشتے نے اس سے کہا اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی وخری ہوگی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے۔ کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے اور نہ کوئی شراب پئے گا اور اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا اور بہت سے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جوان کا خدا ہے، پھیرے گا اور وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا۔

لوقا کا ابتدائی بیان حضرت یحییٰ کے متعلق قرآن کریم سے کسی قدر ملتا جلتا ہے۔ مگر قرآن اس بات کی تصدیق نہیں کرتا کہ حضرت یحییٰ کا تعلق ایلیاہ (الیاس) سے ہوگا۔

دوسرا آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس بیان میں ملاکی کا نمبر ۴/۵ کا ذکر نہیں ہے مگر ۴/۶ کے کچھ حصے کا ذکر ہے۔ اسی لوقا کے ۱۸۔۳۰/۷ میں ہے:

''اور یوحنا کو اس کے شاگردوں نے ان سب باتوں کی خبر دی اس پر یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ انہوں نے اس کے پاس آ کر کہا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ اسی گھڑی اس نے بہتوں کو بیماریوں اور آفتوں اور بری روحوں سے نجات بخشی اور بہت سے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ہے۔ یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں۔ لنگڑے چلتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کئے جاتے ہیں۔ بہرے سنتے ہیں۔ مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔

جب یوحنا کے قاصد چلے گئے تو یسوع یوحنا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا کہ تم بیابان میں کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ہوا سے ہلتے ہوئے سرکنڈے کو؟ تو پھر کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا مہین کپڑے پہنے ہوئے شخص کو؟ دیکھو جو چمکدار پوشاک پہنے اور عیش وعشرت میں رہتے ہیں وہ بادشاہی محلوں میں ہوتے ہیں۔ تو پھر تم کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ایک نبی؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں

بلکہ نبی سے بڑے کو۔ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے: "دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔"

میں تم سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں۔ لیکن جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے اور سب عام لوگوں نے جب سنا تو انہوں نے اور محصول لینے والوں نے بھی یوحنا کا بپتسمہ لے کر خدا کو راست باز مان لیا۔"

یوحنا نے کچھ اور ہی بتایا ہے ۱۹ التغایت ۱۸/۱:

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا، بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ۔ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔ یوحنا نے جواب دیا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے۔ جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ یہ باتیں یردن کے پار بیت عنیاہ میں واقع ہیں جہاں یوحنا بپتسمہ دیتا تھا۔"

یہی ذکر متی کے ۳/۳ میں ہے۔ گویا حضرت یحییٰ نے خود کسی قسم کا تعلق حضرت ایلیاہ (الیاس) سے نہیں بتایا۔ جب متی، لوقا اور یوحنا کا آپس میں یہ اختلاف ہو اور ملاکی کی پیش گوئی میں کوئی اصلیت بھی نہ ہو تو پھر یہ کہنا کہ چونکہ حضرت مسیح مثیل الیاس تھے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ نہیں آئیں گے۔ بلکہ مثیل عیسیٰ آئیں گے، حقیقت سے بہت دور ہے:

خشت اول چون نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

متی اور لوقا کی بابت تو عیسائی مورخین نے خود لکھ دیا ہے کہ وہ واقعات کو کسی پیش گوئی کے مطابق کرنے کے لئے ان میں کسی قدر تصرف کر لیتے ہیں۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا ج ۱۳ ص ۱۶)

جب حالات یہ ہوں اور (عیسائیوں کی کتابوں میں) قرآنی پیشگوئیوں کو اس لئے بدلا

گیا ہے کہ حضورﷺ کی بعثت کی نسبت ان سے دلیل نہ لی جائے تو ایک ایسی پیش گوئی پر (لوقا کی) جس کی نسبت خود عیسائی یہ کہتے ہوں کہ کسی نے بعد ازاں ایزاد کر دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے متعلق کوئی دور کی حجت پکڑنی قابل پذیرائی نہیں۔

اب چونکہ حضرت الیاس کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ اس واسطے یہاں اس کی توضیح مزید ضروری معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یہودیوں کی کتاب میں درج ہے کہ حضرت الیاس اپنے شاگرد حضرت الیسع کو چھوڑ کر ان کے سامنے ہی بادل میں بیٹھ کر آسمان کی طرف چلے گئے۔ میں نے رفع کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح پر ہے۔ سورۂ مریم میں آیا ہے:

’’واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا ورفعناہ مکانا علیا (۵۷،۵۶)‘‘ ﴿اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو۔ بیشک وہ بڑے سچے اور نبی تھے اور ہم نے اس کو بلند جگہ پہنچا دیا۔﴾

’’رفعناہ مکانا علیا‘‘ کے معنی بعض مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے انہیں زندہ آسمان پر بلا لیا۔ ایک اختلاف اس امر میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کون صاحب تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ یعنی نوح بن ملک بن متوسلح بن حنوک یعنی حنوک یا اخنوخ ان کا نام اور ادریس لقب تھا۔ توراۃ سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ درس میں یہ ہے: ’’اور حنوک کی ساری عمر ۳۶۵ برس ہوئی۔‘‘ س ۲۴ پر ’’اور حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا۔ غائب ہو گیا۔ اس لئے کہ خدا نے اسے لے لیا۔‘‘

دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام آسمان پر ہیں۔ جیسا کہ ترمذیؒ کی جامع اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت انسؓ سے حدیث معراج میں روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے ادریس علیہ السلام کو آسمان پر دیکھا۔ ترمذیؒ کے مطابق یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیوطیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ ادریس علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ سیوطیؒ نے کہا کہ اسناد اس کی حسن ہے۔ گویا حضرت ادریس علیہ السلام بالفاظ دیگر حضرت الیاس علیہ السلام، آسمان پر ہیں جو جائے قرار ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔

میرے خیال میں اس کی تائید قرآن کریم کی سورۂ انعام کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے اور وہ اس طرح ہے: ’’ووھبنالہ اسحق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من

قبل ومن ذریته داؤد و سلیمان ویوسف وموسی وھاورن وکذالك نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلاً فضلنا علی العالمین " ﴿اور اس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب، سب کو ہدایت دی اور نوح علیہ السلام کو ہدایت دی۔ ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔ سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔﴾

نوٹ: یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ۳/۶ والی آیت میں حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ پہلے سبط کا ذکر کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیونکہ وہ صلبی اولاد حضرت یعقوب سے نہ تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں ذریۃ کا لفظ آیا ہے یعنی لڑکی کی اولاد ذریۃ میں شامل ہے۔

جہاں تک میری نظر ہے کسی صاحب تفسیر نے یہ نہیں لکھا کہ ان انبیاء کو اس ترتیب میں کیوں ذکر فرمایا اردو میں تفسیر مواہب الرحمٰن ایک جامع تفسیر ہے۔ اس کے فاضل مصنف نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ واضح ہو کہ یہاں انبیاء علیہم السلام کا ذکر بہ اعتبار زمانہ، ترتیب وار نہیں فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس میں بحث بے فائدہ ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ یہ عاجز اپنے تدبر کا نتیجہ پیش نہ کرے۔

قرآن کریم میں ترتیب الفاظ کئی قسم کی ہے۔ کبھی فضل سے افضل کی طرف۔ کبھی فضل سے افضل کی طرف، کبھی بلحاظ زمانہ، کبھی بلحاظ واقعات وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ میں نے اپنے رسالے گلدستہ معانی میں مثالیں دے کر عرض کیا ہے۔ آیات مبارکہ مندرجہ بالا میں ایک عجیب و غریب ترتیب رکھی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے جوڑا جوڑا کر کے پیغمبروں کا ذکر فرمایا۔ پہلے ذکر فرمایا داؤد اور سلیمان علیہ السلام کا۔ داؤد پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے۔

آگے ذکر ہے حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی نسبت تاریخوں میں ہے کہ ان کو ہر قسم کی تکلیف پہنچی حتیٰ کہ بال بچے بھی ضائع ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیفیں دور فرما دیں اور ان کو پھر اپنی عنایت سے مالا مال کر دیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

"وایوب اذنادیٰ ربہ انّی مسنی الضروانت ارحم الراحمین فاستجبنا لہ فکشفنا مابہ من ضرواتیناہ اہلہ ومثلہم معہم رحمۃ من عندنا وذکر للعابدین (انبیاء: ۸۳)" ﴿اور ایوب کو جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا پھر ہم نے سن لی اس کی فریاد سو دور کر دی جو اس پر تھی تکلیف عطاء کئے اس کو اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ رحمت اپنی طرف سے اور نصیحت ہے بندگی کرنے والوں کو۔﴾

حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا ملک شام اور سینا کے درمیان میں تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حال زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ انہیں ان کے بھائیوں نے گھر سے لے جا کر کنویں میں پھینک دیا۔ جہاں سے قافلے والوں نے انہیں نکالا۔ پھر غلام کی حیثیت سے عزیز مصر کے پاس فروخت ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ پھر قید کر دیئے گئے اور پھر بادشاہ نے انہیں بلا کر خزانوں کا افسر کیا اور پھر عزیز مصر ہوئے اور والدین، بھائی، اور خویش واقارب آ کر ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی تمام حالات میں صابر وشاکر رہے۔

ان دونوں حضرات کو اگرچہ نبوت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرح بادشاہت نہیں ملی۔ مگر بادشاہت سے کم درجے کی امارت سے ضرور بہرہ اندوز ہوئے۔

بعد اس کے ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا۔ ان کے حالات مشہور ہیں۔ اس کے لئے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں حضرات ایک قسم کی غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور مدین میں جا کر نوکری کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آ رہے تھے کہ راستے میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حال تو آپ سن چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت ملتے ہی اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر کر دیا جائے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ دونوں بھائی آخر تکلیفیں اٹھا کر مصر سے اپنی قوم کو نکالنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن فرعون ان کا تعاقب کرتا ہے۔ وہ دونوں بمعہ اپنی قوم کے سمندر سے پار ہو جاتے ہیں اور فرعون غرق ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں حکم ہوا کہ جہاد کرو عمالقہ سے اور ملک شام فتح کر لو۔ مگر قوم نے سنا تو نامردی دکھانے لگے۔ اس تقصیر کی وجہ

سے ۴۰ سال تک جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے رہے۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو شام جانا نصیب نہیں ہوا۔ اگرچہ ان دونوں حضرات کو نبوت اور ایک طرح کی امارت حاصل تھی۔ مگر وہ امارت نہیں تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے ملک میں نصیب ہوئی تھی۔ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی بادشاہت ملنے کا تو ذکر ہی کیا۔ ان آیتوں میں اور بھی کئی قسم کے ارتقاء ہیں جن پر بحث مجھے اپنے موضوع سے دور لے جائے گی۔ اس وقت میں صرف ترتیب کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس کے بعد ذکر ہے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے دعا کی تو ان کو نبوت ملی۔ ان کے مقابلے میں فرعون اور ان کے جرار لشکر کو بحیرہ قلزم میں غرق کر دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں فرزند کی دعا مانگتے تھے۔ اللہ نے یہ دعا قبول کر کے ان کی بانجھ بیوی کو جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، اچھا کر کے ایک بیٹا عطا فرمایا اور نام بھی خود یحییٰ تجویز کرتے ہیں اور نبوت عطا کرتے ہیں۔ مگر اس کی مشیت اور حکمت کو کون جانچے۔ ان کی اپنی قوم یہودی نے باپ بیٹے کو چند الزام لگا کر قتل کر دیا۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور الیاس کا۔ یہ دونوں انبیاء علیہما السلام جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، دشمنوں کے ہاتھوں سے بچا کر آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اس کی حکمتوں کو وہ خود ہی جانے۔ صالحین کے لفظ سے ظاہر کر دیا کہ یہ چاروں نبی ان الزامات سے پاک تھے۔ جو لوگوں نے ان پر لگائے۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت اسماعیل اور الیسع علیہما السلام کا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ بیان کرنے کی بجائے یہاں الگ ذکر کیا۔ کیونکہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو بچپن میں مکہ چھوڑ کر واپس چلے آئے اور بعد ازاں وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری اور تربیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کعبۃ اللہ تعمیر ہوا اور رفتہ رفتہ مکہ شریف آباد ہوا۔ حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور انہوں نے ان کے زیر سایہ تربیت پائی۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تو حضرت الیسع علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے اور بڑے بڑے کارنامے کئے اور معجزے دکھائے۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا۔ ان کی بابت اتنا کچھ لکھ دینا کافی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو لاکھ سمجھایا مگر وہ راست پر نہ آئی۔

آخر انہوں نے بددعا کی اور خود بستی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو بستی والوں نے نہایت لجاجت اور عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور وہ عذاب ان سے ٹل گیا۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تادم آخر برے سے برے کاموں میں مشغول رہی۔ یہاں تک کہ جب فرشتے لڑکوں کی شکل میں ان کی بستی میں نمودار ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر ٹھہرے تو انہوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ کا پیغام پہنچایا کہ راتوں رات تم اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جاؤ۔ اس لئے کہ صبح ہوتے ہی ان پر عذاب نازل ہوگا اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری عورت عذاب میں گرفتار ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بستی الٹ دی گئی اور مجرموں کو اپنی سزا ملی۔ دیکھا ترتیب الفاظ قرآنی کیا کیا معنی اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب میں نفس مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یعنی قرآن کریم اس امر کی تائید کرتا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں آسمان پر اٹھالئے گئے۔

انہی وجوہات سے میں کہتا ہوں کہ ’’خیر الماکرین ‘‘ کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ جیسے حضورﷺ کو دشمنوں کے ارادۂ قتل سے بچالیا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی گزند کے سولی دیئے جانے سے بچالیا۔ قرآن کریم کے الفاظ اتنے پرمغز اور پرمعنی ہوتے ہیں کہ ان کی خوبی دیکھ کر انسان پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے بشرطیکہ انسان ان کی تاویل کرنا نہ شروع کر دے۔ دیکھئے حضورﷺ کی ہجرت کا ذکر دوسری جگہ ان الفاظ میں آیا ہے:

’’ان لاتنصروه فقد نصره الله اذاخرجه الذین کفروا ثانی اثنین انهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمته الذین کفروا السفلی وکلمة الله هی العلیاء والله عزیز الحکیم ‘‘ ﴿اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے، وہ دوسرا تھا دو میں کا، جب وہ دونوں تھے غار میں، جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے کر دکھائی بات کافروں کی اور اللہ ہی کا ہمیشہ بول بالا ہے اور زبردست حکمت والا۔﴾

اس موقع پر گویا حضورﷺ کی حفاظت فرشتوں سے کرائی جانے کا ذکر کیا اور اپنی تعریف ’’عزیز حکیم ‘‘ سے فرمائی۔ یہی الفاظ یعنی ’’عزیز حکیم ‘‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے رفع کے واقع کے متعلق استعمال فرمائے۔ جیسا کہ سورۂ النساء میں فرمایا: ’’ وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما (۱۵۷، ۱۵۸) ‘‘ ﴿اور اس کو قتل نہیں کیا ، بیشک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔﴾

یہ خیال کرنا...... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں زخمی ہوگئے تھے۔ وہ چپکے سے کسی طرف نکل آئے۔ کسی طرح درست نہیں۔ اول تو یہ کس طرح مان لیا جائے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو آج تک پتہ نہ چلا اور قرآن کریم میں بھی ان کے اس طرح سے چلے جانے کا ذکر نہ ہوا۔

دوسرا یہ خیال آیت ’’خیر الماکرین ‘‘ کے خلاف ہے۔ تیسرا یہ خیال آیت ’’ وجیهاً فی الدنیا والاخرة ‘‘ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ ذلت ورسوائی کیا ہوسکتی ہے۔

بہتر ہوگا کہ اس موقع پر ’’ وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته (نساء: ۱۵۹) ‘‘ کے متعلق بھی کچھ لکھا جائے۔ اس کے متعلق میں رسالہ شہادت القرآن حصہ دوم مصنف مولانا حاجی محمد ابراہیم فاضل سیالکوٹی سے اقتباس درج کرتا ہوں:

’’ہم شرح وبسط کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ نون تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) مضارع کو استقبال کے لئے خاص کر دیتا ہے اور نیز یہ کہ ’’ليؤمنن بــه ‘‘ میں لام قسم کا ہے۔ جس کا ہونا استقبال خبری پر نون تاکید داخل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ پس آیت ’’ وان مــن اهــل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹) ‘‘ کا لفظی ترجمہ یہ ہوا ﴿کہ نہیں ہوگا اہل کتاب سے کوئی مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ عیسیٰ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ کے۔﴾

اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لے آدیں گے۔ پس چونکہ ابھی تک اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا اتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آنے کے بارے میں نہیں پایا گیا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اہل کتاب کے ایمان اتفاق کے بعد ہوتی ہے اور جب اب تک وہ ایمان میں متفق نہیں ہوئے تو آپ کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔

اس آیت کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں۔ محاورہ زبان عرب اور قواعد نحو اور محاورہ کتب وسنت کی رو سے یہی ایک صحیح ہے اور اس کے سوائے جس قدر احتمالات ہیں۔ وہ سب غلط

ہیں اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بناء پر "لیؤمنن" کا لفظ خاص استقبال کے لئے باقی نہیں رہتا۔

اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ میں کوئی نہ ہوگا۔ مگر وہ ضروری ایمان لائے گا۔ عیسیٰ پر اپنی موت سے پہلے جبکہ ملائکہ موت کو معائنہ کرے گا۔ لیکن ان معنوں پر کئی ایک اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا کیا حال جو اس آیت کے نزول سے پہلے مر چکے تھے۔ دوسرا یہ کیوں تسلیم کر لیا جائے کہ یہود و نصاریٰ کے لئے مرتے وقت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

تیسرا بہت سے اہل کتاب ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی صدمہ ناگہانی سے یا سوتے سوتے مر جاتے ہیں۔ واقعہ کوئٹہ کی تازہ مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایسی صورت میں یہ آیت کس طرح ان پر صادق آسکتی ہے؟۔

چوتھا اسی آیت سے پہلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور مصلوب ہونے کا انکار کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ان کو خداوند کریم نے اٹھا لیا لہذا وہ زندہ ہیں اور ان پر کسی نہ کسی وقت موت وارد ہونی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت کے قریب زمین پر اتارے جائیں گے جبکہ ان کی موت واقع ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ "قبل موته" کے معنی یہ کئے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اہل کتاب ان پر ضرور ایمان لائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ زمین پر دوبارہ تشریف فرما ہوں گے۔

اور الفاظ "ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا" کو اگر الفاظ "وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم (المائدہ:)" کو ملا کر پڑھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ شہادت ان کے ایمان پر ہوگی اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ ان میں موجود ہوں اور یہ ایسا ہوگا جب وہ دوبارہ تشریف فرما ہوں گے۔ اس لئے زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

آیت "متوفیك ورافعك" پر غور کرنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم دیکھیں کہ اب تک ہم کس نتیجہ پر پہنچے ہیں:

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخ روح القدس سے بلا باپ پیدا ہوئے۔

۲...... ان سے معجزات مثلاً مردوں کا زندہ ہونا وغیرہ صادر ہوئے۔

۳...... یہ امور سنت اللہ کے خلاف نہیں۔

۴...... یہ امور اللہ تعالیٰ کی قدرت لامتناہی سے وقوع پذیر ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا ''کن'' کہنا ہی کافی ہوتا ہے۔

۵...... (الف) آیت ''وماقتلوه وما صلبوه بل رفعه الله اليه (نساء:۱۵۷)'' کے الفاظ ظاہر کررہے ہیں کہ ان کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی دی گئی۔ نیز یہ کہ انہیں مصلوب ماننا آیت ''وجيهاً فی الدينا والاخرة'' کے خلاف ہے۔

ب...... یہاں پر ''رفع'' کے معنی درجات کرنا تاویل بعید ہے اور منشائے قرآن کے خلاف ہے۔

ج...... اس کے بعد کی آیت ''وان من اهل الكتاب ليؤمنن به قبل موته (۱۵۹)'' اس بات کی تائید کررہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس واسطے ''رفع'' کی تائید مزید ہوتی ہے۔

د...... ''رفع'' بحالت حیات (رفع بالجسد) کی تائید آیت ''ماالمسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل (مائده:۷۵)'' سے ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت بھی ان کی موت کے خلاف ہے۔

ر...... اس کی مزید تائید آیت ''لن يستنكف المسيح ان يكون عبدا لله ولا الملئكة المقربون'' سے ہوتی ہے۔

ز...... آیت ''ومكروا ومكرالله والله خيرالماكرين (نساء:۱۷۲)'' بھی ظاہر کر رہی ہے کہ دشمن کسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قابو نہ پاسکے۔

س...... آیات ''يكلم الناس فے المهد وكهلا (آل عمران:٤٥)'' اور ''قل فمن يملك من الله شيئا ان ارادان يهلك مسيح ابن مريم وامه ومن في الارض جميعا (آل عمران:٤٦)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات فی السماء پر دلالت کرتی ہیں۔

۶...... رفع بقید حیات کوئی ایسا امر نہیں جس پر خدا کو قادر مطلق جانتے ہوئے یقین نہ کیا جائے کیونکہ:

الف...... یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ بمع جسد اطہر معراج شریف کی رات آسمانوں پر تشریف فرما ہوئے۔

ب...... حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمان پر بقید حیات جانا تورات سے ثابت ہے۔

ج...... آسمانوں میں بھی ایسی آبادی ہے جیسی دنیا میں۔

د...... حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر آنا بھی اس کی مزید تائید کرتا ہے۔

ر...... حیات کے متعلق جو آیات پیش کی جاچکی ہیں۔اس کی مزید تائید کرتی ہیں۔

۷...... جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے گئے لیکن مرے نہیں تھے اور وہ غیر ملکوں میں چلے گئے۔ان کے پاس اس کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔اس کے متعلق آیات بھی بیان ہو چکی ہیں۔

۸...... آیت ''یعلمهم الکتاب والحکمة '' ظاہر کر رہی ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن پورا نہیں ہوا۔وہ تب ہی ہوگا جب وہ نزول فرما کر اسلام کا احیاء ثانیہ کریں گے۔

۹...... جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان باتوں کے ماننے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضورﷺ پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔کیونکہ قرآن کریم نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

۱۰...... مثیل مسیح کے آنے کی کہانی بے بنیاد ہے اور یہی نہیں بلکہ جس پیشگوئی پر اس کا انحصار ہے وہ محققین کے نزدیک ملاکی پیغمبر کی نہیں۔بلکہ بعد میں کسی نے ایزادکی ہے۔

۱۱...... ان کی الوہیت کی ہر طرح سے تردید کی گئی۔اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں تو قرآن نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ وہ مر چکے ہیں اس لئے خدا نہیں۔

۱۲...... وہ علم الساعۃ (نشانی قیامت) اسی طرح ہو سکتے ہیں کہ دوبارہ آئیں۔

اگر ان امور پر پورے طور پر تسلی ہو جائے تو پھر ''متوفیك ''اور'' ورافعك '' کے معنی کرنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔دقت اس لئے پیدا ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمام آیات پر ایک وقت میں غور نہیں کیا گیا۔اس لئے صحابہ کے بعد متوفیک کے معنی کرنے میں کسی قدر اختلاف پیدا ہوا۔اپنا نظریہ پیش کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متوفیک کے متعلق جو کچھ تفاسیر میں آیا ہے۔اسے یہاں پر کسی قدر نقل کیا جائے۔چونکہ تفسیر مواہب الرحمٰن میں تقریباً سب اقوال نقل کئے گئے ہیں۔اس لئے اس کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:

واضح ہو کہ حدیث بخاری و مسلم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر صریح وارد ہوا ہے اور مضمون وہی ہے جو مفسر جلالی نے ذکر کیا اور بغوی نے بھی اپنی اسناد سے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور اکثر طرق سے مروی ہے اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث میں ۴۰ برس زندہ رہنا پھر مرنا اور مسلمانوں کا ان پر نماز جنازہ پڑھنا مروی ہے اور امام احمدؒ نے اس کو باسند صحیح حضرت ابوہریرہؓ

سے روایت کیا۔ ''کماذکرہ ابن حجر فی الاصابۃ''

اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ'' راجع بجانب عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جیسا کہ تفسیر میں انشاءاللہ آئے گا اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ وہ آسمان سے دنیا میں قبل روز قیامت کے نازل ہوں گے۔ پس سب مسلمان ہوں گے کیونکہ وہ جزیہ اٹھادیں گے اور سوائے اسلام کے کچھ قبول نہیں کریں گے اور حسن بصریؒ نے مرسلاً روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس ان وجوہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہ اللہ نے قولہ تعالیٰ ''انی متوفیک'' میں تاویل کی۔ کیونکہ صحیح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بدون وفات دنیا سے اٹھالیا جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسے ترجیح دی ہے اور اس کو ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا ہے۔ بنظر دلائل مذکورہ بالا کے اور کہا کہ توفی ان کی یہی اٹھالینا ہے۔ پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دن چڑھے کی تین گھڑی ان کو موت دی پھر اٹھالیا اور ابن اسحاق نے کہا کہ نصاریٰ زعم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی اور ادریس نے وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دے کر پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ یہ سب روایات نصرانیوں سے ہیں اوان پر اعتماد نہیں۔

صحیح یہی ہے کہ بدون موت کے اٹھالئے گئے۔ اب آیت میں تاویل بیان کرنی چاہئے۔ پس قتادہ وغیرہ نے کہا اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی ''انی رافعک الی ومتوفیک'' پہلے اٹھالیا ہے۔ پھر قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہوگی۔

اور ابوالبقا عبداللہ بن حسین عکبری نے کہا کہ ''واؤ'' تو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہے۔ اس میں کوئی ترتیب کے معنی ملحوظ نہیں ہوتے۔ تو کچھ اس کی حاجت نہیں رہتی کہ تقدیم وتاخیر کہی جاوے۔ بلکہ جیسی نظم موجود ہے۔ اس کے بھی یہی معنی ہوسکتے ہیں۔ ذکرہ فی اعراب القرآن

پس بخاری میں جو علی ابن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہے کہ متوفیک بمعنی ممیتک ہے ''اے میں تجھے موت دینے والا ہوں'' اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ تیری موت کے وقت پر بعد نزول من السماء موت دوں گا اور اب تجھے اٹھائے لیتا ہوں۔

اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا میں مر کر پھر اٹھالئے گئے۔ پھر آخر زمانے میں چالیس برس بعد رہیں گے اور دفن ہوں گے اور اگر کہا جائے کہ حدیث مسلم میں تو سات ہی برس ٹھہرنا مذکور ہے تو جواب یہ ہے کہ ٹھہرنا کسی خاص حال پر مذکور ہے نہ آن کر ان کی

زندگی اس قدر ہوگی۔ کیونکہ اس پر نص نہیں۔

اور مسطر الوراق سے روایت ہے کہ ''انی متوفیك '' اے دنیا میں تجھے وفات دوں گا اور وہ وفات موت نہیں۔ اور ربیع بن انس نے حسنؓ سے روایت کی کہ ''انی متوفیك '' یعنی خواب کی موت دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں اٹھالیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک وفات سے یہاں یہی نوم وخواب مراد ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ھو الذی یتوفاکم باللیل (انعام:۶۰)'' ﴿یعنی وہی ہے جو رات کو تمہیں وفات دیتا ہے۔﴾ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (زمر:۴۲)'' اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ رات میں جب تہجد واسطے خواب سے اٹھتے تو یوں فرماتے: ''الحمد للہ الذی احیانا بعدما اماتنا'' ﴿یعنی سب ثنا اور صفت پاکیزہ اسی اللہ پاک کو ہے جس نے ہم کو موت دے کر پھر جلایا﴾ اور خواب کو موت کہنا بہت شائع ہے۔ یا ''توفی'' بمعنی قبض لیا جائے۔ ماخوذ از ''توفیت مالی'' میں نے اپنا مال قبض کیا۔

اور اسی کو کشاف کی مانند مفسر بیضاویؒ نے اختیار کیا ہے اور چونکہ قبض کر لینا دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک بموجب اور دوم برفع۔ تو مفسر نے ''قابضك من الدنیا من غیر موت'' سے مراد ظاہر کر دی کہ اٹھا لینے کے ساتھ قبض کر لینا مراد ہے۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ متقدمین کی تفاسیر کا لب لباب یہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر گئے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں ایک نقشہ آیات توفی مع بیان قرینہ درج کیا ہے اور جس نتیجہ پر آپ پہنچے ہیں وہ حسب ذیل ہے:

''توفی'' کا اصل مادہ وفا ہے اور اس کے اصلی اور وضعی معنی ''اخذ شیٔ وافیاً'' یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا اور رفع یعنی اوپر کو اٹھا لینا اور نیند اور موت اور وصول قرض سب اس کے انواع ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ مختلف انواع سے ایک نوع معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔ پس جہاں توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہوگا۔ اس جگہ توفی سے مراد موت ہوگی اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہوں گے وہاں نیند مراد ہوگی، جیسے:

''قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم (الم سجدۃ:۱۱)'' ﴿یعنی اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ تم کو ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پورا پورا پکڑ لے گا۔﴾

اور نیز آیت: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا

(زمر:۴۲) ”﴿اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ان کو ان کی نیند میں (قبض کرتا ہے)﴾ اور نیز آیت:

”وھو الذی یتوفکم باللیل (انعام:۶۰)“ ﴿اللہ تم کو رات کے وقت قبض کر لیتا ہے۔﴾ اور نیز شعر:

فلما توفاہ رسول الکری

﴿اور جب اس کو نیند کے ایلچی نے پورا پورا پکڑ لیا۔﴾

ان مثالوں میں ملک الموت اور موت، توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔ اور ”منام، لیل، کری“ اس سے نیند مراد لینے کے۔ اسی طرح آیت مذکورہ زیر بحث میں اگر توفی کے متصل موت کا ذکر ہے تو اس سے مراد موت ہوگی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہوگی۔ اگر رفع یعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے تو اس سے مراد رفع ہوگی۔ یعنی اوپر کو اٹھا لینا۔ پس چونکہ اس آیت توفی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہٰذا اس جگہ توفی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی۔

مولانا نے اپنی طرف سے آیت مذکورہ بالا کی نہایت عمدہ توجیہ کی ہے۔ عربی دان طبقہ ضرور اس کی قدر کرے گا۔ قادیانی صاحبان اس ”متوفیك“ کے معنی صرف یہ لیتے ہیں کہ ”میں تجھ کو موت دوں گا“ لیکن ان کے خیال میں کشمیر جانے کے بعد ان کی موت واقع ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی متوفیک کے معنی ممیتک کے کئے ہیں۔ یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ لیکن ان کے قول کے مطابق یہ موت نزول من السماء کے بعد واقع ہوگی۔ میری ذاتی رائے بھی یہی ہے کہ یہی اس کے معنی صحیح ہیں۔ لیکن اس کے سمجھنے میں تھوڑی سی غلطی ہوئی ہے اور وہ غلطی ترتیب الفاظ کے متعلق ہے۔ میں نے اپنے رسالے گلدستہ معانی میں بیان کیا ہے کہ قرآن میں ترتیب الفاظ کئی قسم کی ہے اور مختلف وجوہات پر مبنی ہوتی ہے (مثالیں وہاں دیکھ لی جائیں) یہاں بھی ترتیب الفاظ ہے اور وہ اس طرح ہے:

”مطھرك من الذین کفروا ورافعك الیّ ومتوفیك (آل عمران:۵۵)“

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ میں تم کو یہودیوں کی گرفت سے بچاؤں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور اس کے بعد موت دوں گا۔ متوفیک اس لئے پہلے آیا کہ یہودیوں کا منشاء ان کے قتل یا سولی دینے کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے بچانا تھا کہ وہ تجھ کو مارنے پر قادر نہ ہوں گے۔ بلکہ میں خود موت دوں گا جب مناسب ہوگی۔

دوسرے اس لئے متوفیک پہلے لایا گیا کہ جیسا کہ میں نے مسیح کے ارتقاء کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ الوہیت کے عقیدے کو رد کرنے کے لئے (موت کے ذکر کو) مقدم کہا اور لفظ ''جاعل الذین اتبعوك'' کو سب سے آخر اس لئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے رفع بعد ان کے پیروؤں کو یہودیوں پر غلبہ دینے والا تھا اور دیا۔

بخاری و مسلم نے روایت کی کہ یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے، ہمارے نبی محمد ﷺ کی شریعت کے موافق (الکتاب والحکمتہ) لوگوں میں حکم کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور صلیب جسے نصرانی پوجتے ہیں، اسے توڑ ڈالیں گے اور جزیہ اٹھادیں گے۔ یعنی بجز ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قبول نہیں کریں گے۔

جو ترتیب میں نے اوپر بیان کی ہے وہ مطابق ہے قول حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہ کے۔ میں نے صرف پوری ترتیب الفاظ بیان کر دی ہے۔ بعض لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیوں آنحضرت ﷺ کا دنیا میں وصال کر دیا اور وہ مدفون ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے گئے۔ جس سے ان کی فوقیت پائی جاتی ہے۔

فوقیت پر تو بحث ہو چکی ہے اور آئندہ بھی لکھوں گا۔ مگر سوال کا دوسرا حصہ متعلق مشیت ایزدی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ انسان کو کیوں گناہ کرنے کے قابل بنایا اور شیطان کے بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن ایک جواب تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی فوقیت ہے۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی نسبت خوشخبری دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ رکھا تاکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر خاتم النبیین کے بطور ایک امتی کے مصدق بنیں۔

دوسرا قیامت جیسے ہولناک واقع کے ہونے سے پہلے ممکن ہے کہ منشاء الٰہی یہ ہو کہ دنیا پر ظاہر کر دیا جائے کہ جو رب العالمین ایک شخص کو اتنی مدت تک آسمانوں پر زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہ ضرور اس امر پر قادر ہے کہ انسان جب مردہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو وہ اسے دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا تاکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء یا سزا پائے۔ اگر آج دنیا کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین ہو جائے تو دنیا کا نقشہ فوراً بدل جائے اور ایمان کامل کا درجہ آج سب کو مل جائے۔ میرے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی وجہ سے ''علم للساعة'' کہا ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری

میں نے اوپر لکھا تھا کہ سورۂ آل عمران میں جن آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں دو قسم کا ارتقاء ہے۔ ایک تو لفظ مسیح کا جو بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے پیغمبر ہونے کی حیثیت سے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر چہ ہر ایک پیغمبر کے حالات بیان کرنے میں قرآن کریم میں ارتقاء ہے۔ مگر ساتھ ہی ایسی خوبی سے حضور ﷺ کے متعلق ارتقاء اور ان کی فضیلت بیان کی جاتی ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ لہٰذا تھوڑا تھوڑا ذکر اس امر کا بھی ہوتا جائے گا۔ تا کہ قارئین کرام خود اس نتیجہ پر پہنچیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مذکورہ بالا آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یوں آیا ہے: "رسولا الی بنی اسرائیل...... و مصدقالما بین یدیی من التوراۃ ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم وجئتکم بایۃ من ربکم فاتقوا اللہ و اطیعون ۰ ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم (آل عمران: ۵۰، ۵۱) " ﴿وہ رسول تھے بنی اسرائیل کی طرف ...... اور انہوں نے کہا میں مصدق ہوں ان چیزوں کا جن کا تورات میں ذکر ہے اور اس واسطے کہ حلال کروں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ سنو! اور تمہارے پروردگار کی طرف سے (اپنی نبوت کی) نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہنا مانو اللہ رب ہے میرا اور تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہی راہ مستقیم ہے۔﴾

اس کے بعد سورۂ آل عمران میں یوں آیا ہے: "قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحق ویعقوب والا سباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ومن یبتغ غیر الاسلام دیناء فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین" ﴿(اے رسول ان لوگوں سے) کہہ دو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر نازل ہوئی اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوئے اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو جو (کتاب) ان کے پروردگار کی طرف سے عنایت ہوئیں (سب پر ایمان لائے) ہم تو ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور اس کے علاوہ اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں سخت گھاٹے میں رہے گا۔﴾

اس میں بتایا ہے کہ خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ اترا وہ ایسی تعلیم تھی جو دوسرے پیغمبروں کو ملی تھی اور جبکہ خدا کا دین اپنی مکمل صورت میں آن پہنچا تو مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ سورۃ النساء میں اس طرح آیا ہے: "انا اوحینا الیک کما

اوحینـاالی نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق و یعقوب والا سباط وعیسیٰ وایوب ویونس و ھارون وسلیمان واتینا داؤد زبورا ۰ ورسلا قد قصصناھم علیك من قبل ورسلا لم نقصصھم علیك، وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما،رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل،وکان اللہ عزیزا حکیما''

﴿(اے رسول) ہم نے تمہارے پاس (بھی) تو اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور جس طرح ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق و یعقوب و اولاد یعقوب و عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی اور (تم کو بھی ویسا ہی رسول مقرر کیا جس طرح کہ) اور بہت سے رسول (بھیجے) جن کا حال ہم نے تم سے پہلے ہی بیان کر دیا اور بہت سے (ایسے) رسول (بھیجے) جن کا حال تم کو بیان نہیں کیا اور خدا نے موسیٰ سے (بہت سی) باتیں بھی کیں اور (ہم نے نیکوں کو بہشت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب سے) ڈرانے والے پیغمبر (بھیجے) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے اور خدا تو بڑا زبردست حکیم ہے۔﴾

ان آیات میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسی طرح وحی آئی جیسے دوسرے اولوالعزم پیغمبروں پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی خوشخبری دینے والے اور ڈرسنانے والے تھے۔ جیسے دوسرے پیغمبر۔

اس آیت سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ جو علم میں پختہ ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان پر جو تم پر اترا اور جو تم سے پہلوں پر اترا لیکن اس کے بعد فرمایا ہے: ''لـکـن اللہ یشھد بماانزل الیك انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشھدون وکفٰی باللہ شھیداً (نساء:۱۶۹)'' ﴿لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ، اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا۔﴾

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقاء فضیلت حضور کو کس خوبی سے ادا کر دیا۔

سورۂ مائدہ میں اس طرح آیا ہے: ''وقـفینا علی اثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بیـن یـدیـہ من التوراۃ واتینہ الانجیل فیہ ھدی ونورو مصدقا لّمابین یدیہ مـن التـورلـۃ وھـدی و موعظۃ للمتقین ۰ والیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیـہ ومـن لـم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الفاسقون ۰ و انزلنا الیك الکتاب

بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتاب ومهیمنا علیه فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم عما جاءك من الحق لكل جعلنا منكم شرعة و منهاجا، ولوشاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم فی ماآتکم فاستبقوا الخیرات الی الله مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیه تختلفون"

﴿اور ہم نے انہیں پیغمبروں کے قدم بقدم مریم کے بیٹے عیسیٰ کو چلایا اور وہ اس کتاب توریت کی بھی تصدیق کرتے تھے۔ جو ان کے سامنے (پہلے سے) موجود تھی اور ہم نے ان کو انجیل بھی عطاء کی جس میں (لوگوں کے لئے ہر طرح کی ہدایت تھی اور نور ایمان) اور وہ اس کتاب توریت کی جو وقت نزول انجیل (پہلے سے) موجود تھی تصدیق کرنے والی اور پرہیز گاروں کی ہدایت و نصیحت تھی اور انجیل والوں (نصاریٰ) کو جو کچھ خدا نے (اس میں) نازل کیا ہے۔ اس کے مطابق حکم کرنا چاہئے اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے موافق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں اور (اے رسول) ہم نے تم پر بھی برحق کتاب نازل کی کہ جو کتاب (اس سے پہلے سے) اس کے وقت میں موجود ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی نگہبان (بھی) ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر نازل کیا ہے۔ اس کے مطابق تم بھی حکم دو اور جو حق بات خدا کی طرف سے آ چکی ہے۔ اس سے کترا کے ان لوگوں کی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے واسطے (حسب مصلحت وقت) ایک ایک شریعت اور خاص طریقہ مقرر کر دیا اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کے سب کو ایک ہی (شریعت کی) امت بنا دیتا مگر (مختلف شریعتوں سے) خدا کا مقصود یہ تھا کہ وہ جو کچھ تمہیں دیتا ہے اس میں تمہارا امتحان لے۔ بس تم نیکیوں میں لپک کر آگے بڑھ جاؤ اور (یقین مانو کہ) تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تب (اس وقت) جن باتوں میں تم اختلاف کرتے وہ تمہیں بتا دے گا۔﴾

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ ارتقاء ہے کہ وہ نہ صرف پیغمبر ہی تھے اور تورات کے مصدق تھے۔ بلکہ ان کو انجیل ملی جس میں ہدایت و روشنی تھی اور وہ تصدیق کرتی تھی اپنے سے پہلی کتابوں کی اور راہ بتلانے والی اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کے لئے۔ لیکن اگلی آیت میں فرمایا کہ قرآن کریم تمام پہلی کتابوں کا محافظ اور امین ہے۔ یہ بڑی فضیلت ہے۔

آگے سورۂ مائدہ میں یوں آیا ہے: "لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذالك بما عصواوکانو یعتدون ۰ کانو الا یتنا هون عن منکر فعلوه لبئس ماکانوا یفعلون ۰ تری کثیرا منهم یتولون الذین

کفروا لبئس ماقدمت لهم انفسهم ان سخط الله علیهم وفی العذاب هم خالدون ۰ ولوکانوا یؤمنون بالله والنبی وما انزل الیه مااتخذ وهم اولیاء ولکن کثیرا منهم فاسقون ۰ لتجدن اشد الناس عداوة للذین امنو الیهود والذین اشرکو اولتجدن اقربهم مودةً للذین آمنو الذین قالوانا نصریٰ ذلک بان منهم قسیسین ورهبانا وانهم لا یستکبرون ۰ واذاسمعوا ماانزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع ممّا عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشهدین ۰ ومالنا لا نؤمن بالله وما جاء نامن الحق و نطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین"

﴿جو لوگ کافر تھے ان پر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی یہ (لعنت ان پر پڑی تو صرف) اس وجہ سے کہ (ایک تو) ان لوگوں نے نافرمانی کی اور (پھر ہر معاملے میں) حد سے بڑھ جاتے تھے اور کسی برے کام سے جس کو ان لوگوں نے کیا، باز نہ آتے تھے (بلکہ اس کے باوجود نصیحت، اڑے رہتے تھے) جو کام یہ لوگ کرتے تھے کیا ہی برا تھا (اے رسول) تم ان (یہودیوں) میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں۔ جو سامان پہلے سے ان لوگوں نے خود اپنے واسطے درست کیا ہے کس قدر برا ہے (جس کا نتیجہ یہ ہے) کہ (دنیا میں بھی) خدا ان پر غضبناک ہوا اور (آخرت میں بھی) ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے اور اگر یہ لوگ خدا اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے ایمان رکھتے تو ہرگز (ان کو) (اپنا) دوست نہ بناتے مگر ان میں سے بہتیرے تو بدچلن ہیں (اے رسول) تم ایمان لانے والوں کا دشمن سب سے بڑھ کر یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ایمان داروں کا دوستی میں سب سے بڑھ کر قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان (نصاریٰ) میں سے یقینی بہت سے عالم اور عابد ہیں اور اس سبب سے (بھی) کہ یہ لوگ ہرگز شیخی نہیں کرتے اور تو دیکھتا ہے کہ جب یہ لوگ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو ہمارے رسول پر نازل کیا گیا ہے، تو ان کی آنکھوں سے بے ساختہ (چھلک کر) آنسو جاری ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے (امر) حق کو پہچان لیا ہے (اور) عرض کرتے ہیں کہ اے میرے پالنے والے ہم تو ایمان لا چکے تو (رسول کی) تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہمیں بھی لکھ رکھ اور ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم خدا اور جو حق بات ہمارے پاس آ چکی ہے، اس پر تو ایمان نہ لائیں اور (پھر) خدا سے یہ امید رکھیں کہ وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمیں (بہشت) میں پہنچا ہی دے گا۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اس سے پہلے حضرت داؤدان پر لعنت کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود حضور ﷺ پر بھی ایمان نہیں لائے۔

ارتقاء یہ ہے کہ ان کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ ماننے والے ملعون ہوئے اور جو ایمان لائے انہوں نے ہدایت پائی اور وہ بالآخر حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ دیکھئے قرآن کریم اور رسالت حضور کو صحف اور رسل پر اللہ نے کیسی واضح فضیلت عطا فرمائی۔

آگے سورہ المائدہ میں یوں آیا ہے: ''واتقوالله ، واسمعو الله لا يهدى القوم الفاسقين ، ويوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم ، قالوالا علم لنا ، انك انت علاّم الغيوب ، اذقال الله ياعيسى ابن مريم اذكر نعمتى عليك وعلىٰ والدتك اذايدتك بروح القدس تكلم الناس فى المهد وكهلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذنى فتنفخ فيها فتكون طيرا باذنى وتبرئ الاكمه والابرص باذنى واذ تخرج الموتىٰ باذنى واذكففت بنى اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الاسحر مبين ، واذ اوحيت الى الحواريين ان امنوا بى وبرسولى قالوا امنا واشهد باننا مسلمون ، اذ قال الحواريون يعيسى ابن مريم هل يستطيع ربك ان ينزرل علينا مائدة من السماء ، قال اتقو الله ان كنتم مؤمنين ، قالوا نريد ان ناكل منها وتطمئن قلوبنا ان قدصدقتنا ونكون عليها من الشاهدين ، قال عيسىٰ ابن مريم اللهم ربنا انزل عليناماثدة من السماء تكون لنا عيدا لاولنا وآخرنا واية منك وارز قنا وانت خير الرا زقين ، قال الله انى منزلها عليكم فمن يكفر بعد منكم فانى اعذبه عذابا لا اعذبه احد من العالمين ، واذ قال الله ياعيسىٰ ابن مريم ، انت قلت للناس اتخذونى وامى الهين من دون الله ، قال سبحانك مايكون لى ان اقول ماليس لى بحق ، ان كنت قلته فقد علمته ، تعلم ما فى نفسى ولا اعلم مافى نفسك ، انك انث علاّم الغيوب ، ماقلت لهمالا ماامرتنى به ان اعبدوالله ربى وربكم وكنت عليهم شهدا ما دمت فيهم فلما توفيتينى كنت انت الرقيب عليهم انت على كل شى شهيدا ، ان تعذبهم فانهم عبادك ان تغفرلهم فانك انت العزيزالحكيم ، قال الله هذايوم ينفع الصادقين صدقهم لهم جنت تجرى من

تحتها الانهار خلدين فيها ابدا ۰ رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه ۰ ذالك الفوز العظیم ۰ للّٰه ملك السموات والارض وما فیهن ۰ وهو علی کل شی قدیر "

﴿خدا سے ڈرو اور سن لو اور خدا بد چلن لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا اس وقت کو یاد کرو جس دن اللہ (اپنے) پیغمبروں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمہیں (تمہاری امت کی طرف سے تبلیغ احکام کا) کیا جواب دیا گیا۔ تو عرض کریں گے کہ ہم تو (چند ظاہری باتوں کے سوا) کچھ نہیں جانتے تو تو بڑا غیب دان ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب خدا فرمائے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ ہم نے جو احسانات تم پر اور تمہاری ماں پر کیے انہیں یاد کرو جب ہم نے روح القدس (جبرئیل) سے تمہاری تائید کی کہ تم جھولے میں (پڑے پڑے) اور ادھیڑ ہو کر (یکساں) باتیں کرنے لگے اور جب ہم نے تمہیں لکھنا اور عقل و دانائی کی باتیں اور توریت و انجیل (یہ سب چیزیں) سکھائیں اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے چڑیا کی مورت بناتے پھر اس پر کچھ دم کر دیتے تو وہ میرے حکم سے (سچ مچ) چڑیا بن جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔ اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جس وقت تم بنی اسرائیل کے پاس معجزے لے کر آئے اور اس وقت میں نے ان کو تم (پر دست درازی کرنے) سے روکا تو ان میں سے بعض کفار کہنے لگے یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ تو عرض کرنے لگے، ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہنا کہ ہم تیرے فرمانبردار بندے ہیں (وہ وقت یاد کرو) جب حواریوں نے (عیسیٰ سے) عرض کی کہ اے مریم کے بیٹے کیا آپ کا خدا اس پر قادر ہے کہ ہم پر آسمان سے (نعمت کا) ایک خوان نازل فرمائے۔ عیسیٰ نے کہا اگر تم سچے ایمان دار ہو تو خدا سے ڈرو۔ (ایسی فرمائش جس میں امتحان معلوم ہو نہ کرو) وہ عرض کرنے لگے ہم تو (فقط) یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے (تبرکا) کچھ کھائیں اور ہمارے دل کو (آپ کی رسالت کا پورا پورا) اطمینان ہو جائے اور یقین کر لیں کہ آپ نے ہم سے (جو کچھ کہا تھا) سچ فرمایا تھا اور ہم لوگ اس پر گواہ رہیں۔ (تب) مریم کے بیٹے عیسیٰ نے (بارگاہ خدا میں) عرض کی خداوندا! اے ہمارے پالنے والے ہم پر آسمان سے ایک خوان نعمت نازل فرما کہ وہ دن ہم لوگوں کے لئے ہمارے اگلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے عید کا قرار پائے اور ہمارے حق میں تیری طرف سے ایک بڑی نشانی ہو اور تو ہمیں روزی دے اور تو سب روزی دینے والوں سے بہتر ہے۔ خدا نے فرمایا میں خوان تو تم پر ضرور نازل کروں گا (مگر یاد رہے) کہ پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کافر ہوا تو میں اس کو یقیناً ایسے سخت عذاب کی سزا

دوں گا کہ ساری خدائی میں کسی ایک پر بھی ویسا سخت عذاب نہ کروں گا اور (وہ وقت یاد کرو) جب (قیامت میں عیسیٰ سے) خدا فرمائے گا کہ (کیوں) اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو۔ عیسیٰ عرض کریں گے سبحان اللہ! میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منہ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو (اچھا) اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھے تو ضرور ہی معلوم ہوگا۔ کیونکہ تو میرے دل کی (سب بات) جانتا ہے۔ ہاں البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا۔ کیونکہ (اس میں تو شک ہی نہیں) تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے مجھے جو کچھ حکم دیا اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا یہی کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کی دیکھ بھال کرتا رہا پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تو خود ہر چیز کا گواہ ہے تو اگر ان پر عذاب کرے گا تو (تو مالک ہے) یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے گا تو (کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ) بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔ خدا فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے کہ سچے بندوں کو ان سچائی (آج) کام آئے گی ان کے لئے (ہرے بھرے) باغات ہیں جن کے (درختوں کے نیچے) نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ اس میں ابد تک آباد رہیں گے خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب خدا ہی کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴾

اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سیدھی راہ پر نہیں چلاتا اور اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے سچے پیروؤں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کا دوبارہ ذکر کرنے کا ممکن ہے یہ مدعا ہو کہ لوگ ان کی پیدائش یا بلاباپ اور ان کے مردہ زندہ کرنے والے معجزات کے ماننے میں کوئی حیل وحجت نہ کریں گے۔ مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لوگ اب بھی ان کی تاویل کرتے ہیں۔ دوسرا یہ بتادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو بھی انہیں عیسیٰ ابن مریم ہی جانتے تھے۔ یعنی ان کے بلاباپ ہونے پر یقین رکھتے تھے۔

تیسرا یہ کہ ان کے پیروؤں کی درخواست پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ایک خوان نعمت آسمان سے اتارا جو ان کے لئے تقویت ومزید ایمان کا باعث ہوا جو لوگ یہ نہیں مانتے کہ واقعی خوان نعمت آسمان سے اترا کیونکہ قرآن کریم میں صاف مذکور نہیں کہ یہ خوان آخر میں اتارا گیا تھا۔ مگر ان کو اس آیت مبارکہ سے یہ تو مان لینا چاہئے کہ خداوند کریم ایسا کرسکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا جو معجزات کے صادر ہونے کی دلیل ہے اور ساتھ ہی پچھلے مضمون کی تکمیل کی

ہے۔

ارتقاء یہ ہے کہ ایک پیغمبر کے سچے پیروؤں سے خداوند کریم نہ صرف خود راضی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا کے بندے خود بھی خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے راضی وخوش ہوتے ہیں۔

نوٹ: چونکہ کئی الفاظ دوبارہ آئے ہیں۔ اس لئے مضمون بدلے گا۔ آگے سورۃ انعام میں اس طرح آیا ہے: ”ووھبنا لہ اسحق ویعقوب کلاّ ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذالك نجزی المحسنین ۔ وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس ۔کل من الصالحین ۔ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوط ۔ وکلاّ فضلنا علی العالمین“

ان آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ارتقاء اس طرح پر ہے۔ یہ آیات مبارکہ سورۃ انعام کی ہیں جو اس طرح شروع ہوتی ہیں: ”الحمد للہ الذی خلق السماوات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون (انعام:۱) “ ﴿سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس میں مختلف قسم کی تاریکی اور روشنی بنائی پھر (باوجود اس کے) کفار (اوروں کو) اپنے پروردگار کے برابر کہتے ہیں۔﴾

اس آیت مبارک میں کفار کے تین گروہوں کا رد ہے۔ ایک تو دہریوں کا رد ہے جو اس کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء کا کوئی خالق نہیں بلکہ یہ چیزیں خود بخود ہو گئیں۔ دوسرے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ ظلمت ونور تمام چیزوں کے خالق ہیں۔ تیسرے مشرکین جو بتوں کو خدا کہتے ہیں۔ باقی سورت تقریباً اس کی تشریح ہے۔ آیات متذکرہ بالا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں، اس سے پہلے کی یہ آیت ہے:

”تلك حجتنا آتینھا ابراھیم علے قومہ ۔ نرفع درجات من نشاء ان ربکم حکیم علیم (انعام:۸۳) “ ﴿اور یہ ہماری (سمجھائی بجھائی) دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم پر (غالب آنے کے لئے) عطا کی تھیں ہم جس کے مرتبے کو چاہیں بلند کرتے ہیں بیشک تمہارا پروردگار حکمت والا باخبر ہے۔﴾

ان دونوں کو ملا کر پڑھنے سے ظاہر ہے کہ مشرکین کا رد ہو رہا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اور کن کے ذریعے سے ہدایت بھیجتا رہا۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں وہ بھی دوسرے پیغمبروں میں سے ایک تھے اور اسی ہدایت کے طریقے پر تھے جس پر کہ

دوسرے پیغمبر تھے اور اگر کسی کو پیغمبری کے ساتھ بادشاہت یا امارت ملی یا کسی نبی کو قتل کر دیا گیا۔ یا کسی نبی کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو اس سے نبوت کے معاملے میں نہ کوئی کمی ہوتی ہے نہ فضیلت ہوتی ہے۔ انہی وجوہات پر آگے فرمایا:

''وھذاکتاب انزلناہ تبارك فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون (انعام:۱۵۵)'' ﴿اور یہ کتاب (قرآن) جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ برکت والی ہے تو تم لوگ اس کی پیروی کرو اور (خدا) سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔﴾

''قل اننی ھدنی ربی الی صراط مستقیم دینا قیمًا ملة ابراھیم جمیعا ۰ وما کان من المشرکین قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین ۰ لاشریك له بذالك امرت وانا اول مسلمین(انعام:۱۶۱تا۱۶۳)''
﴿(اے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ مجھ کو سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں کہ میری نماز میری عبادت (قربانی) اور میرا جینا اور مرنا سب خدا ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام والا ہوں۔﴾
یعنی فضیلت اس نبیؐ میں ہے جس میں یہ صفات بدرجہ اتم پائی جائیں اور اسی کی پیروی لازم ہے۔

آگے سورۂ مریم میں یوں آیا ہے: ''واذکرا فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیا ۰ فاتخذت من دونھم حجابافارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا ۰ قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا ۰ قال انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زکیا ۰ قالت انی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا ۰ قال کذالك قال ربك ھو علّی ھین ولنجعله ایة للناس ورحمة منا وکان امرمقضیا ۰ فحملته فانتبذت به مکانا قصیا ۰ فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة قالت یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا ۰ فنادھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا ۰ وھزی الیك بجذع النخلة تسقط علیك رطبا جنیا ۰ فکلی واشربی وقری عینا فاما ترین من البشر احد فقولی انی نذرت للرحمن صوما ۰ فلن اکلم الیوم انسیا ۰ فاتت به قومھا تحمله ۰ قالوا یمریم لقد جئت شیئا فریا ۰ یاخت ھرون ماکان ابوك امرء سوء وماکانت

امك بغيا ۰ فاشارت اليه ۰ كيف نكلم من كان فى المهدصبيا ۰ قال انى عبدالله اتانى الكتاب وجلعنى نبيا ۰ وجعلنى مبارك اين ماكنت واوصانى بالصلوة والزكوٰة مادمت حيا ۰ وبرابوالدتى ولم يجعلنى جبّار اشقيا ۰ والسلام علّى يوم والدت ويوم اموت ويومابعث حيا ۰ ذلك عيسىٰ ابن مريم قول الحق الذى فيه يمترون ۰ ماكان لله ان يتخذا من ولد سبحنه ۰ اذا قضى امرا فانمايقول له كن فيكون ۰ وان الله ربى وربكم فاعبدوه هذاصراط مستقيم ۰ فاختلف الاحزاب من بينهم فويل للذين كفروا من مشهد يوم عظيم ۰ اسمع به وابصر يوم ياتوننا لكن الظالمون اليوم فى ضلال مبين"

اور (اے رسول) قرآن کریم میں مریم کا (بھی) تذکرہ کرو کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب طرف والے مکان (غسل کے واسطے) جا بیٹھی پھر اس نے ان لوگوں کے سامنے پردہ کر لیا تو ہم نے اپنی روح (جبرئیل) کو اس کے پاس بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا (وہ اس کو دیکھ کر گھبرائیں اور) کہنے لگیں کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں (میرے پاس سے ہٹ جا) جبرئیل نے کہا میں تو صاف تمہارے پروردگار کا پیغامبر (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو پاک و پاکیزہ لڑکا عطاء کروں۔ مریم نے کہا مجھے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کسی (مرد) آدمی نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا تم نے کہا ٹھیک (مگر) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات (بلا باپ کے لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے تاکہ اس کو (پیدا کر کے) لوگوں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی قرار دیں اور اپنی خاص رحمت (کا ذریعہ) بنائیں اور یہ بات فیصل شدہ ہے۔ غرض لڑکے کے ساتھ وہ آپ ہی آپ حاملہ ہو گئیں۔ پھر اس کی وجہ سے الگ ایک دور کے مکان میں چلی گئیں۔ پھر (جب جننے کا وقت قریب آیا) تو دردزہ انہیں ایک کھجور کے (سوکھے) درخت کی جڑ میں لے آیا اور (بے کسی میں شرم سے کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مر جاتی) اور نا پید ہو کر بالکل بھولی بسری ہو جاتی تب جبرئیل نے مریم کے بائیں طرف سے آواز دی کہ تم کڑھو نہیں دیکھو تو تمہارے پروردگار نے تمہارے (قریب ہی) نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور خرمے کی جڑ (پکڑ کر) اپنی طرف سے ہلاؤ تم پر پکے پکے تازہ خرمے جھڑ پڑیں گے۔ پھر (شوق سے خرمے) کھاؤ اور (چشمہ کا پانی) پیو اور (لڑکے سے) اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو پھر اگر تم کسی آدمی کو دیکھو (اور وہ تم سے کچھ پوچھے) تو تم (اشارہ سے کہہ دینا) کہ میں نے خدا کے واسطے روزہ

کی نذر کی تھی تو آج ہر گز کسی بات نہیں کر سکتی پھر مریم اس لڑکے کو اپنی گود میں لئے ہوئے (اپنی قوم کے پاس آئیں) وہ لوگ (دیکھ کر) کہنے لگے اے مریم! تم نے یقیناً بہت برا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی یہ تو نے کیا کیا۔ تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو) وہ لوگ کہنے لگے (بھلا) ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کریں اس پر وہ بچہ (قدرت خدا) سے بول اٹھا کہ بے شک میں خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اس نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا اور میں (چاہے) کہیں رہوں مجھ کو مبارک بنایا اور مجھ کو جب تک زندہ رہوں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کی تاکید کی اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا اور (الحمدللہ) کہ مجھ کو سرکش نافرمان نہیں بنایا اور (خدا کی طرف سے) جس دن میں پیدا ہوا ہوں اور جس دن مروں گا مجھ پر سلام ہے اور جس دن (دوبارہ) اٹھا کھڑا کیا جاؤں گا۔ یہ ہے مریم کے بیٹے عیسیٰ کا سچا قصہ جس میں یہ لوگ (خواہ مخواہ) شک کیا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے یہ کس طرح سزاوار ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاکیزہ ہے جب ہو کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا (ہی میرا پروردگار) ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے تو سب کے سب اسی کی عبادت کرو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے (اور یہی دین عیسیٰ لے کر آئے تھے) پھر (کافروں کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا تو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے بڑے (سخت) دن (خدا کے حضور) حاضر ہونے سے خرابی ہے۔ جس دن یہ لوگ ہمارے حضور حاضر ہوں گے کیا کچھ سنتے دیکھتے ہوں گے مگر آج تو نافرمان لوگ کھلم کھلا گمراہی میں ہیں۔ ۞

اس میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا اور یہ خصوصاً قابل غور ہیں: ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھ کو اس نے کتاب دی اور مجھ کو اس نے نبی بنایا اور کیا مجھے برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے۔ سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن میں اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر۔''

خدا کا بندہ کہہ کر جو لوگ ان کے حق میں جھوٹ کہتے ہیں۔ ان کو ساقط و مردود کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ''عبداللہ'' خدا نہیں ہو سکتا اور یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں: ''اور دی مجھ کو کتاب اور کر دیا مجھے برکت والا جہاں میں رہوں۔''

''فتح البیان'' میں نقل کیا کہ ابو ہریرہؓ نے حضرت محمد ﷺ سے روایت کی کہ قولہ

"جعلنی مبارکاً این ماکنت " کے معنے یہ ہیں کہ کردیا مجھے لوگوں کو نفع پہنچانے والا جدھر میں متوجہ ہوں اور دوسری روایت میں ہے کہ شرعی ادب سکھانے والا کردیا مبارک اس وجہ سے بھی تھے کہ ان کی دعا سے لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ مردے زندہ ہوتے تھے اور مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کردیتے تھے اور "اینماکنت" کے الفاظ (جہاں میں رہوں) ظاہر کررہے ہیں خواہ زمین میں ہوں یا آسمان میں ہوں۔ اس لئے آگے کہا:

"اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ" ﴿مجھے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم ملا۔﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی دوسرے نیک انسانوں کی طرح اپنی شریعت کے پابند تھے۔ اس لئے ان کے پیروؤں کو بھی ضرور پابند شریعت رہنا چاہئے۔ زکوٰۃ تو نصاب سے مشروط ہے لیکن نماز تو آسمان پر بھی ادا ہوسکتی ہے اور غالباً یہی معنی ہیں اس آیت کے جس کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے یعنی: "لن یستنکف المسیح ان یکون عبدۃ اللہ ولا الملئکۃ المقربون (نساء:۱۷۲)" ﴿نہ تو مسیح ہی خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز عار رکھ سکتے ہیں اور نہ خدا کے مقرب فرشتے۔﴾

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت آسمان پر زندہ نہ ہوں تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان کو عبداللہ ہونے میں عار نہیں ہے اور اس سے "مادمت حیا" کے معنے واضح ہوجاتے ہیں (یعنی جب تک میں زندہ رہوں) ایک امر قابل غور ہے۔ جو اس میں مدد دیتا ہے۔ یعنی یہاں کہا کہ میں نماز ادا کرنے والا ہوں جب تک زندہ رہوں لیکن قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میں لوگوں کے حالات سے واقف تھا جب تک "مادمت فیھم" میں ان میں رہا یہ اس لئے کہ وہ تا قیام قیامت زمین پر دوبارہ تشریف فرما ہوکر وفات پا چکے ہوں گے اور ان کا بھی اور تمام مخلوقات کے ساتھ ہی حشر ہوگا۔

اس کے بعد کہہ دیا کہ مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا جس دن میں مروں اور جس دن زندہ ہوکر اٹھوں گا۔ اسی سورۃ میں اس سے پہلے اللہ کی طرف سے ایسے ہی الفاظ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نسبت آئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر موت واقع ہوگی اور ان کی پیدائش سے موت تک کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہوگا جس کے باعث وہ اللہ کے سلام یعنی رحمت سے محروم ہو جائیں۔ اس کے بعد اور پیغمبروں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر فرماکر یوں کہا:

"اولـئك الـذيـن انـعـم الله عـليهـم مـن النبيين من ذرية ادم وممن حـملنامع نوح ومن ذرية ابراهيم واسرائيل وممن هدينا واجتبينا ، اذا تتلى عـليهم ايـات الـرحـمن خروا سجدا وبكيا ، فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا ، الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون شيئا (مریم:٦٠)"

﴿یہ انبیاء لوگ جنہیں خدا نے نعمت دی آدم کی اولاد سے ہیں اوران کی نسل سے جنہیں ہم نے (طوفان کے وقت) نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کرلیا تھااورابراہیم ویعقوب کی اولاد سے ہیں اوران لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور منتخب کیا۔جب ان کے سامنے خدا کی (نازل کی ہوئی) آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ میں زار وقطار روتے ہوئے گر پڑتے تھے۔پھران کے بعد کچھ ناخلف (ان کے جانشین) ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسیانی خواہشوں کے چیلے بن بیٹھے۔عنقریب ہی یہ لوگ اپنی گمراہی (کے خمیازے) سے ملیں گے مگر (ہاں) جس نے توبہ کرلیااوراچھے اچھے کام کئے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔﴾

مدعا یہ ہے کہ جب یہ لوگ اولوالعزم پیغمبراوردوسرے نیک بندے خدا کی آیتوں کو سن کر سجدے میں زار وقطار روتے ہوئے گر پڑتے تھے تو ان کے پیروکو بھی چاہئے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ دیں اور توبہ کریں اور اللہ کی ان آیات پرایمان لائیں جوان پر پڑھی جاتی ہیں تاکہ وہ فلاح پاویں۔دیکھئے دوقسم کے ارتقاء کوکس خوبی سے بتایا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کاذکراگرچہ ان کے نام سے ساتھ نہیں آیا۔قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر کے بعد یوں آیا ہے:"والتی احصنت فرجها فنفخنا فيهـا مـن روحـنا وجعلنها وابنها اية للعلمين "﴿اوروہ عورت جس نے قابو میں رکھی یعنی حلال وحرام دونوں طریقوں سے محفوظ پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں روح اور کیا اس کو اس کے بیٹے کو نشانی جہاں والوں کے واسطے۔﴾

سورۂ مریم میں جیسا کہ اوپر آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ فرشتہ نے کہا تھا کہ یوں ہی ہو جائے گا اور تیرے رب پہ یہ امر آسان ہے اور ہم اس کو نشانی بنائیں گے۔لوگوں کے لئے اور مہربانی اپنی طرف سے اور حکم یہ ہو چکا ہے۔اس کے بعد ہے"فحملته" پھر پیٹ میں لیا اس کو۔

اب مذکورہ بالا آیت نے اس آیت کی وضاحت کردی ہے کہ حمل کس طرح ٹھہرا جو

ارتقاء ہے اور ساتھ ہی ارتقاء کے یہ بھی کہا کہ ہم نے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جہاں والوں کے لئے نشانی بنایا۔ حضور علیہ السلام کی نسبت اس کے چند آیات بعد کہا: ''وما ارسلنك الا رحمة للعلمين'' ﴿اور تجھ کو ہم نے بھیجا تمام جہانوں کے لئے رحمت﴾

اس کے بعد سورۃ المومنون میں یوں آیا ہے: ''وجعلنا ابن مريم و امه اية واوينهما الى ربوة ذات قرار ومعين · يا ايها الرسل كلوا من طيبات واعملو صالحا · انى بما تعملون عليم'' ﴿اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے کو اس کی ماں کو ایک نشانی اور ان کو ٹھکانا دیا ایک ٹیلے پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی ستھرا۔ اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں۔﴾

آج کل یہ ایک بڑی متنازعہ فیہ آیت ہے۔ قادیانی اور لاہوری احمدی یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں ''ربوہ'' سے مراد کشمیر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے جانے کے بعد زخموں کے اچھا ہونے کے بعد چپکے سے اپنے وطن سے نکل آئے اور کشمیر میں آ کر دفن ہوئے جو کہ ایک افسانہ ہے اور میرے خیال میں سراسر غلط ہے۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

اول! تو سورۃ انبیاء کی آیت میں ذکر تھا کہ ان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔ ارتقاء کے لحاظ سے یہ آیت ظاہر کر رہی ہے کہ انہوں نے کہاں پرورش پائی اور کہاں بڑے ہوئے۔ اس آیت کی تاویل یہ کرنا کہ وہ اپنی پیغمبری کا زمانہ ختم کر کے کشمیر پہنچ گئے کسی طرح فہم سلیم کو قابل قبول نہیں۔

ربوہ کے معنی مولوی محمد علی صاحب نے اردو تفسیر میں یوں کئے ہیں: ''ربی کے معنی ہیں بڑھا اور بلند ہوا اور ربوۃ اعلیٰ درجے کی زمین کو کہتے ہیں۔'' اس موقع پر میں تفسیر مواہب الرحمٰن سے کچھ نقل کرتا ہوں:

''ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ربوۃ زمین سے اونچا مقام ہے کہ اس میں نباتات عمدہ ہوتی ہیں۔ یہی قول مجاہدؒ و عکرمہؒ و سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ کا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ذات قرار یعنی اس میں پیداوار برخلاف قحط کے خوب ہے اور معین سے مراد یہ ہے کہ اس میں پانی ظاہر ہے۔ پس ذات معین و ذات قرار یہی علماء تابعین مذکورہ بالا سے مروی ہے۔''

حاصل یہ ہے کہ جس ربوہ میں ان کو ٹھکانا دیا تھا وہ زمین سیر حاصل تھی۔ پیداوار اچھی تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔ علماء نے کلام کیا کہ وہ کون مقام تھا؟

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کی کہ وہ دمشق ہے اور اس کی مانند

عبداللہ بن سلامؓ وحسن بصریؒ وغیرہ سے مروی ہے نیز مانند اس کے ابن عباسؓ سے روایت کی اور مجاہدؒ نے کہا غوطہ دمشق ہے اور عبدالرزاقؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ ربوہ فلسطین میں ہے اور وہ مقام رملہ ہے اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ وہ بیت المقدس ہے۔

۱۹۲۸ء میں جب میں بیت المقدس سے ہوتا ہوا دمشق پہنچا تو وہاں مجھے میرے گائیڈ نے اس مقام کو دکھایا جو دمشق میں ربوہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موجود ربوۃ کے پاس ایک نہر بہتی ہے۔ وہاں ایک مقام پر کوٹھری بنی ہوئی ہے جس کے اندر پتھر پر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر ہیں۔ وہ کوٹھری ایک ترک کے قبضے میں تھی۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ یہاں سے عیسائی مٹی تبرکاً لے جاتے ہیں۔ دمشق اپنی سرسبزی اور شادابی کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ فلسطین کا علاقہ گیلیلی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی، اپنے چشموں اور شادابی کے لحاظ سے دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج۹ ص ۹۷۸،۹۷۷)

گیلیلی دو حصوں میں منقسم ہے ایک شمالی حصہ اور ایک جنوبی۔ دونوں میں چشمہ جات اور میوہ جات، ہر قسم کی سرسبزی وشادابی پائی جاتی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ورمنز نے گیلیلی کو صوبہ بنایا۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ گیلیلی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی اور جہاں وہ اپنا وعظ ونصیحت کرتے رہے۔ موجودہ لوقا اور مرقس کی کتابوں سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ فلسطین میں پھرتے رہے۔ جب تک وہ حاکم جس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید کر کے قتل کر دیا تھا، فوت نہ ہوا۔ یہ دوسری دلیل اس امر کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی والدہ کو گیلیلی اور دمشق کے اطراف میں امان دی اور ایک ظالم بادشاہ کی گرفت سے بچایا اسی واسطے فرمایا: ''واوینٰھما'' یوں ہم نے انہیں بچایا۔

تیسرا اس آیت مبارکہ میں ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ہے۔ کسی ملک کی تاریخ اس پر شاہد نہیں ہے کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یا ان کے بعد کبھی کشمیر گئی ہوں۔

۱۹۳۵ء میں جب کشمیر گیا تو خاص طور پر یوز آصف کی قبر کو دیکھا۔ جس کی نسبت اس زمانے میں کہا گیا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ جہاں اور لوگوں کے علاوہ مولوی محمد شاہ صاحب معاون مفتی شہر سری نگر سے ملا۔ انہوں نے اپنا رسالہ (حالات یوز آصف) مدفون سری نگر بمقام خان یار دیا۔ مفتی صاحب نے اس رسالے میں تاریخی حوالوں سے ثابت کر دیا ہے

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرینگر کشمیر میں نہیں آئے۔

دوسرا رسالہ اس بارے میں مولوی حبیب اللہ امرتسری کا بھی قابل دید ہے۔ میں نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ یہ قبر دوسری قبروں کے درمیان میں ہے جس پر ایک مکان بنا ہوا ہے اور کوئی خاص اس قبر کی تمیز نہیں ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی قبروں کی طرح یہ بھی ایک قبر ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں بھی اس طرح آتے تو یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ ان کی قبر بھی ایسی ہوتی جیسی دوسرے مسلمانوں کی ہے۔ خاص کر کشمیر میں اسلام کا دوردورہ چند صدیوں سے ہوا اور اس سے پہلے وہاں ہندو اور بدھ مذہب کا دوردورہ تھا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنے سفر دراز کے بعد کوئی ایک پیرو بھی نہ ملا جو ان کی یادگار چھوڑتا یا کشمیر میں انجیل وتورات کا ماننے والا کوئی تو پایا جاتا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ تسلسل واقعات میں ارتقاء کو مدنظر رکھنا کس قدر نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔

آگے سورۂ احزاب میں یوں آیا ہے: ”واذاخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم واخذنا منهم میثاقا غلیظا لیسئل الصادقین عن صدقهم واعد للکفرین عذابا الیما“ ﴿اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو بیٹا تھا مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا اقرار تا کہ پوچھے اللہ سچوں سے ان کا سچ اور تیار رکھا ہے منکروں کے لئے دردناک عذاب۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ ان کو پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں شمار کیا۔ یعنی پرورش کے بعد وہ ایک الوالعزم پیغمبر ہوئے۔ مگر ناموں کے دینے میں پہلے نام ہمارے نبی ﷺ کا لیا۔ حالانکہ عالم شہود میں آپ کا ظہور سب سے بعد ہوا۔ مگر درجے میں آپؐ سب سے پہلے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے آپ کا نام مبارک لیا گیا۔ اسی سورت کے آخر میں آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے یاد کیا گیا۔ جو اس ترکیب وترتیب میں ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔

آگے سورۂ الشوریٰ میں یوں آیا ہے: ”شرع لکم من الدین ماوصیٰ به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینابه ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیمو الدین ولا تتفرقوا فیه ۰ کبرعلی المشرکین ما تدعو هم الیه ۰ الله یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب (۱۳)“ ﴿اور راہ ڈال دی تمہارے لئے دین میں وہی جس کا حکم تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ کو اور

عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اور جس دین کی طرف تم مشرکین کو بلاتے ہو وہ ان پر بہت شاق گزرتا ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اپنی طرف پہنچنے کا راستہ دکھا دیتا ہے۔﴾

اگرچہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء کے پیروؤں کو حکم ہے کہ حضور ﷺ کی پیروی کریں اور اختلاف نہ کریں۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ انہیں پانچ پیغمبروں کا ذکر فرما کر یہ کہا کہ ان سب کا دین واحد ہے۔ اگرچہ مختلف کتب یا صحیفے دیئے گئے مگر حضور ﷺ کی نسبت ایک لطیف نکتہ بیان کیا جو حضور ﷺ کے متعلق ارتقاء ظاہر کر رہا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو وحی بذریعہ کتاب یا صحیفہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو جو وحی کی گئی وہ تجلائے صفتی سے خالص وحی کی گئی۔ آگے سورۃ الزخرف میں یوں آیا ہے:

”ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدون ۰ وقالواء الهتنا خیرا ام هو ماضربوه لك الا جدلا ۰ بل هم قوم خصمون ۰ ان هو عبدا نعمنا علیه فجعلناه مثلاً لبنی اسرائیل ۰ ولونشآ لجعلنا منكم ملا ئكة فی الارض یخلفون ۰ وانه لعلم للساعة فلا تمترون بهاواتبعون ۰ هذا صراط مستقیم ۰ ولا یصد نكم الشیطن انه لكم عدومبین ۰ ولما جاء عیسیٰ بالبینات قال قد جئتكم بالحكمة ولابین لكم بعض الذی تختلفون فیه فاتقوالله واطیعون ۰ ان الله هوربی و ربكم فاعبدوه ۰ هذا صراط مستقیم ۰ فاختلف الاحزاب من بینهم فویل للذین ظلمو امن عذاب یوم الیم“

﴿اور (اے رسول) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تمہاری قوم کے لوگ کھلکھلا کر ہنسنے لگے اور بول اٹھے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے یا وہ عیسیٰ۔ ان لوگوں نے جو عیسیٰ کی مثال تم سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کو بلکہ (حق تو یہ ہے کہ) یہ لوگ ہیں جھگڑالو۔ عیسیٰ تو بس ہمارے ایک بندے تھے۔ جن پر ہم نے احسان کیا (نبی بنایا اور معجزے دیئے) اور ان کو ہم نے بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنایا اور اگر ہم چاہتے تو تم ہی لوگوں میں سے (کسی کو) فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے اور وہ تو یقیناً قیامت کی ایک روشن دلیل ہے۔ تم لوگ اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور (کہیں) شیطان تم لوگوں کو (اس سے روک نہ دے) وہ یقیناً تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ واضح و روشن معجزے لے کر آئے تو (لوگوں سے) کہا میں تمہارے پاس دانائی (کی کتاب) لے کر

آیا ہوں اور تا کہ بعض باتیں جن میں تم لوگ اختلاف کرتے تھے تم کو صاف صاف بتادوں تو تم لوگ خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ بیشک خدا ہی میرا تمہارا پروردگار ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے تو ان میں سے کئی فرقے (ان سے) اختلاف کرنے لگے تو جن لوگوں نے ظلم کیا ان پر دردناک دن کے عذاب سے افسوس ہے۔﴾

شان نزول میں آیا ہے کہ کفار نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ نصاریٰ مسیح ابن مریم کو پوجتے ہیں اور دریافت کیا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ جس پر یہ جواب ملتا ہے کہ یہ تو ناحق جھگڑتے ہیں۔ وہ تو ایک بندہ تھا جس پر ہم نے فضل کیا ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ گو وہ بلا باپ ہی پیدا ہوئے تھے۔ مگر ہم چاہیں تو تمہاری جگہ فرشتے ہی دنیا میں آباد کردیں اور یہ کہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم لوگوں کو میری (حضور ﷺ) کی تابعداری اب کرنی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ مگر ان کی تعلیم کا ذکر بھی یہاں فرمادیا: ”قال قد جئتکم بالحکمة“ جس کا ذکر ”الکتاب والحکمة“ کے ضمن میں آچکا ہے۔

متنازعہ فیہ امر یہ ہے ”وانہ لعلم للساعة“ میں ضمیر کا مرجع کون ہے؟۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے یعنی ان کا مردوں کو زندہ کرنا گو قیامت کی دلیل ہے۔ لیکن پہلا قول راجح ہے۔ اس لئے کہ ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قیامت کے پہلے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتارے جائیں گے (رواہ احمد) اور یہی قول حضرت ابوہریرہؓ ومجاہدؒ وابوالعالیہؒ وابو مالکؒ وعکرمہؒ وحسنؒ وقتادہؒ وضحاکؒ وغیرہم سے مروی ہے اور رسول ﷺ سے متواتر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے کہ قیامت جب بہت قریب ہوگی تو میری امت میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک امام عادل حاکم بنا کر اتارا جائے گا۔ یہی اس کا ارتقاء ہے۔

قادیانی صاحبوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ انہ میں ہ کی ضمیر قرآن کریم کی راجع ہے۔ آپ غور سے دیکھ لیں گے کہ سیاق وسباق عبارت کے خلاف ہے۔ دوسرا ان کی طرف یہ کہا گیا کہ الساعة سے مراد قیامت ہی نہیں بلکہ کسی عظیم الشان امر کے وقوع پر بھی الساعة کا لفظ بولتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ الساعة کے یہاں کیا معنی ہیں؟

”الساعة“ کا لفظ قرآن کریم میں جہاں کہیں استعمال ہوا ہے وہ قیامت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مگر قادیانی صاحبان کو ایک جگہ قرآن کریم میں (خلاف سارے قرینے کے) ایسی ملی ہے جس کی نسبت وہ وہاں کہتے ہیں کہ وہاں الساعة سے مراد مخالفین کی تباہی کی گھڑی ہے نہ

کہ قیامت اور وہ بزعم سورۃ القمر کی مندرجہ ذیل آیت ہے:''ام یقولون نحن جمیع منتصر ۰ سیھزم الجمع و یولون الدبر ۰ بل الساعة موعد هم والساعة ادھی وامر'' ﴿یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بہت قوی جماعت ہیں۔ عنقریب ہی یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ (چیز) ہے۔﴾

اس آیت مبارکہ کا منشاء تو یہ ہے کہ شکست اور قتل و ہزیمت سے جو مصیبت کفار پر آئے گی یہ ان کے کفر کی سزا کامل نہیں ہے۔ بلکہ اس واسطے ہے کہ دنیا میں ان کی ذات سے فتنہ وفساد منقطع ہو اور ان کی بداعمالیاں یہاں بہت بڑھ گئی ہیں کہ جو لوگ ان میں سے مقتول ہوں وہ جلد اپنے عذاب آخرت سے ملحق ہو جائیں۔ پھر اصل عذاب جہنم کا وعدہ ان کے لئے قیامت ہے۔ ''ادھی'' کے معنی ہر وہ چیز ہے جس کا ضرر بے انتہا ہو اور اس کی خرابی و مصیبت سب سے بڑھ کر ہو۔ جیسی کبھی کسی کے فہم میں نہ آئی ہو۔ جس سے ظاہر ہے کہ الساعۃ کے معنی یہاں بھی قیامت ہی کے ہیں۔ اس لئے الساعۃ کا لفظ قرآن میں صرف قیامت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فتدبروا

آگے سورۃ الحدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ ذکر ہے:''ثم قفینا علی اثارھم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم واتیناہ الانجیل وجلعنا فی قلوب الذین اتبعوہ رأفة ورحمة ۰ ورھبانیة ن ابتدعوھا ماکتبنا علیھم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین امنوا منھم جرھم ۰ وکثیر منھم فسقون ۰ یایھاالذین آمنو اتقوالله وآمنو برسولہ یوتکم کفلین من رحمة ویجعل لکم نور تمشون به ویغفر لکم ۰ والله غفور رحیم لئلا یعلم اهل الکتاب الا یقدرون علی شی من فضل الله وان الفضل بیدالله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم''

﴿پھر ان کے پیچھے ہی ان کے قدم بقدم اپنے اور پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی اور رہبانیت (لذات سے کنارہ کشی) ان لوگوں نے خود ایک نئی بات نکالی تھی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر (ان لوگوں نے) خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے (خود ایجاد کیا) تو اس کو بھی جیسا نبھانا چاہا تھا نہ نبھا سکے تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم

نے ان کا اجر دیا اور ان میں سے بہتیرے تو بدکار ہی ہیں۔ اے ایمان دارو خدا سے ڈرو اور اس کے رسول (محمدؐ) پر ایمان لاؤ تو خدا تم کو اپنی رحمت کے دو حصے اجر فرمائے گا اور تم کو ایسا نور عطا کرے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تم کو بخش بھی دے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے (یہ اس لئے کہا جاتا ہے) تا کہ اہل کتاب نہ سمجھیں کہ یہ مومنین خدا کے فضل و کرم پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور یہ تو یقینی بات ہے کہ فضل خدا ہی کے قبضے میں ہے وہ جس کو چاہے عطاء فرمائے اور خدا تو بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔﴾

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا اثر یہ تھا کہ ان کے پیروؤں میں نرمی اور مہربانی پائی جاتی ہے۔ لیکن رہبانیت انہوں نے خود نکالی تا کہ وہ اللہ کو راضی کریں۔ لیکن وہ اس کو نباہ نہ سکے۔ حضورؐ کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ ان کے پیروؤں کی نسبت یہ کہا گیا کہ اگر وہ اللہ سے ڈرتے رہیں گے اور اس رسول کے تابع رہیں گے تو ان کو رحمت کا دگنا حصہ ملے گا۔ ان کو نور حاصل ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلتے پھریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرتے ہیں۔

اس کے بعد آخری دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر سورۃ الصف میں یوں آیا ہے:

"واذقال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدیّ من التوراۃ ومبشرا برسولٍ یأتی من بعدی اسمہ احمد، فلما جاءھم بالبینت قالواْ ھذا سحر مبین" ﴿(یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں (اور) جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جن کا نام احمد ہوگا (اور) میرے بعد آئیں گے ان کی خوشخبری سناتا ہوں اور جب وہ (پیغمبر احمد) ان کے پاس واضح اور روشن معجزے لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔﴾

آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے جانے کا منشاء خاص ظاہر فرمایا کہ ایک طرف تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب کی تصدیق کریں۔ دوسری طرف حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کی بشارت دیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس خوشخبری کا پہنچانے والا بیان فرمایا۔ جبیر بن معطمؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے نام بہت ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں

الماحی ہوں، میرے ذریعے سے اللہ کفر مٹائے گا اور میں الحاشر ہوں کہ میرے قدم پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں العاقب ہوں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

جو صاحب اس سے یہ معنی نکالنا چاہیں کہ احمد سے مراد یہاں مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ وہ اپنے رہنماء کی نسبت نہ صرف غلو کرتے ہیں بلکہ ایسی تاویل کرتے ہیں جو بے بنیاد ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین و مرسلین احمد ﷺ کو چھوڑ کر ان کے ایک غلام (غلام احمد) کے آنے کی بشارت دیں اور اس بشارت کا علم نہ حضور ﷺ کو ہوا ہو جن پر کہ قرآن نازل ہوا اور نہ ان کے صحابہ کو جو نزول قرآن کے گواہ تھے۔ قرآن کریم میں خود ذکر ہے کہ حضور کا ذکر تورات اور انجیل میں تھا اور ہے دیکھو جیسا کہ آیت ۱۵۷ سورۃ الاعراف میں آیا ہے۔ وھو ہذا

”الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل“ ﴿یعنی جو لوگ ہمارے نبی امی پیغمبر کے قدم بقدم چلتے ہیں جس (کی بشارت) کو اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔﴾

اسی طرح سورۃ الصف کے دوسرے رکوع میں آیا ہے: ”یاایھاالذین امنواکونوا انصار اللہ کماقال عیسیٰ ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ ۰ قال الحواریون نحن انصار اللہ فامنت طائفة من بنی اسرائیل وکفرت طائفة ۰ فایدناالذین امنوا علی عدو ھم فاصبحو اظھرین (۱۴)“

﴿اے ایمان دارو! خدا کے مددگار بن جاؤ جس طرح مریم کے بیٹے عیسیٰ نے حواریوں سے کہا تھا کہ (بھلا) خدا کی طرف بلانے میں میرے مددگار کون لوگ ہیں تو حواری بول اٹھے تھے کہ ہم خدا کے انصار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ (ان پر) ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی تو آخر وہی غالب رہے۔﴾

قرآن کریم میں یہ آخری مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اس میں ایک تو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو ان کے نہ ماننے والوں پر (یہودیوں) غلبہ دیا گیا اور ساتھ ہی مومنوں کو ترغیب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں مال اور جان سے کوشش کریں تا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و سرفراز ہوں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے یا حضرت مسیح علیہ السلام کے انتظار میں رہنے سے دنیا میں کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح انصار بننے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انا خاتم النبيين لا نبي بعدي

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک

پیش گوئی

کا تجزیہ (عمر مرزا)



جناب باؤ تاج محمد نکودری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد!

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۹ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۳ ارفروری ۱۹۶۵ء میں مدرسہ کی طرف سے ایک شعبہ تالیف وتصنیف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے صدر حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کیمبل پوری زید مجدہ، شیخ الحدیث مدرسہ ہذا اور ناظم مولوی تاج محمد صاحب تکووری مقرر ہوئے۔ اس شعبہ کی طرف سے پہلی تالیف بحمد اللہ شائع کی جارہی ہے۔

اس حقیر فقیر نے حضرت بمعیت مولانا عبداللطیف صاحب، مدرس ومفتی مدرسہ ہذا وجناب خان محمد عبداللہ خان صاحب ترین ممبر مجلس عاملہ مدرسہ ہذا مختلف مجالس میں کتاب کا مسودہ حرفاً حرفاً پورے غور وخوض سے سنا۔ مناسب مواقع پر مشورہ بھی دیا گیا۔ میری رائے میں یہ کتاب طالب حق کے لئے بحمد اللہ نہایت چمکتی ہوئی مشعل ہدایت ہے۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی عمر سے متعلق پیش گوئی کا کما حقہ تجزیہ کیا گیا ہے اور مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی کے پسماندگان نے جو بے شمار قلابازیاں کھائی ہیں اور ''پنجاب چیفس'' جیسی کتاب میں بھی جو روایتی تحریفات کی ہیں۔ فاضل مصنف نے اس سب کو طشت ازبام کردیا ہے۔ اس پیش گوئی کا کذب محقق ہونے سے تو مرزا قادیانی بقول خود دعویٰ نبوت میں غیر صادق ثابت ہوتے ہیں اور ان کے صدق وکذب جاننے کے لئے اس ایک پیش گوئی کی تحقیق ہی کافی ہے۔

بندہ فضل محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم...... فقیر والی ضلع بہاولنگر

حامداً ومصلیاً ومبسملا ! اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ابطال میں علماء ربانی نے عقلی ونقلی ودلائل وبراہین سے اپنی خدمات نہایت قابل قدر طریقوں سے پیش کی ہیں۔ قادیانی لٹریچر کی ہر شق پر مبسوط بحث کر کے اس کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ تحریر ہذا کتاب وسنت کے کسی علمی مواد پر مشتمل نہیں۔ بلکہ نہایت عام فہم انداز میں مرزا قادیانی کی ایک پیشگوئی اور اس سلسلہ میں قادیانی علماء کی تحریفات کی وہ دردناک داستان ہے جس کے تجزیہ سے علم ودیانت کی آنکھیں یکسر نیچی ہوجاتی ہیں اور ارتداد کی گود میں جنم لینے والے نظریات پوری طرح بے نقاب ہوجاتے ہیں۔

پچھلے دنوں ہفت روزہ ''دعوت لاہور'' ۲راکتوبر ۱۹۶۲ء اور ''الفضل'' ربوہ (چناب نگر) یکم نومبر ۱۹۶۲ء میں جناب علامہ خالد محمود صاحب ایم اے پروفیسر ایم اے او کالج لاہور اور قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری مہتمم شعبہ نشر واشاعت اصلاح وارشاد ربوہ کے مابین مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر کے متعلق ایک دلچسپ بحث نظر سے گزری۔ مرزا قادیانی کی تحریرات کی روشنی میں علامہ خالد محمود صاحب کا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی کی عمر ۶۷، ۶۸ برس سے زیادہ نہیں۔ قاضی محمد نذیر کا بیان ہے کہ مرزا قادیانی اپنے الہام کے مطابق ۷۶ برس زندہ رہے۔ قاضی صاحب کے بیان کے مطابق اگر مرزا قادیانی کی کل عمر ۷۶ سال ثابت ہو جائے تو وہ پیش گوئی کے مطابق صادق ٹھہرتے ہیں۔ علامہ خالد محمود صاحب کا بیان ہے کہ مرزا قادیانی نے ۶۸ برس کے قریب عمر پائی ہے اور وہ اپنے ہی مقرر کردہ معیار کی رو سے کاذب ہیں۔ ''خدا کے فرستادہ'' اور ''مامور و مرسل'' ہونے کے مدعی کی پیش گوئی کا اس طرح غلط نکلنا اس کے صدق وکذب جانچنے کا ایک بے غبار آئینہ ہے۔

اس تحریری بحث کے دوران ہی قاضی محمد نذیر کی بعض ایسی محرف عبارتیں نظر سے گزریں جن کو پڑھ کر ہم صرف افسوس ہی نہیں کرتے بلکہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ قاضی صاحب جیسے شخص کے قلم سے جو کسی وقت جامعہ احمدیہ ربوہ (چناب نگر) کے پرنسپل رہ چکے ہیں اور موجودہ وقت میں شعبہ نشر واشاعت اصلاح وارشاد کا اہتمام ان کے سپرد اور جماعت احمدیہ میں ایک ممتاز علمی حیثیت کے بھی مالک ہیں۔ جب وہ بھی دوسرے مصنفین کی کتب سے حوالجات تحریر کرتے ہوئے دیانت داری کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں تو جماعت کے دیگر افراد کی نسبت ہم کیا گمان کر سکتے ہیں۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف کو جب ہم اس انداز میں دیکھتے ہیں وہ مرزا غلام احمد قادیانی سے انتساب رکھتے ہیں تو پھر ہماری یہ حیرانگی یکسر دور ہو جاتی ہے۔ البتہ اس لحاظ سے ہم جناب قاضی صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اس مضمون کی تکمیل کے لئے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ عرض کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ ہماری صرف یہ گزارش ہے کہ:

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی عمر کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی۔ وہ قطعی طور پر غلط ثابت ہوئی۔

۲...... اس پیش گوئی کے غلط ہونے کے صدمہ میں جماعت احمدیہ کے علماء ہی نہیں بلکہ خلفاء بھی اپنی سابقہ تحریروں سے منحرف ہوئے ہیں؟۔

۳...... مرزا قادیانی کی وفات کے بعد "عمر والی پیشگوئی" کے متعلق ان کے مریدین کو کیا کیا پریشانیاں لاحق ہوئیں۔

۴...... دیگر مصنفین کی کتب سے حوالجات تحریر کرتے ہوئے قادیانی علم ودیانت نے کیا کیا گل کھلائے ہیں اورانہیں طرح طرح کے تغیر وتبدل سے کس طرح عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

جماعت احمدیہ میں سے نہ صرف قاضی صاحب بلکہ تمام قادیانی علماء سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے بیان پر اپنے اخبارات ورسائل میں جرح کرنے سے قبل ہمارے مضمون کو بھی من وعن دیانت داری کے ساتھ شائع کریں اور پھر اس کی ہر شق پر ڈٹ کر منصفانہ بحث کریں۔ اس صورت میں جواب آنے پر ہم جواب الجواب کے لئے انشاء اللہ العزیز پھر قلم اٹھائیں گے اور متلاشیان حق کے لئے حق وباطل کا فیصلہ نہایت واضح صورت میں سامنے آجائے گا۔ سب سے پہلے ہم مرزا قادیانی کی وہ اصل عبارت تحریر کرتے ہیں جن میں مرزا قادیانی نے اپنے صدق وکذب کو پرکھنے کے لئے پیش گوئیوں کو پوری اہمیت دی ہے۔ بعدازاں ہماری اصل بحث شروع ہوگی۔

مرزا قادیانی فرماتے

۱...... "جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیش گوئیاں بیان کی ہیں۔ درحقیقت میرے صدق یا کذب آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔" (ازالہ اوہام ج۲ص۶۳۵، خزائن ج۳ص۴۴۳)

۲...... "ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔" (آئینہ کمالات ص۲۸۸، خزائن ج۵ص ایضاً)

۳...... "اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو، اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔" (کشتی نوح ص۶، خزائن ج۱۹ص۶)

۴...... "کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔"

(تریاق القلوب ص۴، خزائن ج۱۵ص۵۱۴)

۵...... "مدعی کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی یہی قرآن کی تعلیم ہے یہی توارات کی۔" (آئینہ کمالات ص۳۲۶، خزائن ج۵ص ایضاً)

۶...... "ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔" (کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ص ایضاً)

۷...... "اگر ثابت ہو کہ میری سو پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی ہے تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔" (اربعین نمبر۴ص۲۲، خزائن ج۱۷ص۴۶۱)

اپنی عمر کے متعلق مرزا قادیانی کا الہامی دعویٰ

۱...... ’’لنحیینك حیوٰة طیبة ثمانین حولا اوقریبا من ذالك ‘‘’’خدا کہتا ہے کہ ہم تجھ کو اسی سال کی عمر دیں گے یا اس کے قریب۔‘‘(ازالہ اوہام ص ۶۳۵، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳)

۲...... ’’اس نے (خدا نے) مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان کاموں کے لئے تجھے ۸۰ سال یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال ۸۰ برس سے زیادہ عمر دوں گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۱۵۳)

۳...... ’’خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں ۸۰ سال یا دو تین برس کم یا زیادہ۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۶۶)

۴...... ’’ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عنایت کریں گے۔ ۸۰ برس یا اس کے قریب قریب یعنی دو چار برس کم یا زیادہ۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۶۶)

۵...... ’’خدا نے مجھے خبر دی کہ تیری عمر ۸۰ برس یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی۔‘‘

(سراج منیر ص ۷۱، خزائن ج ۱۲ ص ۸۱)

۶...... ’’مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اسی برس یا اس کے قریب قریب تیری عمر ہے۔‘‘

(نشانی آسمانی ص ۱۳، خزائن ج ۴ ص ۳۷۴)

۷...... ’’میں کس صحت کے بھروسہ پہ کہتا ہوں کہ میری عمر ۸۰ برس ہوگی۔‘‘

(اربعین نمبر ۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۱)

۸...... ’’میرے لئے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے۔‘‘

(تحفہ ندوہ ص ۲، خزائن ج ۱۹ ص ۹۳)

۹...... ’’خدا نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔‘‘ (ضمیمہ براہین پنجم ص ۹۶، خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۸)

۱۰...... ’’اسی طرح ان لوگوں کے منصوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں ۸۰ برس یا دو تین برس کم یا زیادہ عمر کروں گا۔‘‘ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۰، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۹)

۱۱...... ’’اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا’’ثمانین حولا اوقریباً من ذالك ‘‘یعنی تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۶۶)

۱۲...... ’’جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴ اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ براہین پنجم ص ۹۷، خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۹)

مرزا قادیانی کا ایک کشف

(البشریٰ ج دوم حصہ دوم ص ۴۴، بدرج ۲ نمبر ۲۷،۴ ۱۹۰۳ء) پر درج ہے: ”مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جائے۔ آخر میں نے مانگنی شروع کیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ: ”میری عمر پچانوے سال ہو جائے“ میں نے دعا کی۔ اس نے آمین نہ کہی۔ میں نے وجہ پوچھی۔ وہ خاموش ہو رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو۔ میں آمین کہوں گا۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ: ”الٰہی میری عمر پچانوے برس کی ہو جاوے“ اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا۔ مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔“

(ازالہ اوہام طبع دوم ص ۹۴۵، خزائن ج ۳ ص ۶۴۴) پر ہے: ”اس جگہ اخویم مولوی مردان علی صاحب بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر کے آپ کے نام لگا دیئے۔ خدا اس ایثار کے جزاء ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔“

مرزا قادیانی کا الہام بمقابلہ ڈاکٹر عبدالحکیم

”اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر بھی بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کر دوں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا کہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۱)

ان مختلف بیانات سے مرزا قادیانی کے اصل الہام کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ جات پر غور کرنے سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی پیشگوئی کو ایسا گڈمڈ کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی شخص صحیح نتیجہ پر پہنچ ہی نہ سکے اور اپنے مریدین کے لئے یہ سہولت پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ربڑ کے تسمہ کی طرح ان کی عمر کو جب چاہیں اور جتنا چاہیں بڑھا سکیں۔

مرزا قادیانی کے ان مختلف الہامات کا مختصر نقشہ

میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی	میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی نہ کم نہ زیادہ
میری عمر ۸۰ برس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی	میری عمر ۸۰ برس کے قریب قریب ہوگی
میری عمر ۸۰ برس سے دو تین برس کم یا زیادہ	میری عمر ۷۷ یا ۷۸ سال یا ۸۲ یا ۸۳ برس
میری عمر ۸۰ برس سے دو چار برس کم یا زیادہ	میری عمر ۷۶ برس یا ۷۸ برس ہوگی یا ۸۲ یا ۸۴ برس
میری عمر ۸۰ برس سے چار پانچ برس کم یا زیادہ	میری عمر ۷۵ یا ۷۶ برس ہوگی یا ۸۴ یا ۸۵ برس
میری عمر ۸۰ برس سے پانچ برس کم یا پانچ چھ برس زیادہ	میری عمر ۷۴ یا ۷۵ برس ہوگی یا ۸۵ یا ۸۶ برس
میری عمر ۷۴ برس سے کم نہیں ہوگی	میری عمر ۸۶ برس سے زیادہ نہیں ہوگی

مرزا قادیانی کی پیدائش

اس بات میں نہ ہمیں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی کسی قادیانی کو کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ اب صرف معلوم یہ کرنا ہے کہ مرزا قادیانی پیدا کس سن میں ہوئے تھے؟ اسی سے مرزا قادیانی کی کل عمر کا پتہ چل جائے گا۔ مرزا قادیانی نے اپنی عمر کے متعلق جو پیشگوئی کی تھی وہ سراسر جھوٹی ثابت ہوئی۔ کیونکہ مرزا قادیانی ۷۴ برس سے پہلے پہلے ہی اس دنیا سے چل بسے۔

بیان اوّل

"میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔"

(کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷)

دلیل اوّل

لیکن مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اگر مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق ان کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہو تو ۱۹۰۸ء تک کل عمر ۶۹ برس بنتی ہے۔ اگر پیدائش ۱۸۴۰ء میں ہو تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۸ برس بنتی ہے۔

بیان دوم

"۱۸۵۷ء میں میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔" (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷)

دلیل دوم

اگر ۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی کی عمر سترہ برس تھی تو پیدائش کا سن ۱۸۴۰ء ثابت ہوا۔

پس اگر پیدائش ۱۸۴۰ء میں ہو اور وفات ۱۹۰۸ء میں ہو تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۸ برس ثابت ہوتی ہے۔

بیان سوم

''میری عمر ۳۴، ۳۵ برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔''

(کتاب البریہ ص ۱۶۰، خزائن ج ۱۳ ص ۱۹۲)

دلیل سوم

مرزا قادیانی کے والد کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا۔ (نزول المسیح ص ۱۱۶، خزائن ج ۱۸ ص ۴۹۴) اگر مرزا قادیانی کی عمر ۱۸۷۴ء میں ۳۵ برس تھی تو پیدائش ۱۸۳۹ء کی بنتی ہے۔ پس جب وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ برس ثابت ہوئی۔

بیان چہارم

''حضرت مسیح موعود فرماتے تھے جب سلطان احمد پیدا ہوا۔ اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال تھی۔'' (روایت مولوی شیر علی صحابی مرزا قادیانی مندرجہ سیرت المہدی ج ا ص ۲۷۳ روایت نمبر ۲۸۳)

دلیل چہارم

مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی (مجدد اعظم ج ا ص ۱۴۵) اگر ۱۸۵۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ برس ہو تو ۱۹۰۸ء میں کل عمر ۶۸ سال ہوگی۔

بیان پنجم

''براہین احمدیہ کے ص ۵۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گزر گئے اور وہ یہ ہے ''ولقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون ''یعنی ان مخالفین سے کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا ہوں اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہتے ہو کہ میرا کام افتراء اور شرارت اور مکر اور خیانت سے محفوظ رہا...... الخ۔''

(تریاق القلوب ص ۶۸، خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۳)

دلیل پنجم

براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء میں لکھنی شروع کی۔ اس وقت مرزا قادیانی کی عمر ۴۰ برس تھی۔ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی۔ پس ۱۸۹۹ء تک عمر ۶۰ برس اور مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ پس مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ برس ثابت ہوئی۔

بیان ششم

"اور انہوں نے (کریم بخش نے) نہایت رقت سے چشم پر آب ہو کر کئی جلسوں میں میرے روبرو اس زمانہ میں جب کہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گزرے تھے۔ یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ نے آج سے تیس برس پہلے یعنی اس زمانہ میں جب کہ یہ عاجز بیس سال کی عمر کا تھا، خبر دی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا، پیدا ہو گیا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۳۷، خزائن ج ۱۷ ص ۱۴۹)

دلیل ششم

چودھویں صدی سے آٹھ برس گزرے۔ یعنی ۱۳۰۸ھ میں عمر تقریباً ۵۰ برس (۳۰ برس پیشگوئی کے ۲۰ برس ان سے پہلے کے) اور مرزا قادیانی کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ ۲۶ میں سے ۸ نکال دیں تو ۱۸ باقی رہے۔ یہ ۱۸ پہلے ۵۰ میں جمع کریں تو وہی ۶۸ بنتے ہیں۔ جس شخص کی عمر ۱۳۰۸ھ میں ۵۰ برس ہو اور اس کا انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہوا ہو تو اس کی کل عمر ۶۸ سال ہی ہوتی ہے۔

بیان ہفتم

"یورپ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا۔ بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے۔ بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۷۵ھ تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۰)

دلیل ہفتم

"تحفہ گولڑویہ ۱۳۱۸ھ میں لکھی گئی۔ (دیکھئے ص ۹۴، خزائن ج ۱۷ ص ۲۴۸) اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں عیسوی سن کون سا تھا۔ (تریاق القلوب ص ۱۰، خزائن ج ۱۵ ص ۱۴۶) ملاحظہ فرمایئے اس وقت سن عیسوی ۱۹۰۰ء تھا۔ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء سن ہجری کے مطابق ۱۳۱۸ھ میں عمر ۶۰ سال تو ۱۳۲۶ھ میں عمر ۶۸ سال، سن عیسوی کے مطابق ۱۹۰۰ء میں عمر ۶۰ سال تو ۱۹۰۸ء میں عمر ۶۸ سال۔

بیان ہشتم

"بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں۔ ان تمام

اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۱، خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۴)

دلیل ہشتم

تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی۔ اس وقت مرزا قادیانی اپنی عمر ۶۰ برس بیان فرماتے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کا انتقال ہوا۔ پس مرزا کی کل عمر ۶۸ سال ثابت ہوئی۔

بیان نہم

"آتھم کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب ۶۴ سال کے۔"

(اعجاز احمدی ص ۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۹)

دلیل نہم

اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی کی عمر قریباً ۶۴ سال تھی۔ حساب کیجئے جس شخص کی ۱۹۰۶ء میں عمر تقریباً ۶۴ سال ہو تو ۱۹۰۸ء میں زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکتی ہے۔

بیان دہم

"میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال ہے۔"

(حقیقت الوحی ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹ حاشیہ)

دلیل دہم

مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی جولائی ۱۹۰۶ء میں لکھی۔ اگر ۱۹۰۷ء میں عمر ۶۸ سال ہے تو اگلے سال ۱۹۰۸ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ پس مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ سال ثابت ہوئی۔

بیان یازدہم

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو قریباً ۶۰ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس کام میں مشغول رہا ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

دلیل یازدہم

مرزا قادیانی کی یہ تحریر ۱۸۹۸ء کی ہے۔ (ایضاً ص ۳۱) پس اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۱۸۹۸ء میں قریباً ۶۰ سال کی تھی۔ لہٰذا کل عمر قریباً ۶۹ یا ۷۰ سال ہوئی۔

بیان دوازدہم

''۱۶ مئی ۱۹۰۱ء حضرت مسیح موعود کے بیان جو آپ نے عدالت گورداسپور میں بطور گواہ بمقدمہ مدعا علیہ نظام الدین راستہ شارع عام بند کرنے کے لئے دیا۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے میں سچ کہوں گا میری عمر ۶۰ سال کے قریب ہے۔'' (منظور الٰہی ص ۲۴۱)

دلیل دوازدہم

۱۶ مئی ۱۹۰۱ء کو اگر مرزا قادیانی کی کل عمر بقول ان کے سچے بیان کے قریباً ۶۰ برس تھی تو ۱۹۰۸ء تک ان کی کل عمر قریباً ۶۷ سال ثابت ہوتی ہے۔

بیان سیزدہم

''۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء کا ذکر ہے کہ مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد نے خاص ہمارے لئے استاد رکھے ہوئے تھے۔ پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۶، ۱۷ برس کی ہوگی۔'' (منظور الٰہی ص ۳۴۸ الحکم ۱۲/ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

دلیل سیزدہم

اگر ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۱۷ سال ہو تو ۱۹۰۸ء میں ۶۵، ۶۶ سال بنتی ہے۔

بیان چہاردہم

''مشیر اعلیٰ: اب جناب کی عمر کیا ہوگی۔'' حضرت اقدس: ۶۵ یا ۶۶ سال۔''

(الحکم ج ۸ نمبر ۱۱، ۳۱/ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

دلیل چہاردہم

۱۹۰۴ء میں اگر مرزا قادیانی کی عمر ۶۵ برس کی تھی تو ۱۹۰۸ء میں ۶۹ سال بنتی ہے۔

بیان پانزدہم

''اب حضرت کی عمر ۶۵ سال کی ہے۔'' (الحکم ۱۰ تا ۱۷/ نومبر ۱۹۰۴ء)

دلیل پانزدہم

۱۹۰۴ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۶۵ سال ہو تو ۱۹۰۸ء تک کل عمر ۶۹ سال ثابت ہوتی ہے۔

بیان شانزدہم

''خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد

سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے۔ یعنی تیس برس کا تمام و کمال زمانہ کہ کل مدت گزشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۹۴، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۲،۲۵۱)

اس حساب کی رو سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں گیارہ برس رہتے تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۲ حاشیہ)

دلیل شانزدہم

آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی وفات تک دنیا کی کل عمر = ۴۷۳۹

آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک دنیا کی کل عمر = ۴۷۲۸

مرزا کی وفات ہوئی ۱۳۲۶ھ میں۔ آدم علیہ السلام سے مرزا کی وفات تک دنیا کی کل عمر = ۴۷۲۸+۱۳۲۶=۶۰۵۴ سال۔ مرزا قادیانی کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ہزار ششم میں گیارہ برس رہتے تھے۔ آدم علیہ السلام سے مرزا قادیانی کی پیدائش تک دنیا کی کل عمر=۶۰۰۰-۱۱=۵۹۸۹۔ اگر مرزا قادیانی کی وفات تک دنیا کی کل عمر میں سے مرزا قادیانی کی پیدائش تک دنیا کی کل عمر منہا کر دی جائے تو مرزا قادیانی کی عمر معلوم ہو جائے گی۔ ۶۰۵۴-۵۹۸۹=۶۵ سال۔ پس مرزا قادیانی کی عمر ۶۵ سال ثابت ہوئی۔

بیان ہفت دہم

"مدت ہوئی ہزار ششم گزر گیا۔ اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گزر گئے ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۲ حاشیہ) میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں گیارہ برس رہتے تھے۔" (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۲ حاشیہ)

دلیل ہفت دہم

تحفہ گولڑویہ ۱۳۱۸ء میں لکھی گئی۔ ۱۳۱۸ھ سے ۵۰ برس پیشتر سن ہجری ۱۲۶۸ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ہزار ششم اس وقت ختم ہوا جب ۱۲۶۸ھ تھا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۲۶۸ھ سے گیارہ سال پیشتر ہوئی۔ پس جب مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۲۵۷ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۲۶ھ میں تو مرزا کی کل عمر ۱۳۲۶-۱۲۵۷=۶۹ برس۔ مرزا کی کل عمر ۶۹ برس ثابت ہوئی۔

مرزا کی زندگی میں قادیانی جماعت کے خلفاء علما اور اخبارات و رسائل کے بیانات

نمبر۱...... ’’سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء۔‘‘

(نور الدین ص۱۷۰ مصنف حکیم نور الدین)

نمبر۲...... ’’ظاہر ہے کہ جب ۴۰ ۷۲ برس ۱۰ ہجری میں جو اختتام نبوت کا زمانہ ہوا تھا، تو چھٹا ہزار ضرور ۱۲۷۰ھ میں پورا ہوا تھا۔ حضرت مرزا قادیانی ۱۲۵۵ھ (مطابق ۱۸۳۹ء ناقل) میں پیدا ہوئے تھے۔‘‘ (تشحیذ الاذہان فروری مارچ ۱۹۰۸ء)

نمبر۳...... ’’حضرت مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔‘‘

(حیات احمد مولفہ یعقوب علی صاحب عرفانی)

نمبر۴...... ’’الف ششم جو کہ ۱۲۷۰ھ کو ختم ہوا۔ آپ کی پیدائش ہوئی (نہ کہ ماموریت) کیونکہ آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔‘‘ (الحکم ۶؍ جنوری ۱۹۰۸ء)

نمبر۵...... ’’آپ کی مبارک پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔‘‘

(الحکم ۲۴؍ دسمبر ۱۹۰۴ء)

نمبر۶...... ’’مرزا قادیانی کا جنم ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوا تھا۔‘‘ (الحکم ۱۰؍ دسمبر ۱۹۰۶ء)

نمبر۷...... ’’آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں بمقام قادیان اسی مکان میں جہاں سکونت ہے، پیدا ہوئے۔‘‘ (بدر ج ۱ نمبر ۱، ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

نمبر۸...... ’’میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔‘‘

(بدر ج ۳ نمبر ۳۰، ۸؍ اگست ۱۹۰۴ء)

نمبر۹...... ’’حضرت مرزا قادیانی کا جنم ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوا۔‘‘ (بدر ۱۳؍ دسمبر ۱۹۰۶ء)

نمبر۱۰...... ’’حضرت مرزا قادیانی کی ولادت باسعادت سکھوں کے آخری وقت یعنی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔‘‘ (عسل مصفی حصہ اول ص۵۷۵)

نمبر۱۱...... ’’۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی تواریخ میں بہت مبارک سال ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں موعود مہدی پیدا فرمایا۔ جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین و آسمان پر ہو رہی تھیں۔‘‘ (مسیح موعود کے مختصر حالات مندرجہ براہین مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

نمبر۱۲...... ’’مسیح موعود کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقع ہونا مرسلانہ بعثت کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سکھی سلطنت کا تاج تھا، جو مسیح موعود

کے پیدا ہوتے ہی ۲۷ رجون ۱۸۳۹ء کو گر کر خاک میں مل گیا۔"

(مسیح موعود کے مختصر حالات، مندرجہ براہین مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

مسٹر گرفن و کرنل میسی

"یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔"

(تذکرہ رؤسائے پنجاب ج دوم ص ۶۹، ترجمہ سید نوازش علی مطبوعہ نولکشور ۱۹۱۱ء)

ہم نے بفضلہ تعالیٰ از روئے تحریرات مرزا قادیانی و بیانات علمائے سلسلہ قادیانیہ اور ان کے اخبارات و رسائل سے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی کہ میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی، غلط ثابت ہوئی۔

پیدائش ہوئی ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء میں.......... وفات ہوئی ۱۹۰۸ء میں

۱۹۰۸-۱۸۳۹=۶۹ یا ۱۹۰۸-۴۰=۶۸ سال مرزا قادیانی کی کل عمر ہوئی۔

مرزا قادیانی کی اس پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر قارئین کرام مرزا قادیانی کے ان الفاظ میں جو انہوں نے ۸۰ سال عمر کی پیشگوئی کے متصل بعد تحریر فرمائے ہیں۔ پھر غور فرمائیں: "جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں۔ میرے صدق یا کذب آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۶۳۵، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳)

اقوال مرزا غلام احمد قادیانی

۱...... "میرے لئے بھی اسی برس کی زندگی کی پیشگوئی ہے۔"

(تحفہ ندوہ ص ۲، خزائن ج ۱۹ ص ۹۳)

۲...... "میں کس صحت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی۔"

(اربعین نمبر ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۱)

۳...... "اگر ثابت ہو جائے کہ میری سو پیشگوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہے تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔" (اربعین نمبر ۴، ص ۲۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۶۱)

۴...... "مدعی کاذب کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے یہی توراۃ کی۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۶، خزائن ج ۵ ص ۳۲۶)

۵...... "ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔" (چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

۶...... ''خدا کے جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۸، خزائن ج ۱۷ص ۴۸)

۷...... ''منکر تو دنیا میں ہوتے ہیں پر بڑا بدبخت وہ منکر ہے جو مرنے سے پہلے معلوم نہ کرسکے کہ میں جھوٹا ہوں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۱۵، خزائن ج ۱۷ص ۵۳)

مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش تبدیل کر دی گئی

مرزا قادیانی تو اس دنیائے فانی سے چل بسے۔ اب مرزا قادیانی سے یہ سوال کس طرح کیا جائے کہ آنجناب اپنے دعویٰ میں صادق تھے یا کاذب؟۔ لیکن ان کے مریدین سے یہ استفسار کرنے کے بعد ہم اس حیران کن جواب سے بالکل دنگ رہ جاتے ہیں کہ:

الف...... ''حضور کی تاریخ پیدائش حضرت کی کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔'' (مولوی عبدالرحمٰن خادم)

ب...... ''ہمیں آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہے۔'' (مولوی ابوالعطاء صاحب)

ج...... ''حضرت مسیح موعود کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہ تھی۔'' (جناب عبدالرحیم درد)

سلسلہ احمدیہ کے جوابات سننے کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کے اقوال بھی ذہن میں رکھئے۔

۱...... ''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔''

(کتاب البریہ ص ۴۶، خزائن ج ۱۳ص ۱۷۷)

۲...... ''۱۸۵۷ء میں میری عمر سولہ یا سترھویں برس میں تھی۔'' (ایضاً)

۳...... ''میری عمر ۳۴، ۳۵ برس ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔''

(کتاب البریہ ص ۱۶۰، خزائن ج ۱۳ص ۱۹۲)

(ان تمام عبارات کے حوالے مع قید صفحہ و کتاب پہلے گزر چکے ہیں۔)

کچھ مدت تک قادیانی اسی قسم کے ہیر پھیر کر کے وقت گزارتے چلے گئے۔ آخر ایک تدبیر سوجھی۔ طے یہ ہوا کہ سرے سے مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ہی کیوں نہ تبدیل کر دی جائے: ''نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری''

مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنے میں خصوصی طور پر یہ خیال مدنظر رکھا گیا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۷۴ اور ۸۶ سال کے اندر اندر ظاہر کی جاسکے۔ چنانچہ قادیانیوں کے ایک سرگرم رکن عبدالرحیم صاحب درد لکھتے ہیں:

''اگر آپ کی پیدائش ۱۸۲۲ء اور ۱۸۳۶ء کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۱۸۸، روایت نمبر ۱۶۳)

دوسرے قادیانیوں کے نظریات بھی اسی قسم کے تھے۔ قادیانی لٹریچر کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چیدہ چیدہ قادیانیوں نے اپنے اپنے ذہن میں مرزا قادیانی کی علیحدہ علیحدہ تاریخ پیدائش تجویز کی تھی اور ہر شخص اپنا اپنا نظریہ دوسروں سے منوانے کا خواہاں تھا۔ اس امر پر مختصری روشنی ڈالنے کے لئے اقوال ذیل کافی ہیں:

☆...... حکیم نورالدین: ''کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا کہ آپ کی پیدائش (۱۸۳۶،۳۷ء) میں ہوئی۔''

☆...... مرزا بشیر احمد: ''صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۶،۳۷ء میں ہوئی۔''

☆...... ڈاکٹر بشارت احمد: ''صحیح امر یہی ہے کہ تحقیقات کی رو سے آپ کی پیدائش ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔''

☆...... میر قاسم علی صاحب: ''صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۲۸،۲۹ء میں ہوئی۔''

☆...... عبدالرحیم درد: ''صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۳،۳۴ء میں ہوئی۔''

☆...... عبدالرحیم درد: ''بحیثیت مجموعی زیادہ تر میلان ۱۸۳۳،۳۴ء کی طرف ہے۔''

☆...... الفضل ۳؍ستمبر ۱۹۳۲ء صحیح سن ولادت ۱۸۳۳ء ہے۔

تاریخ پیدائش تبدیل ہو رہی ہے...... حکیم نورالدین (خلیفہ اول)

مرزا قادیانی کی زندگی میں

''سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء''

(نورالدین ص ۱۷۰ طبع اول)

مرزا قادیانی کی وفات کے بعد

''اس بات کے لئے میں کوشش میں ہوں کہ پتہ چلے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو مرزا قادیانی مغفور کی کیا عمر تھی۔ مرزا سلطان احمد نے تولد کا سنہ ۱۸۳۶ء، ۱۸۳۷ء بتایا ہے۔ پس اس شمسی حساب سے آپ کی عمر قمری حساب میں ۷۴، ۷۵ ہوتی ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا اور حضرت نے نصرۃ الحق میں قریباً یہی لکھا ہے۔'' (ریویو ج ۷ ص ۲۷۰ و ریویو ج ۲۳ نمبر ۸ ص ۲۴)

مرزا محمود احمد (خلیفہ ثانی)

مرزا کی زندگی میں

''حضرت مرزا قادیانی ۱۲۵۵ھ (مطابق ۱۸۳۹ء: ناقل) میں پیدا ہوئے۔

مرزا قادیانی کی وفات کے بعد

''حضرت مرزا غلام احمد قریباً ۳۷، ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔'' (سیرت مسیح موعود ص ۲)

میاں معراج الدین عمر

مرزا کی زندگی میں

''۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی تاریخ میں بڑا مبارک سال ہے۔ جس میں خدائے تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں موعود مہدی پیدا کیا۔'' (براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

مرزا کی وفات کے بعد

''حضرت مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۷ رفروری ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم ص ۸۲۱ روایت نمبر ۹۶۵)

بدر قادیان

مرزا کی زندگی میں

''آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔'' (بدر ج نمبر ۱، ۱۹۰۲ء زیر ادارت محمد افضل)

وفات کے بعد

''آپ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔'' (بدر ۱۱ رجون ۱۹۰۸ء)

''مرزا قادیانی میرے خیال میں ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔'' (بدر ۲۷ راگست ۱۹۰۸ء)

مرزا بشیر احمد

مرزا قادیانی کی تاریخ وفات ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک قطعی فیصلہ نہ کر سکے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کا کون سا سن تجویز کیا جائے۔ ان کی تصانیف کا حاصل مطالعہ یہ ہے:

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۴ء بنتی ہے۔''

''آپ کی پیدائش ۳۷، ۱۸۳۶ء بنتی ہے۔''

''آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء بنتی ہے۔''

عبدالرحیم درد

حضرت مسیح موعود کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہ تھی۔ مختلف قسم کا حساب لگا کر کئی قسم کے نظریات ذہن میں رکھتے تھے اور مختلف حسابات کی رو سے نتائج یوں نکالتے ہیں:

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۰ء کے قریب بنتی ہے۔''

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۱ء کے قریب بنتی ہے۔''

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۲ء کے قریب بنتی ہے۔''

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۴ء کے قریب بنتی ہے۔''

''آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء کے قریب بنتی ہے۔'' (سیرت المہدی سوم ص ۱۸۸ تا ۱۹۴)

الحق دہلی زیر ادارت میر قاسم علی

''صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۲۹، ۱۸۲۸ء میں ہوئی۔'' (۲۷ر فروری ۱۹۱۴ء)

مرزا قادیانی کی وفات کے ۶۸ برس بعد تاریخی فیصلہ

''بعض حوالے اور روایات ایسی ملی ہیں جن سے معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی تھی۔ میں (مرزا بشیر احمد) امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب تحریر و تقریر میں اسی معین تاریخ کو بیان کریں گے۔'' (الفضل ۱۱ر اگست ۱۹۳۶ء)

تذکرہ رؤسائے پنجاب میں تحریف کی گئی

''تذکرہ رؤسائے پنجاب'' پنجاب کے امراء رؤسا اور ریاستوں کے والیان کی تاریخ ہے۔ سرلیپل گرفن صاحب نے اسے حسب فرمائش سر رابرٹ منٹگمری گورنر پنجاب تالیف کرنا شروع کیا۔ ان کے بعد کرنل میسی اور ایچ ڈی کریک صاحب نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اصل کتاب انگلش میں ہے۔ جس کا نام ''پنجاب چیفس'' ہے۔ سید نوازش علی صاحب نے پنجاب گورنمنٹ سے ایچ ڈی کریک صاحب کی وساطت سے ''پنجاب چیفس'' کا اردو ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ جس کا نام ''تذکرہ رؤسائے پنجاب'' ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کی گئی۔ جو ترجمہ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کا ٹائٹل پیج ان الفاظ سے مزین ہے:

تذکرہ رؤسائے پنجاب (گرفن)

مرتبہ سید نوازش علی ...... مطبوعہ نولکشور لاہور ۱۹۱۱ء

یہی ایڈیشن (مطبوعہ نولکشو لاہور ۱۹۱۱ء) پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے۔ وہاں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

''تذکرہ رؤسائے پنجاب'' مرتبہ سید نوازش علی (مطبوعہ نولکشور لاہور ۱۹۱۱ء) حصہ دوم ص ۶۷ تا ۶۹۔ مرزا قادیانی کے خاندان کا تذکرہ ص ۶۹ سطر ۸ سے ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

''یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضٰی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔''

مرزا محمود احمد نے جو مرزا غلام احمد کے بڑے بیٹے ہیں اور جو موجودہ وقت میں قادیانی سلسلہ کے خلیفہ ثانی ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ کی ایک سوانح عمری سیرت مسیح موعود کے نام سے لکھی ہے۔ جو پہلی دفعہ ۱۹۱۶ء میں طبع ہوئی۔ ہمارے پیش نظر ''سیرت مسیح موعود'' کا ایڈیشن چہارم ہے۔ جسے محمد فخر الدین ملتانی نے الہ بخش سٹیم پریس قادیان سے ۲۰/ستمبر ۱۹۳۴ء کو طبع کرایا تھا۔ اس میں سر لیپل گرفن کی کتاب ''پنجاب چیفس'' کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء کی بجائے تحریف کر کے ۱۸۳۷ء بنایا گیا ہے۔

''سیرت مسیح موعود'' کے ص ۶ پر پنجاب چیفس کے حوالہ سے یہ الفاظ داخل کئے گئے:

''یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضٰی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا۔

علامہ خالد محمود کا اعتراض

جناب علامہ خالد محمود اسی کھلم کھلا تحریف اور خیانت پر قادیانیوں کو ان الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو ہفت روزہ دعوت لاہور ۲/اکتوبر ۱۹۶۴ء) ''اس جماعت کے خلیفہ ثانی نے سر لیپل گرفن کی کتاب پنجاب چیفس سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں کھلم کھلا تحریف اور خیانت کی ہے۔ قارئین ''دعوت'' مطلع رہیں کہ اصل کتاب میں ۱۸۳۷ء نہیں بلکہ ۱۸۳۹ء ہے۔ یہ تحریف صرف مرزا قادیانی کی عمر کو لمبا کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے تاکہ اسے کچھ تو پیشگوئی کے قریب لایا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس پر بھی مرزا قادیانی آنجہانی کی پیشگوئی واقعات کا ساتھ نہیں دے سکی۔''

مضمون کے آخیر پر قادیانیوں سے یہ سوال کیا کہ: ''کیا مرزا محمود نے ''پنجاب چیفس'' کے حوالے سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں تحریف اور خیانت نہیں کی؟ نقل کو اصل کے مطابق ثابت کر کے خلیفہ سے بددیانتی کے اس داغ کو دور کریں۔

قاضی محمد نذیر لائل پوری کا جواب

قاضی محمد نذیر لائل پوری مہتمم شعبہ نشر و اشاعت ربوہ نے مرزا محمود احمد کی بددیانتی کے داغ کو ''الفضل'' یکم نومبر ۱۹۶۴ء میں ان الفاظ میں دور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے:

"واضح ہو کہ سر لیپل گرفن کی اصل کتاب جو انگلش میں ہے، مجھے نہیں ملی۔ جس میں خالد محمود نے سر موصوف کی طرف سے حضرت اقدس کی پیدائش ۱۸۳۹ء لکھنے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ اس کا وہ ترجمہ ملا ہے جو "تذکرہ رؤسائے پنجاب" کے نام سے سید نوازش علی پنشنر نے شائع کیا ہے۔ اس میں آپ کی پیدائش کا سن ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء درج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے جو "سیرت مسیح موعود" تحریر فرمائی ہے۔ اس میں لیپل گرفن کے اقتباس میں ۱۸۳۷ء کا درج ہونا محض سہو کاتب ہے۔"

قاضی صاحب نے اتنا بیان دے کر قصہ ہی پاک کر دیا۔ تمام گناہ کی ذمہ داری کاتب پر ڈال کر خلیفہ صاحب کو بری الذمہ قرار دے دیا۔

اولاً! قاضی نذیر احمد صاحب کا یہ بیان پڑھ کر بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایسی باتیں تو ان لوگوں کے لئے مغالطے کا سامان بن سکتی ہیں۔ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات یا اس سلسلہ کے دوسرے لٹریچر کا کبھی توجہ سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ لیکن ہر وہ شخص جس نے اس سلسلہ کے لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ "الفضل" ۳ر ستمبر ۱۹۳۳ء کے ذریعہ پہلی دفعہ یہ بات عبدالرحیم صاحب درد کے مضمون سے منظر عام پر آئی کہ مرزا قادیانی کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء بھی ہو سکتا ہے اور تین برس بعد ۱۱ر اگست ۱۹۳۶ء کو مرزا بشیر احمد نے اس پر عملدرآمد کرایا۔

قارئین کرام! اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جس چیز کی بنیاد ہی ۱۹۳۶ء میں رکھی جاتی ہے تو وہ ۲۵ برس پیشتر ۱۹۱۱ء میں لکھی جانے والی ایک کتاب میں کس طرح منظر عام پر آسکتی ہے؟

ثانیاً! اب رہی یہ بات کہ قاضی صاحب نے "پنجاب چیفس" کے کس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کس سن میں طبع ہوا۔ اس بات کی ٹوہ کے لئے راقم الحروف نے سنٹرل لائبریری بہاولپور کی طرف رجوع کیا۔ معلوم ہوا کہ "پنجاب چیفس" کا یہ ایڈیشن جس سے قاضی صاحب نے حوالہ دیا ہے ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔ ماشاء اللہ! چشم بد دور۔ اس ایڈیشن میں حسب خواہش بے بہا اتنی تبدیلیاں کرائی گئی ہیں کہ انسان پڑھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔

۱۹۱۱ء کے ایڈیشن میں "مرزا سلطان احمد رئیس قادیاں" کا عنوان دیا گیا تھا۔

۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں اس عنوان کو تبدیل کروا کر مرزا عزیز احمد آف قادیاں لکھوا دیا گیا۔

۱۹۱۱ء کے ایڈیشن اور اس سے ماقبل تمام ایڈیشنوں میں مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش

۱۸۳۹ء درج ہے۔ لیکن ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں مرزا قادیانی کی اصل تاریخ پیدائش تبدیل کروا کر ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء درج کروائی گئی ہے۔

۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں ذیل کی عبارت بھی زائد درج کرائی گئی ہے۔ جس کا اس سے ما قبل کے ایڈیشنوں میں نام ونشان تک نہیں:

''مرزا سلطان احمد کو خان بہادر کا خطاب اور ۵ مربعہ جات اراضی عطاء ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا مرزا عزیز احمد ایم اے اب خاندان کا سرکردہ اور پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد کا چھوٹا بیٹا رشید احمد ایک اولوالعزم زمیندار ہے اور اس نے سندھ میں اراضی کا ایک بہت بڑا رقبہ لے لیا ہے۔''

۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں Appendix علیحدہ طبع ہوا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے خاندان کا شجرہ نسب درج کیا گیا ہے۔ اس میں مرزا محمود احمد کے سترہ بیٹوں میں سے نام وار چار کے سن وفات اور باقی تیرہ کے سن پیدائش بھی درج کرائے گئے ہیں۔ اسی طرح مرزا بشیر احمد اور شریف احمد کے بیٹوں کے سن پیدائش اور وفات درج کرائے گئے۔

ان تحریرات اور اضافات سے یہ امر واضح ہے کہ پنجاب چیفس کے اس ایڈیشن میں یہ تبدیلیاں اور تحریفات محض سہو کاتب اور ارباب مطبع کی کرم فرمائیاں نہیں بلکہ اس تمام ہیر پھیر میں مرزا بشیر الدین محمود احمد اور اس کے خاندان کا پورا غرض مندانہ ہاتھ ہے۔

ثالثاً! ایک معترض کے لئے یہ اعتراض کرنے میں کون سا امر مانع ہو سکتا ہے کہ مرزا محمود احمد نے ''سیرت مسیح موعود'' میں پنجاب چیفس کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا غلام احمد کا صرف سن پیدائش تحریف کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اصل کتاب کے اردو ایڈیشن کے ص ۶۹ اور ۷۰ میں بھی نہایت صفائی سے تحریف مزید کی جسارت فرمائی ہے۔ اس اردو ایڈیشن کے ص ۶۹ سطر ۳،۴ میں یوں درج ہے: ''مگر اس نمبرداری کا کام بجائے اس کے سلطان احمد کے اس کا چچازاد بھائی نظام الدین جو غلام محی الدین کا سب سے بڑا بیٹا ہے کرتا ہے۔''

ص ۷۰ سطر ۴ میں یوں درج ہے: ''مرزا غلام احمد کا اپنا رشتہ دار ایک بھی اس کا پیرو نہیں ہے۔''

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ مرزا محمود احمد نے سیرت مسیح موعود میں ان حوالجات کو نقل

کرتے ہوئے تحریف کی ہے۔ ص ۶۹ سے دو سطریں اور ص ۷۰ سے ایک سطر بالکل گول کر گئے ہیں۔

ہمیں نہ تو مرزا سلطان احمد کی نمبرداری سے غرض ہے اور نہ ہی یہ بحث مطلوب ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنا رشتہ دار ایک بھی ان کا پیرو تھا یا نہیں۔ لیکن قادیانی سلسلہ کے علماء کی خدمت میں بصد نیاز ہم یہ گزارش کریں گے کہ آپ کی جماعت کے خلیفہ ثانی نے ص ۶۹ اور ۷۰ میں دن دہاڑے تحریف کی ہے اور یقیناً کی ہے اور یہ سلسلہ متواتر دو چار سال تک ہی نہیں بلکہ نصف صدی تک چلتا رہا ہے۔ یہ ڈرامہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ آپ لوگوں کے لبوں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ کیوں؟

کسی دوسرے شخص کی کتاب سے حوالہ نقل کرتے ہوئے تحریف کرنے کو ہی علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے ''بددیانتی'' قرار دیا ہے۔ ہم پھر گزارش کریں گے کہ مہربانی فرما کر اس بدنما داغ کو خلیفہ صاحب سے دور کیجئے۔

رابعاً! مرزا محمود احمد نے اس حوالہ کو کہ ''غلام احمد کا اپنا رشتہ دار ایک بھی اس کا پیرو نہیں ہے۔'' اپنی کتاب میں تو سرے سے درج ہی نہیں کیا۔ لیکن خلیفہ کے چھوٹے بھائی میاں بشیر احمد نے اس فقرہ کو سیرت المہدی حصہ اول میں درج تو کر دیا۔ لیکن فقرہ کی شکل بری طرح بگاڑ کر مفہوم کو بالکل بدل دیا ہے۔ یعنی ''مرزا قادیانی کے اپنے رشتہ داروں میں اس کے مذہب کے پیرو بہت ہی کم ہیں۔'' قارئین کرام اصل فقرہ اور اس کی نقل کا مفہوم بتائیں؟ خلیفہ صاحب تو خلیفہ صاحب! آپ کے میاں صاحب بھی کچھ کم نہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اعلان عام

گرفن صاحب کی اصل انگلش کتاب ''پنجاب چیفس'' طبع اول اور اس کے اردو ایڈیشن طبع اول میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء ہی درج ہے۔ روئے زمین کے تمام قادیانی مخاطب ہیں کہ اگر کوئی صاحب ان ایڈیشنوں میں ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۷ء یا ۱۸۳۵ء ثابت کر سکیں تو وہ ہم سے انعام کے مستحق ہوں گے۔ فاتوا برهانكم ان كنتم صادقين!

قادیانی علماء کی پریشانیاں

جیسا کہ آپ ابتدائی اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ قادیانیوں کے لئے مرزا قادیانی

کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنے کی مہم کو سر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مرزا قادیانی کے بے بہا سن پیدائش تجویز کیئے گئے۔ لیکن اندرونی اختلافات کی نذر ہو گئے۔ اگر ایک ۱۸۳۲ء تجویز کرنے پر مصر تھا تو دوسرا ۱۸۳۳ء۔ اگر تیسرا ۱۸۳۱ء کی تائید کر رہا تھا تو چوتھا ۱۸۳۶ء کا نظریہ قائم کیئے ہوئے تھا۔

جن لوگوں نے قادیانی لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ان پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس نزاع کی اصل اور حقیقی وجہ صرف یہ تھی کہ اس رستہ میں اٹکنے والے روڑے خود مرزا قادیانی کی تصنیفات اور اس سلسلہ کے علماء کی تحریریں تھیں۔ جن کو رستہ سے ہٹانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ مثلاً:

☆...... ''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔''

☆...... ''۱۸۵۷ء میں میں سولہ یا سترھویں برس میں تھا۔''

☆...... ''میری عمر ۳۴، ۳۵ برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔''

☆...... (والد صاحب کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا)

☆...... ''۱۰ اگست ۱۹۰۲ء تک والد صاحب کے انتقال کو ۲۸ برس ہو چکے ہیں۔''

☆...... ''حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ جب سلطان احمد پیدا ہوا تو ہماری عمر صرف سولہ برس تھی۔''

☆...... ''مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب بنتی ہے۔''

اب سب تحریروں کا سرے سے ہی انکار کرنا اور بہانہ سازی کر کے دوسرا راستہ اختیار کرنا عملاً ناممکن تھا۔ لیکن کیا کریں دوسروں کی بات نہیں۔ خود مرزا قادیانی کی اولاد ہی ان حوالجات کا انکار کر رہی ہے۔

آمدم برسر مطلب: مرزا قادیانی کی پیدائش تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ:

۱...... ''مرزا قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ صاحب کی تاریخ وفات تبدیل کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔''

۲...... ''مرزا قادیانی کے بیٹے سلطان احمد کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنی ضروری تھی۔''

۳...... ''مرزا قادیانی کے بیٹے سلطان احمد کے بھائی فضل احمد اور سلطان احمد کی عمر میں صرف دو سال کا فرق تھا۔ اس توازن کو قائم رکھنے کے لئے فضل احمد کی تاریخ پیدائش میں بھی تبدیلی ایک لازمی امر تھا۔''

۴...... ”سلطان احمد کی پیدائش کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی پیدا ہونا لازمی تھا کہ آخر مرزا قادیانی کی شادی کس عمر میں ہوئی تھی۔ پس مرزا قادیانی کی شادی کے وقت عمر کے تعین کو بھی بدل دیا گیا۔“

دنیا کو یہ ڈرامہ دکھانے کا پروگرام طریق ذیل پر مرتب کیا گیا کہ: ”مرزا غلام احمد کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء کر دیا جائے۔“ (الفضل ۱۱؍اگست ۱۸۳۹ء)

”مرزا غلام مرتضیٰ کا سن وفات ۱۸۷۴ء کی بجائے ۱۸۷۶ء کر دیا جائے۔“

(سیرت مسیح موعود ص۲۰)

”مرزا سلطان احمد کا سن پیدائش ۱۸۵۶ء کی بجائے ۱۸۵۳ء کر دیا جائے۔“

(تاریخ احمدیت ج۱ص ۸۳)

”مرزا فضل احمد کا سن پیدائش ۱۸۵۸ء کی بجائے ۱۸۵۵ء کر دیا جائے۔“

(تاریخ احمدیت ج۱ص ۸۳)

مرزا سلطان احمد کی پیدائش کے وقت مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ سال کی بجائے مرزا قادیانی کی صرف شادی کرنا ہی ۱۹ برس کی عمر میں ظاہر کیا جائے۔

الباب الثانی

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی تاریخ وفات میں بھی تحریف کی گئی (۱۸۷۴ء) کی بجائے (۱۸۷۶ء) بنا دیا گئی

مرزا غلام احمد قادیانی نے ”نزول المسیح“ کے (ص۱۱۶، خزائن ج۱۸ ص۴۹۴) پر اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء درج کی ہے۔ اس تاریخ وفات کی تصدیق نہ صرف نزول المسیح بلکہ دیگر کئی کتابوں میں بھی کی گئی۔ نزول المسیح کے ص۱۱۶، ۱۱۷ پر مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ہفتہ کا روز تھا، دوپہر کا وقت تھا۔ جون کا مہینہ تھا۔ سن عیسوی ۱۸۷۴ء تھا۔ مجھے کچھ غنودگی سی طاری ہوئی اور یہ الہام ہوا: ”والسماء والطارق“ جس کے معنی مجھے یہ سمجھائے گئے کہ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی کہ غروب آفتاب کے بعد پڑے گا اور دل میں ڈالا گیا

کہ یہ پیشگوئی میرے والد کے متعلق ہے اور وہ آج ہی غروب آفتاب کے بعد وفات پائیں گے۔ اس پیشگوئی میں مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ پھر غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا ''الیس اللہ بکاف عبدہ ''یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟''

(نزول المسیح ص۱۱۶، ۱۱۷، خزائن ج۱۸ ص۴۹۴، ۴۹۵) کا خلاصہ بیان کر کے ہم پہلے اس بات کو ہی لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی کہ آپ نے سہواً اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء تحریر کر دی ہو اور وفات ہوئی دراصل کسی اور ہی سن عیسوی میں ہو۔ محض اس بات کی تحقیق کے لئے اگر براہ راست جناب مرزا قادیانی سے ہی مکالمہ کیا جائے تو یہ بات مرزا غلام مرتضیٰ کی تاریخ وفات معلوم کرنے کے لئے فیصلہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ مکالمہ مرزا قادیانی کی ہی تحریرات کے پیش نظر مرتب ہے:

مسلمان: جناب مرزا قادیانی! یہ فرمایئے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال کس سن عیسوی میں ہوا؟

مرزا قادیانی...... میرے والد صاحب کا مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال سن عیسوی ۱۸۷۴ء میں ہوا۔

مسلمان...... کیا آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ تاریخ وفات درج بھی فرمائی ہے؟

مرزا قادیانی...... میں نے اپنی کتاب نزول المسیح کے (ص۱۱۶، خزائن ج۱۸ ص۴۹۴) پر سب سے پہلے پیش گوئی اپنے والد صاحب کی وفات کے متعلق ہی کی ہے جو ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ اسی ص کی دائیں جانب ''تاریخ بیان پیش گوئی'' کے نیچے موٹے الفاظ میں ۱۸۷۴ء درج ہے۔

مسلمان...... جناب والا! آپ کو اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات کے متعلق کوئی شبہ تو نہیں ہے؟

مرزا قادیانی...... مجھے قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہفتہ کا روز تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ جون کا مہینہ تھا۔ سن عیسوی ۱۸۷۴ء تھا۔ جس وقت مجھے یہ الہام ''والسماء والطارق ''ہوا۔ یہ میرے والد صاحب کی وفات کے متعلق تھا۔

مسلمان...... آپ نے کسی اور تاریخ وفات کی تصدیق کی ہے۔ ہم مزید تحقیق کے لئے آپ سے تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔

مرزا قادیانی...... آپ کی مزید تسلی بھی کئے دیتا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب (نزول المسیح ص۱۷۷، خزائن ج۱۸ ص۴۹۵) پر درج کی ہے کہ ''آج تک جو ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء ہے۔ مرزا صاحب مرحوم

(مرزا غلام مرتضٰی) کے انتقال کو اٹھائیس برس ہو چکے ہیں۔"

کیا آپ اتنا حساب بھی نہیں جانتے کہ اگر ۱۹۰۲ء میں سے ۲۸ منہا کئے جائیں تو باقی ۱۸۷۴ء ہی بنتے ہیں۔

مسلمان...... ہماری مزید تسلی کے لئے کچھ تھوڑا بہت اور بیان فرما دیجئے۔

مرزا قادیانی...... ویسے تو میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ آپ کی تسلی اسی سے ہو جانی چاہئے تھی۔ لیکن مزید تسلی جتنی چاہو کرو۔ میں نے "نزول المسیح" کے اسی ص پر ۳ دفعہ بار بار یہ تحریر کیا ہے کہ میرے والد صاحب کے انتقال کو ۱۹۰۲ء تک پورے ۲۸ سال گزر چکے ہیں۔ میری کتاب نزول المسیح نایاب تو نہیں، عام ملتی ہے۔ منگوا کر دیکھ لیجئے۔ بار بار ۳ دفعہ یہی بات دہرائی گئی ہے کہ والد صاحب کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا۔

مسلمان...... کیا آپ نے اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات اور الہام "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" کا تذکرہ نزول المسیح کے علاوہ کسی اور کتاب میں بھی کیا ہے۔ وہ حوالہ درکار ہے۔ جس سے سن عیسوی کا تعین ہو سکے۔

مرزا قادیانی...... ہاں! بڑی خوشی سے تحقیق کیجئے۔ میں نے اپنی کتاب (اربعین نمبر۳ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۳۹۳) جو ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی، والد صاحب مرحوم کی وفات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے، الہام "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" جو میرے والد صاحب کی وفات پر ایک انگشتری پر کھودا گیا تھا اور امرتسر سے ایک مہر کن سے کھدوایا گیا تھا۔ وہ انگشتری اب تک موجود ہے اور وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے تیار کرائی اور براہین احمدیہ موجود ہے جس میں یہ الہام لکھا گیا ہے اور جیسا کہ انگشتری سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی ۲۶ برس کا زمانہ ہے۔

اربعین ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی۔ اس سے ۲۶ برس پیشتر والد صاحب کی وفات کے روز مجھے الہام "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" ہوا۔ ۱۹۰۰ء میں سے ۲۶ منہا کر دو۔ وہی میرے والد کی وفات کا سن ۱۸۷۴ء نکلتا ہے۔

مسلمان...... اچھا اتنا فرمائیے کہ آپ کے والد صاحب کی وفات اور وحی جو اس وقت ہوئی، اس کا کوئی گواہ بھی ہے؟

مرزا قادیانی...... میری کتاب (نزول المسیح ص۱۱۶ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص۴۹۴) پر یہ الفاظ درج ہیں:

''اس وحی الٰہی کی گواہ رویت ایک بڑی جماعت ہے۔ اگر میں تفصیل سے لکھوں تو ایک ہزار سے بھی زیادہ ہوگا۔''

مسلمان...... مزید تسلی کے لئے آپ اپنی کسی اور کتاب سے حوالہ بیان فرمایئے کہ واقعی آپ کے والد صاحب کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا۔

مرزا قادیانی...... آخر وجہ کیا ہے کہ آپ مجھ سے بار بار ۱۸۷۴ء کے متعلق اپنی تحقیق کر رہے ہیں۔ کیا میرے ان دلائل سے آپ کی ابھی تسلی نہیں ہی نہیں ہوئی؟

مسلمان...... اگر آپ کوئی ایک آدھ حوالہ اپنی کسی اور کتاب سے بیان فرما دیجئے تو مزید تسلی ہو جائے گی۔

مرزا قادیانی...... بہت بہتر، مزید تسلی فرمایئے۔ میری تصنیف (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج ۱۳ ص۱۷۷) پر یہ الفاظ درج ہیں کہ ''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ میری عمر ۳۴، ۳۵ برس ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔'' اب حساب کر لو ۱۸۳۹+۳۵=۱۸۷۴ اور ۱۸۴۰+۳۴=۱۸۷۴۔ حاصل یہ کہ میرے والد صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء ہی بنتی ہے۔ اب تو آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی یا ابھی کچھ اور اطمینان کرنا چاہتے ہیں؟

مسلمان...... ہم نے آپ کا بہت وقت صرف کیا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے نہایت وضاحت سے اپنے والد صاحب کا سال وفات بیان کر دیا ہے۔

مرزا قادیانی...... میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر اتنی زبردست تحقیق اور جستجو کی وجہ کیا ہے؟

مسلمان...... وجہ کیا بتاؤں؟ کچھ کہنے کی بات ہی نہیں۔

مرزا قادیانی...... آخر پھر بھی کچھ وجہ تو ہوگی۔

مسلمان...... سن لیجئے! آپ کے ہی بیٹے میاں بشیر احمد کہتے ہیں کہ ''آپ نے اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء محض یاد کی بناء پر لکھی اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔''

مرزا قادیانی...... میرے بیٹے بشیر احمد کے قصہ کو چھوڑیئے۔ وہ تو اپنے دادا کی وفات کے ۱۹ برس بعد ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا۔ اس کو کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ یقین میری بات پر کیجئے۔ جو اپنے باپ کی وفات پر لاہور سے قادیان پہنچا تھا۔

مرزا غلام مرتضیٰ کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء میں ثابت کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع

کی طرف لوٹتے ہیں کہ نہ صرف مرزا قادیانی کی اولاد نے بلکہ تمام جماعت ہی نے مرزا قادیانی کی اس بات سے انکار کیا ہے اور ان کی تحریرات کو پس پشت ڈال کر غلام مرتضیٰ کی وفات کا ایک نیا سن گھڑ لیا ہے۔ یعنی اس کی تاریخ ۱۸۷۴ء کی بجائے ۱۸۷۶ء بنادی گئی۔ تحریف ۱۸۷۴ء کا ۱۸۷۶ء بن گیا۔

بیان مرزا محمود احمد (مرزا قادیانی کا بڑا بیٹا)

''آپ کی عمر قریباً چالیس برس تھی جبکہ ۱۸۷۶ء میں آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔'' (سیرت مسیح موعود ص۲۰)

بیان مرزا بشیر احمد (مرزا قادیانی کا منجھلا بیٹا)

۱...... ''ہمارے دادا (مرزا غلام مرتضیٰ) کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء میری تحقیق میں درست نہیں ہے۔ بلکہ صحیح تاریخ ۱۸۷۶ء ہے۔''

۲...... ''۱۸۷۴ء محض یاددہانی کی بناء پر لکھا ہے۔ اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔''

۳...... ''نزول المسیح'' کے تاریخی اندازے تخمینی ہیں اور یقینی نہیں کہ صحیح ہوں۔''

۴...... ''چونکہ الہام ''والسماء والطارق'' دادا صاحب کی وفات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی ۱۸۷۶ء تاریخ ہی درست سمجھی جائے گی۔''

(سیرت المہدی ج۳ ص۷۰۸ روایت نمبر ۷۶۸)

بیان ڈاکٹر بشارت احمد (مؤلف مجدد اعظم)

۱...... ''یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ (یعنی مرزا غلام احمد کے) والد بزرگوار کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔''

۲...... ''۱۸۷۶ء میں آپ کے والد ایک مرتبہ ہی بیمار ہو کر فوت ہوئے۔''

(مجدد اعظم ج۱ ص۶۴)

بیان دوست محمد شاہد (مؤلف تاریخ احمدیت)

''حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام اوائل جون ۱۸۷۶ء میں چیف کورٹ میں دائر ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور تشریف فرما تھے کہ آپ کو عالم رویا میں خبر دی گئی کہ آپ کے والد ماجد سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی آپ لاہور سے قادیان پہنچے اور دیکھا

کہ آپ زحیر کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ لیکن مرض کی شدت کم ہو چکی ہے۔ دوسرے دن ۲؍جون ۱۸۷۶ء جبکہ آپ چوبارہ پر استراحت فرما رہے تھے۔ ایک خادم جمال کشمیری آپ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ آپ پر الہام نازل ہوا ”والسماء والطارق “ کہ آسمان کی قسم ہے اور رات کے حادثہ کی قسم ہے اور اس کی تفہیم یہ ہوئی کہ حضور کے والد ماجد آج غروب آفتاب کے وقت اس جہاں سے رحلت فرما جائیں گے۔“ (تاریخ احمدیت ج۱ص ۱۹۳)

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

میاں بشیر احمد لکھتے ہیں کہ ”ہمارے دادا صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء نہیں ہے۔ بلکہ میری تحقیق میں صحیح تاریخ ۱۸۷۶ء ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) نے ”کشف الغطاء“ کے حوالہ سے سرکاری ریکارڈ میں لکھی ہے۔ ”حضرت مسیح موعود کی بعض دوسری تحریروں سے دادا صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء ثابت ہوئی ہے۔ (دیکھو کشف الغطاء) چونکہ سرکاری ریکارڈ بھی اسی کا مؤید ہے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۴ء محض یاد کی بناء پر لکھا ہے۔ اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔“

(سیرت المہدی سوم ج ۱۹۴)

جواب: یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ میاں بشیر احمد مرزا غلام مرتضیٰ کے پوتے ہیں۔ لیکن ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ بات ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ انہوں نے ”کشف الغطاء“ کا حوالہ درست دیا ہے۔ کشف الغطاء جو منیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان نے دسمبر ۱۹۳۶ء میں بار دوم شائع کرائی۔ ہمارے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس کتابچہ کے کل ۳۶ صفحات ہیں۔ اول سے آخر تک مطالعہ کیا ہے۔ اس کتابچہ کے کسی ایک صفحہ یا سطر میں بھی مرزا قادیانی نے اپنے والد کے سن وفات ۱۸۷۴ء کی کہیں تردید کی ہے اور نہ ہی کسی جگہ یہ فقرہ درج پایا۔ ہے کہ میرے والد کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ معلوم نہیں کہ قادیانیوں کے نزدیک وہ کون سا سرکاری ریکارڈ ہے جو اس مفروضہ حوالے کی تائید کر رہا ہے۔ میاں بشیر احمد کے یہ الفاظ: ”حضرت مسیح موعود کی بعض دوسری تحریروں سے دادا صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ثابت ہوتی ہے۔“

مطالبہ: ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی بعض دوسری تحریریں ہوں یا بعض تیسری، بیسویں اور سینکڑوں ہی نہیں۔ بلکہ بعض ہزارہا بھی کیوں نہ ہوں۔ لیکن آج تک برس ہا برس سے کسی شخص میں اتنی جرأت تو نہ ہو سکی کہ مرزا قادیانی کی صرف کسی ایک تصنیف سے ہی ثابت کر سکتا

کہ مرزا قادیانی نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے کہ میرے والد کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ جو صاحب جرأت اور استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے صرف اتنا مطالبہ پورا کرنے کی سعی فرمائیں گے کہ "مرزا قادیانی نے اپنی ۶۸ یا ۶۹ سالہ زندگی میں کسی جگہ کسی وقت اور کسی تحریر میں یا کسی تقریر میں کسی کتاب میں یا کسی رسالہ میں کسی اشتہار میں کسی سرکاری یا غیر سرکاری ریکارڈ میں صرف اتنے الفاظ ہی تحریر کئے ہوں کہ میرے والد صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔" تو وہ ہم سے انعام لینے کا مستحق ہوگا۔ حق اور باطل کے فیصلہ کے لئے یہی کافی ہے۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

مزید تحریف کی گئی

مرزا قادیانی کے منجھلے بیٹے میاں بشیر احمد نے صرف سنین کے رد و بدل کو اپنے دادا جان کی تاریخ وفات اور والد صاحب کی تاریخ پیدائش پر ہی آزما کر بس نہیں کیا۔ بلکہ کئی اور جگہ پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اپنے بھائی غلام قادر کی وفات ۱۸۸۱ء میں لکھی ہے۔ بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: "ان کی وفات ۱۸۸۳ء میں ہوئی (مرزا محمود احمد لکھتے ہیں ۱۸۸۴ء میں ہوئی) (سیرت مسیح موعود ص ۶، ۱۸) "وجہ اس کی یہ لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کو یاد نہیں رہا۔"

مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص ۲۵۲، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۳) پر مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں سفر ۱۹۰۴ء میں لکھا ہے۔

مرزا بشیر احمد اتفاق کرتے ہیں کہ یہ سفر ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ وجہ اس کی یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت صاحب کو اس بارے میں ذہول ہوا ہے۔"

مرزا قادیانی نے سرخی کے چھینٹوں والا نشان ۱۸۸۴ء میں لکھا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اس کو ۱۸۸۳ء میں لکھا ہے "ڈاکٹر بشارت احمد نے اس کو ۱۸۸۵ء میں لکھا ہے۔" (مجدد اعظم ص ۷۵)

"وجہ اس کی۔ بتائی کہ حضرت صاحب نے اسے یونہی تخمینی رنگ میں لکھا ہے۔"

مرزا قادیانی نے اپنا دہلی کا نکاح ۱۸۸۵ء میں بیان کیا ہے۔

مرزا بشیر احمد اس کو ۱۸۸۴ء میں لکھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ بتائی کہ: "حضرت صاحب

نے محض تخمیناً لکھا ہے۔"

مرزا سلطان احمد اور مرزا افضل احمد کی تاریخ پیدائش میں تغیر و تبدل کرنے کی جسارت

عبدالرحیم صاحب درد نے مرزا غلام احمد کی ایک سوانح حیات "لائف آف احمد" انگلش میں لکھی ہے۔ درد صاحب اس کے ص ۳۱ پر لکھتے ہیں کہ "مرزا افضل احمد، سلطان احمد کے دو سال بعد تولد ہوئے۔" ہمیں درد صاحب کا یہ حوالہ بسر و چشم منظور لیکن مؤلف "مجدد اعظم" نے دونوں بھائیوں کی تاریخ پیدائش یوں لکھی ہے: پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۶ء اور پیدائش مرزا افضل احمد ۱۸۶۰ء (مجدد اعظم ج ۱ ص ۱۲۵)

مولف "تاریخ احمدیت" نے دونوں کی تاریخ پیدائش حسب ذیل لکھی ہے: "پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۳ء اور پیدائش مرزا افضل احمد ۱۸۵۵ء" (تاریخ احمدیت ج ۱ ص ۸۳)

مولف "حیات طیبہ" میں لکھا ہے کہ: "پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۶ء اور پیدائش مرزا افضل احمد ۱۸۶۰ء" (حیات طیبہ ص ۱۲)

اگر دوست محمد صاحب شاہد مؤلف "تاریخ احمدیت" کے بیان کے مطابق فضل احمد کی پیدائش ۱۸۵۵ء میں تسلیم کی جائے اور عبدالقادر صاحب (مؤلف حیات طیبہ) کی تحریر کے مطابق ۱۸۶۰ء میں، تو دونوں بھائیوں کی عمر میں دو سال کی بجائے پورے ۵ سال کا فرق ہے۔ یہ فرق عبدالرحیم درد کے بیان کی تکذیب کر رہا ہے۔ اگر عبدالرحیم صاحب درد کا بیان صدق پر مبنی ہے تو دوسرے دونوں صاحبان کا بطلان ظاہر ہے۔

یقیناً یہی درست ہے

"میری عمر صرف سولہ برس تھی۔ جب میرا لڑکا سلطان احمد پیدا ہوا۔" (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۷۳) "مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔" (مجدد اعظم، حیات طیبہ، سیرت المہدی) ۱۸۵۶-۱۶=۱۸۴۰۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہو کر صرف ۶۸ یا ۶۹ برس دنیا میں زندگی گزار کر ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ء انتقال کیا۔

مرزا سلطان احمد کی عمر

عبدالقادر صاحب مولف حیات طیبہ ص ۱۲ "مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔"

مرزا بشیر احمد (سیرت المہدی) ’’مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔‘‘
ڈاکٹر بشارت احمد مولف (مجدد اعظم ج ۱ص ۱۴۵) ’’مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔

مرزا قادیانی کے ایک جلیل القدر صحابی شیر علی خان کا بیان

مولوی شیر علی صاحب جو مرزا قادیانی کے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ (معاذ اللہ) جن کے متعلق روایت بیان کرنے میں جناب مرزا قادیانی کے صاحبزادہ میاں بشیر احمد تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’مولوی شیر علی کو میں نے طریق روایت میں بہت محتاط پایا‘‘ انہی مولوی شیر علی صاحب کی ایک روایت ملاحظہ فرمایئے:

’’حضرت مسیح موعود فرماتے تھے، جب سلطان احمد پیدا ہوا، اس وقت ہماری عمر صرف ۱۶ سال تھی۔‘‘ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۷۴)

اب ڈاکٹر بشارت احمد کی بات بھی سنیئے: ’’حضرت مرزا کی شادی ۱۹ برس کی عمر میں آپ کے والد صاحب نے کی۔‘‘ (مجدد اعظم ج ۱ص ۲۵)

جناب مرزا قادیانی کے اپنے قول کے مطابق

جب مرزا سلطان احمد پیدا ہوا تو مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ لیکن افسوس کہ مرزا قادیانی کی شادی ہی ۱۹ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ اب یہ فیصلہ قارئین کریں کہ مرزا قادیانی کی شادی سے ۳ برس پہلے سلطان احمد کیسے پیدا ہو گیا؟

قاضی محمد نذیر لائل پوری کے ایک درجن مغالطے معہ جوابات

مغالطہ نمبر ۱

’’صرف اندازے سے ۴، ۵ سال کم عمر بتانا بھی معمولی طریق کلام ہے۔‘‘

جواب: صاحب من! نہ چار سال کم بتائی نہ پانچ۔ یہ سب ہیر پھیر ہیں۔ مرزا قادیانی کا فرمان تو یہ ہے: ’’۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدائش ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں عمر سولہ یا سترہ برس تھی۔ ۱۸۷۴ء میں عمر ۳۴ یا ۳۵ برس تھی۔ ۱۸۵۶ء میں عمر صرف ۱۶ برس تھی۔‘‘ قاضی صاحب! کسی حساب دان کی طرف رجوع فرمایئے۔

مغالطہ نمبر ۲

’’میری طرف سے ۲۳ راگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار

شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ۷۰ برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ ۵۰ برس کا جوان ہے۔" گویا ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۷۰ برس ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ کل عمر ۷۵ برس ثابت ہوئی۔

جواب: مرزا قادیانی نے ۷۰ برس کے قریب الفاظ تحریر کئے ہیں نہ کہ پورے ۷۰ برس۔ آپ کے قول کے مطابق اگر ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر ٹھیک ۷۰ برس تھی تو حساب کی رو سے ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کی عمر ٹھیک ۷۲ سال کی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں بھی مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ عمر ۷۰ برس کے قریب ہے۔

(ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص ۹۷، خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۸)

اگر آپ کے قول کے مطابق ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر ٹھیک ۷۰ برس تھی۔ تو حساب کی رو سے ۱۹۰۷ء میں عمر ۷۴ سال ہونی چاہئے لیکن مرزا قادیانی ۱۹۰۷ء میں بھی لکھتے ہیں کہ میری عمر ۷۰ سال کے قریب ہے۔ یہ کیوں؟

(حقیقت الوحی ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹ حاشیہ) پر آپ کی نظر سے مرزا قادیانی کے یہ الفاظ کیوں اوجھل رہے کہ "میری عمر اس وقت ۶۸ برس کے قریب ہے۔" اگلے سال ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کا انتقال ہو گیا۔ پس ۶۹ برس عمر پائی۔ "جو چیز حساب کی رو سے ٹھیک بیٹھے وہی سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہوا کرتی ہے۔"

مغالطہ نمبر ۳

"مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریباً ۶۴ سال کے آتھم ۱۸۹۶ء میں مرا۔ اس کے مرنے کے ۱۲ برس بعد آپ زندہ رہے۔ پس ۷۶ برس عمر پائی۔" اگر کوئی جاہل اس قسم کے لایعنی استدلال پیش کرتا تو ہم اسے یقیناً معذور خیال کرتے کہ اس نے محض اپنی لاعلمی کے باعث ایک بہانہ تلاش کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ہم اس کے جواب دینے پر چند سطریں تحریر کرنا بھی محض تضیع اوقات سمجھتے۔ چونکہ یہ استدلال ایک ذمہ دار قادیانی عالم کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس کا تحقیقی اور الزامی رنگ میں جواب دینا ہی مناسب ہے۔

تحقیقی جواب

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۴ء میں کتاب "انوار الاسلام" لکھی اور شائع کروائی۔ جو ایڈیشن

اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔وہ غلام قدر فصیح نے پنجاب پریس سیالکوٹ میں طبع کرایا ہے۔ اس کتاب کا (حاشیہ ص ۳۶ خزائن ج۹ ص ۳۷) پڑھیئے۔مرزا قادیانی ۱۸۹۴ء میں فرماتے ہیں کہ: ’’عبداللہ آتھم کی جیسا کہ نور افشاں میں لکھا گیا ہے،صرف اب تک ۶۴ برس کی عمر ہے۔جو میری عمر سے صرف چھ سات برس ہی زیادہ ہے۔‘‘

گویا بقول مرزا قادیانی ۱۸۹۴ء میں آتھم کی عمر ۶۴ برس کی تھی اور مرزا قادیانی کی عمر اس سے ۶،۷ برس کم تھی۔دو برس بعد ۱۸۹۶ء میں آتھم مرگیا۔آتھم کے مرنے کی دیر تھی کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی فوراً عمر میں اس سے برابر ہوگئے۔یہ استدلال ہے یا بچوں کا کھیل؟ زندگی بھر تو مرزا قادیانی اور آتھم کی عمر میں ۶،۷ برس کا فرق رہا۔لیکن ان میں سے ایک کے مر جانے سے دونوں کی عمریں برابر ہوگئیں۔ایسی ڈھکوسلے بازی ایک عالم کی زبان سے زیب نہیں دیتی۔ممکن ہے قاضی صاحب خود بھی غور فرمائیں تو انہیں اس استدلال پر ہنسی آجائے کہ یہ کیا حرکت ان سے سرزد ہوئی؟۔

الزامی جواب نمبر۱

’’میرے نزدیک حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل تحریر سے ’’مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔یعنی قریب ۶۴ سال کے۔‘‘(اعجاز احمدی ص۳، خزائن ج۱۹ ص۱۰۹) یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ آتھم ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا۔(انجام آتھم ص۱، خزائن ج۱۱ ص۱) اس لئے آپ کی عمر ۶۷ برس ہوئی،درست نہیں معلوم ہوتا۔کیونکہ حضرت مسیح موعود نے جس رنگ میں اپنی عمر آتھم کے برابر ظاہر کی ہے۔وہ ایسا نہیں کہ ایک حوالہ کو لے کر نتیجہ نکالا جائے۔آتھم کے مقابلے میں جس امر پر آپ زور دینا چاہتے ہیں۔وہ یہ ہے کہ ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں موثر ہے۔‘‘ (بیان عبدالرحیم صاحب درد مندرجہ اخبار الفضل)

الزامی جواب نمبر۲

بدر ۸؍اگست ۱۹۰۴ء ص۵ کالم۴ ملاحظہ فرمائیں: ’’حضرت مرزا قادیانی نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی۔اس کا مقابلہ عبداللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔ اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔(کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ اسطر۷) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے

آخری وقت میں ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ اب حساب کرلو کہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۶۴ سال کی ہونی چاہئے تھی یا نہیں؟“

مغالطہ نمبر۴

”الہام وکشف کے مطابق ساڑھے ۷۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔“

جواب: (تاریخ احمدیت حصہ سوم ص ۵۴۹) پر یوں لکھا ہے کہ: ”وفات کے وقت حضور کی عمر سوا تہتر سال کے قریب تھی۔ دن منگل تھا اور شمسی تاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء۔“

مغالطہ نمبر۵

”ہاں بعض صورتوں سے جو درمیانی زمانہ کی ہیں اور عمر کے متعلق بعض اندازے بتاتی ہیں۔ آپ کی عمر میں کچھ دشواری پیدا ہوتی ہے۔ مولوی خالد محمود نے بعض ایسی ہی عبارتوں کو پیش کر کے حضرت اقدس کی عمر ۶۶ سال بتا کر آپ کی عمر کے متعلق الہامی پیشگوئی کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ جو تحریرات آپ کی عمر اندازاً ۷۵ سال بتاتی ہیں۔ انہیں دانستہ نظر انداز کر دیا ہے۔“

جواب: مرزا قادیانی کی کوئی ایسی تحریر دکھا دیجئے جہاں مرزا قادیانی نے تحریر فرمایا ہو کہ میری عمر قریباً ۷۵ سال ہے۔ حالانکہ آپ لوگ مرزا قادیانی کی عمر کو ربڑ کی طرح ۷۴ سے ۸۶ تک کھینچ کر لے جا چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱...... ”آپ کی عمر شمسی لحاظ سے ۷۳ سال ہوئی۔“ (ریویو اپریل ۱۹۲۳ء)

۲...... ”وفات کے وقت حضور کی عمر سوا ۷۳ سال تھی۔“ (تاریخ احمدیت حصہ سوم)

۳...... ”حضرت اقدس کی عمر وفات کے وقت ۷۴ سال تھی۔“

(تشحیذ الاذہان جون، جولائی ۱۹۰۸ء)

۴...... ”الہام وکشف کے مطابق ساڑھے ۷۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔“

(الفضل یکم نومبر ۱۹۶۴ء)

۵...... ”آپ کی عمر اس لحاظ سے ۷۶ سال ہوئی۔“ (ریویو اپریل ۱۹۲۳ء ص ۲۳)

۶...... ”حکمت الٰہی نے حضرت مسیح موعود کو ۸۰ سال عمر عنایت فرمائی۔“

(ریویو ستمبر ۱۹۱۸ء ص ۳۳۶)

۷...... ”مئی ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۸۲، ۸۳ سال ہوئی۔“ (ریویو ستمبر ۱۹۱۸ء ص ۳۳۳)

مغالطہ نمبر ۶

"حضرت اقدس پر ۱۹۰۵ء تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ آپ کی پیدائش کا سن ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۵ء ہے۔"

جواب: گستاخی معاف! صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کے بیان کے مطابق جب مرزا قادیانی پر ۱۹۰۵ء تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی تو حقیقت الوحی دو برس بعد ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی (ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹) پر یہ کیوں تحریر فرمایا کہ "میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال ہے۔ (یہ اشارہ تھا تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کی طرف)

مغالطہ نمبر ۷

"اگر ۱۸۳۵ء آپ کی پیدائش کا سال قرار دیا جائے تو ۱۹۰۰ء میں آپ کی عمر ۶۶ سال تھی۔"

جواب: پہلے یہ فرمایئے کہ آپ کا قول معتبر ہے یا مرزا قادیانی کا۔ مہربانی فرما کر (تحفہ گولڑویہ ص ۱۵۲) نکالئے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ء میں لکھی گئی۔ اس وقت سن عیسوی ۱۹۰۰ تھا۔

(دیکھو تریاق القلوب ص ۱۰، خزائن ج ۱۵ ص ۱۴۶)

تحفہ گولڑویہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی۔ اب مرزا کا فرمان پڑھئے اور اس پر ایمان لایئے: "اس ۶۰ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں۔ اگر وہ ۶۰ سال الگ کر دیئے جائیں تو جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں۔"

۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ سن ہجری کے مطابق ۱۳۱۸ھ میں عمر ۶۰ سال تو ۱۳۲۶ھ میں ۶۸ سال۔ سن عیسوی کے مطابق ۱۹۰۰ء میں عمر ۶۰ سال تو ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال۔ فھو المراد! لیکن آپ ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی کی فرضی عمر ۶۶ سال قرار دے رہے ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کیجئے۔

مغالطہ نمبر ۸

"اگر آپ کی بعثت کا سن ۱۲۹۳ھ قرار دیا جائے تو ۱۲۹۳ھ میں عمر ۴۳ سال تھی۔"

جواب: آپ ۱۲۹۳ھ کو بعثت کا سن تجویز کرنے کی جسارت فرما رہے ہیں اور مرزا قادیانی نے یوں بھی لکھا ہے: "وہ آدم اور ابن مریم بھی عاجز ہے اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس

سے شائع ہو رہا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۶۹۵، خزائن ج ۳ ص ۴۷۵)

ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ دس برس کم کر دو باقی ۱۸۸۱ء۔

"یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے۔ جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے ہیں۔"

(نشان آسمانی ص۱۳، خزائن ج ۴ ص ۳۷۴)

نشان آسمانی ۱۸۹۲ء کی تصنیف ہے۔ دس برس کم کر دیئے باقی ۱۸۸۲ء

"مسیح موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا۔"

(شہادت القرآن ص۸۰، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

شہادت القرآن ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے۔ مرزا قادیانی نے یہ الفاظ ادا نہیں کئے کہ "تیرھویں صدی کے آخر میں" بلکہ چودھویں صدی کا شروع سال بیان کیا ہے جو ۱۳۰۱ء ہے۔

"ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔" (حقیقت الوحی ص۲۰۰، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۸)

"میں قریباً تیس برس سے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں۔"

(پیغام صلح ص۱۳، خزائن ج ۲۳ ص ۴۳۷)

پیغام صلح مرزا قادیانی کی وہ تصنیف ہے جو وفات سے تین روز قبل ۱۹۰۸ء میں لکھی۔

۱۹۰۸ء سے ۳۰ برس کم کر دو باقی ۱۸۷۸ء بنتے ہیں۔

اب خلاصہ یہ نکلا کہ

حقیقت الوحی کے مطابق تاریخ بعثت ۱۸۷۳،۷۴ء بنتی ہے۔

پیغام صلح کے مطابق تاریخ بعثت ۱۸۷۸ء بنتی ہے۔

ازالہ اوہام کے مطابق تاریخ بعثت ۱۸۸۱ء بنتی ہے۔

نشان آسمانی کے مطابق تاریخ بعثت ۱۸۸۲ء بنتی ہے۔

شہادت القرآن کے مطابق تاریخ بعثت ۱۸۸۳ء بنتی ہے۔

صرف یہی نہیں، بلکہ مرزا قادیانی کا مکمل لٹریچر بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایسے بیسیوں

حوالے ملیں گے کہ کسی ایک سن کو متعین کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ نصف سے زائد صدی ہو چکی ہے کہ مرزا قادیانی کی تاریخ بعثت کا آپ سے فیصلہ نہ ہو سکا۔

مغالطہ نمبر ۹

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنے مضمون میں حضرت اقدس کی ایک عبارت سے آپ کی عمر ۶۶ برس ثابت کرنے کے لئے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت اقدس کی کتاب تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۲ نمبر ۶۸ طبع اول سے ذیل کی عبارت پیش کرتے ہیں: ''جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے مجھے الہام وکلام سے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری عمر کے ۴۰ برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔''

خالد محمود صاحب نے اس عبارت کے الفاظ صدی کے سر سے ۱۳۰۰ھ معین طور پر مراد لے کر آپ کی عمر ۴۰+۲۶=۶۶ سال بتائی ہے۔ حالانکہ حضور کے نزدیک صدی کے سر سے مراد ٹھیک ۱۳۰۰ھ نہیں بلکہ تیرھویں صدی کا آخری عشرہ ہے۔ جبکہ آپ ۴۰ سال کے ہو چکے تھے۔ انہوں نے صدی کے سر سے مراد دانستہ ۱۳۰۰ھ لے کر اس وقت آپ کی عمر چالیس سال فرض کر کے ۱۳۲۶ھ سال وفات تک آپ کی عمر ۶۶ سال بتائی ہے۔ حساب میں سے دس برس گول کر گئے۔''

جواب: صدی کا سر متعین کرنے کے لئے یا تو مرزا قادیانی کی وہ تحریریں آپ کی نظر سے نہیں گزریں اور یا آپ دیدہ دانستہ چشم پوشی کر رہے ہیں: ''تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر'' ......۱۳۰۱ھ شروع ہو گی یا ۱۲۹۰ھ؟ چودھویں صدی کا شروع سال......۱۳۰۱ھ ہوتا ہے یا ۱۲۹۰ھ؟

''غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ فکر کن''......فکر کن

۱۳۰۰ متعین کرنے کیلئے مرزا قادیانی کے فرمودات ملاحظہ فرمایئے

صدی کا سر

''مسیح موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا۔''

(نشان آسمانی ص ۱۶، خزائن ج ۴ ص ۳۷۸)

۱۳۰۰ھ

داز نشانہائے خدایکے ایں است کہ اودر عدد نام من

عدد زمانہ مراپوشیدہ داشتہ اگر خواہی درعدد

''غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ فکر کن''

چودھویں کا آغاز

''غلام احمد قادیانی کے عدد بہ حساب جمل پورے ۱۳۰۰ نکلتے ہیں۔ یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز پر ہوگا۔'' (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء ملفوظات ج اص ۵۰)

تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر

''اہل کشف نے بھی اس زمانہ کی خبر دی اور نجومی بھی بول اٹھے کہ مسیح موعود کا یہی وقت ہے اور جس نے دعویٰ کیا اس کا نام غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کررہا ہے کہ یعنی تیرہ سو کا عدد بتارہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا۔''

(تریاق القلوب ص ۱۶، خزائن ج ۱۵ص ۱۵۷)

چودھویں کا شروع سال

''سلف صالحین میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلاتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۸۴، خزائن ج ۳ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

صدی کے سر سے مراد ۱۳۰۰ھ ہے

''مدت ہوئی ہزار ششم گزر گیا اور اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کررہی ہے اور صدی کے سر پر سے سترہ برس گزر گئے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، خزائن ج ۱۷ص ۲۵۲ حاشیہ)

نوٹ: اگر صدی کے سرے سے مراد ۱۲۹۰ھ ہے تو ۲۷ سال گزرنے چاہئیں تھے نہ کہ ۱۷۔ تحفہ گولڑویہ کے یہ صفحات اس وقت لکھے جا رہے تھے۔ جب ۱۳۱۷ھ کے سال پورے ہوگئے تھے اور ۱۳۱۸ھ سے چھ ماہ گزر رہے تھے۔

تیرھویں کا آخیر چودھویں کا ظہور

''جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودھویں کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔''

مغالطہ نمبر ۱۰

''یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا۔''

(حقیقت الوحی ص۲۰۰، خزائن ج۲۲ ص۲۰۸)

''جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔''

(تریاق القلوب ص۶۹، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

معلوم ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر ۴۰ سال تھی اور ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ کل عمر ۷۶ برس۔

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی (حقیقت الوحی ص۲۰۹، خزائن ج۲۲ ص۲۱۸) پر فرماتے ہیں کہ الہام ''والسماء والطارق'' یہ ان سب الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیشگوئی تھی جو خدا نے مجھ پر ظاہر کی۔'' مرزا محمود احمد ''سیرت مسیح موعود ص۲۰'' پر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت صاحب کو الہام ''والسماء والطارق'' اپنے والد کی وفات سے پیشتر ہوا اور گو حضرت صاحب کو اس سے پہلے ایک مدت سے رویائے صالحہ ہو رہے تھے۔ لیکن پہلا الہام جو حضرت مسیح موعود کو ہوا وہ یہی تھا جس میں آپ کو اپنے والد کی وفات کی خبر دی گئی تھی۔''

جناب قاضی صاحب! آپ مرزا قادیانی کی کوئی ایسی تحریر ان کی کسی کتاب کسی اخبار کسی اشتہار سے پیش کیجئے۔ جہاں مرزا قادیانی نے یہ تحریر فرمایا ہو کہ (۱): ''میرے والد کے انتقال کے وقت میری عمر ٹھیک چالیس برس کی تھی۔'' یا یہ تحریر فرمایا ہو کہ (۲): ''الہام ''والسماء والطارق'' مجھے والد کی وفات پر ٹھیک چالیس کی عمر میں ہوا۔ یا یہ ہی کہیں درج کیا ہوا کہ (۳): ''میرے والد صاحب کی وفات ٹھیک ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔''

ورنہ عمر کے متعلق قریباً قریباً یا ''تک'' کی گردان تو مرزا قادیانی نے اپنی متعدد تصانیف میں دہرائی ہے۔

''چالیس برس تک'' ''چالیس برس کی عمر تک'' ''چالیس برس کے قریب'' ''قریباً چالیس برس'' ''اندازاً چالیس برس''

’’قریب قریب‘‘ یا ’’اندازاً‘‘ یا ’’تک‘‘ یا ’’قریباً‘‘ کا عموماً یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ٹھیک چالیس برس نہ ایک کم نہ ایک زیادہ آپ ہی کا تو یہ قول ہے کہ: ’’صرف اندازے سے بیان کرنے میں عام دستور کے مطابق ۴، ۵ سال کم عمر بتانا بھی معمولی طریق کلام ہے۔‘‘ مثلاً:

’’۱۸۹۴ء میں اپنی عمر قریباً ۶۰ سال لکھتے ہیں۔‘‘

لیکن ۱۸۹۶ء میں پھر اپنی عمر قریباً ۶۰ سال لکھتے ہیں۔‘‘

۱۹۰۵ء میں پھر اپنی عمر قریباً ۷۰ سال لکھتے ہیں۔‘‘

لیکن ۱۹۰۷ء میں پھر اپنی عمر قریباً ۷۰ سال لکھتے ہیں۔‘‘

اب آپ ہی حساب کر کے فرمایئے کہ جس شخص کی عمر ۱۸۹۴ء میں قریباً ۶۰ سال تھی۔ ۵ سال بعد ۱۸۹۹ء میں کتنی چاہئے؟ یہی کہ ۶۵ سال۔ لیکن مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میری عمر ۱۸۹۹ء میں بھی قریباً ۶۰ سال تھی۔ اسی طرح ۱۹۰۵ء میں عمر قریباً ۷۰ سال لکھتے ہیں۔ لیکن دو سال کے بعد ہونی تو چاہئے عمر قریباً ۷۲ سال لیکن تحریر فرماتے ہیں قریباً ۶۸ سال۔

۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳، ۱۸۷۴ء مرزا قادیانی کو الہام ’’والسماء والطارق ‘‘ان کے والد کی وفات پر ہوا۔ لیکن اس وقت مرزا کی عمر چالیس برس کے قریب تو تھی۔ لیکن ٹھیک چالیس برس کی نہیں تھی۔ مثلاً (کتاب البریہ ص۱۶۳، خزائن ج۱۳ ص۱۹۵ حاشیہ) پر ہی مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔‘‘ اور اسی کتاب کے (ص۱۵۹، خزائن ج۱۳ ص۱۹۲ حاشیہ) پر درج ہے کہ ’’میری عمر ۳۴، ۳۵ برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔‘‘

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جس شخص کے والد کا انتقال اس کی عمر کے ۳۵ ویں برس میں ہو گیا ہو تو اس نے اپنے والد کے زیر سایہ چالیس برس کیسے گزارے؟۔ ’’قریب قریب چالیس‘‘ کا مطلب ہی ۳۴ یا ۳۵ برس ہے۔ اگر ۱۸۷۴ء میں مرزا قادیانی کی عمر ٹھیک ۳۵ برس ہو تو مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ٹھیک ۱۸۳۹ء نکلتی ہے، جو بالکل درست ہے۔ پس ۱۸۷۴ء میں مرزا قادیانی کی عمر ٹھیک ۳۵ برس تھی۔

ہمارا استدلال تو صرف یہ ہے

کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں الہام پایا ''والسماء والطارق۔'' یہ الہام ہوا تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات کے متعلق غلام مرتضیٰ کی وفات ہوئی ۱۸۷۴ء میں پس ۱۲۹۰ھ کے وقت سن عیسوی ۱۸۷۳ء تھا اور مرزا کی عمر تھی ۳۵ برس۔

۱۲۹۰ھ سے ۳۵ برس تفریق کردو۔ مرزا کی تاریخ پیدائش ۱۲۵۵ھ نکلتی ہے۔ ۱۸۷۴ء سے ۳۵ برس تفریق کردو۔ مرزا کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء نکلتی ہے۔

پس ثابت ہوا مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء ہوئی۔

مغالطہ نمبر ۱۱

''آپ کا یہ بیان کہ آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی۔ جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ محض ایک سرسری انداز پر مبنی ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۹۹، خزائن ج۲۲ ص۲۰۷) اور براہین پنجم کے بیانات جو ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر ۴۰ سال بیان کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت اقدس کی آخری تحقیقات ہے۔ اس لئے گیارہ سال کا اندازہ ان آخری تحریروں کے لحاظ سے ملحوظ نہیں رکھا جائے گا۔ بلکہ ان آخری بیانات کی روشنی میں چھ ہزار کے شروع ہونے میں دراصل ۲۱ برس باقی تھے۔''

جواب: قاضی صاحب نے یہ آخری فیصلہ دے کر علامہ خالد محمود کے ساتھ حساب بے باق کر دیا۔ ''جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ ایک سرسری اندازہ ہے۔'' سرسری اندازہ؟

قاضی صاحب! مرزا قادیانی تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''مجھے خدا تعالیٰ نے کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے۔'' دنیا کی عمر کی اطلاع خدا تعالیٰ سے کشفی حالت کے بعد پا کر مرزا قادیانی نے درست حساب لگایا اور اپنی تاریخ پیدائش متعین کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔''

خدا نے کشف کے ذریعہ سے مرزا قادیانی کو یہ اطلاع تو دے دی کہ آدم علیہ السلام

سے لے کر آنحضور ﷺ کے روز وفات تک ۴۷۳۹ برس قمری لحاظ سے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو ان کے سرسری اندازہ (یا کہو کہ غلط حساب) پر اطلاع ہی نہ پہنچائی کہ مرزا قادیانی! آپ کا یہ اندازہ سرسری ہے۔ حساب غلط ہے۔ گیارہ برس غلط ہیں اور صحیح برس ۲۱ ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی اس تحریر کے آٹھ برس بعد تک زندہ رہے اور تمام مرید گیارہ برس کی تصدیق کرتے رہے۔

مغالطہ نمبر ۱۲

''حقیقت الوحی اور براہین حصہ پنجم ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر چالیس برس بیان کرتے ہیں۔ یہ حضرت اقدس کی آخری تحقیقات ہے۔''

جواب: براہین احمدیہ حصہ پنجم تو خیر ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی۔ لیکن سب سے آخری ضخیم کتاب چشمہ معرفت سے پہلے ۱۹۰۶،۷ء میں جو لکھی گئی وہ حقیقت الوحی ہے۔

مرزا قادیانی کی آخری تحقیق

(حقیقت الوحی ص۲۰۱ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۲۰۹) پر فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۂ عصر کے حروف بحساب جمل کے رو سے ابتدائے آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جس قدر برس گزرے ہیں۔ ان کی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔ سورۂ ممدوحہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے۔ کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال کی ہے۔''

براہین احمدیہ حصہ پنجم کے حوالہ سے صرف قاضی صاحب ہی نہیں بلکہ ہر ایک قادیانی مغالطہ دیتا ہے۔ ہمارے دوست قادیانی حضرات سے یہ سوال ضرور کیا کریں کہ اگر ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۷۰ برس تھی تو پھر بمقام جالندھر ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی نے دوران تقریر یہ کیوں فرمایا تھا کہ: ''خدا تعالیٰ ایک مفتری کذاب انسان کو اتنی لمبی مہلت نہیں دیتا کہ وہ حضور ﷺ سے بڑھ جائے۔ میری عمر ۶۷ سال کی ہے اور میری بعثت کا زمانہ ۲۳ سال سے بڑھ گیا ہے۔''

(رسالہ پیغام امام بحوالہ عمر مرزا)

۱۹۰۴ء میں مشیر اعلیٰ کو جواب دیا کہ ''میری عمر ۶۶ سال ہے۔'' یہ ہے مرزا کی آخری تحقیق۔

۱۹۰۵ء میں فرمایا: ''میری عمر ۶۷ سال ہے۔ یہ بھی ہے، مرزا کی آخری تحقیق۔''

۱۹۰۶ء میں فرمایا: ''میری عمر ۶۸ سال ہے اور یہ بھی ہے مرزا کی آخری تحقیق۔''

قارئین کرام منصفانہ فیصلہ فرمائیں کہ جس شخص کو ۱۹۰۴ء میں عمر ۶۶ سال، ۱۹۰۵ء میں عمر ۶۷ سال اور ۱۹۰۶ء میں عمر ۶۸ سال ہو اور اس شخص کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہو تو خدارا از روئے انصاف بتایئے کہ اس نے کتنی عمر پائی؟۔

باب الاستفسارات

دعوت لاہور، ۲ر اکتوبر ۱۹۶۴ء ...... علامہ خالد محمود صاحب ایم اے

سوال: مکرمی ومحترمی جناب علامہ صاحب قبلہ!

السلام علیکم رحمتہ اللہ! آپ نے رحیم یار خان میں مجلس کے دوران یہ فرمایا تھا کہ مرزا غلام احمد نے اپنی عمر کے متعلق جو الہام شائع کیا تھا، وہ امر واقع کی روشنی میں بالکل غلط نکلا۔ میرے بھائی صاحب اس کا انکار کرتے ہیں اور حوالہ مانگتے ہیں۔ براہ کرم مجھے اس کے مفصل حوالجات سے مطلع کریں۔ ممکن ہے اس سے بھائی صاحب کے عقائد درست ہو جائیں۔

(سائل: عبدالخالق رحیم یار خان)

جواب: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ!

مرزا قادیانی نے جولائی ۱۸۸۷ء میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''یاتی علیك زمان مختلف بارواح مختلفة وتری نسلا بعیدا ولنحیینك حیوة طیبة ثمانین حولا اوقریبا من ذالك'' عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ''اور ہم تجھے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطاء فرمائیں گے۔ اسی سال یا اس کے قریب قریب۔''

مرزا قادیانی نے اپنی اس پیشگوئی کا اشتہار شائع کیا تھا اور پھر اس الہام کو اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص ۶۳۵، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳) میں بھی نقل فرمایا۔ مرزا قادیانی اسے نقل کرنے کے بعد

لکھتے ہیں: ''اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں کی ہیں۔ درحقیقت میرے صدق یا کذب آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔''

اس تصریح سے یہ امر واضح ہے کہ اسی سال عمر ہونے کی یہ پیش گوئی مرزا قادیانی کے صدق یا کذب کو جانچنے کے لئے کافی ہے۔ ہاں مرزا قادیانی نے اس پیش گوئی کو ''او قریبا من ذالك'' یعنی ''یا اس کے قریب قریب'' کے الفاظ سے جس طرح گول کیا ہے۔ اب ہم اس کی بھی تحدید کئے دیتے ہیں کہ اس سے مراد کیا تھا۔

مرزا قادیانی حقیقت الوحی میں اپنا یہ الہام کرتے ہیں: ''اطال اللہ بقاءك اسی یا اس پر پانچ چار سال زیادہ یا کم'' (حقیقت الوحی ص۹۶، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰)

پھر مرزا قادیانی نے احتیاطاً اس کی اور توسیع کی۔ خود لکھتے ہیں: ''خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ ص۲۵۹)

ان تصریحات کی روشنی میں مرزا قادیانی کی عمر کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہونی چاہئے تھی۔ مگر افسوس کہ مرزا قادیانی ان تمام پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرتے۔ ۱۳۲۶ھ میں قریباً ۶۶ سال کی عمر میں فوت ہوگئے اور وہ پیش گوئی جسے انہوں نے خود اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا تھا۔ انہیں یکسر کاذب ٹھہرا گئی۔

مرزا قادیانی کی عمر پر پہلا استدلال

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''جب میری عمر چالیس برس کے قریب پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔'' (تریاق القلوب ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کررہا ہے۔ یعنی ۱۳۰۰ کا عدد جو اس نام سے نکلتا ہے، وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا۔ جس کا نام تیرہ سو کا

عدد پورا کرتا ہے۔ (تریاق القلوب ص۱۶، خزائن ج۱۵ ص۱۵۸)

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ دو باتیں ثابت ہیں:

۱...... مرزا قادیانی تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر مجدد مبعوث ہوئے۔

۲...... اس وقت مرزا قادیانی کی عمر پورے چالیس برس کی تھی۔

مرزا قادیانی کی وفات بالاتفاق ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ہے۔ چودھویں صدی کے یہ چھبیس سال چالیس سال میں جمع کئے جائیں تو آپ کی کل عمر ۶۶ برس کے قریب بنتی ہے۔

مرزا قادیانی کی عمر پر دوسرا استدلال

''خداتعالیٰ نے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے۔ یعنی تیئس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گزشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۹۴،۹۵، خزائن ج۱۷ ص۲۵۱،۲۵۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے وقت دنیا کی عمر ۴۷۳۹ سے گیارہ برس کم یعنی ۴۷۲۸ برس تھی۔ مرزا قادیانی کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی وفات کے وقت دنیا کی عمر ۴۷۲۸+۱۳۲۶=۶۰۵۴ برس کے قریب تھی۔ اب مرزا قادیانی کی پیدائش کا وقت ان کے اپنے بیان کی رو سے ملاحظہ فرمائیے۔

''اس حساب سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔'' چھ ہزار سے گیارہ نکال دیں تو باقی ۵۹۸۹ رہ جاتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش ۵۹۸۹ کے آغاز یا ۵۹۸۸ کے آخر میں کسی وقت ہوئی۔

خلاصہ اینکہ مرزا قادیانی کی پیدائش اس وقت ہوئی جب دنیا کی پیدائش پر تقریباً ۵۹۸۸ برس گزر چکے تھے اور وفات اس وقت ہوئی جب دنیا کی عمر ۶۰۵۴ برس کے قریب تھی۔ اس مدت سے ۵۹۸۸ نکال دینے سے باقی ۶۶ سال ہی رہ جاتے ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کی عمر کا

تعین ان کے دعوؤں اورالہامات پر مبنی ہے۔ ان کی بعثت اگر تیرھویں صدی کے ختم پر چودھویں صدی کے آغاز سے کچھ ایک دوسال پہلے تجویز کی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس عمر کا تعین ۶۷ یا حد ۶۸ برس ہو سکے گا۔ اس سے زیادہ کسی صورت میں ممکن نہیں۔ مشہور انگریز سرلیپل گرفن نے پنجاب چیفس کے نام سے پنجاب کے زمینداروں کی ایک اہم تاریخ مرتب کی تھی۔ اس کی دوسری جلد کے ص ۶۶ پر مرزا قادیانی کے خاندان کا بھی تذکرہ ہے۔ مؤرخ موصوف اس میں لکھتے ہیں: ''غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔''

مرزا قادیانی کی وفات انگریزی حساب سے ۱۹۰۸ء کے اوائل میں ہوئی۔ ۱۸۳۹ء میں پیدائش ہو تو ۱۹۰۷ء کے اختتام تک مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ برس بنتی ہے۔ قادیانی سلسلے کے خلیفہ اول حکیم نورالدین نے اپنی کتاب نورالدین میں (جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھی اور ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی) مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ان الفاظ میں لکھی ہے:

''سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء۔ نورالدین ص ۱۷۰ مطبع ضیاء الاسلام قادیان الہامات پر مبنی عمر ۶۶ سال ہو یا تاریخی واقعات پر ۶۸ سال ہو۔ ہر دو اعداد عمر مرزا غلام احمد کے اس الہام کو غلط ثابت کرنے کے لئے کہ ان کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہوگی اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال کی ہوگی، کافی ووافی ہیں۔

اب ہم مرزا قادیانی کی اس عبارت کو پھر پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اسی سال کی عمر کی پیشگوئی تحریر فرمانے کے متصل بعد لکھی ہے: ''اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیش گوئیاں بیان کی ہیں۔ درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳)

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مرزائی حضرات نے مرزا قادیانی کی مقام افسوس خلاف الہام وفات سے سبق لینے کی بجائے آپ کے واقعات عمر میں ہی ردوبدل کرنا شروع کردیا۔ وفات کی تاریخ تو وہ بدل نہ سکتے تھے۔ ناچار انہوں نے تاریخ پیدائش میں اختلاف شروع کردیا تو کہ کسی نہ کسی بہانے واقعات کو پیشگوئی پر منطبق کیا جاسکے۔

یاد رہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ان کی پیدائش کبھی زیر اختلاف نہیں آئی۔ ہم نے مرزائی حضرات کو بارہا چیلنج دیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کا کوئی اختلاف وہ مرزا قادیانی کی زندگی کے واقعات سے پیش کریں۔ اگر یہ سب اختلافات مرزا قادیانی کی وفات کے بعد ہی اٹھے ہیں تو کیا یہ خود اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس کا واحد سبب مرزا قادیانی کی وہ الہامی پیش گوئی ہے جس پر مرزا قادیانی کی مدت حیات کسی طرح منطبق نہ اتر سکی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے سیرت مسیح موعود کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا۔ جواب پانچویں بار ربوہ کے مرکز جدید سے شائع ہوا ہے۔ اس میں جماعت کے خلیفہ ثانی نے سرلیپل گرفن کی کتاب پنجاب چیفس سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں کھلم کھلا تحریف اور خیانت کی ہے۔ مرزا محمود اس رسالہ کے ص ۵ پر اسے یوں نقل کرتے ہیں:

''غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا۔'' ۔ (سیرت مسیح موعود ص ۶ مصنف مرزا بشیر الدین محمود)

قارئین ''دعوت'' مطلع رہیں کہ اصل کتاب میں ۱۸۳۷ء نہیں بلکہ ۱۸۳۹ء ہے۔ یہ تحریف مرزا قادیانی کی عمر کو محض لمبا کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے تاکہ اسے کچھ تو پیشگوئی کے قریب لایا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس پر بھی مرزا قادیانی آنجہانی کی پیش گوئی واقعات کا ساتھ نہیں دے سکی۔

مرزائی حضرات سے دوسرا سوال

۱...... اپنے قدیم تحریری ذخائر سے یہ ثابت کریں کہ مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے متعلق اختلافات کبھی ان کی زندگی میں بھی اٹھے ہوں۔

۲...... مرزا محمود نے پنجاب چیفس کے حوالے سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں تحریف اور خیانت نہیں کی؟۔ نقل کو اصل کے مطابق ثابت کر کے خلیفہ سے بددیانتی کے اس داغ کو دور کریں۔

الحاصل مرزا قادیانی کی عمر ۶۶ سال اور ۶۵ سال کے ہی قریب ہے اور کسی صورت بھی ۷۴ سال ثابت نہیں ہوتی۔ مرزا قادیانی اپنی خلاف الہام وفات سے اپنے دعوؤں کی پوری طرح تکذیب کر چکے ہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

داستان مرزا



مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

یہ کوئی فرضی داستان یا افسانہ نہیں ہے جو محض تفنن طبع کے طور پر لکھا گیا ہو۔ بلکہ امر واقعہ ہے جن دنوں میں لاہور قیام پذیر تھا۔ بعینہ یہ واقعہ پیش آیا اور اسی سلسلہ میں کئی دن تک قادیانی دوستوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ مضمون میں صرف نام بدل دیئے گئے ہیں یا چند خیالات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ فی الحال اس داستان کا صرف ایک جو توہین پر مشتمل ہے۔ نذر قارئین ہے۔ اگر احباب کرام نے اسے پسند فرمایا اور یہ رسالہ مفید ثابت ہوا تو ہم بقیہ حصص بھی جن میں مرزا قادیانی کی اخلاقی حالت، ان کے دماغی توازن، کلام میں تضاد، کذب و افتراء اور غلط سلط الہامات پر بحث ہوگی، سلسلہ وار شائع کریں گے تا کہ نئی روشنی کے دوست اسے مستفید ہوسکیں۔ خاکسار!

عبدالمجید خادم ایڈیٹر مسلمان

یکم جون ۱۹۳۳ء......سوہدرہ

باب اوّل ...... داستان مرزا

تصنیفات مرزا سے توہین انبیاء

۱...... فیض باغ لاہور آج خوب چہل پہل ہے۔ ایک طرف خیمے اور قناتیں لگی ہوئی ہیں۔ کرسیاں بھی نہایت قرینے سے سجی ہوئی ہیں۔ گیس کے ہنڈے جگمگا رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق آرہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج یہاں کوئی بہت بڑا جلسہ ہے۔ جس کے لئے اتنے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ آنے والوں میں تماش بین بھی ہیں اور سمجھ دار بھی، جاہل بھی ہیں اور تعلیم یافتہ بھی، پرانی وضع کے بزرگ بھی ہیں اور نئی روشنی کے جنٹلمین بھی۔ غرضیکہ ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ جس میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ابھی نہ صاحب صدر تشریف لائے ہیں نہ مقرر صاحبان، اس لئے عوام گروہ در گروہ ہوکر آپس میں باتوں میں مصروف ہیں۔ کوئی کسی سے دل لگی کر رہا ہے۔ کوئی کسی سے، کہ اتنے میں ایک ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے دور ہی سے مسٹر حمید کو دیکھا اور اس کی طرف لپکے۔ مسٹر حمید نے بھی ڈاکٹر صاحب کے لئے کرسی

خالی کردی اور اپنے ہم جولیوں سے ان کا انٹرڈیوس (تعارف) کرانے کے لئے یوں گویا ہوئے:

’’ڈیئر خالد، یہ ہمارے پرائے کلاس فیلو ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں ہم دونوں نے اکٹھے بی۔اے کا امتحان دیا۔ یہ ڈاکٹری میں چلے گئے اور میں ایل ایل بی میں۔ مجھے قدرتی طور پر ان سے بہت محبت ہے۔ یہ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو اپنے علم وفضل کی وجہ سے اب تک مشہور چلا آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور آپ کی تعریف؟

مسٹر حمید: یہ بھی میرے پرانے مہربان ہیں۔ پلیڈر ہیں اور آج کل منٹگمری پریکٹس کر رہے ہیں۔ محض اس جلسہ کی خاطر تشریف لائے ہیں۔ مشہور لیکچرار ہیں اور یہ جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں مولانا اختر حسین صاحب ہیں۔ یہ ایم اے ہیں۔ منشی فاضل بھی ہیں اور مولوی فاضل بھی میرے کالج کے پروفیسر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب...... شکریہ، تشریف رکھئے۔ کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ میں آپ کی گفتگو میں ناحق مخل ہوا۔

خالد...... کچھ نہیں! یونہی آج کل کے جلسہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اس کا مقصد کیا ہے۔

حمید...... میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ سیرت کا جلسہ ہے۔ جیسا کہ اشتہار سے ظاہر ہے مختلف مذاہب کے لیکچرار ہوں گے (جنہیں دعوت دی گئی ہے) اور سیرت رسول کریم ﷺ پر تقریر کریں گے۔ اختر صاحب فرماتے تھے کہ یہ صرف قادیانیوں کا جلسہ ہے اور وہی اس کے بانی مبانی ہیں۔ سیرت رسول کریم ﷺ کا تو محض بہانہ بنالیا گیا ہے۔ درحقیقت تبلیغ قادیانیت اس کا اصل مقصد ہے۔

ڈاکٹر جمیل...... اور آپ کی کیا رائے ہے؟

حمید...... یہاں رائے زنی کی کیا ضرورت ہے۔ جلسہ خواہ کسی کا بھی ہو ہمیں اس سے کیا؟ یہ تو محض مولویانہ باتیں ہیں کہ فلاں قادیانی ہے۔ فلاں وہابی ہے۔ فلاں شیعہ ہے۔ دیکھو ان کی محفلوں میں نہ جاؤ۔ ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔

خالد...... خوب بہت خوب! ایک مسلمان کو ایسا ہی آزاد خیال ہونا چاہئے۔ میں آپ کی اس رائے کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

اختر...... قدر تو ہم بھی کرتے ہیں مگر اس قدر مادر پدر آزاد ہونا بھی پسند نہیں کرتے کہ سب کو ایک نظر ہی دیکھنے لگیں۔

جمیل...... تو کیا آپ بھی تکفیر بین المسلمین کے قائل ہیں اور ان فرقوں میں سے کسی کو کافر سمجھتے ہیں؟

حمید...... جی نہیں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر گفتگو ہو۔ مگر چونکہ اب سلسلہ کلام شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اختر صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ نہایت آزادی سے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں تا کہ خالد صاحب بھی اس پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔

جمیل...... ہاں! ہاں آج ضرور اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے۔ خصوصاً قادیانیوں کے متعلق تو فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ وہ تو آئے دن ہمارے کان کھاتے رہتے ہیں اور مرزا قادیانی کے فضائل بیان کر کے ہمیں ان کی طرف کھینچ لینا چاہتے ہیں۔

خالد...... تو وہ کون سا برا کام کرتے ہیں۔ آپ کو بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں۔ باہمی تکفیر بازی سے روکتے ہیں اور سب مسلمانوں کو ایک نظام میں لاکر قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہیں۔

اختر...... جی ہاں! یہ سب کچھ وہی کرنا جانتے ہیں۔ دوسرے مسلمان بھلا ان باتوں کو کیا سمجھیں۔

جمیل...... اشاعت اسلام کا کام تو واقعی وہ خوب کر رہے ہیں۔ یورپ اور دیگر ممالک میں بھی ان کے مبلغ پہنچ چکے ہیں اور بڑے بڑے عیسائی مسلمان ہو رہے ہیں۔ جن کی رپورٹیں آئے دن اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔

حمید...... یہی وجہ ہے کہ ہم بھی ان کی تعریف کرتے ہیں اور اکثر چندہ بھی دیتے ہیں۔

خالد...... آپ تو ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں۔ مگر میں حیران ہوں کہ پروفیسر صاحب کیوں اس قدر تنگ دل واقع ہوئے ہیں کہ پرانے ملانوں کی طرح قادیانیوں کو ابھی تک کوسے چلے جا رہے ہیں۔

جمیل...... پروفیسر صاحب! آخر آپ کب تک خاموش رہیں گے۔ خدارا اس مہر سکوت کو توڑیئے اور فرمایئے کہ مرزا قادیانی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حمید...... ہاں! ہاں اختر صاحب کی رائے ضرور وزن دار ہوگی۔ یہ بہت تجربہ کار ذی علم بزرگ ہیں اور تمام مذاہب کے متعلق وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ گزشتہ دنوں مسٹر سعید کی شادی پر جب بہت سے قادیانی جمع ہوئے تھے تو باتوں ہی باتوں میں پروفیسر صاحب کی ان

سے جھڑپ ہوگئی اور آپ نے انہیں ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

جمیل...... آخر وہ کیا باتیں تھیں؟ کم از کم ایک آدھ کا تو ذکر کر دیجئے۔

حمید...... چونکہ مجھے ان دنوں اس قسم کا مذاق نہ تھا۔ اس لئے میں نے کوئی دلچسپی نہ لی اور نہ ہی غور سے باتیں سنیں۔ میں تو اب بھی مذہبی جھگڑوں سے بہت دور رہنا چاہتا ہوں۔ مگر چونکہ اب گفتگو چل پڑی ہے اور بہت سے قادیانی دوست مجھے قادیانیت قبول کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج اس کے متعلق ضرور کچھ معلومات حاصل کروں تا کہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں۔

جمیل...... بھائی! وہ تو مجھے بھی بہت کہہ رہے ہیں اور اپنا تمام لٹریچر بھی مفت بھجوا رہے ہیں۔ جس میں عام طور پر اشاعت اسلام ہی کا ذکر ہوتا ہے۔

اختر...... معلوم ہوتا ہے کہ اب مجھے بولنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ جب آپ جیسے ذی ہوش تعلیم یافتہ احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ تو پھر خاموش رہنا بھی ٹھیک نہیں۔

خالد...... ہاں! ہاں کہئے جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں۔ بندہ بھی جواب کے لئے حاضر ہے۔

جمیل...... بہت خوب! اب تو حق و باطل میں امتیاز ہو کر رہے گا:

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

حمید...... میں امید کرتا ہوں کہ یہ گفتگو ملاؤں کی سی گفتگو نہیں ہوگی۔ کیونکہ پچھلے دنوں میں نے اسی قسم کا ایک مناظرہ دیکھا۔ جس میں تو تو، میں میں تک نوبت پہنچ گئی اور فریقین نے جوش میں آ کر وہ باتیں کہہ دیں جو انہیں کہنی نہ چاہئے تھیں۔ مگر یہاں تو سب تعلیم یافتہ ہیں اور گفتگو بھی برادرانہ ہے۔ جس میں محض تحقیق حق مطلوب ہے۔ نہ کہ کسی کو فتح و شکست۔

خالد...... یہاں فتح و شکست کا خیال ہی کیا ہے۔ حقیقت تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہے۔ اب پروفیسر صاحب محض علماء کے فتوے سنا سنا کر ڈرائیں گے اور ہمیں کافر بنائیں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا کریں گے۔

اختر...... نہ صاحب! نہ میں مولویوں کے فتوے پیش کروں گا۔ نہ آپ کو کافر ٹھہراؤں گا۔ بلکہ میں تو مرزا قادیانی ہی کے ملفوظات وارشادات سناؤں گا اور اس پر پھر اپیل کروں گا کہ آپ خود بخود دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر لیں۔

خالد...... اس سے آپ کا کیا مطلب؟ آپ ہمارے موجودہ کام اور مرزا قادیانی کے قائم کردہ نظام پر اعتراض کریں اور ان میں جو نقص و برائیاں ہوں، وہ بیان کریں۔

اختر...... مجھے کسی کے عیب ڈھونڈنے اور برائیاں تلاش کرنے کی کیا مصیبت پڑی ہے۔ میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نہ آپ کو کافر کہوں۔ نہ علمائے اسلام کے فتوے پیش کروں۔ جن سے آپ کو رنج ہو اور ناحق کسی کی دل شکنی ہو۔

خالد...... پھر آپ کہیں گے کیا؟ مرزا قادیانی کے ملفوظات میں تو بجز فضائل اسلام اور کچھ ہے ہی نہیں۔ ان کی تو ساری زندگی تبلیغ اسلام ہی میں صرف ہوگئی اور ساری عمر مخالفین اسلام کو جواب دینے اور اسلام کی صداقت اور فضیلت بیان کرنے میں بسر ہوئی۔

اختر...... جی ہاں! یہی چیزیں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آیا مرزا قادیانی یہی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ (یعنی جن کا ڈھول پیٹا جارہا ہے) یا کچھ اور باقیات الصالحات بھی چھوڑ گئے۔

حمید...... ڈاکٹر صاحب! اب خوب لطف آئے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے وہی رنگ اختیار کر لیا ہے۔ جو مسٹر سعید کی شادی پر اختیار کیا تھا۔

خالد...... تو کیا آپ مرزا قادیانی کے دعاوی پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جسے ایک جماعت تسلیم کرتی ہے اور دوسری اس سے منکر ہے۔

اختر...... مثل مشہور ہے ''چور کی داڑھی میں تنکا'' آپ کو خود بخود یہ سوجھ رہی ہے کہ میں مرزا قادیانی کے دعاوی بیان کروں گا کہ کبھی انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کبھی مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی کرشن بنے۔ کبھی جے سنگھ بہادر۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ مگر آپ مطمئن رہیں کہ میں ان میں سے کوئی چیز بیان نہیں کروں گا۔

جمیل...... اوہو! کیا مرزا قادیانی نے اس قسم کے دعوے بھی کر رکھے ہیں؟

خالد...... نہیں! یہ محض بہکانے کی باتیں ہیں تاکہ عوام ان سے بدظن ہو جائیں۔

حمید...... تو کیا پروفیسر صاحب غلط فرمارہے ہیں۔

اختر...... گو میں یہ ذکر تو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب یہ انکار کریں اور اجازت دیں تو مرزا قادیانی کی کتب سے یہ سب کچھ دکھلانے کے لئے تیار ہوں۔

خالد...... نہیں نہیں! آپ اس بات کو جانے دیں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، وہ کہیں۔

جمیل...... تو معلوم ہوا دال میں کچھ کالا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ پروفیسر صاحب آپ اپنے اصل مدعا کا اظہار فرمائیں۔

اختر...... مختصر کلام یہ ہے کہ قادیانی لوگ جو آپ بھائیوں کو تبلیغ اسلام کا ڈنکا بجا کر اپنا ہموا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ محض ان کی ایک چال ہے۔ تبلیغ اسلام تو ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ چنانچہ جملہ صوفیائے کرام اور علماء اسلام اس خدمت کو سرانجام دیتے چلے آئے ہیں اور اب بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر اس میں مرزا قادیانی کی خصوصیت کیا ہے؟ اگر آپ تاریخ کی روشنی میں اس امر کا اندازہ لگائیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں اپنی تبلیغی کوششوں سے کس قدر اسلام پھیلایا اور کتنے کافروں کو مسلم بنایا اور ادھر فرید الدین گنج شکرؒ اور معین الدین چشتیؒ نے اشاعت اسلام میں کیا کچھ کیا؟۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مجدد وقت اور مدعی نبوت ان کے مقابلے میں صرف کی برابری بھی نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کے کارنامے پیش کرنے کی بجائے محض تبلیغ اسلام کا بہانہ لے رہے ہیں اور ان کی اپنی تصانیف کو نہ ظاہر کرتے ہیں، نہ کسی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حمید...... تو کیا مرزا قادیانی کی تصانیف اس قابل نہیں ہیں کہ کسی کے سامنے پیش کی جا سکیں؟

اختر...... کیوں نہیں! ہوں گی اور ضرور ہوں گی۔ مگر ان سے پوچھئے کہ جب آپ کسی کو قادیانی بنانا چاہتے ہیں تو کیا محض اپنے نظام اور اشاعت اسلام کے کام پیش کر کے اسے قادیانیت کی دعوت دیتے ہیں یا مرزا قادیانی کے ملفوظات اور کلمات طیبات سنا سنا کر اس کے دل میں مرزا قادیانی کی محبت کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔

جمیل...... یہ ہم ان سے کیوں پوچھیں؟ یہ تو خود ہمیں بھی معلوم ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی باتیں سنا سنا کر قادیانیت کی دعوت نہیں دیتے۔ بلکہ اپنے کام دکھا دکھا کر دوسروں کو قادیانیت کی طرف مائل کر لیتے ہیں۔

اختر...... بس یہ ایک راز تھا جسے میں بطور تمہید عرض کر دینا ضروری سمجھتا تھا۔ اب میں اصل مدعا پر آتا ہوں۔

حمید...... ہاں! ہاں فرمائیے۔ وہ کیا ہے؟

اختر...... جس طرح ایک عیسائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش

کردہ تعلیمات پر عامل ہو یا ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ حضرت رسول ﷺ کے ارشادات کوتسلیم کرے تو مسلمان کہلاسکتا ہے۔یا ایک حنفی جبھی حنفی کہلانے کا مستحق ہے کہ وہ فروعی مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا معتقد ہو اور شافعی امام شافعیؒ کا قائل ہو۔بعینہ اسی طرح ایک قادیانی کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ حضرت مرزا قادیانی کے ملفوظات کا معتقد اور اس کی نشر واشاعت کا حامل ہو۔مگر برعکس اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے الہامات اور فرمودہ کلمات کوفروغ دینے کی بجائے محض اشاعت اسلام اور سیرت رسول مقبول ﷺ کی آڑ میں قادیانیت کو مشہور کرلینا چاہتے ہیں اور مرزا قادیانی کے خیالات کوعوام کے سامنے پیش کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

خالد...... جناب! یہ محض آپ کا خیال ہے۔ہم ڈنکے کی چوٹ پر مرزا قادیانی کی تصانیف شائع کررہے ہیں اوران پراسی طرح ایمان رکھتے ہیں جیسے قرآن وحدیث پر۔

اختر...... بہت خوب! میں ابھی آپ کے سامنے مرزا قادیانی کی تصانیف پیش کروں گا اور پوچھوں گا کہ آیا آپ ان پرایمان رکھتے ہیں یانہیں؟

حمید...... اختر صاحب جب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کی طرح انہیں سمجھتے ہیں تو پھرآپ کواس میں کلام کیوں ہے؟

جمیل...... مجھے پروفیسر صاحب کی اس گفتگو سے معلوم ہورہا ہے کہ وہ کوئی نہایت اہم چیز پیش کرنے والے ہیں۔آپ گھبرائیں نہیں۔

خالد...... ابھی کیا پیش کریں گے۔زیادہ سے زیادہ وہی کہیں گے جو دوسرے مولوی کہا کرتے ہیں۔

حمید...... وہ کیا؟

خالد...... جھوٹا۔کذاب۔دجال۔کافر وغیرہ اور کیا؟

اختر...... خالد صاحب! آپ بہت جلد گھبراجاتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا والی مثل بالکل صحیح ہے۔میں تو بار بار کہہ رہا ہوں کہ میں انہیں کافر نہیں کہوں گا۔کیونکہ میں کفرباز نہیں ہوں۔مگر جب خود مرزا قادیانی کی تحریروں ہی سے یہ ثابت ہوجائے تو اس کا کیا علاج؟

جمیل...... تو کیا آپ مرزا قادیانی کی تحریروں سے اس کا کفر ثابت کریں گے؟

حمید...... بخدا میں اپنی طرف سے تو ان پر کفر کا فرفتویٰ نہیں لگاؤں گا اور نہ ہی مولویوں کی طرح ان کے عیب گنواؤں گا۔ بلکہ میں تو ایک بات آپ سے پوچھوں گا اور پھر جو کچھ اس کا جواب ہوگا وہی مرزا قادیانی کی تصانیف سے آپ کو دکھاؤں گا۔

خالد...... ہاں فرمایئے! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

اختر...... میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو تو نبی تسلیم کرے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، آدم علیہ السلام کی نبوت میں شک کرے اور انہیں نبی تسلیم نہ کرے۔ آیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

خالد...... نہیں۔

اختر...... کیوں؟

خالد...... اس لئے کہ جملہ انبیاء کرام اور کتب سماوی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”کلٌّ امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ (بقرہ)“

اختر...... بجا۔ مگر یہ فرمایئے کہ کوئی شخص انبیاء پر ایمان تو لاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی انہیں گالیاں بھی دیتا ہے۔ ان کی توہین بھی کرتا ہے۔ ان پر الزامات بھی لگاتا ہے۔ تو اس کے متعلق آپ کیا فتویٰ دیں گے؟

خالد...... ایسا کون احمق ہے جو ان پر ایمان بھی لائے اور پھر ان کی توہین بھی کرے؟

اختر...... فرض کر لیجئے کہ اگر کوئی بیوقوف اس حرکت کا ارتکاب کرے تو پھر آپ اسے مسلمان سمجھیں گے یا کچھ اور؟

جمیل...... خالد صاحب فرمایئے آپ خاموش کیوں ہیں؟ یہ تو ایک بدیہی چیز ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہوگا جو انبیاء کرام کی توہین کرے۔

حمید...... اس میں کیا شک ہے۔ مجھ سا آزاد خیال آدمی بھی آپ سے اس بات پر متفق ہے۔

خالد...... ہاں! وہ ضرور گناہ گار ہوگا۔

اختر...... گنہگار ہی ہوگا یا کافر؟

خالد...... میں کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔

اختر...... اور اگر مرزا قادیانی کفر کا فتویٰ دیں تو پھر؟

خالد...... ہاں! پھر وہ بیشک کافر ہوگا۔ کیونکہ حضرت مرزا قادیانی بجز قطعی کافر کے کبھی کسی کو کافر نہیں کہتے تھے۔

اختر...... لیجئے، سنئے ہم کوئی بات ایسی نہیں کہیں گے جس کا ثبوت نہ دیں۔ حضرت مرزا قادیانی (چشمہ معرفت حصہ دوم ص۱۸، خزائن ج۲۳ ص۹۰) پر لکھتے ہیں: ''اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔''

جمیل...... بالکل ٹھیک، جہاں تک مجھے علم ہے، قریباً قریباً سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔

اختر...... یقیناً سب مسلمان اور آئمہ عظام اس پر متفق ہیں کہ انبیاء کی توہین کفر ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے تو اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''الصارم المسلول علی ابن شاتم الرسول'' لکھی ہے۔ جس میں حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ ''من سبّ الله اوسب احدا من الانبیاء فاقتلوه'' یعنی ''جو انبیاء کرام کی توہین کرے، اور انہیں گالیاں دے، وہ واجب القتل ہے۔''

چنانچہ امام موصوف نے اپنی کتاب میں نہایت شرح وبسط سے یہ بیان کیا ہے کہ قرون اولیٰ میں ایسے آدمی قتل کر دیئے جاتے تھے۔

خالد...... ہاں ٹھیک ہے۔ اب فرمایئے آپ کیا کہتے ہیں؟

اختر...... بس اب کیا کہنا ہے۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں انبیاء کرام کی بہت سی توہین کی ہے۔

جمیل...... اختر صاحب! کیا سچ مچ آپ مرزا قادیانی کی تصانیف سے دکھا سکتے ہیں؟

اختر...... بخدا ایک نہیں، دو نہیں، بیسیوں حوالے ایسے دکھا سکتا ہوں اور پھر فیصلہ بھی ان پر ہی چھوڑتا ہوں۔

جمیل...... خوب، بہت خوب مگر کب؟

حمید...... لیجئے وہ صدر صاحب آگئے۔ اب تو جلسہ کی کارروائی شروع ہوگی۔ آپ اپنی اس بحث کو اب صبح کے لئے رہنے دیجئے۔

جمیل...... مزے کی بات تو اب شروع ہونی تھیں۔ مگر خیر کوئی بات نہیں۔ صبح ۷ بجے آپ سب صاحبان غریب خانہ پر تشریف لے آئیں اور چائے بھی وہیں نوش فرمائیں۔

حمید...... کیوں خالد صاحب! منظور ہے؟

خالد...... منظور ہے۔ میں صبح انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔

جمیل...... پروفیسر صاحب آپ بھی ضرور تشریف لائیں اور حوالہ کے لئے کتابیں بھی ساتھ لیتے آئیں۔

اختر...... بہت اچھا۔ میں ۷ بجے پہنچ جاؤں گا۔ ویسے کل چھٹی بھی ہے۔

باب دوم

سات بج گئے اور ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بہت سے احباب جمع ہو چکے ہیں۔ مگر خالد صاحب ابھی تشریف نہیں لائے۔ کیونکہ وہ اس مقابلہ کے لئے اپنے رفیق مولوی منظور الحسن کی تلاش میں ہیں۔ خدا خدا کر کے ساڑھے ۷ بجے وہ ملے اور دونوں مجموعی قوت سے پروفیسر صاحب کو شکست دینے کے لئے آدھمکے۔ یہاں پہلے ہی سے انتظار ہو رہا تھا۔ لکھے پڑھے لوگوں کا اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آؤ بھگت کے بعد سلسلہ کلام یوں شروع کیا:

ڈاکٹر جمیل...... غالباً سب بھائیوں کو معلوم ہوگا کہ آج ایک نہایت اہم مسئلہ پر گفتگو ہونے والی ہے۔ مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء عظام کی توہین کرنا خارج از اسلام ہو جانے کے مترادف ہے۔ جس پر بانی فرقہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی صاد ہے۔ پروفیسر اختر حسین کا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی خود اپنی تصانیف میں اس کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ لہٰذا چہ جائیکہ وہ مسیح مہدی، نبی یا مجدد وغیرہ بن سکیں، سرے سے مسلمان ہی ثابت نہیں ہو سکتے۔ چونکہ اختر صاحب کا یہ دعویٰ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اس لئے میں مسٹر عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی اور مسٹر ظہور الدین صاحب ایم اے کو منصف قرار دیتا ہوں کہ وہ فریقین کی گفتگو سننے کے بعد اپنا فیصلہ دیں کہ دلائل کی رو سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

حمید...... آپ صرف ظہور صاحب کا منصف رہنے دیں۔ میری اس میں کیا ضرورت تھی؟

خالد...... نہیں صاحب! آپ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ دونوں مل کر ہماری باتوں کا وزن کیجئے۔

اختر...... بہت اچھا! لیجئے اب میں اپنے دعویٰ کی دلیل میں مرزا قادیانی کے وہ چند ارشاد پیش

کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمائے۔ آپ اپنی کتاب (دافع البلاء ص۳۶، خزائن ج۱۸ص۲۲۰ حاشیہ) میں لکھتے ہیں:

''مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا ہو یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

یہاں مرزا قادیانی نے کھلے الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو الزام لگائے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شرابی تھے۔ دوم یہ کہ وہ فاحشہ عورتوں سے ملا کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں وہ زنا کار بھی تھے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ!

اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس عبارت میں اللہ کے ایک پاک نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کی توہین پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اردو سمجھنے والے خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

خالد...... یہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے۔ عیسائیوں کے ان اعتراضات کے جواب میں لکھا ہے جو وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کیا کرتے تھے۔ ورنہ وہ مرزا قادیانی کا اپنا عقیدہ نہیں ہے

اختر...... خالد صاحب! ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔ آپ تو ماشاء اللہ گریجویٹ ہیں۔ پلیڈر ہیں اور یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح مسلمان تمام انبیاء کی تعظیم وتکریم کے مکلف ہیں ویسے عیسائی مکلف نہیں ہیں۔ پھر اگر کوئی عیسائی کسی نبی کی توہین کرے تو کیا اس کے مقابلے میں مسلمان کو بھی دوسرے نبی کی تذلیل کرنی چاہئے؟ نیز حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قرآن میں حصور کہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حصور نہ کہنا مرزا قادیانی کا اپنا استدلال ہے۔ کسی اور نے کہیں نہیں لکھا۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا سمجھتے تھے۔

جمیل...... خوب! پروفیسر صاحب، آپ نے دلیل خوب دی ہے۔

حمید...... اچھا، صرف یہی ایک حوالہ ہے یا کچھ اور بھی؟

اختر...... جناب، ایک کیا ابھی تو میں پچاس حوالے صرف ایک نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کی توہین

کے پیش کروں گا۔اس کے بعد پھر دیگر انبیاء کا نمبر آئے گا۔

جمیل...... تو خیر اب آپ چلئے۔

اختر...... سنئے اور سینے پر پتھر رکھ کر سنئے۔ کیونکہ یہ عبارت اس سے بھی زیادہ سنگین ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) پر ارشاد ہوتا ہے:

”آپ (یسوع مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو۔جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔سمجھنے والے سمجھ لیں ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔“

جمیل...... توبہ،توبہ کس قدر بے باکی ہے اور حضرت مسیح پر وہ الزام لگایا جارہا ہے جو آج تک کسی نے نہیں لگایا۔کیا مولانا یہ مرزا قادیانی کی اپنی تحریر ہے؟

اختر...... جی ہاں!یہ ان کی اپنی کتاب ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ابھی حال ہی میں اس کا نیا ایڈیشن نکلا ہے۔جس سے وکیل صاحب انکار نہیں کر سکتے۔

خالد...... مرزا قادیانی کی اس تصنیف سے تو ہمیں انکار نہیں۔مگر بات دراصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ الزاماً لکھا ہے اور یہودیوں کے حوالہ سے لکھا ہے۔کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں۔

اختر...... اول تو ساری کتاب ہی میں یہود کے کسی حوالہ کا ذکر نہیں اور بغرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے تو ایک مناظر اور بالخصوص مسلم مناظر اور مبلغ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے مدمقابل اور مخاصم کو مسلمات چھوڑ کر ان کے مخالفوں کے اقوال بطور سند پیش کرے جسے کوئی عقلمند بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

خالد...... خیر آپ کچھ بھی کہیں۔مرزا قادیانی یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔بلکہ یہودیوں ہی کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔چنانچہ خود انہوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ملاحظہ ہو (مقدمہ چشمہ مسیحی ص ب حاشیہ،خزائن ج۲۰ ص۳۳۶) جس کے الفاظ یہ ہیں:

"ہماری قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے نکلا ہے۔ وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں۔ افسوس اگر پادری صاحبان تہذیب اور خداترسی سے کام لیں اور ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں نہ دیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے ان سے بیس حصے زیادہ ادب کا خیال رہے۔"

اختر...... خالد صاحب میں پھر آپ کو آپ کے علم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مان لیا مرزا قادیانی نے یہ الزاماً لکھا ہے۔ مگر خدارا! مجھے ذرا یہ بتادیجئے کہ یہ کہاں کا ایمان اور اسلام ہے کہ اگر پادری حضور ﷺ کو گالیاں دے کر دوجہاں کی رسوائی خریدیں تو مسلمان بھی یہود نامسعود کے اقوال کی آڑ لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کریں۔ یہ بات بھی میں آپ کو اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ مرزا قادیانی کا ارشاد بھی یہی ہے۔ سنئے وہ آپ کی تردید اور میری تائید میں خود فرماتے ہیں:

"مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی ﷺ کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے۔" (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۴۲)

جمیل...... کمال ہے۔ یہاں تو یہ فرمارہے ہیں کہ ایک مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور وہاں باقاعدہ گالیاں دے رہے ہیں۔

اختر...... ابھی حضرات آپ سب لکھے پڑھے ہیں۔ اس سے نتیجہ خود اخذ کیجئے کہ یا تو مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق خود مسلمان نہیں یا پھر پرلے درجے کے احمق، پاگل اور منافق ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب (ست بچن ص۳۰، خزائن ج۱۰ ص۱۴۲) پر خود یوں ارقام فرماتے ہیں:

"کسی سچے اور عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر پاگل اور مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو تو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔"

اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آیا مرزا قادیانی کے ان دونوں کلاموں میں کچھ تناقض ہے یا نہیں؟ خالد صاحب یا ان کے رفیق محترم مولانا منظور الحسن صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ میں کچھ اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا؟

منظور...... بات اصل میں یہ ہے کہ آپ مرزا قادیانی کے کلام کو سمجھ نہیں سکے۔ جہاں انہوں نے یہودیوں کے حوالے سے یسوع یا مسیح کا نام لے کر کچھ لکھا ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد

نہیں ہیں بلکہ وہ یسوع مراد ہے جسے عیسائیوں نے خدا بنا رکھا تھا اور حضرت صاحب اسی یسوع کے متعلق انہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ تو ایسا اور ایسا تھا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے متعلق تو آپ (کتاب البریہ ص ۹۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۹۹) پر خود لکھتے ہیں کہ:

''ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راست باز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہماری قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔''

اختر...... کیوں جناب سنا آپ نے مولانا منظوالحسن فرماتے ہیں کہ صرف یہ نہیں فرماتے بلکہ اکثر لکھے پڑھے قادیانی یہی کہا کرتے ہیں کہ وہ یسوع اور تھا جو عیسائیوں کا معبود تھا اور جسے وہ ابن اللہ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی کی شان میں حضرت مرزا قادیانی نے یہ قصائد لکھے ہیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا نہیں کہا گیا۔

اب ان کا فرض یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تصانیف سے یہ ثابت کریں کہ وہ یسوع اور تھا۔ اگر یہ ثابت نہ کرسکیں اور یقیناً نہ کرسکیں گے تو پھر سنئے میں مرزا قادیانی ہی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ خود حضرت نے عیسائیوں کے یسوع مسیح اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی وجود قرار دیا ہے اور انہیں دو الگ الگ وجود قرار نہیں دیا۔ یہ دیکھئے میرے پاس مرزا قادیانی کی مشہور کتاب (توضیح المرام ص ۳، خزائن ج ۳ ص ۵۲) پر مرزا قادیانی خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم یسوع اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

''جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔''

کیوں جناب! اب اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت مطلوب ہے۔ لیجئے اور سن لیجئے مرزا قادیانی (اخبار الحکم مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۰۳ء ص ۱۶ کالم ۳) میں یوں ارقام فرماتے ہیں: ''آج تک انہی خیالات سے وہ لوگ (شریر یہودی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو جو یسوع ہے، یسو بولتے ہیں۔ یعنی بغیر ع کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دل میں گزرتا ہے کہ قرآن کریم نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ علیہ السلام رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا۔''

جمیل...... کہیے مولانا منظور الحسن، اب اس کا جواب کیا ہے؟

اختر...... جی وہ کیا جواب دیں گے؟ اگر دیں گے بھی تو مرزا قادیانی ہی اس سے بدنام ہوں گے۔ کیونکہ پھر ان کے کلام میں تناقض واقع ہوگا۔

منظور...... تناقض کیوں واقعہ ہوگا یہ محض آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی جو کچھ فرما گئے ہیں وہ یقیناً صحیح ہے۔

خالد...... آپ نے فرمایا تھا کہ یہ مرزا قادیانی کی تصانیف سے ثابت کریں کہ وہ یسوع اور تھا۔ لیجئے ہم ثابت کئے دیتے ہیں کہ حضرت مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ص۲۹۲ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ''اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔''

اس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مرزا قادیانی نے جس یسوع کے متعلق توہین آمیز کلمات (اور وہ بھی بقول یہود) استعمال کئے ہیں، وہ اس عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بلکہ وہی یسوع ہے جس کو آپ نے عبارت بالا میں عیسائیوں کا خدا لکھا ہے۔

اختر...... میرا خیال تھا کہ آپ میرے ان پیش کردہ حوالوں سے یہ تسلیم کرلیں گے کہ مرزا قادیانی نے قرآنی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اور انجیلی یسوع مسیح کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار نہیں دیا (اور نہ ہی آپ کی اس پیش کردہ عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ دونوں شخصیتیں الگ الگ ہیں) بلکہ وہ تو ان دونوں کو ایک ہی ذات قرار دے رہے ہیں۔ اگر آپ پہلے حوالوں سے نہیں سمجھ سکے تو لیجئے (چشمہ مسیحی ص۶۷، خزائن ج۲۰ص۳۸۱) ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی اس کے حاشیہ پر صاف لکھتے ہیں:

''یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا ایک بندہ خدا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں، تیس برس تک موسیٰ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا۔''

کہیے، اب بھی سمجھے یا نہیں؟ مرزا قادیانی کہہ رہے ہیں کہ وہی ہمارا عیسیٰ ہے جسے عبرانی میں یسوع کہتے ہیں۔ گویا نام دو ہیں، مگر ذات ایک ہی ہے۔

حمید...... مولانا ہم تو سمجھ گئے کہ بات ایک ہی ہے۔ مگر خیر چونکہ یہ نہیں مانتے اس لئے اب

آپ کوکوئی ایسا حوالہ پیش کرنا چاہئے جس میں حضرت مرزا قادیانی نے بجائے یسوع یا مسیح کا لفظ استعمال کرنے کے صاف عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہو اور پھر اس میں کوئی ذم کا پہلو بھی نکلتا ہو۔

اختر...... بہت اچھا! میں ایسے کئی حوالے پیش کر سکتا ہوں جس میں صاف عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ موجود ہو اور پڑھنے والے کو شبہ تک نہ پڑتا ہو۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ لکھے پڑھے لوگوں کا مجمع ہے اور بالخصوص وکالت پیشہ حضرات کا جو اشارہ ہی سے بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب ان کو میرے سب سے پہلے پیش کردہ حوالہ (دافع البلاء ٹائٹل پیج نمبر۴، خزائن ج۱۸ص۲۲۰) میں یہ الفاظ نظر پڑیں گے کہ:

''اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا اور مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔'' تو وہ خود بخود سمجھ لیں گے کہ مرزا قادیانی کے لفظ مسیح کا مفہوم وہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے جس کا ذکر سورۂ آل عمران میں یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی آتا ہے۔ مگر خیر چونکہ یہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے اب میں وہ حوالہ جات پیش کرتا ہوں جس میں مرزا قادیانی نے بجائے یسوع یا مسیح کے خود لفظ عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہے اور پھر اس سے ان کی ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ ملاحظہ ہو (کشتی نوح ص۶۵ خزائن ج۱۹ ص۷۱) جس کے حاشیہ میں مرزا آنجہانی عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔''

اب اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ یہاں آپ نے صاف لفظوں میں عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہے۔ (حالانکہ دیگر مقامات پر جہاں کبھی حضرت عیسیٰ کا لفظ آیا ہے۔ آپ بہت کم وہاں علیہ السلام لکھتے ہیں) جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی یہ دعویٰ سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) شرابی تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ یہودیوں کا قول نہیں ہے، جو نقل کرایا گیا ہو۔ بلکہ یہ خود مرزا قادیانی کی اپنی رائے ہے کہ یورپین تو میں اس لئے شراب پی رہی ہیں کہ ان کے پیشواء حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ کسی پیغمبر کو شرابی کہنا نہ صرف اس کی پرلے درجے کی توہین ہے۔ بلکہ اس میں اس کے کفر کا بھی شائبہ ہے۔ کیونکہ شراب جیسے ہم پر حرام ہے۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی حرام تھی۔ انجیل سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور قادیانی اخبار بدر نے بھی اپنی اشاعت مورخہ ۷/نومبر ۱۹۰۲ء کے ص ا پر مرزا قادیانی کے حوالہ سے لکھا ہے:

''حضرت نے (یعنی مرزا قادیانی) فرمایا کہ یحییٰ جو نشہ نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھی پھر مسیح نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی۔'' (ملفوظات ج۴ ص۸۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں حرمت شراب کو تسلیم کرتے ہوئے پھر ان پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ شراب پیا کرتے تھے۔ حالانکہ اناجیل اربعہ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور مرزا قادیانی کے سوا آج تک کسی مسلمان نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام نہیں لگایا۔ ہاں یہودی یہ ضرور کہتے تھے جیسا کہ میر محمد اسحاق قادیانی نے اپنے رسالہ کسر صلیب نمبر ا ص ۲۲ پر لکھا ہے ہے:

''یہود نامسعود یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ شرابی تھا (معاذ اللہ) پس جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے، وہ یہود کے راستے پر چل رہا ہے۔''

گویا بقول میر محمد اسحاق قادیانی ان کے پیشوا جناب مرزا غلام احمد قادیانی بھی یہود کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ جو کھلے بندوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی کہتے ہیں اور صرف ایک جگہ نہیں، بلکہ متعدد جگہ لکھ کر اس کی اور بھی تصدیق کر رہے ہیں۔

حمید...... کیا کوئی اور حوالہ بھی آپ دے سکتے ہیں؟

اختر...... کیوں نہیں! یہ لیجئے مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت ہے۔ اس کے (ص ۶۵، خزائن ج۱۹ ص ۴۳۳) پر آپ صاف لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے۔''

اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو لیجئے ایک اور حوالہ سن لیجئے جو اس سے بھی زیادہ واضح ہے اور دلچسپ بھی ہے۔ ایک دفعہ مرزا قادیانی مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو گئے۔ کسی نے افیون کھانے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ نے یوں گوہر افشانی کی جو رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء کے ص ۱۴۹ پر چھپ چکی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔'' (نسیم دعوت ص ۶۷، خزائن ج۱۹ ص ۴۳۴، ۴۳۵)

کیوں جی اب آپ کو اس میں کچھ شک ہے کہ مرزا قادیانی انبیاء کرام کی توہین کے

مرتکب نہیں ہوئے۔ یہاں تو صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ میں اس لئے افیون نہیں کھاتا کہ افیونی نہ کہلاؤں جیسا کہ مسیح علیہ السلام شراب پی کر شرابی کہلائے۔ (نعوذ باللہ)

جمیل...... مولانا! آپ نے بڑی کوشش سے یہ حوالے مہیا کئے ہوں گے۔ واقعی آپ کی یہ محنت قابل داد ہے۔

اختر...... اجی حضرت! ہم نے تو محض ثواب کی نیت سے یہ کام کیا ہے۔ کیونکہ قادیانی دوست ہمیں بار بار یہ کہتے تھے کہ مرزا قادیانی مجدد وقت ہیں۔ مسیح موعود ہیں۔ مہدی آخر الزمان ہیں اور عہدہ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں۔ ہم نے کہا چلو ان کی تصانیف پڑھو۔ ان کے رسائل دیکھو۔ اگر واقعی وہ نبی یا مجدد ہوئے تو یقیناً ان کے الہامات اور ملفوظات پڑھنے سے ثواب ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کی تلاوت سے ثواب ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ وہ جھوٹے ہوئے تو پھر یقیناً ہمیں ان کی کتابوں سے ان کے جھوٹ اور کذب کا پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ ہم تھوڑی سی محنت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ مرزا قادیانی کے کلام میں بہت تناقض ہے۔ آنجناب کسی جگہ کچھ لکھتے ہیں اور کسی جگہ کچھ فرماتے ہیں اور یہی جھوٹے آدمی کی نشانی ہے۔

حمید...... کیا واقعی مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض بہت واقع ہوا ہے۔

اختر...... کیا آپ دیکھ نہیں رہے؟ حضرت خالد اور مولانا منظور الحسن سے گزارش ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی صفائی میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ وہ اسی لئے تو اب خاموش ہیں کہیں گے تو جھٹ یہ مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض بتا دے گا۔

منظور...... اجی آپ کچھ کہیں ہم تو محض اس لئے خاموش ہیں کہ آپ جس قدر حوالے پیش کرنا چاہتے ہیں، پہلے کرلیں۔ پھر ہم ایک ہی دفعہ سب کا جواب دیں گے۔

حمید...... نہ مولانا صاحب یہ بات ٹھیک نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ساتھ ہی ساتھ جواب دیتے جائیں۔ جو غلط ہو اسے واضح کریں اور جو صحیح ہو اسے تسلیم کریں۔ یہ میدان مناظرہ نہیں ہے کہ جیت اور ہار کا سوال پیدا ہوگا۔ یہاں تو ہم سب دوست ہیں جو حق و باطل میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں۔

منظور...... تو عرض یہ ہے کہ اختر صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا ایک ہی جواب اور وہ یہ کہ

مرزا قادیانی نے محض اشاعت اسلام کی خاطر عیسائیوں کو ان کے خدا یسوع مسیح سے منحرف کرنے کے لئے ایسا لکھ دیا ہے ورنہ دراصل یہ ان کا اپنا عقیدہ نہیں ہے۔

حمید...... یہ بات تو آپ پہلے بھی فرما چکے ہیں۔ جس کے جواب میں مولانا اختر حسین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ تم محض دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے ایک قابل عزت نبی کی توہین کا ارتکاب کرو۔

اختر...... جناب میں نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی۔ بلکہ خدا اور رسول کا حکم یہی ہے کہ تم خواہ کچھ بھی ہو انبیاء کرام کی توہین نہ کرو۔ چنانچہ میں نے بجائے قرآن وحدیث کے حوالہ دینے کے مرزا قادیانی ہی کا قول پیش کیا تھا اور اب پھر اس کی مزید تسلی کے لئے ان کے نبی اور مجدد ہی کا قول نقل کئے دیتا ہوں تا کہ ان کی تسلی ہو جائے اور بار بار یہ عذر پیش نہ کریں۔

مرزا قادیانی اسی قسم کے واقعات میں پیش آ جانے پر اپنے مریدوں کو یہ تلقین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۱۸، خزائن ج ۲۳ ص ۳۹۰) ”پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں بہرحال جاہلوں کے مقابلہ پر صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔“

جمیل...... بہت خوب! خود مریدوں کو تلقین کرتے ہیں کہ مخالفین کے سامنے جب وہ تمہارے پیشواؤں کو برا بھلا کہیں تو صبر کرنا اور اشارہ سے بھی ان کے نبی کی تحقیر نہ کرنا۔ مگر خود اشارہ تو درکنار نہایت وضاحت سے ان کی توہین ہی نہیں بلکہ تحقیر کر رہے ہیں۔

شاید یہ ارشادات بعد کے ہوں
من نہ کردم شما حذر بکلیم

اختر...... جی ہاں! اگر اس کی گنجائش ہوتی تو یقیناً قادیانی دوست یہ بھی ضرور کہہ دیتے۔ ہاں تو ناسخ منسوخ کا اصول ہی قبول نہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو یہ لوگ اس پر مصر نہ ہوتے۔ نہایت آسانی سے مرزا قادیانی کی ان عبارتوں کو قلمزن کر دیتے۔ مگر وہاں تو مرزا قادیانی کا ایک ایک لفظ وحی سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔ غور کرو گے تو تم کو بھی اس میں کچھ نہ کچھ حکمت نظر آ جائے گی۔

خالد...... ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ اگر آپ تعصب کی پٹی اتار کر نیک نیتی سے مرزا قادیانی کی تصانیف

کا مطالعہ کریں تو آپ کو ان کی یہ عبارتیں بھی ضرور نظر آئیں: ''هذا ماكتبنا من الاناجيل علی سبيل الالزام وانا نكرم المسيح ونعلم انه كان تقيا ومن الانبياء الكرام''

یعنی ''ہم نے یہ باتیں از روئے اناجیل بطور الزام لکھی ہیں۔ ورنہ ہم تو مسیح کی عزت کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں سے تھے۔''

پھر دوسری جگہ رسالہ (تحفہ قیصریہ ص۲۳، خزائن ج۱۲ص۲۷۵) پر بھی مرزا قادیانی ارقام فرماتے ہیں: ''جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کا دعویٰ ہے۔ وہی مسلمان کو بھی ہے۔ گویا آنجناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترکہ جائیداد کی طرح ہے۔''

اگر آپ مرزا قادیانی کے ان خیالات کو بھی اسی آنکھ سے دیکھیں جس آنکھ سے ان اقوال کو دیکھ رہے ہیں تو معلوم ہو جائے کہ مرزا کے دل میں کس قدر ان کی عزت و محبت جاگزیں ہے۔

اختر...... جی ہاں! یہ عبارات بھی میری نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں اور میں چاہتا تھا کہ آپ خود ہی ان کو پیش کریں تا کہ پڑھے لکھے لوگ اندازہ لگا سکیں کہ مرزا قادیانی بھی عجیب پینڈے کے بدھنے ہیں کہ کبھی کچھ لکھتے ہیں اور کبھی کچھ کہہ دیتے ہیں۔ کیا حمید صاحب اب بھی آپ سمجھے یا نہیں کہ مرزا قادیانی کے کلام میں بہت بڑا تناقض ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک لائق مصنف بھی نہیں کہلا سکتے۔

حمید...... ہاں تناقض ضرور ہے۔ مگر اس کی وجہ کیا ہے؟

اختر...... صحیح وجہ تو خالد یا منظور صاحب ہی بتائیں گے۔ جو ان کے مرید اور وکیل ہیں۔ اگر میں عرض کروں گا تو شکایت ہوگی۔

حمید...... نہیں نہیں وہ کیا بتائیں گے۔ آپ ہی فرمائیں۔ اگر انہیں اس پر کوئی اعتراض ہوا تو کہہ دیں گے۔

اختر...... اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو خود مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ست بچن ص۳۰، خزائن ج۱۰ص۱۴۲ پر لکھی ہے کہ: ''جس کے کلام میں تناقض ہوتا ہے وہ پاگل یا مجنوں ہوتا ہے۔'' ہم تو مرزا قادیانی کو ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ مگر جب ان کی کتابوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سچ فرماتے ہیں۔ یقیناً مجنون ہیں۔ مراقی ہیں۔ اپنی دماغی کمزوری کے آپ قائل ہیں۔ مالیخولیا کے مریض رہ

چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو(ریویو آف ریلیجنز ج ۲۵ نمبر ۹،۸، ۱۹۰۷ء،سیرت المہدی حصہ دوم ص۵۵،حقیقت الوحی ص۲۰۶، ۳۶۳،خزائن ج ۲۲ص ۳۷۶)وغیرہ۔

جمیل......واہ مولانا یہ تو آپ نے ایک اور بھی نئی بات نکال دی۔ بخدا اب تو ہمیں مرزا قادیانی سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی ہے اور ہم ان نئے نئے انکشافات سے بہت محظوظ ہورہے ہیں۔

حمید......واقعی یہ وہ چیزیں ہیں جن پر باقاعدہ گفتگو ہونی چاہئے۔ ہمارے علماء ناحق حیات ممات کے مسئلہ پر بحثیں کرتے پھرتے ہیں اور ختم نبوت پر زور دے رہے ہیں۔ اگر یہ چیزیں جو مولانا نے بیان کی ہیں۔ مرزا قادیانی میں پائی جائیں اور ٹھیک ثابت ہو جائیں تو سب جھگڑے اور مناظرے یہیں ختم ہوجاتے ہیں۔

جمیل......بھئی اس موضوع پر بھی کہ’’ آیا مرزا قادیانی صحیح الدماغ انسان بھی تھے یانہیں‘‘ ایک مفصل بحث کروں گا۔ جس میں طبی اور ڈاکٹری اسناد سے یہ ثابت کروں گا کہ مرزا قادیانی یقیناً مخبوط الحواس تھے اور لطف یہ کہ سب کچھ انہی کی تحریروں سے بیان کروں گا۔

مگر اس وقت مجھے مرزا قادیانی کے اس متناقض کلام پر دوسری وجہ بیان کرنی ہے جس یہ ہے کہ مرزا قادیانی انگریزوں کے بہت خوشامدی بھی واقع ہوئے تھے۔ جسے اصطلاح جدید میں ’’ٹوڈی‘‘ کہنا چاہئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے حکومت انگریزی کی تعریف میں کئی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ چنانچہ جس کتاب تحفہ قیصریہ کا خالد صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ وہ بھی شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر لکھا گیا تھا۔ چونکہ آپ کو قیصرہ ہند ملکہ انگلستان کی خوشامد مقصود تھی۔ اس لئے ان میں جابجا حضرت یسوع علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے اور (ص۲۰تا۲۴،خزائن ج۱۲ ص۲۷۲تا۲۷۴) پر تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:’’اس (خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ در حقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہیں......اور میں یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں۔‘‘

اللہ،اللہ ایک تو اسی یسوع کو اپنے خوشامد نامہ (یعنی تحفہ قیصریہ) میں خدا کا پیارا، نیک بندہ اور عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ جائیداد لکھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو ان کا سفیر قرار دیتے ہیں تاکہ کسی طرح ملکہ وکٹوریہ خوش ہو جائیں۔ مگر دوسری جگہ مناظرانہ رنگ میں خود ہی اسی یسوع کے متعلق یوں ارقام فرماتے ہیں:

’’یہ لوگ (عیسائی) اس شخص (یسوع مسیح) کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں۔ جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں۔‘‘ (انجام آتھم ص ۳۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۸)

اور جس نے شراب خوری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ خود آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگائے۔ اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام نہیں۔‘‘ (انجام آتھم ص ۳۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۸)

اب غور فرمایئے کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کس قدر الزام لگائے گئے۔ انہیں شرابی کہا، زانی کہا، قمار باز کہا اور پھر انہی امور کی تلقین کرنے والا قرار دیا۔ آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ کیا یہ سب کچھ کہنے لکھنے اور ڈنکے کی چوٹ پر شائع کرنے کے باوجود مرزا قادیانی مسلمان ہی رہیں گے یا کافر ہوں گے؟

منظور...... میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ حضرت قادیانی کی کتاب (انوار الاسلام ص ۳۴، خزائن ج ۹ ص ۳۴) کا مطالعہ بھی فرمالیں۔ جس میں آپ لکھتے ہیں: ’’اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے، تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ ’لعنة الله علی الکاذبین‘‘ اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت کی توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں۔‘‘

اختر...... بہت خوب! اس سارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ گالیاں تو ہم نے ضرور دی ہیں۔ مگر بہ نیت توہین نہیں دیں۔ بلکہ بتائید توحید دی ہیں۔ کیوں حمید صاحب! سمجھے آپ؟ کیا عجیب منطق ہے آپ بھی اگر کسی کو گالیاں دیں تو بعد میں یہ کہہ دیا کریں کہ حضور میں نے بہ نیت توہین آپ کو گالیاں نہیں دیں۔ بلکہ اپنا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے دی ہیں۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ جدید نبی کا فلسفہ یہی ہے۔

جمیل...... اور مولانا لطف یہ ہے کہ جب مرزا قادیانی سے اصل اعتراض کا جواب بن نہیں پڑا تو یہ کہہ دیا کہ ’لعنة الله علی الکاذبین‘‘ کوئی پوچھے کہ جھوٹا کون ہے آپ یا معترض؟ ہمیں تو اس عبارت سے یہ پتہ بھی نہیں چل سکا کہ اس لعنت کا مستوجب کون ہے۔

ظہور...... بھائی آپ نے مجھے منصف قرار دیا تھا۔ اس لئے میں اب تک خاموش رہا اور فریقین کی

باتیں بغور سنتا رہا۔ سچ یہ ہے کہ اب تک خالد صاحب اور مولانا منظور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں مولانا اختر سے درخواست کروں گا کہ وہ کچھ اور حوالے پیش کریں تا کہ اگر وہ ان پر کچھ کہنا چاہیں تو معقولیت سے کہیں تا کہ حاضرین تو اس جواب کو کچھ جواب سمجھیں۔

خالد...... واہ حضرت! آپ نے بھی فوراً ہی ڈگری دے دی۔ حمید صاحب اب ڈاکٹر کے رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے تو محض وہ نقائص جمع کر رکھے ہیں جو بتقاضائے بشریت ہر ایک میں پائے جاتے ہیں۔ کیا اس قسم کی غلطیاں پہلے نبیوں سے نہیں ہوئیں؟

جمیل...... بس بس خالد صاحب۔ اب زیادہ نہ بڑھیئے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ بھی مرزا قادیانی کی روش اختیار کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ انبیاء کرام معصوم ہیں۔ مگر آپ ان کو مرزا قادیانی کی طرح غلطیوں کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔ جسے ہم سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

خالد...... خیر اس بات کو جانے دیجئے۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ ذرا انصاف فرمائیں جب مرزا قادیانی نے خود اپنے آپ کو حضرت مسیح کا مثیل قرار دیا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حضرت مسیح کو ایسے ناپاک افعال کا مرتکب قرار دیں کیا کوئی عقلمند اپنے آپ کو اس چیز سے مماثلت دے سکتا ہے جو خود اس کے نکتہ نگاہ سے ناپاک اور گندی ہو؟

ظہور...... گو اس کا جواب بھی پہلے ہو چکا ہے۔ مگر تاہم چونکہ آپ کے نزدیک یہ ایک نیا اعتراض ہے جو قدرے معقول ہے۔ اس لئے میں مولانا اختر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کا جواب ضرور دیں۔

اختر...... جناب! یہ بھی کوئی معقول اعتراض نہیں ہے۔ اگر معقول ہوتا تو میں اس کا جواب بھی دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترض مرزا قادیانی کی تصانیف سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تصانیف سے کچھ واقف ہیں تو پھر مرزا قادیانی کی دورنگی سے واقف نہیں ہوں گے۔ بھلا وہ بھی کوئی اعتراض ہے جس کا جواب خود مرزا قادیانی کی تصانیف سے نہ مل سکے۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ہو کر انہیں کیسے برا بھلا کہہ سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے تو محض اس لئے مسیح علیہ السلام کو برا بھلا کہا ہے کہ خود ان سے بہتر بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ بھی ہے کہ میں عیسیٰ بن مریم سے افضل ہوں اور وہ میرے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ (نعوذ باللہ)

جمیل...... سچ مچ ان کا یہی دعویٰ تھا۔

اختر...... یقیناً۔ میں ان کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حمید...... تو پھر خالد صاحب کیوں فرماتے ہیں کہ وہ مثیل مسیح ہونے کے مدعی......

اختر...... یہ اس لئے کہ مرزا صاحب نے کیا کیا دعوے کئے اور وہ کتابوں میں کیا کچھ لکھ گئے۔ یہ تو محض تبلیغ اسلام کا ڈھول پیٹ رہے ہیں تا کہ مرکز میں کسی بہانے سے پیسے آتے رہیں اور لوگ اسلام کے نام پر صدقے رہیں۔

جمیل...... اچھا مولانا آپ مرزا قادیانی کے وہ دعاوی پیش کریں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔

اختر...... لیجئے۔ سن لیجئے ان حوالوں سے ایک تو خالد صاحب کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو جائے گا۔ دوسرے اصل بحث پر روشنی بھی پڑ جائے گی کہ مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی کس کس رنگ میں توہین کی ہے۔

حضرت مرزا قادیانی اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰) پر لکھتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پابہ ممبرم

یعنی میں (مرزا) حسب بشارت آ گیا ہوں۔ عیسیٰ کہاں ہے کہ میرے ممبر پر قدم رکھے۔ سبحان اللہ! کیا شان استغنا ہے اور لطف یہ کہ پھر اس کے مثیل ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہوسکتی ہے؟ لیجئے اور سنئے ( ) پر ارشاد ہوتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑدو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

کیوں یہاں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے یا اس سے بہتر اور افضل ہونے کا؟ آپ سب تعلیم یافتہ بیٹھے ہیں۔ خود فیصلہ کرلیں۔

جمیل...... فیصلہ کیا کریں۔ لفظ خود بتا رہے ہیں کہ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اختر...... ہاں! اگر ان الفاظ میں اگر کچھ شک رہ گیا ہو تو یہ لیجئے (کشتی نوح ص۵۶، خزائن ج۱۹ ص۶۰) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔

اگر مسیح بن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہر گز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوئے وہ ہر گز نہ دکھا سکتا۔"

فرمائیے؟ کیا یہاں بھی یہ کہنے کی کچھ گنجائش ہے کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کو جواب دینے اور اسلام کے فضائل بیان کرنے کے لئے ان کے مزعومہ مسیح کی توہین کی ہے۔

حمید...... بھلا کوئی پوچھے کہ آپ نے وہ کون کون سے نشان دکھائے جو مسیح نہیں دکھا سکے؟

اختر...... یہ الگ سوال ہے اور اس کا جواب بھی ہو سکتا ہے کہ محمدی بیگم والے آسمانی نکاح کا نشان جو مرزا قادیانی نے دکھایا یا وہ مسیح نہ دکھا سکا اور عبداللہ پٹواری کے کپڑوں پر خدا تعالیٰ کی سرخ سیاہی کا نشان جو مرزا قادیانی نے دکھایا وہ مسیح نہ دکھا سکا اور نہ دکھا سکے گا۔ علیٰ ہذا القیاس ہیچو قسم بیسیوں نشانات اور خرافات ہیں جو حضرت مرزا قادیانی ہی سے مخصوص ہیں اور یقیناً وہ کسی میں بھی موجود نہیں۔ مگر یہاں ان سے بحث نہیں۔ یہاں تو صرف مجھے یہ دکھانا ہے کہ مرزا قادیانی بقول خالد مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہے۔ بلکہ افضل از مسیح ہونے کے مدعی ہیں اور اس میں ان کے ذم کا پہلو بھی ہے۔

خالد...... مولانا آپ عمداً اس کو دوسرا رنگ دے رہے ہیں ورنہ مرزا قادیانی کا مقصد تو اس سے صرف عیسائیوں کو اسلام کی فضیلت جتلانا تھا۔

اختر...... جناب من! اگر اسلام کی فضیلت جتلانا مقصود ہوتا تو عیسائیت پر اسلام کی فضیلت جتلانی چاہئے تھی نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی ذاتی فضیلت۔

اگر آپ مذہب عیسائیت پر مذہب اسلام کی فضیلت بیان فرماتے ان کے عقائد کا اپنے عقائد سے مقابلہ کرتے تو یقیناً آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے۔ مگر یہاں تو خرابی یہ ہے کہ "مدعی سست اور گواہ چست" مرزا قادیانی تو اپنے ذاتی کمالات اور نشانات کا مقابلہ مسیح ابن مریم سے کرنا چاہتے ہیں اور آپ ہیں کہ ناحق اسے موڑ توڑ کر تبلیغ اسلام کی طرف کھینچ لے جانا چاہتے ہیں۔

حمید...... خالد صاحب! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ خدارا یہ جنبہ داری اور عصبیت چھوڑ دیجئے اور کم از کم کوئی بات تو معقول کیجئے تاکہ سوسائٹی میں آپ کی وکالت کی توہین تو نہ ہو۔

خالد...... بھائی آخر ہم انہیں اپنا پیشواء مانتے ہیں۔ ان کی حمایت بھی تو ہمارا فرض ہے۔

جمیل...... حمید صاحب جانے دیجئے اس تذکرہ کو۔ آج انشاء اللہ ہم یہاں سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے اٹھیں گے۔

اختر...... اچھا اب آگے چلئے اور مرزا قادیانی کی کتاب (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) پڑھئے۔ آپ ارقام فرماتے ہیں: ''اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔''

حمید...... بیشک ان عبارات سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی فضیلت کا اعلان کر رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا وہ ایسا کریں بھی تو کیا شرعاً یہ ناجائز ہے؟

اختر...... جی ہاں! شریعت اسلامیہ میں یقیناً ناجائز ہے۔ ہاں اگر مرزا قادیانی کوئی نئی شریعت لائے ہوں تو ممکن ہے وہاں جواز کی کوئی گنجائش نکل آئے۔ مگر حدیث شریف میں تو اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان میں کچھ تقرار ہوگئی۔ یہودی نے کہا ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام آپ کے رسول ﷺ سے افضل ہیں۔ مسلمان کو طیش آ گیا اس نے اسے ایک گھونسہ رسید کیا اور کہا کہ حضور سرور کونین ﷺ کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑھتے بڑھتے بات محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ یہودی نے دعویٰ کیا کہ مسلمان نے ناحق مجھے پیٹا ہے۔ مسلمان کو یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ میری پاسداری کریں گے۔ کیونکہ میں نے آپ ہی کی حمایت میں مارا ہے۔ مگر جب رسول کریم ﷺ اصل حقیقت سے آگاہ ہوئے تو آپ نے الٹا مسلمان کو ڈانٹا اور اسے معافی مانگنے پر مجبور کیا اور پھر فرمایا: ''لا تفضّلونی علی موسیٰ'' ﴿مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو﴾ (اس لئے کہ اس میں ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔)

اللہ اللہ وہ رسول پاک (جس کی غلامی اور امت میں ہونے پر مرزا غلام احمد کو بھی ناز ہے) تو یہ فرمائے کہ مجھے کسی پر فضیلت نہ دو کہ مبادا اس سے کسی کی توہین نہ ہو۔ مگر بخلاف اس کے مرزا قادیانی ہیں کہ ''مان نہ مان میں تیرا مہمان'' فضیلت ملے یا نہ ملے۔ مگر آپ ہی اپنے منہ ''میاں مٹھو'' بن رہے ہیں۔ حضور پر تو ﷺ کو خود خدا رب العزت دو جہاں کی سرداری عطاء فرما رہا ہے اور انبیاء عظام کا بھی امام بنا رہا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ انکسار سے جھکے جاتے ہیں اور جب بحکم خدا اصل حقیقت صحابہ کو بتاتے ہیں تو ساتھ ساتھ ''ولا فخر ولا فخر'' فرماتے جاتے ہیں کہ میں اس پر فخر نہیں کرتا خدا تعالیٰ نے ہی مجھے عزت بخشی ہے۔

صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: ”لا تفضلوا بین انبیاء الله“ یعنی ﷺ (انبیاء میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ دو) (مطلب یہ کہ کہیں دوسروں کو تم میلی نظر سے نہ دیکھنے لگو۔)

منظور...... یہ سب کچھ صحیح ہے مگر مرزا قادیانی نے بھی تو فخر کے طور پر نہیں لکھا بحکم خدا حقیقت نفس الامری سے عیسائیوں کو مطلع کیا ہے۔

اختر...... اگر صرف یہ کہہ کر مطلع کر دیا جاتا کہ میں ان سے افضل ہوں تب تو کوئی بات بھی نہ ہوتی۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ بار بار ان کی تنقیص کی جارہی ہے اور ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کی جارہی ہیں جو کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکل سکتیں۔

جمیل...... تو کیا ابھی اس سے بڑھ کر بھی اور کچھ لکھا ہے؟

اختر...... جی ہاں! یہ تو ابھی ”مشتے نمونہ از خروارے“ پیش کیا ہے۔ اگر میں مرزا قادیانی کی سب عبارات آپ کے سامنے پیش کروں تو شاید آپ توبہ توبہ پکار اٹھیں۔

حمید...... ہاں ہاں کیجئے۔ حرج کیا ہے۔ کم از کم ہم کو مرزا قادیانی کی کارستانیوں کا تو پورا پورا علم ہو جائے گا۔

اختر...... اچھا سنئے، ایک دفعہ کسی نے مرزا قادیانی کی خدمت یہ عرض کیا کہ حضور آپ فرماتے ہیں کہ ”میں مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہوں جو نشانات میں دکھا سکتا ہوں وہ کیسے دکھا سکتے تھے۔“ ان کے متعلق تو قرآن کریم میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابیناؤں کو بینا (اندھوں کو سوجا کھا) اور کوڑھیوں کو اچھا بھلا کر دیتے تھے۔ کیا آپ بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی نے سوچا کہ اب پھنسے۔ سائل تو اس سے بڑھ کر نشان طلب کرے گا اور میں وہ بھی دکھانے سے عاجز ہوں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ مسیح ابن مریم کے ان معجزات سے انکار کر دیا جائے اور کہا جائے کہ وہ بے چارہ یہ کیسے دکھا سکتا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب (ازالہ اوہام طبع ص ۳۱۰، خزائن ج۳ ص ۲۵۸) پر صاف لکھتے ہیں:

”حضرت مسیح کے معجزات (عمل الترب) یعنی مسمریزم کے طریق سے تھے۔ ایسے عملوں سے کاملین پرہیز کیا کرتے ہیں۔ میں اگر اس کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ سے قوی امید رکھتا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔“

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے چار چیزیں وضاحت سے بیان کر دی ہیں۔ اول! یہ

کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے خدا کی طرف سے نہ تھے۔ بلکہ اکتسابی تھے۔ جسے باصطلاح جدید مسمریزم کہا جاسکتا ہے۔ دوم! یہ کہ وہ کاملین میں نہ تھے۔ ایک دکاندار شخص تھے۔ سوم! یہ کہ یہ سب مکر کی باتیں ہیں جو قابل نفرت ہیں۔ چہارم! یہ کہ ہم تو کاملین میں سے ہیں اوران عجوبہ نمائیوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔

فرمایئے کہ اس سے منظور صاحب کا اعتراض حل ہوا یا نہیں اور مرزا قادیانی کی اس عبارت سے مسیح ابن مریم کی توہین بھی سمجھی جائے گی یا نہیں؟

خالد...... مولانا مرزا قادیانی نے تمام معجزات سے انکار نہیں کیا بلکہ صرف انہی باتوں سے انکار کیا ہے جو خلاف عقل ہیں۔

اختر...... واہ، آپ گریجویٹ ہوکر یہ کیا فرمارہے ہیں؟ کیا ابھی تک آپ معجزہ کے مفہوم سے بھی بے خبر ہیں؟ یاد رکھئے معجزہ کہلاتا ہی وہ ہے جس کے سامنے انسانی عقل دنگ رہ جائے۔ بھلا آپ معجزہ کی حقیقت کیا جانیں جن کا نبی ساری عمر میں ایک معجزہ بھی نہیں دکھاسکا۔

جمیل...... اگر وہ نبی ہوتا وہ کوئی معجزہ دکھاتا۔ جب وہ حقیقت میں نبی ہی نہیں تھا۔ (اور بقول آپ کے مسلمان بھی نہیں تھا) تو پھر معجزہ کیسے دکھاسکتا تھا۔

اختر...... کیوں جناب آپ نے بقول میرے کیوں کہا؟ میں نے کب مرزا قادیانی کو غیر مسلم یا باصطلاح علماء کافر کہا ہے۔ میں نے تو پہلے سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاؤں گا۔

جمیل...... آپ کہیں یا نہ کہیں۔ مذکورہ بالا حوالوں سے تو بھی آشکار ہورہا ہے کہ وہ توہین انبیاء کا ارتکاب کر کے مسلمان بھی نہیں رہے۔

اختر...... مسلمان رہیں یا نہ رہیں۔ ہمیں اس سے کیا۔ ہم تو ان کی چیزان کے منہ پر ماررہے ہیں۔ خواہ اس سے مسلمان رہیں یا کافر ہو جائیں۔ ہاں خاتمہ پر جن کو آپ نے منصف مانا ہے وہ فیصلہ دے سکتے ہیں۔ مجھے یا آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ فیصلہ دیں۔

ظہور...... خیر اب آگے چلئے۔ کوئی اور حوالہ بھی پیش کرنا ہو تو کیجئے۔

اختر...... خالد صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزا قادیانی نے تمام معجزات سے انکار نہیں کیا۔ صرف عیسائیوں کی پیش کردہ خلاف عقل باتوں سے انکار کیا ہے۔ مگر لیجئے اب تو آپ کو ایک ایسا حوالہ دیتا ہوں جس میں صاف طور پر مرزا قادیانی نے کل معجزات سے انکار کردیا ہے۔ حضرت اپنی

کتاب (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، خزائن ج ۱۱ص ۲۹۰) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''عیسائیوں نے بہت سے یسوع کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔''

کہئے خالد صاحب! اب کیا ارشاد ہے؟ ذرا مولانا منظور الحسن سے مشورہ کر کے جواب دیجئے گا۔

حمید...... اس کا کچھ جواب ہوگا تو دیں گے۔ آپ فرمائیں مرزا قادیانی نے اور کیا لکھا ہے۔

اختر...... اس معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرزا قادیانی کے کلمات طیبات سننے کا بہت شوق ہے۔ مگر خیال رہے کہ اگر میں سب کے سب بیان کرتا گیا تو آپ اکتا جائیں گے۔

جمیل...... خیر آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ آج چھٹی کا دن ہے۔ سب بیکار ہیں۔ شام تک یہیں رہیں گے اور مرزا قادیانی کی اندرونی تصویر سے پورے واقف ہو کر اٹھیں گے۔ ہمیں تو صرف بیرونی تصویر دکھائی جاتی تھی کہ انہوں نے خدمت اسلام میں یہ کیا۔ وہ کیا۔ مگر آج معلوم ہو رہا ہے کہ جس قدر اسلام کے بنیادی اصولوں پر انہوں نے کلہاڑیاں چلائی ہیں، کوئی دشمن بھی اس قدر نہیں کر سکا۔

اختر...... الحمدللہ کہ اب آپ کو اس کا احساس ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ تمام تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے اور وہ بیرونی تصویر دیکھنے کی بجائے اندرونی تصویر دیکھنے کی زیادہ کوشش کرنے لگیں۔

حمید...... بات دراصل یہ ہے کہ آج تک علمائے اہلسنت والجماعت نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ وہ صرف مسائل میں الجھتے رہے اور اب تک برابر حیات ممات اور ختم نبوت وغیرہ مسائل ہی میں بحث کر رہے ہیں۔ جسے آج کل کے نیو فیشن اور جنٹلمین لوگ پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ اس طرف متوجہ ہو جائیں اور مرزا قادیانی کی اندرونی تصویر یعنی ان کی ہیچو قسم تحریرات تعلیم یافتہ طبقہ میں پھیلائیں تو یقیناً قادیانیت کی یہ رو نہ صرف آئندہ کے لئے تھم جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے دب جائے۔

خالد...... واہ حمید صاحب! آپ کو تو ہم نے منصف مانا تھا۔ مگر آپ اب یکطرفہ فیصلہ کرنے لگے۔ یہ آئین انصاف کے خلاف ہے۔

حمید...... بھائی جان! اسی لئے میں نے کہا تھا کہ صرف ظہور الحسن کو منصف رہنے دو۔ وہ خاموشی سے باتیں سنتے رہیں گے (چنانچہ اب تک وہ نہایت سکون سے سن رہے ہیں) مگر میں جوشیلی طبیعت کا مالک ہوں۔ جو بات سنتا ہوں اس پر فوراً اپنی رائے کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے منصف مانا ہے تو میرا فیصلہ اب بھی یہی ہے اور بعد میں بھی یہی ہوگا کہ آپ نے مولانا اختر کے ایک اعتراض کا بھی معقول جواب نہیں دیا اور نہ ہی مرزا قادیانی کی طرف سے کوئی صفائی پیش کی ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریرات اردو میں صاف اور عام فہم ہیں۔ جن میں توہین انبیاء کا پہلو آشکار ہے۔

منظور...... بس بھائی خالد اسی لئے مجھے بلا کر لائے تھے آپ تو کہتے تھے کہ حمید صاحب ضرور قادیانی ہو جائیں گے۔ میں نے انہیں بالکل تیار کر رکھا ہے اور کیا عجب کہ ان کے ساتھ اور بھی کئی پڑھے لکھے قادیانی ہو جائیں۔

حمید...... مولانا آپ خالد صاحب کو کچھ نہ کہیں۔ وہ سچے ہیں۔ میرا خیال یہی تھا کہ قادیانی ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر آج کی گفتگو نے مجھے مرزا قادیانی سے از حد متنفر کر دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اب کوئی لکھا پڑھا آدمی اپنے آپ کو قادیانی کہلائے۔

جمیل...... اچھا بھائی! یہ باتیں پھر ہو جائیں گی۔ ذرا مرزا قادیانی کے کچھ حوالجات اور سن لیجئے۔ مولانا اختر تو بہت سے کتابیں ساتھ لائے ہوئے ہیں۔

اختر...... اچھا سنئے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب (اعجاز احمدی ص۲۵، خزائن ج۱۹ص ۱۳۵) پر ارشاد فرماتے ہیں:

''غرض حضرت عیسیٰ کا یہ اجتہاد غلط نکلا اصلی وحی صحیح ہوگی۔ مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں، اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔''

لیجئے یہاں مرزا قادیانی عیسائیوں کے یسوع کا ذکر نہیں کر رہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ کر فرما رہے ہیں کہ ان کے اجتہادات میں اس قدر غلطیاں ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کوئی بھی اتنی غلطیاں نہیں کر سکا۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ لیجئے کہ بقول مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحی الٰہی سمجھنے سے قاصر تھے اور اگر اس سے کچھ اور بھی اوپر بڑھیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کو بھی عالم الغیب ہونے کے باوجود انتخاب نبوت میں غلطی ہوگئی جو حضرت

عیسیٰ علیہ السلام جیسے کند ذہن آدمی کو نبی بنادیا (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اور لطف یہ ہے کہ اس عبارت میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی توہین نہیں کی گئی بلکہ دیگر انبیاء کو بھی ساتھ لپیٹ لیا گیا ہے کہ وہ بھی اکثر غلطیاں کیا کرتے تھے۔

جمیل...... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی خدا واسطے کی دشمنی ہے جو اس قدر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

حمید...... ہاں! مولانا ذرا یہ بھی تو بتا دیجئے کہ وہ کیوں اور کس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس قدر دریدہ دہنی سے کام لے رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اختر...... وجہ کیا؟ رقابت سمجھ لیجئے مرزا قادیانی کا خیال تھا کہ میں انہیں برا بھلا کہہ کر لوگوں کی نظروں سے گرادوں گا اور خود ان کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ اسی لئے یہ سب پاپڑ بیلے گئے اور صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (چشمہ مسیحی ص۲۳، خزائن ج۲۰ ص۳۵۴) ’’اور میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور پر اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا۔ یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ۔‘‘

لیجئے صاحب! یہاں تو یہ بھی فرما دیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ اب حضرت خالد سے وہ کلام جو نازل ہوا تھا کہاں گیا اور کیا ہوا؟

خالد...... وہ برابر چھپتا رہا اور اب بھی ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

اختر...... کیا مرزا قادیانی کا یہ کلام اور بقول آپ کے ان کی تصنیفات و مطبوعہ کتب کتاب مسیح یعنی انجیل کے مساوی درجہ رکھتی ہیں۔ انجیل کے متعلق تو مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ الہامی کتاب ہے کیا اسی طرح مرزا قادیانی کی جملہ کتب کے متعلق آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ سب کی سب الہامی ہیں۔

خالد...... نہیں جناب ہم سب کی سب کتب کو تو الہامی نہیں کہتے۔ بلکہ جو جو الہامات ہوئے ہیں۔ انہیں الہامی کہتے ہیں۔

اختر......آخر کسی ایک کتاب کا نام بھی تو لیجئے جس میں سب الہامات جمع ہوں اور اس کا الہامی کتاب کہا جا سکے۔

جمیل......جی مولانا! آپ خواہ مخواہ انہیں مجبور کر رہے ہیں۔ وہ بے چارے اب کس کتاب کا نام لیں۔ مرزا قادیانی سے خود تو یہ غلطی ہو گئی کہ الہامات کسی ایک کتاب میں جمع نہ کر سکے کہ وہ بمقابلہ انجیل پیش کی جا سکتی۔

حمید......بھئی خالد! حقیقت الوحی کا نام کیوں نہیں لیتے آخر وہ تو صرف وحی اور الہام ہی کی بناء پر لکھی گئی ہے۔

خالد......نہیں صاحب! اسے بھی الہامی کتاب نہیں کہا جا سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ایسی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں جو صرف الہامات کا مجموعہ ہو۔

اختر......آپ جانتے ہیں کہ خالد صاحب کیوں اس سے گریز فرما رہے ہیں۔ محض اس لئے کہ اگر کسی ایک کتاب کا نام لے دیا تو اختر جھٹ سے اس پر اعتراض کر دے گا اور اسی کے حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ ان میں بھی توہین کا پہلو موجود ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو چلو تم سب مل کر خالد صاحب کو مجبور کرو کہ مرزا قادیانی کی کسی ایسی کتاب کا نام لیں جس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

حمید......ہاں بھئی خالد! کیا بات ہے۔ چلو جرأت کرو اور مرزا قادیانی کی سینکڑوں تصنیفات میں سے کسی ایک کتاب کا نام لو جس پر یہ اعتراض نہ کر سکیں۔

جمیل......ہاں ہاں یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر اس کتاب سے توہین انبیاء کا کوئی پہلو نہ نکلا تو ہم ابھی سے اختر صاحب کو پکڑ لیں گے۔

منظور......چلو بھئی ہم حقیقت الوحی کو ہی پیش کر دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اس سے توہین انبیاء ثابت کریں۔

خالد......گو ہم اسے وہ مرتبہ تو نہیں دیتے جو اختر صاحب ہم سے منوانا چاہتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ معترض صاحب نے باوجود اس قدر حوالہ جات پیش کرنے کے ابھی تک ایک حوالہ بھی حقیقت الوحی سے پیش نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ کر سکیں گے۔

جمیل......واقعی حمید صاحب! مولانا اختر نے ابھی تک حقیقت الوحی کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ حالانکہ مرزا قادیانی کی دیگر بیسیوں کتب کے حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

حمید...... بھائی! شرط تو تم نے بھی کڑی لگائی۔ اب دیکھیں کہ پروفیسر صاحب حقیقت الوحی سے بھی کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ظہور...... کہئے کہئے اختر صاحب اگر کوئی حوالہ ہے تو پیش کیجئے ورنہ ہم آپ کے خلاف فیصلہ دے دیں گے۔

اختر...... جی ہاں!! ابھی آپ کو فیصلہ دینا یاد آیا۔ دو گھنٹے خاموش بیٹھے رہے۔ مگر ابھی پانچ منٹ نہیں گزرے کہ اکتا گئے اور جھٹ سے فیصلہ دینے پر آ گئے۔

جمیل...... نہیں نہیں، یہ تو مزاح تھا۔ فیصلہ اتنی جلد کیوں دیں گے؟ آپ فرمائیں کہ حقیقت الوحی سے کوئی توہین انبیاء کا پہلو نکلتا ہے بھی یا نہیں؟

اختر...... کیوں نہیں۔ لیجئے سنئے اور نمبر وار سنئے:

”مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی جو اس پر نہیں کی گئی تا کہ لوگ سمجھیں کہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۵۴، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۸)

خالد...... تو اس میں کون سا توہین کا پہلو ہے۔ یہ تو ایک بدیہی چیز ہے۔

اختر...... جی ہاں! آپ کے نزدیک تو بہت بدیہی چیزیں ہیں اور کسی ایک جگہ بھی توہین کا رنگ نہیں ہے۔ مگر یہ فیصلہ منصفوں اور لکھے پڑھے لوگوں نے دینا ہے کہ کیا اس میں توہین ہے یا نہیں؟

منظور...... نہ پروفیسر صاحب! آخر کچھ تو بتائیے کہ اس میں کیا توہین ہے؟

اختر...... واہ مولانا آپ بھی خالد صاحب کے ساتھ ہو گئے۔ کیا آپ بھی یہ نہیں سمجھ سکے؟ فرض کیجئے کہ میں اور خالد صاحب ایک ہی دفتر میں کلرکی کا کام کر رہے ہیں۔ مگر افسر بالا خالد صاحب پر نظر عنایت رکھتا ہے اور ان کو وسیع اختیارات دے دیتا ہے یا بالفاظ دیگر وہ ہیڈ کلرک کہلاتے ہیں اور ہم انہیں کے برابر تعلیم رکھنے والے، انہیں کے برابر تنخواہ لینے والے ان کے ماتحت سمجھے جاتے ہیں اور خالد صاحب جگہ بجگہ فخریہ اسے بیان کرتے پھرتے ہیں۔ کیا اس میں ہماری توہین کا کوئی پہلو ہے یا نہیں؟

منظور...... بھلا اس میں توہین کیا ہے؟ جب افسر نے اسے ہیڈ کلرک بنا دیا تو اس میں خالد غریب کا کیا قصور؟

اختر...... جی ہاں! یہ تو جب ہے کہ ہم افسر بالا کا حکم دیکھ لیں کہ اس نے خالد کو یہ عہدہ دے دیا اور

اگر خالد خود بخود ہی یہ کہتا پھرے اور درحقیقت افسر بالا سے اسے کوئی ایسا حکم نہ ملا ہو تو پھر؟

جمیل...... ہاں ایسی صورت میں تو یقیناً خالد مجرم ہوگا۔

اختر...... بس یہی ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو خدا تعالیٰ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ میں نے تجھے نوازا اور مسیح ابن مریم پر فوقیت دے دی ہے۔ اب تو جہاں چاہے فخریہ اسے بیان کیا کر۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ: "لانفرق بین احد من رسله" ﴿یعنی ہم انبیاء کے درمیان اس قسم کی تفریق کو روا نہیں رکھتے۔﴾

جمیل...... کہئے مولانا منظور الحسن صاحب اس کا جواب کیا ہے؟

منظور...... اس کا جواب کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی یسوع مسیح سے افضل تھے۔

اختر...... مگر یہ تو جب آپ ثابت کریں جب مرزا قادیانی کو ہم نبی مان لیں۔ ہم تو ابھی سرے سے ان کی نبوت ہی کے قائل نہیں چہ جائیکہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل سمجھیں۔

اس وقت تو بحث صرف یہ ہے کہ آیا مرزا قادیانی کی تحریرات سے یہ ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے انبیاء کی توہین کی ہے؟

جمیل...... ہاں اگر اس وقت مولانا منظور الحسن یا خالد صاحب یہ ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے مرزا قادیانی کو یسوع مسیح پر ترجیح دی ہے تو پھر وہ حق بجانب ہو سکتے ہیں۔

حمید...... قرآن مجید میں تو اس کا ذکر کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کسی الہام میں مرزا قادیانی کو یہ کہہ دیا گیا ہو تو الگ بات ہے۔

اختر...... وہ تو اس عبارت کو بھی الہامی عبارت کہہ دیں گے۔ ہم مرزا قادیانی کے الہامات کے تو ابھی قائل ہی نہیں ہوئے جس طرح ان کی نبوت کا موضوع الگ بحث طلب ہے۔ اسی طرح ان کے الہامات پر بھی الگ گفتگو ہو سکتی ہے۔ اس وقت تو منظور صاحب صرف قرآن یا انجیل سے جنہیں ہم سب آسمانی کتابیں سمجھتے ہیں۔ کوئی خدا تعالیٰ کا حکم یا آرڈر دکھائیں تو ہم مان سکتے ہیں۔

حمید...... کیا خالد صاحب آپ خدا کا کوئی ایسا حکم جس سے فضیلت مرزا پر مسیح کی ثابت ہو سکے، پیش کر سکتے ہیں؟

خالد...... چلئے چھوڑیئے اس بحث کو۔ اختر صاحب حقیقت الوحی سے کوئی اور حوالہ پیش کریں۔

اختر...... لیجئے سنئے، مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۲۹، خزائن ج۲۲ص۳۱) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:
''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا مسئلہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدہ کے لئے گھڑا تھا کیونکہ ان کی پہلی آمد میں ان کی خدائی کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا، ہر دفعہ مار کھاتے رہے۔''

کیوں جناب! اس عبارت میں بھی کوئی توہین کا پہلو ہے یا نہیں؟

خالد...... بالکل نہیں! یہ امر واقع ہے کہ انہیں مار پڑتی رہی۔

اختر...... کیا دیگر انبیاء کرام کو مخالفین کی طرف سے ایذائیں نہیں پہنچیں؟ اگر پہنچیں اور یقیناً پہنچیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کیسی؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو ان سے کوئی خاص عداوت ہے جو بار باران کی توہین کرتے ہیں۔

جمیل...... اچھا مولانا اور فرمائیے۔

اختر...... لیجئے (حقیقت الوحی ص۱۵۲، خزائن ج۲۲ص۱۵۷) پر یوں لکھا ہے: ''حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔''

جمیل...... واہ، واہ سبحان اللہ! وہ فطرتی طاقتیں کیا تھیں؟ ذرا ان کی تشریح تو فرمائیے۔

اختر...... اس کی تشریح خالد صاحب سے پوچھئے۔ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ مرزا قادیانی کی تصنیفات سے وہ عبارتیں پیش کردوں جن سے بمقابلہ دیگر انبیاء کے ان کی اپنی بڑائی یا برتری ثابت ہو۔

جمیل...... ہاں خالد صاحب اس عبارت سے تو واقعی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا قادیانی کو وہ چیزیں دی گئیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئیں اور تحریر کا لہجہ بھی کچھ ہی کا پتہ دے رہا ہے۔ مگر آپ یہ تو بتائیں کہ وہ فطرتی قوتیں کون کون سی تھیں؟

خالد...... اجی یہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے نہ بیوی کی نہ بچے ہوئے اور مرزا قادیانی کے ہاں خدا کا فضل سے ایک چھوڑ دو دو تین تین بیویاں کیں۔ بچے بھی ہوئے اور یہی سب سے بڑی فطرتی طاقت ہے جو یسوع مسیح میں نہیں تھی۔

جمیل...... مگر پروفیسر صاحب نے جو پہلے (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ص۲۹۱) کا حوالہ دیا تھا۔ جس میں مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے کہ: ''آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے۔''

اگر خدانخواستہ (بقول مرزا قادیانی) اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں فطرتی قوتیں موجود تھیں۔ مگر یہاں (حقیقت الوحی ص ۱۵۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۷) میں مرزا قادیانی ارشاد فرمارہے ہیں کہ ''انہیں وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں۔'' خالد صاحب جانے دیجئے اس بات کو اب زیادہ طول نہ دیجئے۔ مرزا قادیانی نے نہ معلوم یہ کس رنگ میں لکھ دیا ہے۔

جمیل...... اچھا مولانا کوئی اور حقیقت الوحی کا حوالہ بھی ہے؟

اختر...... کیوں نہیں؟ آپ جتنے چاہیں حوالے لیتے چلے جائیں۔ آخر پیچھے لکھنے والے رئیس القلم حضرت مرزا قادیانی ہیں کوئی ماوشا تھوڑے ہیں جو حوالے ختم ہو جائیں۔

حمید...... اچھا فرمایئے مگر عبارت اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہونی چاہئے تاکہ خالد صاحب کو بھی شک نہ رہے۔

اختر...... لیجئے جناب! مرزا قادیانی اسی حقیقت الوحی (ص ۲۹، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱) پر ارقام فرماتے ہیں: ''اور ہزار کوشش کی جائے اور تاویل کی جائے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے خلاف حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔''

حمید...... واقعی یہاں تو مرزا قادیانی نے غضب کردیا اور نہایت شرمناک طریق سے بدترین الفاظ میں مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح کا خاکہ کھینچا ہے اور اس میں کوئی اینچ پینچ نہیں رکھا۔

منظور...... اینچ پینچ کی ضرورت کیا تھی۔ چونکہ یہ عقیدہ ہی باطل اور خلاف عقل ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے بھی اس پر تمسخر اڑایا ہے۔

اختر...... مولوی منظور صاحب آپ خلط مبحث نہ کریں۔ نزول مسیح کا عقیدہ صحیح ہو یا غلط، یہاں اس کی بحث نہیں۔ اگر آپ کو شوق ہوگا تو اس پر بھی میں نہایت آزادی سے بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اس وقت تو صرف مجھے یہ دکھانا ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ بھی لکھتے ہیں اس انداز سے لکھتے ہیں کہ ذم کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ تو مرزا قادیانی کو بڑا انشاپرداز اور رئیس القلم سمجھتے ہیں۔ مگر بخدا ہمارے نزدیک تو وہ اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ اپنے مافی الضمیر کو اس انداز سے بیان کردیں کہ کام بھی ہو جائے اور کسی کا دل بھی نہ دکھے۔

جمیل...... بلکہ ان حوالجات سے میں تو یہ سمجھا ہوں کہ عمداً دوسروں کا دل دکھانا چاہتے ہیں اور دیدہ دانستہ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے تحقیر کا پہلو نکلے۔

اختر...... تحقیر کا پہلو کیا معنی؟ صاف طور پر تحقیر پائی جاتی ہے۔ دیکھو یہ ہے میرے پاس اخبار الحکم جو مرزا قادیانی کا خاص اخبار ہے۔ اس کی ۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے: ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسیٰ نوجوان لڑکیوں سے ملا کرتا تھا اور ایک بازاری فاحشہ عورت اس کے سر پر عطر ملا کرتی تھی۔ عیسیٰ ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اس کے حسن و جمال کی تعریف اپنے استاد کے سامنے کی تو اس نے اس کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔'' (ملفوظات ج۳ ص۱۳۷)

جمیل...... توبہ توبہ کس قدر بے حیائی ہے اور کس دیدہ دلیری سے لکھا گیا ہے۔ یہاں تو یہود کا عقیدہ نہیں بلکہ اپنا خیال ظاہر کیا جارہا ہے اور یوں کہا جارہا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔

اختر...... اور لطف یہ ہے کہ ان حرکات کا نتیجہ بھی مرزا قادیانی نے خود ہی قلمبند فرمادیا ہے تاکہ ان کے کیریکٹر پر کسی کو شک وشبہ نہ رہے۔ آپ اپنی کتاب (انجام آتھم ص۱۲، خزائن ج۱۱ ص۱۲) پر لکھتے ہیں: ''بلکہ حضرت یسوع صاحب نے نہایت درجہ کی ذلت دیکھی۔ منہ پر تھوکا گیا اور آپ کے اس حصہ جسم پر کوڑے لگائے گئے جہاں مجرموں کو لگائے جاتے ہیں اور حوالات میں کیا گیا۔''

منظور...... مجھے تو یہی کہنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی نے یہ جو کچھ لکھا ہے محض عیسائیوں کے جواب میں لکھا ہے۔ کیونکہ وہ جب آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمے کہنے اور تحریروں میں لکھتے تھے تو مرزا قادیانی کو بھی جواباً ایسا لکھنا پڑا۔

اختر...... آپ کے اس ارشاد کے جواب میں مجھے بھی پھر وہی کہنا پڑے گا جو پہلے کہہ آیا ہوں بلکہ مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں کہ: ''کسی مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی ﷺ کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے (عاجزانہ درخواست)'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۴۲)

مرزا قادیانی تو بقول آپ کے نبی تھے۔ جب ایک مسلمان سے یہ نہیں ہوسکتا تو کسی نبی سے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرے نبی کی توہین کرے۔

جمیل...... خالد صاحب آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے۔ خدارا تعصب چھوڑ کر اور مرزا قادیانی کی عقیدت کو دومنٹ کے لئے الگ رکھ کر انصاف کرو اور پھر کہو کہ آیا اتنے حوالوں میں سے کسی ایک آدھ حوالہ میں بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے یا نہیں؟

خالد...... بھائی میں سوچ رہا ہوں کہ اگر کوئی ایسا حوالہ ہوا جس میں صراحتاً کسی نبی کی توہین ثابت ہوئی تو میں خود بخود آپ کو کہہ دوں گا۔

اختر...... اچھا لیجئے اب اور حوالے سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ص۲۹۳) پر لکھتے ہیں: ''عیسیٰ جو آوارہ بداخلاق متکبر جھوٹا تھا۔ ایک شریف انسان کہلوانے کا بھی مستحق نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کو انبیاء میں شمار کیا جائے۔''

فرمایئے! اس میں تو یسوع کا نام نہیں آیا۔ بلکہ صاف طور پر مرزا قادیانی نے عیسیٰ لکھا ہے اور پھر بطور ریمارک کے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بوجہ اپنی بداخلاقی کے انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں چہ جائیکہ اس کو انبیاء میں شمار کیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا آپ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں یا نہیں؟

خالد...... ہاں ہم تو نبی مانتے ہیں۔

اختر...... تو پھر مرزا قادیانی نے انہیں کیوں صف انبیاء سے خارج کر دیا ہے؟

حمید...... خالد صاحب اب مجھے بھی آپ سے کہنا پڑے گا کہ آپ انصاف سے کام نہیں لے رہے اور مرزا قادیانی کی محبت اور عقیدت میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ ایک صاف اور واضح عبارت کی بھی تاویل کر رہے ہیں۔

جمیل...... حمید صاحب! آپ کیوں کہتے ہیں وہ خود اسے محسوس کر رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ انشاءاللہ وہ آج ضرور کوئی نہ کوئی فیصلہ کر کے یہاں سے اٹھیں گے۔

اختر...... تو اچھا اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ص۲۹۰) پر یوں گوہر افشاں ہیں: ''کذب وافتراء عیسیٰ کی فطرت میں داخل تھا۔ اس نے اپنے یہودی استاد سے تورات پڑھی لیکن اس کو عقل نہیں دی گئی۔ اس کی بے عقلی کی دلیل یہ ہے کہ استاد نے اس کو اچھی تعلیم نہیں دی۔ بہرحال عیسیٰ علمی اور عملی دونوں پہلوؤں سے کمزور اور دماغی خلل میں مبتلا تھا۔''

اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارت بھی بائبل سے نقل کی گئی ہے۔ یا یہود نامسعود سے مستعار لی گئی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مرزا قادیانی کو ان کا حوالہ دے دینا چاہئے تھا۔ مگر کہیں بھی مرزا قادیانی نے ایسا نہیں کیا۔

جمیل...... وہ ایسا تو تب کرتے جب ان کی نیت نیک ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل خود عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے میلا تھا۔ اس لئے بلاخوف وخطر ایسا لکھتے چلے گئے۔

اختر......اچھا اور سنئے (ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۶، خزائن ج۱۱ص۲۸۹،۲۹۰) پر حضرت مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’بلکہ میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توراۃ میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہوگئیں اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے لیکن جب یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔‘‘

اب خود فرمایئے کہ اس عبارت میں کس تحدی سے مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام پر دو الزام لگائے ہیں۔ اول یہ کہ وہ گالیاں دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے مار کھایا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آسمانی کتاب میں بھی جھوٹ کی ملاوٹ کردی۔ نعوذ باللہ

حمید......سبحانک هذا بهتان عظیم!

جمیل......کیوں بھئی خالد! اسے بھی جھوٹ سمجھو گے یا نہیں؟

خالد......بھئی مجھے کچھ نہ پوچھو اب مولانا منظور الحسن صاحب کو مخاطب کرو یہ ہم میں سے عالم ہیں۔ یہی اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔

حمید......تو گویا آپ کا مبلغ علم اب ختم ہو چکا اور تاویلات رکیکہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اب سوچنے کی توفیق دی ہے۔ کیونکہ انسان جبھی کسی چیز کو بغور سوچ سکتا ہے جب بالکل خالی الذہن ہو جائے۔ یعنی دونوں طرف کی محبت یا خوف دل سے نکال دے۔ امید ہے اب آپ جلد راہ راست پر آجائیں گے۔

جمیل......ہاں تو مولانا منظور صاحب! اب آپ ہی فرمائیں کہ اس عبارت کی کیا تاویل کریں گے یا پھر چپکے سے وہی کہہ دیں گے کہ دراصل یہ بھی یہودی کا قول نقل کیا گیا ہے۔

منظور......ہاں! بات تو یہی ہے کہ یہ قول بھی یہودی کا ہے۔ میں تو خالد صاحب کی طرح متذبذب نہیں ہو سکتا۔

جمیل......نہ نہ آپ متزلزل نہ ہوں۔ آپ تو انجمن احمدیہ کے تنخواہ دار مبلغ ہیں۔ خالد صاحب تو آنریری تھے۔ اس لئے وہ تو سوچ بچار سے کام لے کر غلامی کا طوق گلے سے اتار سکتے ہیں۔ مگر

آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پیسے ملتے ہیں نہ پیسے!

حمید...... خیر یہ بات تو الگ رہی۔ مولانا منظور مجھے ذرا یہ بتایئے کہ آیا یہودنا مسعود کے واحد اجارہ دار یعنی ایجنٹ صرف مرزا قادیانی ہی ہیں یا کوئی اور بھی؟

منظور...... یہ آپ نے کیا فرمایا؟ میں نہیں سمجھا۔

حمید...... نہیں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جب پروفیسر اختر صاحب کوئی حوالہ پیش کرتے ہیں تو آپ بجز اس کے اور کچھ نہیں فرماتے کہ مرزا قادیانی نے یہ یہودیوں کے خیالات یا اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ اب اس پر میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں اور دیگر بلاد اسلامیہ میں اور بھی سینکڑوں عالم ہوئے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً عیسائیوں کی تردید کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ کیا وہ بھی اسی طرح الزامی جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ زانی شرابی، چور، دغاباز، حرام کار وغیرہ وغیرہ ثابت کرنے کے لئے یہودیوں کے اقوال کی پناہ لیا کرتے ہیں۔ یا یہ ڈیوٹی صرف مرزا قادیانی ہی سے متعلق ہے کہ وہ ہندوستان بھر کے لئے یہودیوں کے سول ایجنٹ ہیں۔

خالد...... مولانا آپ حمید صاحب کی بات کو نہیں سمجھے۔ یہ بہت دور کی کوڑی لا رہے ہیں۔

جمیل...... جی ہاں مولانا کاہے کو سمجھیں گے۔ وہ دودھ پیتے بچے تھوڑے ہیں۔ سب کچھ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ مگر اور کوئی نام معلوم ہو تو بتائیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ہندوستان میں تو کوئی ایسا عالم نہیں گزرا جس نے عیسائیوں کو جواب دیتے ہوئے بجائے دلیل و برہان کی تلوار استعمال کرنے کے یہودیوں کے اقوال کی پناہ لی ہو۔

منظور...... کیوں نہیں جناب میں آپ کو ایسے نام بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے بھی ایسے ہی الزامی جواب دیئے۔

جمیل...... ہاں ہاں فرمایئے دیر کیا ہے؟ حمید صاحب یہی تو آپ سے دریافت کر رہے ہیں۔

منظور...... سنئے مولانا رحمت اللہ مہاجر کمی لکھتے ہیں: ''ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود مے خورانیدند و زناں فاحشہ پاہائے آنجناب راے بوسیدند۔''

حمید...... ذرا مجھے دکھایئے یہ کون سی کتاب ہے جس میں مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر کمی نے یہ ارقام فرمایا ہو۔

منظور...... یہ کتاب جو میں پڑھ رہا ہوں۔ حضرت مرزا قادیانی کی تصنیف ہے۔ مولانا رحمت مہاجر کی اصل کتاب نہیں ہے۔

حمید..... تو آپ گویا ہمیں دھوکا دے رہے ہیں۔ جب تک آپ مولانا رحمت اللہ مہاجر کی اصل کتاب پیش نہ کریں ہم اسے تسلیم نہیں کر سکتے۔

اختر..... ممکن ہے مرزا قادیانی نے مولانا رحمت اللہ مرحوم پر بھی افتراء جڑ لیا ہو۔ کیونکہ مرزا قادیانی تو آخر اس فن کے ماہر ہیں کہ بات کسی نے کہی ہو، یا نہ کہی ہو۔ خود بخود ہی اس کے سر چپک جاتے ہیں۔

جمیل..... کیا سچ مچ مرزا قادیانی ایسا بھی کر دیا کرتے ہیں؟

اختر..... بخدا میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اگر منظور صاحب اس موضوع پر بھی کچھ سننا چاہیں تو میں دو چار دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں ایسے حوالے پیش کر سکتا ہوں کہ اصل کتاب میں وہ ندارد ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان کتب کا حوالہ دے کر اپنا الو سیدھا کر لیا ہے۔

جمیل..... کم از کم ایک آدھ بطور مشتے نمونہ از خروارے تو سنا دیجئے۔

ظہور..... نہیں جناب! میں بحیثیت صدر مجلس و منصف ہونے کے اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ گفتگو خارج از بحث ہے۔ ہاں اگر آپ کو شوق ہو تو اس گفتگو کے بعد یہ چیز بھی سن لیں۔

حمید..... آمدم برسر مطلب۔ مولانا صاحب! کم از کم آپ اس کتاب کا نام ہی بتا دیجئے جس میں مولانا رحمت مرحوم نے یہ عبارت لکھی ہو اور مرزا قادیانی نے اس سے یہ عبارت نقل کی ہو۔

منظور..... اس وقت مجھے اس کتاب کا نام یاد نہیں اور نہ ہی وہ اصل کتاب میری نظر سے گزری ہے۔

حمید..... تو اچھا کسی اور مصنف کا پتہ دیجئے جس نے مرزا قادیانی کی طرح عیسائیوں کو الزامی جواب دیئے ہوں اور اس قسم کی لغو بے ہودہ عبارتیں مرزا قادیانی نے لکھی ہیں انہوں نے بھی نقل کی ہوں۔

منظور..... عیسائیوں کو اس قسم کے الزامی جواب تو بہت سے لوگوں نے دیئے ہیں۔ مگر اس وقت وہ مجھے یاد نہیں ہیں۔

جمیل..... اگر کوئی ہوں تو آپ کو یاد بھی ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے گندہ لٹریچر پھیلانے کے سول ایجنٹ صرف مرزا قادیانی ہیں۔

خالد..... بھئی واقعی اگر مولانا منظور نے یہ ثابت نہ کیا تو میں مرزائیت سے تائب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ آج تک اس چیز کی طرف میرا خیال ہی نہ گیا تھا۔

اختر...... بھئی خالد تم تائب کیا ہو گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مرزا قادیانی بھی اس وقت زندہ ہوتے اور ان کے سامنے یہ چیز بیان کی جاتی تو وہ خود بھی تائب ہو جاتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے صرف مسئلہ حیات و ممات اور ختم نبوت ہی کو موضوع بحث بنائے رکھا اور اس چیز کی طرف ان کا خیال تک نہ گیا۔ مجھے آج تک جس قدر دوستوں سے گفتگو کا موقع ملتا رہا ہے میں صرف اسی چیز کو ان کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں اور اس قسم کی چند چیزیں اور بھی ہیں جنہیں میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

خالد...... اچھا فی الحال آپ دوسری چیزوں کو تو رہنے دیں۔ اسی موضوع پر اگر کچھ اور کہنا چاہیں تو ارشاد فرمائیں۔

حمید...... کیا ابھی اور کچھ سننا باقی ہے؟

جمیل...... کیا حرج ہے۔ مولانا اختر جس قدر حوالجات پیش کر سکتے ہوں کرتے جائیں۔ ان کا ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔

اختر...... اچھا لیجئے سنتے چلئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح کے ''کلام فی المھد'' کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا جناب یہ تو قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ مریم: ''**قالو اکیف نکلم من کان فی المھد صبیا** '' تو مرزا قادیانی ازراہ تحقیر فرماتے ہیں کہ میاں یہ کون سی بات ہے۔ اگر مسیح نے گود میں باتیں کی ہیں تو کیا ہوا۔ میرا یہ بیٹا پیٹ میں بھی باتیں کرتا رہا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں۔ مگر (میرے) اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔'' (تریاق القلوب ص۴۱، خزائن ج۱۵ ص۲۱۷)

حمید...... واہ واہ! کیا کرامت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کی باتوں کو سن کیسے لیا؟ وہ کون سی ضروری باتیں تھیں جو بچہ پیٹ میں ہی کرنے لگا اور پیدا ہونے کا انتظار تک نہ کیا۔

اختر...... خیر مجھے اس سے کیا؟ میں تو صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی اگر کسی نبی کی کوئی ایسی بات سن پاتے۔ جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی تو یہ گوارہ نہ کر سکتے اور جھٹ سے اپنی طرف بھی منسوب کرنے کی کوشش کرتے۔ خواہ اس سے نام ہو یا بدنامی۔

جمیل...... جیسا کہ یہ بات لکھی ہے جو بالکل خلاف واقعہ اور خلاف عقل ہے۔

اختر...... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ خدا واسطے کی دشمنی تھی کہ بات بنے یا نہ بنے ہر دم کے موقعہ پر آپ ان کا ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ (انجام آتھم ص۴۱، خزائن

ج ۱۱ص ۲۱) پرارشاد فرماتے ہیں: ”مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔“
جمیل......توبہ توبہ العیاذ باللہ! خالد صاحب کہئے یہ کون سادھرم ہے۔
خالد......بھئی مجھے اب مخاطب نہ کرو۔ اب منظور صاحب ہی اس کا جواب دیں گے۔ میں تو ان حوالجات سے کبیدہ خاطر ہو رہا ہوں۔
منظور......میں اس کا کیا جواب دوں۔ اختر صاحب محض تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہے ہیں اور جن مقامات پر مرزا قادیانی نے انبیاء کرام اور بالخصوص حضرت مسیح کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ ان کا ذکر تک نہیں کرتے۔
اختر......اجی حضرات میں کیوں ذکر کروں یہ تو آپ کا کام ہے۔ مثلاً اگر آپ کا یہ دعویٰ ہو کہ فلاں شخص بڑا خوبصورت ہے تو آپ ہی اس کی خوبصورتی کے دلائل دیں گے نہ کہ دوسرا جو اس کا قائل نہ ہو۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر آپ اس کی خوبصورتی کے ۱۰۰ دلائل دیں مگر دوسرا یہ ثابت کر دے کہ وہ کانا (ایک آنکھ ندارد) ہے تو آپ کے سب دعوے باطل ہو جائیں گے۔
جمیل......خوب بہت خوب! کیا واضح مثال ہے۔ اگر منظور صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو پر ان سے خدا سمجھے۔
منظور......آپ متعصبانہ رنگ میں یہ فرما رہے ہیں۔ اگر منصفانہ طور پر دیکھیں تو یقیناً حقانیت کو پا لیں۔
اختر......بخدا ہمیں آپ سے یا مرزا قادیانی سے کوئی تعصب نہیں ہے۔ ہمارا انہوں نے کیا بگاڑا ہے جو ہم ان سے تعصب رکھیں۔
حمید......ہاں مولانا آپ آگے فرمایئے۔ منظور صاحب تو اب یونہی منہ چڑا رہے ہیں۔
اختر......لیجئے اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ص ۲۹۱) پر ارشاد فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ آپ نے کسی معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو آپ کی بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں۔ بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر وفریب کے کچھ نہ تھا۔“

سن لیا آپ نے؟ یہ ہے مرزا قادیانی کا عقیدہ معجزات مسیح کے متعلق۔ جس کا اظہار کھلے طور پر آپ نے فرمادیا اور ساتھ ہی ان آیات قرآنیہ کا انکار کر دیا جن میں ان معجزات کی تصدیق موجود ہے۔

خالد...... کیا مرزا قادیانی نے کسی اور جگہ بھی معجزات کا انکار کیا ہے؟

اختر...... جی ہاں! کئی ایک جگہ۔ مگر یہ خارج از موضوع ہے۔ پھر کسی وقت یہ بھی سن لینا۔

جمیل...... آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟

اختر...... محض انہیں لوگوں کی نظر سے گرانے کے لئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ انہیں مجھ سے افضل نہ ماننے لگیں۔

جمیل...... اچھا اس کے متعلق کچھ اور بھی ارشاد ہے؟

اختر...... جی ہاں سنئے۔ حضرت قادیانی (ازالہ اوہام ص۲، خزائن ج۳ ص۱۰۴) پر فرماتے ہیں: ”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔“

جمیل...... کیوں خالد صاحب! کیا اب اس سے بڑھ کر بھی اپنی کوئی بڑائی ہو سکتی ہے۔

حمید...... اس عبارت سے تو صاف پتہ چل رہا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے سے کمتر اور لطف یہ کہ پھر ان کے مثیل بھی ہیں۔

اختر...... اچھا اور لیجئے۔ مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۲۴، خزائن ج۱۹ ص۱۳۳) پر ارقام فرماتے ہیں: ”حضرت مسیح کے اجتہاد میں غلطی تھی اور ممکن ہے کہ شیطانی وسوسہ ہو جس کے بعد آپ نے رجوع کر لیا۔“

منظور...... ہاں ہاں ذرا آگے بھی بڑھئے۔

اختر...... سنئے: ”اور میں نے شیطانی وسوسہ محض انجیل کی تحریر سے کہا ہے۔ کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔“

منظور...... دیکھا مرزا قادیانی نے صاف لکھ دیا ہے کہ میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے۔ انجیل کی تحریر کی بناء پر لکھا ہے۔

اختر...... جی ہاں! یہاں تو بیشک لکھ دیا۔ مگر دوسرے مقامات پر اور کہیں نہیں لکھا۔ یہاں بھی محض اس لئے لکھا کہ الزام بہت بڑا تھا۔ کیونکہ نبوت مسیح کو شیطانی نبوت قرار دینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔

اس لئے لکھا کہ مرزا قادیانی نے اپنی حسب عادت مگر پردہ انجیل کا اوڑھ لیا تا کہ مسلمان کہیں کھلے بندوں کفر کا فتویٰ نہ لگا دیں۔

منظور...... خیر یہ تو آپ کی تاویل ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی نے اکثر مقامات پر اس کا اظہار کر دیا ہے کہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے حوالجات سے ایسا لکھ رہا ہوں۔ میری اپنی یہ رائے نہیں ہے۔

اختر...... اچھا اگر آپ مرزا قادیانی کی کسی کتاب سے یہ عبارت نکال دیں کہ ''میری یہ اپنی رائے نہیں ہے۔'' تو میں آپ کو سو روپیہ انعام دوں گا۔

جمیل...... چلئے مولانا ۱۰۰ روپیہ بیٹھے بٹھائے ملتا ہے۔ اب آپ کو اور کیا چاہئے؟

منظور...... اس وقت تو کسی کتاب کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ البتہ تلاش کر کے آپ کو دکھا دوں گا۔

اختر...... غلط بالکل غلط۔ ناممکن ہے کہ آپ کی نوٹ بک میں اس کا حوالہ موجود ہو۔ حوالہ آپ نکالیں کتابیں حاضر ہیں۔

حمید...... ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ آپ مناظر ہیں۔ یقیناً آپ نے اس قسم کے حوالجات نوٹ کر رکھے ہوں گے۔ نکالئے اب دیر نہ کیجئے۔

خالد...... معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پاس اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ اس لئے تو کھسیانے سے ہو رہے ہیں۔

جمیل...... کیوں خالد صاحب اب بھی کچھ سمجھے یا نہیں؟

خالد...... بخدا میں تو حیران ہو رہا ہوں کہ آج مولانا منظور الحسن کو کیا ہو گیا یہ تو کسی کو دم تک نہ لینے دیتے تھے اور احمدیہ جماعت کے بہت بڑے مبلغ و مناظر تھے۔

حمید...... جی ہاں مناظر تھے مگر یہاں تو کچھ سوال ہی ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ اگر ختم نبوت اور حیات ممات پر گفتگو ہوتی تو بیشک منظور صاحب بہت کچھ بولتے۔

خالد...... میں نے سمجھ لیا کہ ان کے پاس پروفیسر اختر کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہے۔

منظور...... واہ خالد صاحب آپ بھی بزدل ہی نکلے۔ اتنی جلد ہمت ہار گئے۔ میں جواب تو دے رہا ہوں کہ مرزا قادیانی نے یہ عیسائیوں کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اپنا عقیدہ بیان نہیں کیا۔

اختر...... جی ہاں اس کا جواب تو میں بھی دو تین بار دے چکا۔ مگر اب مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں سنئے: ''اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہئے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۲۷)

کہئے کیا مرزا قادیانی اس قسم کے حوالجات دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا پاس رکھتے ہیں؟

جمیل...... بھئی ابھی تک تو ہم نے ان کی عظمت کا پاس نہیں دیکھا۔ بلکہ کھلے لفظوں میں ان کی شان میں گستاخی ہی گستاخی دیکھی ہے۔

اختر...... اور سنئے، مرزا قادیانی کیا صاف لفظوں میں فرماتے ہیں: ''حضرت مسیح کی پیش گوئیوں کا سب سے عجیب تر حال ہے۔ بار بار انہوں نے کسی پیشگوئی کے معنی کچھ سمجھے اور آخر کچھ اور ہی ظہور میں آیا۔'' (ازالہ اوہام ص۶۹۰، خزائن ج۳ ص۴۷۲) کیوں جی اب فرمائیے یہاں مرزا قادیانی نے کب لکھا ہے کہ یہ بھی عیسائیوں کا عقیدہ ہے؟

منظور...... گو لکھا تو نہیں مگر مضمون سے تو مترشح ہو رہا ہے کہ عیسائیوں کا ہی یہ عقیدہ تھا۔

اختر...... اللہ اللہ آپ کے ترشح کے بھی کیا کہنے! ذرا آگے پڑھئے صاف لکھا ہے: ''حضرت مسیح کا مکاشفہ کچھ زیادہ صاف نہیں تھا اور کئی پیشگوئیاں ان کی بہ سبب غلط فہمی کے پوری نہیں ہو سکیں۔''

(ازالہ اوہام ص۶۹۰، خزائن ج۳ ص۴۷۲)

حمید...... یہ تو صاف مرزا قادیانی کی اپنی رائے معلوم ہو رہی ہے منظور صاحب! آخر اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا؟

اختر...... اگر ابھی نہیں مانتے تو نہ سہی اور لیجئے امید ہے کہ چند حوالجات اور پیش ہونے پر مان جائیں گے۔ مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱) پر لکھتے ہیں: ''ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔''

سنا حضور! یہاں تو عیسائیوں کے عقیدہ کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی عیسائیوں کے یسوع مسیح کے متعلق یہ لکھا ہے۔ بلکہ یہاں تو صاف طور پر عیسیٰ علیہ السلام لکھ دیا ہے۔ تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ان کے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی تین پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ یعنی خدا بھی ان کا پیچھا چھوڑ گیا اور وحی بھیج کر منکر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے ثابت ہوئے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ اور پھر لطف یہ کہ بجز مرزا قادیانی کے کوئی اس زمین پر یہ جرأت نہ کر سکا کہ اس عقدہ کو حل کرے یا بالفاظ دیگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر سکے۔

جمیل...... ہاں یہ عبارت تو اپنی شرح آپ ہی کر رہی ہے۔

اختر.....اور سنئے مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳ حاشیہ) پر یوں لکھتے ہیں: ''یہ اعتقاد کہ مسیح عیسیٰ بن مریم مٹی سے چڑیا کی شکل کی چیز بنا کر اس میں اپنے دم سے روح ڈال دیتا تھا فاسد اور باطل ہے۔ بلکہ یہ مشرکوں کا اعتقاد ہے۔ کیونکہ عیسیٰ کے پاس عمل تراب کے سوا اور کچھ نہ تھا اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتا تھا۔ وہ اس حوض کی مٹی لایا تھا جس میں روح القدس کا اثر تھا اور اس مٹی کے کرشمے دکھا کر لوگوں کو سامری کی طرح فریب دیتا تھا۔''

اب غور فرمایئے کہ آیا اس عبارت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی حملہ پایا گیا ہے یا نہیں؟

منظور.....اس میں حملہ کون سا ہے؟ یہ امر واقعہ ہے جس کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی چیز پیدا کرنے کی طاقت نہ تھی اور بجز خدا تعالیٰ کے کسی میں یہ قدرت ہے بھی نہیں۔

اختر.....بات تو ٹھیک ہے مگر یہ فرمایئے کہ جب خدا تعالیٰ خود ہی کسی سے یہ کام کرانا چاہے تو کرا سکتا ہے یا نہیں؟

منظور.....یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں کیا کرتا۔

اختر.....کیا آپ معجزات کے منکر ہیں؟ انبیاء کرام کے جس قدر معجزے ہیں۔ وہ ظاہر بینوں کو تو قانون قدرت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ حالانکہ قدرت کے قانون جو قدرت ہی کو معلوم ہیں، آپ اور ہم قانون مقرر کرنے والے کون؟

حمید.....مولانا قرآن مجید میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیا ہے: ''انی قد جئتکم باٰیة من ربکم ۰ انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه یکون طیراباذن اللّٰه'' ﴿یعنی میں تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے ایک نشان لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ مٹی سے ایک جانور کی صورت بناتا ہوں۔ پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں پس وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا ہے۔﴾ اس کا کیا مطلب ہے۔ ذرا اس کی تشریح تو کر دیجئے۔

منظور.....پروفیسر صاحب سے پوچھئے میں اس کی تشریح کیوں کروں؟

حمید.....پروفیسر صاحب تو وہی تشریح کریں گے جو قرآن کریم کے الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ میں تو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اس کے منکر ہیں۔

جمیل.....قرآن کے صاف اور سلیس ترجمہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا۔ مگر منظور صاحب بلکہ حضرت مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے

سے تو انکاری تھے کیونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ مگر ان کی اپنی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں تو یہ قدرت نہ تھی (اگر چہ وہ خداداد ہی کیوں نہ ہو) مگر ایک تالاب کی مٹی میں یہ تاثیر ضرور تھی کہ اس سے جو جانور بنایا جاتا وہ اڑنے لگتا۔

خالد...... خوب بہت خوب! جمیل صاحب نے عجیب سوال اٹھایا۔ کیوں جی مولانا منظور الحسن صاحب! اس کا کیا جواب ہے کہ جب اس فعل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ مشرکانہ عقیدہ کہلائے اور قانون قدرت کے بھی خلاف ہو جائے۔ مگر جب اسے تالاب کی مٹی یا روح القدس کے اثر کا نتیجہ قرار دیا جائے تو یہ عین اسلامی عقیدہ اور قانون قدرت کے مطابق ہو جائے۔

منظور...... اگر اسے عیسیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا تو خطرہ تھا کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے اور کہتے کہ عیسیٰ خود ایسا کرنے پر قادر ہے۔ مگر تالاب کی مٹی اور روح القدس کے متعلق یہ احتمال نہیں تھا۔

خالد...... نہ مولانا یہ صحیح نہیں۔ اس بات میں مجھے بھی آپ سے اختلاف ہے۔ اگر بقول آپ کے کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اس پر قادر ہیں تو وہ تو بیشک مشرک ہو سکتا ہے۔ مگر جو یہ مانتا ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام کسی چیز پر قادر نہیں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یا کسی سے کرا دیتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کا یا مرزا قادیانی کا کیا حکم ہے؟ نیز تالاب کی مٹی میں اس تاثیر کا پایا جانا کہ اس سے بولتا چالتا جانور تیار ہو جائے۔ کون سے قانون قدرت کے ماتحت ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ قانون قدرت کے خلاف ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

حمید...... حرج ہو یا نہ ہو چونکہ وہ مرزا قادیانی کے خلاف ہے اس لئے غلط ہے۔ یہاں تو بس ایک ہی اصول ہے کہ جس بات میں مرزا قادیانی کی بن آتی ہو وہ صحیح ہے۔ اگر چہ خلاف عقل اور خلاف قرآن ہی کیوں نہ ہو اور جو چیز مرزا قادیانی کے ارشاد کے خلاف ہو وہ غلط ہے اگر چہ کتنی ہی مدلل کیوں نہ ہو۔

جمیل...... بس اب مولانا کا ناطقہ بند ہو گیا۔ چلئے پروفیسر صاحب کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

اختر...... (اعجاز احمدی ص۲۴، خزائن ج۱۹ ص۱۳۳) کا جو حوالہ میں نے پیش کیا تھا۔ اس پر تو حضرت منظور صاحب نے یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی نے شیطانی وسوسہ محض انجیل کی بناء پر لکھا تھا۔ مگر اب

یہاں فرمائیں کہ مرزا قادیانی کی اس عبارت کی کیا تاویل کریں گے۔

دیکھئے جناب مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰) پر ارقام فرماتے ہیں: ''عیسیٰ پر تین بار شیطانی الہام ہوا۔ اسی وجہ سے وہ وجود باری کا قطعی منکر تھا۔'' کہو جی اب کیا کہو گے؟

حمید...... خاک کہیں گے جو پہلے کہا وہی کہیں گے اور کیا کہیں گے؟

خالد...... مولانا آپ کوئی ایسا حوالہ دیں جس میں صاف اور صریح طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمداً توہین کی ہے۔ ان حوالجات پر تو شک ہو سکتا ہے کہ مخالفین کی عبارات کو نقل کر دیا ہو۔

جمیل...... واہ خالد صاحب! آپ ابھی تک نہیں سمجھے۔ ذرا یہ تو فرمائیے کہ حوالہ بالا میں مرزا قادیانی نے جو یہ لکھا ہے کہ ''اسی وجہ سے وہ وجود باری کا قطعی منکر تھا'' کس یہودی یا عیسائی کا یہ عقیدہ ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے؟

خالد...... بھئی اگر یہ کسی یہودی یا عیسائی کا بھی عقیدہ نہیں تو مرزا قادیانی کا بھی تو یہ عقیدہ نہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام وجود باری کے قطعی منکر تھے۔

جمیل...... چلو معاملہ صاف ہو گیا جب کسی یہودی اور عیسائی کا بھی یہ عقیدہ نہیں اور خود مرزا قادیانی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ وہ وجود باری کے قطعی منکر تھے۔ اسی لئے ان پر تین بار شیطانی الہام ہوا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے کیوں ایسا لکھ دیا؟

حمید...... میں بتاؤں کیوں ایسا لکھا؟ عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے۔

اختر...... اچھا جانے دیجئے اس بات کو۔ سنئے خالد صاحب ایک اور مفصل حوالہ بلکہ مقالہ۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب (نور القرآن نمبر۲ ص۴۶، ۴۷، خزائن ج۹ ص۴۴۸، ۴۴۹) پر پادری فتح مسیح کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آپ کے یسوع صاحب کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کب تک ان کے حالات پر روئیں۔ کیا یہ مناسب تھا کہ وہ ایک زانیہ عورت کو موقعہ دیتا کہ وہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے مل کر بیٹھتی اور ناز و نخرہ سے اس کے پاؤں پر اپنے بال ملتی اور حرام کاری کے عطر سے اس کے سر پر مالش کرتی۔ اگر یسوع کا دل بدخیالی سے پاک ہوتا تو وہ ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے ضرور منع کرتا۔ مگر ایسے لوگ جن کو حرام کار عورتوں کے چھونے سے

مزا آتا ہے۔ وہ اپنے موقع پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو یسوع مسیح کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے ارادے سے روکنا چاہا مگر یسوع صاحب نے اس کے چہرہ کی ترشروئی سے سمجھ لیا کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے۔ تو رندوں کی طرح اعتراض کو باتوں میں ڈال دیا اور دعوئی کیا کہ یہ کنجری اخلاص مند ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا عمدہ جواب ہے یسوع مسیح صاحب ایک زناکار عورت کی تعریف کر دیتے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ دعوئی خدائی کا اور کام یہ۔ بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے میں بھی اول نمبر کا۔ جو لوگوں میں اس کا نام ہی پڑ گیا ہے کہ یہ کھاؤ پیؤ ہے۔ اس سے کسی تقوے اور نیک بختی کی امید ہو سکتی ہے۔ کون عقلمند اور پرہیز گار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے اور کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما سیاہ بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے اور یسوع صاحب اس حالت میں وجد میں بیٹھے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسے جھڑک دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت اور پھر مجرد اور ایک خوبصورت کسبی عورت سامنے پڑی جس کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔..... کمبخت زانیہ کے چھونے سے اور ناز و ادا کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہوگا۔"

اب اس عبارت کو غور سے پڑھو اور انصاف سے کہو کہ کیا یہ عبارت بھی انجیل اور بائبل ہی سے اخذ کی گئی ہے یا ایجاد بندہ ہے۔ مکرر پڑھو اور بتاؤ کہ کیا اب بھی "توہین انبیاء" کے قائل ہو گے یا نہیں؟

منظور..... بات دراصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے الزام مخالفین ہی کا نقل کیا ہے گو الفاظ اپنے ہیں۔

اختر..... جی ہاں میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ ان کا الزام ان کے الفاظ میں نقل کر کے حوالہ دے دینا چاہئے تھا اور بس۔ نہ کہ ایک ہی بات کو مزے لے لے کر لکھنا چاہئے تھا۔

حمید..... ٹھیک ہے خالد صاحب! ذرا غور کیجئے بات صرف ایک ہی ہے مگر مرزا قادیانی نے اسے اتنا طول دیا اور مضمون میں اس قدر تکرار سے کام لیا ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے لکھ رہے ہیں۔

جمیل...... بھائی! یہاں شبہ کی بات ہی کیا ہے۔ عبارت خود اپنا پتہ دے رہی ہے کہ یہ رئیس القلم منشی غلام احمد قادیانی کے قلم سے نکلی ہے اور وہی بزرگوار ہیں جو مزے لے لے کر ایسی باتیں لکھ رہے ہیں۔

خالد...... سچ مچ اب تو میں مرزا قادیانی سے بہت ہی بدظن ہو گیا ہوں۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ ایک مخالف (پادری فتح مسیح) کو اگر الزامی جواب ہی دینا تھا تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ کیوں جی تم ایسے مسیح مانتے ہو جن کے بارے میں آپ ہی کی کتابوں میں یہ مرقوم ہے۔ آگے دو سطروں میں ان کی عبارت نقل کر کے حوالہ دے دیتے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی ''اردو ادب'' تک سے نا آشنا تھے اور وہ صحیح طور پر لکھنا نہ جانتے تھے۔

جمیل...... الحمدللہ کہ اب بھی آپ کی آنکھیں کھل گئیں ورنہ آپ تو ہمیں بھی غرق کرنے والے تھے۔

منظور...... آپ ناحق مرزا قادیانی پر بدگمانی کر رہے ہیں۔ وہ نہایت شریف اور پاکباز آدمی تھے۔

حمید...... اجی حضرات ان کی شرافت اور پاکبازی پر تو کسی کو بھی شک نہیں۔ وہی ہیں جو دوسروں کی شرافت اور پاکبازی پر شک کرتے ہیں اور ایسی ایسی فحش تحریریں اپنی کتابوں میں لکھ دیتے ہیں۔

جمیل...... سچ ہے ہر کسی کو آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے۔

منظور...... میں پھر یہی عرض کروں گا کہ آپ بدگمانی سے کام نہ لیں۔ مرزا قادیانی حضرت مسیح کو خود ایسا نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ مخالفین کو الزامی جواب دینے کے لئے وہ مجبور تھے کہ ایسا لکھتے۔

حمید...... منظور صاحب آخر کوئی معقول جواب بھی ہے یا بار بار وہی رٹ لگائے جاؤ گے؟

جمیل...... کوئی معقول جواب ہو تو دیں۔ یہ تو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر میں یہ کہوں گا تو وہ بھی وہی جواب دیں گے کہ کیا مرزا قادیانی ہی کے پیٹ میں الزامی جواب دینے کا درد اٹھتا رہا یا امت محمدیہ میں سے کسی اور بزرگوار نے بھی ایسا جواب دیا۔

اختر...... جی یہ تو الگ بات ہے۔ میں تو باربار ان کی خدمت میں مرزا قادیانی ہی کے حوالجات سے یہ عرض کر چکا ہوں کہ وہ خود کہتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو الزامی جواب دینا پڑے تو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان وعظمت کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی تحریر سے ان کی شان میں فرق آجائے۔ مگر جب خود لکھنے بیٹھتے ہیں تو نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا اور جو کچھ منہ میں آتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں اور لطف یہ کہ ساتھ ہی پھر یہ بھی ارقام فرماتے دیتے ہیں: ''حضرت مسیح کے حق میں

بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے کوئی نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔"

(تریاق القلوب ص ۷۷، خزائن ج ۱۵ ص ۳۰۵)

جمیل:..... چلئے مولانا خالد صاحب کی تو تسکین ہوگئی اور یہ تو مرزائیت سے تائب ہوگئے۔ اب مولوی منظور الحسن کو درست کرنے کے لئے کچھ اور حوالجات پیش کریں۔

اختر..... حقیقت کو سمجھنے اور اصلیت کو پالینے کے لئے تو اتنے ہی حوالے کافی تھے۔ مگر خیر اور لیجئے۔ یہاں کیا کمی ہے۔ ابھی تو بمشکل نصف حوالجات ہی پیش ہوئے ہیں۔

خالد..... خوب! گویا ابھی آپ کے پاس مرزا قادیانی کی تصنیفات سے اتنی ہی اور تحریرات باقی ہیں۔ جن میں توہین انبیاء کا پہلو نمایاں ہو رہا ہے؟

اختر..... جی ہاں لیجئے اور سنئے۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے مرزا قادیانی پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کے مرید داڑھی منڈواتے ہیں تو بجائے اس کے آپ انہیں سمجھاتے یا داڑھی رکھنے کی تاکید کرتے اور اس کی سنیت واہمیت پر تقریر فرماتے۔ آپ مخاطبین سے یوں گویا ہوئے: "لوگ کن بیہودہ اعتراضوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر کو دیکھتے ہیں ہم باطن کو۔ حضرت عیسیٰ پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ نے فاحشہ عورت سے عطر کیوں ملوایا تو انہوں نے کہا دیکھ تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے۔ مگر عورت آنسوؤں سے..... خدا کے نزدیک خلوص شرط ہے اور حقیقت میں حضرت مسیح نے ٹھیک فرمایا۔" (ملاحظہ ہو اخبار بدر، ۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

اب غور فرمائیے کہ ایک طرف تو اس فعل کو محض "الزام علی المسیح" قرار دیا جارہا ہے اور دوسری طرف ذاتی اغراض کے لئے اسے بالکل "عمل مسیح" ظاہر کر کے اسے باطن شناسی بتلایا ہے۔ مگر جب عیسائیوں سے مقابلہ پڑتا ہے تو اسی فعل مستحسن کو یسوع کے شہوت پرست ہونے کی دلیل بنالیا جاتا ہے۔

حمید..... کیوں مولوی منظور الحسن صاحب! اب کیا ارشاد ہے؟

جمیل..... بھئی اب آپ ان سے طنزاً نہ پوچھیں وہ خود اس معاملہ پر غور فرما رہے ہیں۔

اختر..... اچھا آگے چلئے کچھ اور سنئے۔ ارشاد ہوتا ہے: "مسیح کا چال چلن ہی کیا تھا ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا۔"

(مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۱۸۹)

مرزا قادیانی یہ سب کچھ لکھتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ: "حضرت مسیح کے حق میں بے ادبی کا کوئی کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔"

اختر......اچھا سنئے اب والدہ مسیح حضرت مریم صدیقہ پر بہتان تراشا جاتا ہے اور وہ بہتان جس کی نظیر آپ کو اور کہیں نہ مل سکے گی۔ (ایام الصلح ص ۶۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۰ حاشیہ) پر ارشاد ہوتا ہے:
''افغان لوگ یہودیوں کی طرح منگنی اور نکاح میں فرق نہیں کرتے اور کنواری لڑکیوں کو منسوب لڑکوں کے ساتھ ملنے جلنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً حضرت مریم صدیقہ (والدہ عیسیٰ) کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ ملنا جلنا اور اس کے ساتھ ہی گھر سے باہر پھرتے رہنا اس امر کی سچی شہادت ہے۔''
حمید......ہاں ہاں ٹھیک ہے کہ کوئی غیور مسلمان ایسے کلمے نہیں سن سکتا۔ مگر لکھنے والے کی بے غیرتی ملاحظہ ہو کہ کس دلیری سے مریم کو صدیقہ بھی کہتا ہے اور زنا کار بھی ثابت کر رہا ہے۔
منظور......اجی حضرت! آپ اصل عبارت تو دیکھیں یہ پروفیسر صاحب نے ترجمہ کر دیا ہے۔
اختر......میں نے ترجمہ نہیں کیا۔ لیجئے کتاب حاضر ہے۔ اصل عبارت خود پڑھ دیجئے۔ سب لکھے پڑھے آدمی ہیں۔ ترجمہ خود سمجھ لیں گے۔
منظور......نہیں نہیں آپ پڑھیے۔ مگر فارسی عبارت پڑھئے۔
اختر......لیجئے فارسی عبارت یہ ہے: ''یہود فرقے میان نسبت ونکاح نہ کردہ دختران از ملاقات و مخالطت با منسوب مضائقت نہ گیرند۔ مثلاً اختلاط مریم صدیقہ با منسوب خودش یوسف و بمعیت وے خارج بیت گردش نمودن شہادۂ حقہ برایں رسم است۔''
(ایام الصلح ص ۴۴، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۰ حاشیہ)

کیوں جناب! فرمائیے کہ میں نے ترجمہ میں کیا کمی بیشی کی تھی۔
خالد......مولوی منظور الحسن بات تو وہی ہے جو پروفیسر صاحب نے پہلے کہی۔ اصل عبارت میں مریم صدیقہ اور شہادۂ حقہ موجود ہیں اور یہی وہ وزن دار لفظ ہیں جو مرزا قادیانی کی بہتان طرازی پر دال ہے۔
اختر......یہ بات صرف ایام الصلح ہی میں نہیں لکھی بلکہ دوسری جگہ اور بھی واضح کر دی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی کی اپنی تحقیق یہی تھی کہ مریم صدیقہ اپنے منسوب یوسف کے ساتھ گھر سے باہر پھرا کرتی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبل نکاح ہی اس کو ناجائز حمل ہو گیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ یہ ہیں: ''مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول (مس) ہونے کے عہد کو کیوں ناحق

توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں، جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔"

(کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸)

جمیل...... العیاذ باللہ۔ خالد صاحب! فرمایئے اب اس سے زیادہ اور کیا لکھا جا سکتا ہے۔ جسے توہین پر محمول گردانا جائے۔

خالد...... بخدا میں تو اب سچے دل سے تائب ہو چکا ہوں اور کشتی نوح کی یہ عبارت سننے کے بعد یقین رکھتا ہوں کہ اگر کسی احمدی (مرزائی) میں رتی بھر بھی ایمان ہوا تو وہ یقیناً مرزائیت سے الگ ہو جائے گا اور مرزا قادیانی پر ہزار ہزار نفرین بھیجے گا۔

منظور...... واہ خالد صاحب اتنی جلد تیور بدل گئے۔ چھ سال آپ حلقہ احمدیت میں رہے اور بدلنے میں اب چھ منٹ بھی نہ لگائے۔ کم از کم اس کے متعلق میرا جواب تو سن لیتے۔

خالد...... چھوڑیئے صاحب! آپ کا جواب کیا ہوگا۔ یہی نا؟ کہ مرزا قادیانی کا یہ اپنا عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے دوسروں کے اقوال نقل کئے ہیں۔

منظور...... ہاں ہاں بات بھی تو یہی ہے کہ مرزا قادیانی خود عیسائیوں ہی کی کتابوں سے یہ باتیں نقل کر رہے ہیں۔

خالد...... بس کیجئے مولانا! آپ کی علمیت کا بھی مجھے آج ہی پتہ چلا۔ میں حیران ہوں کہ آپ کیونکر مرزائیوں میں رئیس المناظرین بن گئے ہیں۔ آپ کی علمیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہر اعتراض کے جواب میں بجز ایک بات کے اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔

حمید...... اچھا مولانا یہ فرمایئے کہ مرزا قادیانی کا قرآن کریم پر بھی ایمان تھا یا نہیں؟

منظور...... تھا اور ضرور تھا۔

حمید...... مگر ان کی ان بہکی بہکی باتوں سے تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قرآن مجید پر بھی ایمان نہیں تھا۔

منظور...... وہ کس طرح؟

حمید...... یوں کہ مرزا قادیانی ہر جگہ قرآن کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی روایات میں سرگرداں رہتے تھے۔ چنانچہ مثال کے طور پر آپ اسی حوالہ کو لے لیں۔ جو (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸) اور (ایام الصلح ص ۶۵، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۰) سے پیش کیا گیا۔ اس میں مرزا قادیانی نے کسی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر بطور اپنی تحقیق کے یہ دو چیزیں پیش کی ہیں:

۱...... مریم صدیقہ کا نکاح سے قبل اپنے منسوب یوسف سے ناجائز تعلق رہا۔ جیسا کہ یہود میں رواج تھا۔

۲...... مریم کا نکاح اور حمل بزرگان کے اصرار پر یوسف نجار سے ہوا۔ مگر قرآن کریم ان کی تردید کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو پارہ ۱۶ جہاں اللہ تعالیٰ نے بزبان مریم یہ ارشاد فرمایا: ''قالت انّی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا'' ﴿یعنی جب مریم صدیقہ کے پاس فرشتہ لڑکے کی بشارت لے کر آیا تو اس نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجھے تو ابھی تک کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔﴾

اس آیت میں پہلی بات کی نہ صرف نفی کی گئی ہے بلکہ تردید بھی ہے اور زوردار الفاظ میں تردید ہے۔ جسے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد جب لڑکا پیدا ہوتا ہے اور مریم صدیقہ اسے لے کر اپنی قوم کے پاس آتی ہے۔ تو قوم نہایت حیرت واستعجاب سے اسے یہ کہتی ہے: ''قالوا یمریم لقد جئت شیئا فریا ۰ یاخت هارون ماکان ابوك امرا سوء وما کانت امك بغیا'' ﴿یعنی اے مریم یہ بچہ تو کہاں سے لے آئی۔ تیرے تو ماں باپ بھی بدکار نہ تھے۔ نہ تو بدکار تھی۔ پھر یہ کیونکر پیدا ہوا؟﴾

یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ قوم خود حیران تھی کہ بچہ کیونکر پیدا ہوا؟ مریم خود صالح اور پارسا اس کے ماں باپ نیک اور متقی، پھر یہ بچہ کیونکر ہوا؟۔ اگر قوم بحالت حمل خود یوسف نجار سے نکاح کرتی تو یہ سوال نہ کرتی اور اسے اس پر کوئی استعجاب نہ ہوتا۔

پس معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی یا قرآنی تعلیم سے بے خبر تھے یا دیدہ دانستہ قرآن تعلیم سے اغماض فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے استدلالات کا دارومدار زیادہ تر اسرائیلیات پر ہے۔

خالد...... واہ مسٹر حمید صاحب! آپ نے بھی کمال کر دیا۔ بخدا آپ بھی تو چھپے رستم نکلے۔ میرا خیال تھا کہ آپ صرف بی اے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ قرآن مجید میں بھی خوب درک رکھتے ہیں۔

حمید...... یہ محض پروفیسر صاحب کے فیض صحبت کا اثر ہے:

جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

جمیل...... چھوڑو بھائی یہ گفتگو پھر ہو جائے گی۔ مولوی منظور الحسن سے پوچھو کہ ان کی بھی کچھ تسکین

ہوئی یا نہیں؟

خالد...... بھائی میری طرح وہ اپنی رائے کا جلد تو اظہار نہیں کریں گے۔ آخر تنخواہ دار مبلغ ہیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کو چھوڑوں گا نہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی کھینچنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے کچھ مکدر تو ہو چکے ہیں۔ چہرہ سے دل کی کیفیت نمایاں ہو رہی ہے۔

منظور...... آپ میری فکر نہ کریں۔ میں تنہائی میں ان چیزوں پر غور کروں گا۔ ہاں اگر کوئی اور حوالہ رہ گیا ہے تو بیشک سنا دیجئے۔

اختر...... سنئے یہاں دیر کیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب چشمہ مسیحی کے (ص۲۶، خزائن ج۲۰، ص۲۵۵،۲۵۶) پر لکھتے ہیں اور کس صفائی سے کشتی نوح والی عبارت کی تصدیق کرتے ہیں: ''لیکن جب چھ سات مہینہ کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کا بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔''

جمیل...... کیوں جی مولانا منظور صاحب! کیا اس عبارت کی بھی اب کچھ تاویل ہو سکتی ہے اور یہاں بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دوسروں کی عبارت نقل کی ہے۔

منظور...... بھائی بات اصل میں یہ ہے کہ آپ مرزا قادیانی کا مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ حضرت قادیانی نے اپنی کتاب (مواہب الرحمٰن ص۷۲، خزائن ج۱۹ص۲۹۱) میں صاف طور پر یہ لکھ دیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بن باپ پیدائش ہمارے عقائد میں سے ہے۔ حضرت مریم قبل از نکاح حاملہ ہوئی اور اس سے قبل از نکاح بغیر کسی مرد کے حاملہ ہونا قرآن اور انجیل کی رو سے ثابت ہے جس کا کسی کو انکار نہیں ہے۔

جمیل...... یہ عجیب گورکھ دھندا ہے۔ ادھر حضور کچھ لکھتے ہیں، ادھر کچھ۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے کلام میں ہی تناقض ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ قادیانی مرزا کی کتب ہی سے ان کی نبوت ثابت کرتے ہیں اور لاہوری ان کی تصانیف ہی سے یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ دعویٰ کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

حمید...... حقیقت بھی یہی ہے کہ مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض بہت ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے خلاف کچھ اور لکھ دیتے ہیں۔ جس سے ان کے حافظہ کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

اختر...... خیر اس چیز کو بھی رہنے دیجئے۔ اس پر پھر گفتگو ہو گی کہ آیا مرزا قادیانی ''صحیح الدماغ'' بھی

تھے یا نہیں؟ اس وقت تو نکاح مریم پر گفتگو ہو رہی ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ حالت حمل میں نکاح ہوا۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ نکاح قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے یا مرزا قادیانی ہی کو الہام ہوا ہے۔

منظور...... اگر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو نہ سہی۔ انجیل سے تو ثابت ہے۔ مرزا قادیانی نے انجیل ہی کے بھروسہ پر لکھا ہے۔

اختر...... تو گویا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے عقائد کا انحصار قرآن وحدیث پر نہیں۔ بلکہ انجیل اور اقوال یہود پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر جگہ جمہور مسلمین کے عقائد کے خلاف حضرت مریم صدیقہ کو یوسف نجار کی بیوی لکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

حمید...... پروفیسر صاحب! آپ حیران کیوں ہیں؟ ممکن ہے مرزا قادیانی کو بذریعہ وحی اس نکاح کی اطلاع دے دی گئی ہو۔ جیسا کہ محمدی بیگم کے نکاح کی اطلاع آپ کو دی گئی کہ آسمان پر ہو چکا ہے۔

جمیل...... خوب، بہت خوب!

خالد...... اچھا اختر صاحب! اب کچھ اور فرمائیے۔

اختر...... کیا ابھی تک آپ کی تسکین نہیں ہوئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرزا قادیانی کے کلام بلاغت نظام سننے کا بہت شوق ہے۔

خالد...... جی ہاں! جب شوق تھا تب کلام مرزا کوئی نہ سناتا تھا اور اب جو سنا اور اسے حق سمجھا تو احمدیت سے خارج ہو گیا۔

جمیل...... یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ یعنی اگر کوئی کلام مرزا کی تاویل کرے تو وہ سچا مرزائی اور احمدی اور جو اسے بلفظہٖ ٹھیک سمجھے اور اس کی کوئی تاویل نہ کرے وہ کافر اور دائرہ احمدیت سے خارج ہو جائے۔

حمید...... خیر اب اختر صاحب ایک حوالہ اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا وہ بھی سن لیجئے۔

اختر...... ہاں سنئے۔ مرزا قادیانی (اخبار الحکم مجریہ ۲۴؍جولائی ۱۹۰۲ء ص۱۶ کالم ۲،۳) میں اسی مضمون کو ذرا وضاحت سے یوں ارقام فرماتے ہیں: ”بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بسرعت تمام مریم کا اس (یوسف نجار) سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کر دیا۔ تا خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔“

جمیل...... لیجئے جناب مولانا منظور صاحب! اس عبارت سے پہلے حوالہ کو اور بھی تقویت مل گئی۔

اب فرمایئے اس کی تاویل کیا ہوگی؟

حمید...... بھئی! کیا قادیانیوں کے ہاں تاویل بھی کچھ مشکل ہے۔ دیکھو وہ کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے۔

منظور...... ہاں جناب اس کی تاویل میں تو کوئی وقت نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے۔ اناجیل کی بنا پر لکھا ہے۔ کیونکہ وہاں ایسے ہی لکھا ہے کہ ”بعد میں مریم کا یوسف نجار سے نکاح ہو گیا۔“

جمیل...... مولانا خدا کے لئے کچھ انصاف سے بھی کام لیجئے۔ ایک دن مرنا ہے اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وہاں مرزا قادیانی کی یہ محبت کچھ کام نہیں آئے گی۔ اگر اناجیل میں یہ لکھا ہے تو پھر عیسائی تو پہلے ہی سے اس کے قائل ہیں۔ مرزا قادیانی کے لکھنے سے کیا حاصل؟ یہ تو کوئی الزامی جواب بھی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا ایک تسلیم شدہ واقعہ ہے جسے نہ صرف لکھ کر ایک فضول حرکت کی گئی ہے۔ بلکہ عیسائیوں کو یقین دلا دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔

حمید...... کیا مرزا قادیانی سے پہلے تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی مسلمان نے اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے؟

اختر...... جہاں تک مجھے تاریخ اسلام پر عبور ہے۔ مرزا قادیانی کے سوا کسی ایک مسلمان نے بھی اس عقیدہ کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ سب یہی لکھتے چلے آئے کہ مریم صدیقہ کا نکاح کسی سے بھی نہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوا نہ بعد میں ہوا۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو اب تک یہ ہے۔ ہاں یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک بیشک نکاح ہو گیا۔

حمید...... تو معلوم ہوا کہ اس عقیدہ کے اظہار میں صرف مرزا قادیانی ہی عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ملے ہیں اور کوئی مسلمان ان سے متفق نہیں ہوا۔

اختر...... بیشک بیشک!

خالد...... کیا مولانا منظور الحسن صاحب سچ مچ آج تک کسی مسلمان نے ایسا نہیں لکھا؟

منظور...... مجھے معلوم نہیں۔ کوئی لکھے یا نہ لکھے، یہ اپنی اپنی تحقیق ہے۔

جمیل...... تو کیا مرزا قادیانی سے پہلے ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں کوئی محقق پیدا نہیں ہوا؟ دنیا میں صرف ایک مرزا قادیانی ہی محقق ہوئے ہیں جو بڑی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مریم صدیقہ کا نکاح یوسف نجار سے ہو گیا تھا۔ العیاذ باللہ!

حمید...... خالد صاحب! ذرا غور فرمایئے آپ بھی تاریخ اسلام اور مؤرخین اسلام پر ناز کیا کرتے ہیں اور مخالفین اسلام سے یہ کہا کرتے ہیں کہ دنیائے تاریخ میں مؤرخین اسلام کا کوئی مقابلہ نہیں کر

سکا۔ مگر آج منظور صاحب کے ارشاد کے مطابق تمام مورخین اسلام کی روایات تو ناقابل اعتماد ہیں اور عیسائیوں کی چند بے سروپا روایتیں حجت ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے ان کی آڑ لے لی ہے۔

خالد...... بس بھائی! اب مجھے نہ چھیڑو۔ بخدا میں تو پچھتا رہا ہوں کہ میں اتنا عرصہ گمراہی میں پھنسا رہا۔

اختر...... نہیں جناب گھبرایئے نہیں۔ ابھی کچھ حوالے اور ہیں۔ وہ بھی سن لیجئے۔

جمیل...... ہاں ہاں سنایئے اور ضرور سنایئے تاکہ خالد صاحب کا ایمان پختہ ہو جائے۔

حمید...... خالد صاحب کا ایمان تو ماشاء اللہ پختہ ہو چکا۔ اب مولانا منظور الحسن کی فکر کرنا چاہئے کہ خدا ان کو بھی صراط مستقیم پر لے آئے۔

جمیل...... ہاں پروفیسر صاحب اب کون سا حوالہ باقی رہ گیا ہے؟

اختر...... وہ بھی اسی کے متعلق تھا کہ قرآن کریم نے اور اسلامی مورخین نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی بھائی کا ذکر نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی اپنی کتاب (کشتی نوح ص ۱۶ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص ۱۸) پر لکھتے ہیں: ”اور یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔“

کیوں جی! اس عبارت سے بھی کچھ حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین مترشح ہو رہی ہے یا نہیں؟

منظور...... اس میں توہین کیا ہے؟ ایک تاریخی واقعہ ہے جو مرزا قادیانی نے تحریر فرما دیا ہے۔

اختر...... جی ہاں! واقعہ تو تاریخی ہے۔ مگر واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزا قادیانی ہی کے مسلمات کے خلاف ہے۔

منظور...... وہ کیونکر؟

اختر...... سنئے! مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یسوع مسیح کے چار حقیقی بھائی اور دو حقیقی بہنیں تھیں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ عیسائی حضرت یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ چنانچہ انجیل میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر عیسائیوں کے نزدیک مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں بھی مسلم ہوتیں تو یقیناً ان کو بھی خدا کے بیٹے اور بیٹیاں لکھا جاتا۔ مگر نہ کہیں انجیل میں یہ لکھا ہے اور نہ ہی کوئی عیسائی اسے تسلیم کرتا ہے۔

منظور...... وہ ان چاروں کو کیونکر خدا کا بیٹا کہیں۔ وہ تو یوسف نجار کی صلب سے تھے اور مسیح روح اللہ تھے۔ اس لئے وہ خدا کا بیٹا کہلاتے رہے۔

اختر...... جی ہاں یہی تو میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ روح اللہ تھے۔ جب حمل ٹھہر گیا بعد میں نکاح ہوا۔ مگر یہاں (کشتی نوح ص۱۶، خ ج۱۹ ص۱۸ حاشیہ) پر صاف اور واضح الفاظ میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ سب حقیقی بھائی اور بہنیں تھی جو یوسف کی اولاد تھے۔ اس جگہ صاف طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یوسف نجار کی اولاد قرار دیا ہے اور اسی میں ان کی توہین ہے۔

حمید...... واہ مولانا! آپ نے بھی تو کمال کر دیا۔ استدلال ہو تو ایسا ہی ہو۔

جمیل...... لیجئے منظور صاحب بھی اب خاموش ہو گئے۔ بھلا اس کی تاویل اب کیا کریں گے؟

حمید...... کیوں جی مرزا قادیانی ابھی عیسیٰ علیہ السلام کا پیچھا چھوڑیں گے یا نہیں؟

اختر...... آپ اتنے جلد ہی گھبرا گئے۔ ابھی تو کئی حوالجات باقی ہیں۔ مگر خیر میں آپ کی خاطر اب اختصار سے کام لیتا ہوں۔ سنئے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق پر حملہ کرتے ہوئے اپنی کتاب (چشمہ مسیحی ص۱۱، خزائن ج۲۰ ص۳۴۶) پر ارقام فرماتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہاں یسوع مسیح نہیں بلکہ ''عیسیٰ علیہ السلام'' لکھتے ہیں:

''تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا اور دوسروں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم کسی کو ناحق مت کہو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور برے برے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھادے۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خداتعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے۔''

کیوں مولانا منظور صاحب اس عبارت سے بھی کوئی توہین کا پہلو مترشح ہو رہا ہے یا نہیں؟

جمیل...... وہ کہہ دیں گے کہ اس میں کوئی توہین نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی ہر بات مستحسن ہی نظر آتی ہے انہیں۔

اختر...... اچھا اگر اس سے بھی تسکین نہیں ہوتی تو اور سن لیں۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳) پر حضرت عیسیٰ کے متعلق یوں گوہر افشانی کرتے ہیں: ''ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔''

حمید...... توبہ توبہ کس قدر دریدہ دہنی ہے۔

منظور...... جناب یہ خاص خاص عبارتیں آپ کو سنا رہے ہیں۔ جن کو سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر آپ آگے پیچھے سے پوری عبارت پڑھیں تو اس کا مطلب ہی کچھ اور ہو جائے۔

اختر...... لیجئے یہ کتاب۔ آپ خود ہی اس کی اگلی پچھلی عبارت پڑھ کر ان کو سنا دیں اور جو مطلب نکلتا ہو وہ بھی سمجھا دیں۔

جمیل...... اجی جانے دیجئے یہ خاک سمجھائیں گے۔ اردو عبارت ہے جسے بچہ بچہ سمجھ سکتا ہے۔ عربی یا عبرانی تھوڑی ہے کہ ہم سمجھ نہ سکیں۔

حمید...... تاہم اس کے سیاق و سباق کا مطلب تو ان سے پوچھ لیجئے۔ شائد اب کوئی نئی تاویل کریں۔

جمیل...... نئی تاویل کیا خیر کے ہاتھ سے لائیں گے۔ وہی کہیں گے جو پہلے کہتے آئے ہیں۔

حمید...... کہئے مولانا منظور الحسن صاحب! اس کا سیاق و سباق سے کیا مطلب نکلتا ہے۔

منظور...... اجی اس میں عیسائیوں کو الزامی جواب دیا گیا ہے اور اس کی انجیلی تعلیم کا تذکرہ کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ جس مسیح کی تعلیم یہ ہو اخلاق یہ ہوں اسے آپ کیونکر خدا کا بیٹا کہہ سکتے ہیں۔ یا نبی قرار دے سکتے ہیں۔

جمیل...... کیوں جی وہی بات ہوئی نا۔ جو میں پہلے کہتا تھا کہ یہ ایک ہی رٹ لگائے چلے جائیں گے اور کوئی نئی تاویل پیش نہ کر سکیں گے۔

اختر...... اچھا لیجئے اب ایک حوالہ اور سن لیجئے۔ مرزا قادیانی اپنی اور فضیلت جتاتے ہیں اور کس انداز سے اس کا اظہار فرماتے ہیں: ”عیسیٰ بن مریم کو آدم سے صرف ایک مناسبت تھی کہ بغیر باپ کے پیدا ہوا اور وہ مناسبت بھی ناقص کیونکہ ماں موجود تھی۔ مگر میں روحانی طور پر بغیر باپ اور ماں کے ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی مرشد رکھتا ہوں جو بجائے باپ کے ہو اور نہ خاندان نبوت جو بجائے ماں کے ہو اور میں آدم کی طرح توام ہوں اور حضرت عیسیٰ توام نہیں تھا اور آدم کی طرح خونریزی کی مجھ پر تہمت لگائی گئی اور آدم کی طرح میں جمالی اور جلالی دونوں رنگ رکھتا ہوں۔ مگر حضرت عیسیٰ محض جمالی رنگ تھا۔ اس لئے میں آدم کے لئے مظہر اتم ہوں۔ مگر حضرت عیسیٰ مظہر اتم نہیں تھا۔“

(نزول المسیح ص۱۲۶،۱۲۷، خزائن ج۱۸ ص۵۰۴،۵۰۵)

حمید...... واہ سبحان اللہ! مقابلہ ہو تو ایسا ہی ہو۔ ان کے ماں باپ تو جسمانی دیکھے جائیں اور اپنی باری آئے تو روحانی پیش کر دیئے جائیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ بھی غلط ہے۔ مرزا قادیانی تو سکول میں کئی استادوں کے سامنے گھٹنے رگڑ رگڑ کر تعلیم پاتے رہے (جو سب کے سب ان کے

روحانی باپ ہوئے) مگر عیسیٰ علیہ السلام تو کسی ایک مدرسہ میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔
جمیل...... خیر اس سے ضرور ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ہر حیثیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اسلام میں یہی ایک بڑا جرم ہے جو بقول مرزا کفر ہے۔
اختر...... جی ہاں! مرزا قادیانی تو اپنی فضیلت کا ڈھنڈورا نہایت واضح الفاظ میں پیٹ رہے ہیں۔ اگر کوئی قادیانی نہ مانے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔
حمید...... کیا کسی اور جگہ بھی مرزا قادیانی نے اپنی فضیلت اور بڑائی کا اظہار کیا ہے؟
اختر...... کیوں نہیں۔ ملاحظہ ہو (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲) ارشاد ہوتا ہے: ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا ہے جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''
جمیل...... کیوں منظور صاحب اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسر شان ہوتی ہے۔ یا نہیں؟
اختر...... اگر نہیں مانتے تو سنئے۔ مرزا قادیانی اپنی اسی کتاب (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲) پر یوں گویا ہوئے ہیں: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔''
حمید...... اب تو معاملہ بالکل صاف ہے۔ مرزا قادیانی اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے۔
اختر...... ہاں اور سنئے (کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۷) پر لکھتے ہیں: ''مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔'' پھر اسی کتاب کے ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۴ پر یوں گوہر افشاں ہیں: ''مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔''
منظور...... تو اس میں بات کون سی ہے۔ جب خدا نے ان کو ان سے افضل بنایا تو اس کے اظہار میں کیا حرج ہے؟
حمید...... جی یہی پہلے خالد صاحب کا خیال تھا۔ مگر وہ تو مان گئے کہ مرزا قادیانی کو کسی طرح بھی یہ حق حاصل نہیں کہ خدا سے حکم پائے بغیر اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت دیں۔ ہاں اگر دیں تو پھر ثبوت میں کوئی قرآنی آیت پیش کریں یا کم از کم اپنا الہام ہی پیش کریں۔ جس کی رو سے وہ عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کر رہے ہیں۔
جمیل...... بھائی! الہام کی ضرورت کیا ہے۔ ان کا کہہ دینا ہی الہام ہے۔
اختر...... جیسا کہ انہوں نے آپ جیسے معترضوں کے اعتراضات سے تنگ آ کر غصہ کی حالت میں خود ہی لکھ دیا ہے: ''جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو

اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔" (حقیقت الوحی ص ۱۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹)

حمید...... گویا اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ فی الحقیقت مسیح ابن مریم سے افضل تھے۔ دوم یہ کہ جو نہ مانے وہ شیطانی وساوس کا شکار ہو رہا ہے۔ سوم یہ کہ اس فضیلت کا ذکر نہ صرف خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ ہی نے پہلے کر دیا ہے۔ بلکہ تمام نبیوں نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اب ہم پہلی اور دوسری بات کو چھوڑتے ہوئے مولانا منظور الحسن سے صرف تیسری بات کا ثبوت طلب کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی کس آیت میں اور رسول اللہ ﷺ کی کون سی حدیث میں یہ آیا ہے کہ آخری زمانہ کا مسیح (غلام احمد قادیانی) عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوگا۔ بس آپ زیادہ باتیں نہ کریں۔ صرف اس کا حوالہ دے دیں۔

خالد...... کہئے کہئے مولانا منظور الحسن صاحب! اس کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے؟

منظور...... بھائی اس وقت تو مجھے کوئی ایسی آیت یا حدیث یاد نہیں ہے۔

جمیل...... جناب کوئی ایسی آیت یا حدیث ہو تو آپ کو یاد بھی ہو۔ مگر جب کسی آیت حدیث میں اس کا ذکر تک نہ ہو تو آپ کو کہاں سے یاد ہو۔

اختر...... آپ ناحق ان کو تکلیف دیتے ہیں۔ وہ بے چارے کس کس چیز کا آپ کو حوالہ دیں۔ مرزا قادیانی تو ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں: "یسوع در حقیقت مرگی کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا تھا۔"

(ست بچن ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۵)

حمید...... یہ لو، اب ان کو مرگی کا الزام بھی دے دیا۔ شاید اس لئے کہ جب میں مراقی ہوں تو ان کو کیوں نہ مرگی کی وجہ سے دیوانہ قرار دے دوں۔

جمیل...... کیوں منظور صاحب! سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم دیوانے تھے۔ آپ کا بھی یہی ایمان ہے۔

منظور...... نہ بھئی میرا ایمان تو یہ نہیں۔ مگر شاید پہلے کسی نے لکھا ہو اور اسی کی بناء پر مرزا قادیانی نے لکھ دیا ہو۔

حمید...... جی ہاں یہود نے لکھا ہوگا اور ان کا ہی یہ عقیدہ بھی ہوگا۔ نہ کوئی مسلمان اسے مانتا ہے۔ نہ عیسائی۔ ہاں جو یہود کا ایجنٹ ہو وہ ضرور اسے تسلیم کرتا اور اس کی اشاعت کا دم بھرتا ہوگا۔

خالد...... بھائی میں تو یہ عبارات اور مرزا قادیانی کی تحریرات سن سن کر بہت حیران ہو رہا ہوں۔ بخدا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ایسی ایسی گستاخیاں میں نے کبھی ان کے مخالفین کے منہ سے بھی

نہ سنی تھیں اور اس قسم کی تحریرات آج تک میری نظر سے کبھی نہ گزری تھیں۔ واللہ اگر مجھے ان کا پہلے علم ہو جاتا تو میں کبھی ان کے جال میں نہ پھنستا۔

حمید...... اب بھی شکر کیجئے کہ آپ کو جلد علم ہو گیا اور آپ بچ گئے ورنہ تو معلوم کب تک اس ضلالت کے گڑھے میں گرے رہتے۔

خالد...... الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے اختر صاحب کو میرے لئے فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا اور میں بچ گیا۔ اب میں آپ سب دوستوں کے سامنے مرزائیت سے تائب ہوتا ہوں اور از سر نو محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں داخل ہوتا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے۔

جمیل...... آمین ثم آمین یا الہ العالمین!

اختر...... ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

حمید...... مولانا ان حوالجات میں جواب تک آپ نے پیش کئے ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے مگر ممکن ہے کہ قادیانی بھائی یہ کہہ دیں کہ عیسائیوں کو جواب دیتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تو آنا چاہئے تھا۔ جسے آپ نے توہین پر محمول گردان لیا۔ اگر فی الواقعہ مرزا قادیانی کی نیت یہی ہوتی یا انہیں توہین انبیاء کی عادت ہوتی تو دیگر انبیاء کے متعلق ایسے ویسے الفاظ کیوں نہ کہتے۔

اختر...... تو کیا اب آپ مرزا قادیانی کی تصانیف سے ایسے حوالے بھی دیکھنا چاہتے ہیں جن سے دیگر انبیاء کرام کی توہین بھی ثابت ہو جائے۔

جمیل...... ہاں ہاں وہ بھی ضرور دکھایئے تاکہ حاضری مجلس کی اچھی طرح تسکین ہو جائے۔

اختر...... مولانا منظور الحسن صاحب سے پوچھ لیجئے۔ اگر ان کا بھی یہی خیال ہو تو مجھے ایسے حوالجات دکھانے سے بھی کوئی عذر نہیں۔

منظور...... ہاں صاحب! دکھایئے کم از کم میری معلومات میں تو اضافہ ہو جائے گا۔ مجھے تو آج تک اس قسم کی عبارات دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔

اختر...... جی ہاں آپ کو اتفاق کاہے کو ہونا تھا۔ جو شخص تصویر کا صرف ایک رخ دیکھتا ہو اسے دوسرا رخ کبھی دکھائی نہیں دیتا۔

خالد...... یہ بات تو بالکل سچ ہے۔ ہمیں اس کا خیال تک بھی نہ آیا تھا۔ اگر کسی نے کچھ کہہ دیا تو ہم نے محض اس کی عداوت پر محمول گردانا اور اصل عبارت دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔

اختر...... تو اچھا لیجئے اب سنتے جایئے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب (ازالہ اوہام ص۶۲۰، خزائن ج۳

ص ۴۳۹) پر ارقام فرماتے ہیں: ''ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔''

جمیل...... توبہ توبہ، کس قدر دلیری اور جرأت ہے کہ چار سو انبیاء کو جھوٹا قرار دے دیا۔ اب اس سے بڑھ کر انبیاء کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے۔

خالد...... کیا مرزا قادیانی کے اصل الفاظ یہی ہیں۔ ذرا مجھے کتاب تو دکھایئے۔

اختر...... لیجئے اور بغور دیکھئے اور سیاق و سباق پر بھی غور کیجئے۔

حمید...... مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا قادیانی پر کوئی اعتراض کرتا ہوگا کہ آپ کی فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی تو بجائے اس کے آپ اسے سچ ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ دیگر انبیاء پر بھی یہی الزام لگا دیتے ہوں گے۔ چنانچہ یہ بھی ایسے ہی موقع پر لکھا گیا ہوگا۔

جمیل...... اگر کوئی معمولی آدمی ایسی بکواس کرے تو شاید کوئی پرواہ بھی نہ کرے۔ مگر جب اتنا بڑا ذمہ دار آدمی اس قسم کی حرکت کرے تو اسے سوچ لینا چاہئے کہ ثبوت کہاں سے دے گا۔

حمید...... کیا پروفیسر صاحب آپ نے کسی تاریخ میں دیکھا ہے وہ کون سا بادشاہ تھا؟ کس زمانے میں ہوا؟ وہ کون سے چار سو نبی تھے جو اکٹھے ہو کر اس کے پاس تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ صرف فتح کی بشارت دینے کے لئے گئے اور نبی کی بشارت چونکہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے بھی ایک دو سے نہیں، دس بیس سے نہیں بلکہ پورے چار سو نبیوں سے دعا کروائی اور اسے یہ بھی خیال نہ آیا کہ لوگ میرے انبیاء کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔

اختر...... میں نے تو تاریخ کی بہت سے کتابیں دیکھیں مگر یہ واقعہ کسی ایک تاریخ سے بھی نہیں ملا۔ شاید مولانا منظور الحسن صاحب آپ کی رہنمائی کر سکیں۔

منظور...... میں کسی تاریخ کا حوالہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مرزا قادیانی نے غلط نہیں لکھا۔ کسی نہ کسی کتاب سے دیکھ کر لکھا ہوگا۔

حمید...... اگر کسی کتاب سے دیکھ کر لکھا ہوتا تو اس کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے ہم یہ باور نہیں کر سکتے کہ انہوں نے کسی کی تقلید کی ہے۔ بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اپنی رائے سے لکھا ہے اور بقول آپ کے خدا سے اطلاع پا کر لکھا ہے۔ کیونکہ ایک نبی خدا سے اطلاع پائے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اختر...... اگر ایک ہی جگہ لکھتے تو یہ بھی امکان ہو سکتا تھا کہ سہو ہو گیا یا حوالہ دینا رہ گیا۔ غضب تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی یہی الفاظ اپنی دوسری کتاب (ضرورۃ الامام ص ۱۷، ۱۸، خزائن ج ۱۳ ص ۴۸۸) پر اسی

طرح نقل کرتے ہیں: ''ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے ان کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کا شکست آئی۔''

جمیل...... خالد صاحب یہ کتاب بھی دیکھ لیجئے۔ دونوں کی عبارتیں بالکل یکساں ہیں۔

اختر...... لیجئے اب اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴، خزائن ج ۲۱ ص ۱۶۸) پر لکھتے ہیں اور کیا صاف الفاظ میں فرماتے ہیں: ''کیا کسی ایک نبی کا نام بھی لے سکتے ہو جس نے کبھی اجتہادی طور پر اپنی کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں غلطی نہیں کھائی۔''

حمید...... گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں رہا جس نے بقول مرزا قادیانی کے غلطی نہ کھائی ہو۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ بھی انہیں میں شامل ہیں۔

جمیل...... تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی عصمت انبیاء کے قائل نہیں۔ وہ جملہ انبیائے کرام کو اجتہادی غلطی کے مرتکب قرار دے رہے ہیں اور بعض اجتہادی غلطیاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ انسان کو گمراہ کر دیتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں گویا مرزا قادیانی نے کسی ایک نبی کو بھی نہیں چھوڑا اور نبی کریم ﷺ کو بھی ساتھ ہی شامل کر لیا ہے۔

منظور...... نہیں نہیں یہ آپ کا خیال غلط ہے۔ جب مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں اور ان کی طفیل اس بلندی (مقام نبوت) پر پہنچے ہیں تو پھر ان کی شان میں کیونکر ایسا کلمہ کہہ سکتے ہیں۔

اختر...... منظور صاحب! یہ نہ کہئے۔ یہ محض آپ کا ذاتی خیال ہوگا۔ ورنہ مرزا قادیانی نے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں چھوڑا اور نہایت صراحت سے یہ لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ سے بھی الہام سمجھنے میں غلطیاں ہو جاتی تھیں۔

منظور...... اگر آپ مجھے مرزا قادیانی کی تصانیف سے یہ دکھا دیں تو میں بھی آج ہی مرزائیت سے تائب ہو جاؤں گا۔

حمید...... خوب خوب! لیجئے مولانا یہ شکر بھی آج ہی کیجئے۔ اگر مرزائیوں کا اتنا بڑا مبلغ مسلمان ہو جائے تو یقیناً پھر مرزائیت کا جنازہ اٹھ جائے گا۔

اختر...... بہت اچھا۔ میں حوالجات پیش کرتا ہوں۔ مگر آپ اس کے متعلق منظور صاحب سے کوئی تحریر لے لیں تاکہ بعد میں انہیں انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

منظور...... تحریر کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ کو میری زبان پر اعتبار نہیں؟

حمید...... میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ مولانا منظور الحسن کو ایک دم ۱۰۰ روپیہ کی ملازمت

چھوڑ کر غریب مسلمانوں کے ساتھ بھوکوں مرنا بہت مشکل ہوگا اور پھر خواہ مخواہ ان کو تاویلیں کرنی پڑیں گی۔اس لئے بہتر یہی ہے کہ ابھی سے کسی کو منصف مان لیا جائے اور وہ مولانا اختر حسین صاحب کے پیش کردہ حوالجات کو دیکھ کر تحریری فیصلہ دے کہ آیا ان عبارات سے آنحضرت ﷺ کی توہین مترشح ہوتی ہے یا نہیں؟

خالد...... ٹھیک ہے مولانا منظور الحسن صاحب مان لیجئے۔اس میں آپ کا کیا حرج ہے۔اگر تلاش حق مقصود ہے۔تو پھر ڈر کس کا ہے۔ماشاءاللہ آپ ذی علم آدمی ہیں۔جس جماعت میں بھی ہوں گے۔قدر ہی ہوگی۔ملازمت کی فکر نہ کیجئے۔خدا روزی رساں ہے۔

منظور...... اچھا لاؤ۔میں لکھے دیتا ہوں۔

حمید...... لیجئے کاغذ اور قلم دوات حاضر ہے۔

منظور...... مگر منصف کس کو ماننا ہے؟

اختر...... جس کو آپ کہیں۔

منظور...... میرے خیال میں جسٹس عبدالحیٔ موزوں رہیں گے۔

اختر...... چلو ہمیں وہی منظور ہیں۔

خالد...... مولانا! ذرا دیکھنا وہ بہت آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔

اختر...... چلو کچھ بھی ہوں۔ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہم تو مرزا قادیانی کی عبارات پیش کریں گے۔وہ اس سے جو کچھ سمجھیں ہمیں منظور ہے۔

حمید...... ذرا جائیے مسٹر جمیل، آپ ایک تانگہ لے جائیں اور ان کو ساتھ ہی لے آئیں۔امید ہے کہ وہ آج فارغ بھی ہوں گے اور آ جائیں گے۔

جمیل...... اچھا میں جاتا ہوں۔مگر آپ میرے آنے تک ان سے تحریر تو لکھوائیں۔

حمید...... لیجئے مولوی صاحب! آپ لکھنا شروع کیجئے۔

منظور...... بسم اللہ الرحمن الرحیم،نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰ امابعد

’’میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر مولوی اختر حسین صاحب نے مرزا قادیانی کی تصانیف سے کوئی ایسی عبارت پیش کردی۔جس میں آنحضرت ﷺ کی توہین یا لزوم کا کوئی پہلو نکلتا ہو یا ان کی کسی غلطی کا ذکر ہو تو میں مرزائیت سے تائب ہو جاؤں گا۔ہاں اگر اس کا مفہوم سمجھنے میں ہم دونوں میں اختلاف ہو جائے۔تو جسٹس عبدالحیٔ صاحب کا فیصلہ فریقین کے لئے مسلم ہوگا۔بقلم خود منظور الحسن مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ۔‘‘

اختر...... لیجئے صاحب۔ اب منصف کے آنے سے پہلے پہلے آپ حوالجات بھی سن لیں۔ تا کہ پھر جلد از جلد فیصلہ ہو جائے۔

حمید...... ہاں ہاں۔ سنائیے۔ ہم تو چشم براہ ہیں۔

اختر...... مرزا قادیانی کی کتاب (ازالہ اوہام ص۴۰۰، خزائن ج۳ص۳۰۷) پر لکھتے ہیں: ''اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام انبیاء کی فراست اور فہم آپ کے برابر نہیں۔ مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت حضرت محمد ﷺ نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے اس کی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی۔''

حمید...... استغفر اللہ! کس قدر دریدہ دلیری ہے کہ اس چیز کو بطور اپنے مذہب کے پیش کیا جارہا ہے۔ پھر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی۔

منظور...... مگر یہ بھی تو فرمائیے کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ نے خود اقرار کیا ہے۔'' جب حضورؐ نے خود اقرار کیا ہے تو پھر مرزا قادیانی کے لکھنے سے کیونکر توہین ہو سکتی ہے؟

اختر...... بہت اچھا! چلئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر رہا۔ آپ نبی کریم ﷺ کا اقرار کسی حدیث سے دکھادیں اور انعام حاصل کریں۔

منظور...... اس وقت کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں۔

اختر...... کتابیں میں مہیا کئے دیتا ہوں۔ فرمائیے کون کون سی کتاب لاؤں؟ آخر آپ بھی عالم ہیں۔ مبلغ ہیں۔ اکثر کتابیں دیکھی ہوئی ہیں۔ حلفیہ ارشاد فرمائیں کہ کیا آپ نے کوئی ایسی حدیث پڑھی ہے جس میں حضور ﷺ نے اپنی غلطی کا اقرار کیا ہو۔

منظور...... نہیں! میری نظر سے آج تک ایسی حدیث نہیں گزری۔ مگر مرزا قادیانی بھی بلا دیکھے لکھنے والے نہ تھے۔

اختر...... بھائی یہاں سے ایک دوسری بات چل پڑے گی کہ آیا مرزا قادیانی ایسے تھے یا نہیں۔ میرا تو دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی بڑے کذاب اور مفتری تھے۔ انہوں نے کئی آیتیں ایسی لکھ دیں جو قرآن مجید میں نہیں اور کئی حدیثیں حضور کی طرف ایسی منسوب کر دیں جو حدیث کی کسی کتاب میں بھی درج نہیں۔ اگر ارشاد ہو تو میں بیسیوں ایسی چیزیں بطور دلیل کے پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

خالد...... واقعی اگر ایسا ہے اور مرزا قادیانی ایسا کہنے کے عادی ہیں تو یقیناً پھر یہ بھی جھوٹ ہی ہوگا اور مرزا قادیانی نے محض اس خیال سے لوگ مجھے مورد الزام نہ گردانیں۔ یہ کہہ دیا ہوگا کہ حضور نے

خود اقرار کیا ہے۔

حمید...... خیر فی الحال اس بحث کو جانے دیجئے اور حوالجات پیش کیجئے۔ منصف خود فیصلہ دے دے گا۔

اختر...... لیجئے اس سے بھی زیادہ واضح عبارت سنئے۔ جس میں صاف طور پر مرزا قادیانی نے اپنے علم کو آنحضورﷺ کے علم سے افضل قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''حضورﷺ پر ابن مریم اور دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت کاملہ منکشف نہ ہوئی اور مجھ پر کھلے طور پر منکشف کردی گئی۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۲۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

حمید...... کہو جی! اب اس کی کیا تاویل ہوسکتی ہے؟ کیا ابھی حضورﷺ کی شان میں گستاخی کی کوئی اور کسر باقی ہے؟

اختر...... سنئے یہی غلام احمد قادیانی جو محض نادان مسلمانوں کو پھانسنے کے لئے آنحضورﷺ کی غلامی کا دم بھی بھرتے ہیں۔ اسی (ازالہ اوہام ص۲۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳) پر اسی مضمون کو کسی قدر واضح طور پر ارقام فرماتے ہیں:

''اور اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرتﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ موجود نہ ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ہیئت کماہی ظاہر فرمائی گئی ہو اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھا دیا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔''

حمید...... کیوں جی میاں منظور! ابھی کوئی شک باقی ہے؟

منظور...... بھائی میں کیا کہوں؟ میں نے آج تک کبھی یہ مقامات دیکھے ہی نہیں۔

اختر...... جی ہاں، کاہے کو دیکھنے تھے اور دیکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ آپ کو تو ضرورت صرف ان کی نبوت، مجددیت، مہدویت، کرشنیت وغیرہ منوانے اور لوگوں سے چندہ وصول کرنے کی ہے۔ ورنہ ان کے کفریات سے آپ کو کیا کام؟

خالد...... اچھا مولانا صرف تین ہی حوالے تھے یا کچھ اور بھی ہیں؟

اختر...... تین کیوں؟ ابھی تو کئی تین باقی ہیں۔ ممکن ہے آپ کی یا جج صاحب کی ان سے تسلی نہ ہو۔ اس لئے میں سارے کے سارے حوالے پیش کر کے چھوڑوں گا۔

حمید...... اچھا لیجئے وہ جج صاحب آ گئے۔ پہلے آپ ان کو پچھلے حوالجات دکھالیں اور پھر آگے چلیں۔

جمیل..... ضرور،ضرور جو کارروائی اب تک ہو چکی ہو، ہمیں وہ سنا دیجئے۔

جج...... گو میں مذہبی معاملات میں بہت کم دخل دیتا ہوں مگر تاہم آپ جیسے احباب کے ارشاد کی تعمیل کو بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس لئے حاضر ہو گیا ہوں۔ اب چلئے یہ عبارات تو میں نے دیکھ لی ہیں۔ اگر کوئی اور دلیل بھی آپ دینا چاہیں تو پیش کیجئے۔

اختر...... مرزا قادیانی حضور سرور عالم ﷺ کی ایک پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب (ازالہ اوہام ص ۲۰۱، خزائن ج ۳ ص ۳۰۷) پر لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: ’’چونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس پیشگوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی۔ اس لئے منع کیا کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ آخر اس غلطی کو پیش گوئی کے ظہور کے وقت نے نکالا۔‘‘

پھر اسی پیشگوئی کا تذکرہ ایک دوسرے مقام پر کرتے ہوئے یوں ارقام فرماتے ہیں:

’’لیکن آخر کار ظاہری معنی صحیح نہ نکلے جس سے ثابت ہوا کہ اس پیشگوئی کی اصل حقیقت آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہ تھی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۴۷، خزائن ج ۳ ص ۴۹۶)

اب میرا دعویٰ ہے کہ ان عبارات سے بھی آنحضور ﷺ کی تنقیص عیاں ہے اور نبی کریم ﷺ کی تنقیص کرنے والا امامت تو در کنار امت محمدیہ سے بھی خارج ہے۔

منظور...... خیر آپ فیصلہ نہ دیں۔ اگر کوئی اور حوالہ پیش کرنا چاہیں تو کریں۔

حمید...... مگر آپ یہ فرمائیں کہ کیا آپ کو ان پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

منظور...... اعتراض کیوں نہیں؟ اعتراض تو کیا جا سکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے از خود یہ نہیں لکھا بلکہ کسی روایت کی بناء پر لکھا ہوگا۔

خالد...... آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی روایت ہو تو پیش کریں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد کہ مرزا قادیانی نے از خود نہیں لکھا، کس قدر غلط ہے۔ وہ تو پہلی جگہ (ص ۲۰۰، خزائن ج ۳ ص ۳۰۷) پر فرما رہے ہیں کہ ’’میرا تو یہی مذہب ہے‘‘ اور پھر دوسری جگہ (ص ۲۸۳) پر یہ بھی دعوے کر رہے ہیں کہ جو چیز خدا نے حضور ﷺ پر منکشف نہیں کی وہ مجھ پر منکشف کر دی۔‘‘

جمیل...... منظور صاحب! کیا اب اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی ڈھٹائی یا بے حیائی ہو سکتی ہے؟

حمید...... بھائی آپ اتنے ثقیل لفظ نہ کہیں۔ ان کی دل شکنی ہو گی۔

جمیل...... آپ کو اس کی دل شکنی کا تو خیال ہے۔ مگر ہماری دل شکنی کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ بخدا

میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے اور میرے بدن میں ایک آگ سی لگ رہی ہے اور میں حیران ہو رہا ہوں کہ وہ کون بد بخت مسلمان ہے جو حضور ﷺ کی اس تنقیص کو قلمبند کرنا تو درکنار سننا بھی گوارہ کرسکتا ہے۔

اختر...... بیشک بیشک! ایک مسلمان کی غیرت ایسی ہی ہونی چاہئے۔ مگر کیا کریں یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ یعنی صرف مرزا قادیانی ہی کا یہ عقیدہ نہیں، بلکہ تمام مرزائیوں کا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔

منظور...... نہیں نہیں! یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ کوئی قادیانی ایسا نہیں جو نبی ﷺ پر مرزا قادیانی کو ترجیح دیتا ہو۔

اختر...... معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معلومات بہت تنگ ہیں یا آپ دیدہ دانستہ تجاہل عارفانہ کررہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء جس میں آپ کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کو آنحضرت پر حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔''

جمیل...... استغفر اللہ! کس قدر بے باکی اور بے حیائی سے لکھا گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اگر یہی عبارت کسی آریہ یا عیسائی کے قلم سے نکلتی تو مرزائی پریس نے آسمان سر پر اٹھالیا ہوتا اور مسلمانوں میں ایک کہرام مچ جاتا۔ مگر اس انگریزوں کے پٹھو (ٹل مسیح) کے لکھنے پر کسی نے چوں تک نہیں کی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

خالد...... منظور صاحب! کچھ کہئے۔ اس کا جواب کیا ہے؟

جمیل...... اس کا جواب خاک دیں گے۔ اب تو بجز توبہ کے اس کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں۔

منظور...... خیر میں توبہ کرلوں گا۔ مگر اس کے جواب میں اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ خلیفہ کی تحریر نہیں بلکہ مدیر رسالہ کا خیال ہے۔

اختر...... یہ بھی غلط اور محض غلط ہے۔ دیکھئے اس پر صاف خلیفہ کا نام لکھا ہے۔ مگر خیر اگر ابھی تک آپ کو شک ہو تو لیجئے اور سنئے آپ کے خلیفہ میاں محمود اپنی ڈائری مطبوعہ مورخہ ۱۷ رمئی ۱۹۲۲ء میں اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔''

کہو جی! اب اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟ یہ آپ کے خلیفہ کا اعتقاد ہے۔
''بڑے میاں بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ'' اوپر باپ کا مذہب بیان ہوا۔ نیچے بیٹے کا مذہب درج ہے۔ فرمایئے۔ اب آپ کا دھرم کیا ہے؟

جج...... آپ اگر اصل موضوع پر کچھ اور پیش کرنا چاہتے ہیں تو پیش کریں تا کہ پھر میں اپنا فیصلہ دے دوں۔

جمیل...... آپ بیشک فیصلہ دے دیں۔ اب کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

خالد...... نہیں نہیں۔ اگر مولانا کے پاس اور دلائل بھی ہوں تو بیشک انہیں پیش کر لینے دیجئے تا کہ ہماری معلومات میں بھی کچھ اضافہ ہو جائے اور ریکارڈ میں بھی یہ چیزیں آ جائیں۔

اختر...... لیجئے، سنئے مرزائی یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے محض آنحضورﷺ کی اطاعت اور کامل اتباع ہی سے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے اور آپ درجہ میں آنحضورﷺ سے بہت کم تھے۔ مگر مرزا قادیانی خود اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

حمید...... کیا سچ مچ؟ پھر تو مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہوا۔

اختر...... ہاں یہی تو ہے۔ اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ مرزائی مبلغین کو مرزا قادیانی کی تصانیف پر عبور حاصل نہیں۔ بلکہ وہ تو ان کو پورے پورے طور پر پڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ خود منظور صاحب نے اقرار بھی کر لیا ہے۔ ورنہ اگر وہ مرزا قادیانی کے اعتقادات سے جو کچھ انہوں نے جابجا اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں، آگاہ ہو جائیں تو یقیناً کبھی اس کا کلمہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ان کا دم بھریں۔

خالد...... بیشک آپ کا یہ خیال صحیح ہے۔ میں محض اسی وجہ سے دام تزویر میں پھنسا رہا اور غالباً منظور صاحب بھی آج تک ان معتقدات سے آگاہ نہ تھے۔ جو آج دیکھ اور سن رہے ہیں۔

منظور...... اچھا آپ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ فرمائیں۔ تا کہ پھر میں بھی آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کر سکوں۔

اختر...... میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف یسوع مسیح کی توہین کی ہے بلکہ تمام انبیاء کی تذلیل کر کے اپنی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حتیٰ کہ سرکار مدینہ سے بھی اپنی فضیلت کا ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو (کتاب البریہ ص۱۲۷، خزائن ج۱۳ ص۱۵۴) آپ فرماتے ہیں: ''ہمارے

نبی ﷺ کے نشان اور معجزات قریب تین ہزار کے ہیں۔" مگر اپنے متعلق (حقیقت الوحی ص ۱۶۴، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۸) پر ارقام فرماتے ہیں: "خدا نے میری سچائی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے۔" اور (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۸، خزائن ج ۲۱ ص ۱۴۸) پر اپنے ہی متعلق کہتے ہیں کہ: "اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جائے تو قریباً سارے نشان دس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔"

کیوں جی! اس عبارت میں بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور آیا مرزا قادیانی نے یہ بھی عمداً لکھا ہے یا غلطی سے لکھ دیا ہے اور کیا آپ مرزا قادیانی کے دس لاکھ یا کم از کم تین لاکھ معجزات گنوانے کے لئے تیار ہیں؟

منظور...... بس بھائی! اب بس کیجئے۔ میں اس مناظرہ سے باز آیا۔ میں آج صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور مرزائیت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ آپ بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے پچھلے قصوروں کو معاف کرے اور مسیح الدجال کے فتنہ سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔

جمیل...... آمین الٰہ الحق آمین!

حمید...... الحمدللہ کہ آج منظور صاحب بھی مسلمان ہو گئے۔ خدا تعالیٰ استقامت بخشے۔

خالد...... بھائی اگر مولانا اختر کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو انشاء اللہ تمام مرزائی یکے بعد دیگرے واپس آ جائیں گے۔

جمیل...... سلسلہ جاری رکھنا تو اب آپ کا یا ہمارا کام ہے۔ مولانا نے جو حوالے آج پیش کئے۔ ہر مرزائی کے سامنے پیش کیجئے اور عصمت انبیاء کا واسطہ دے کر ان سے جواب طلب کیجئے اور انبیاء کرام کی توہین کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لے لیجئے۔ اللہ، اللہ خیر صلا۔

حمید...... مگر میری رائے یہ ہے کہ منصف صاحب کا فیصلہ بھی تحریری حاصل کر لینا چاہئے تاکہ عندالضرورت منظور صاحب کی تحریر اور مولانا کے بیانات معہ فیصلہ منصف شائع ہو سکیں۔

جمیل...... ٹھیک ہے۔ میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔

اختر...... ہاں! لکھوا لیجئے۔ اچھی بات ہے۔

جج...... لائیے، میں لکھے دیتا ہوں: "میں نے مرزا قادیانی کی تصنیفات کے وہ مقام جو مابہ النزاع تھے۔ بچشم خود دیکھے اور سیاق وسباق کو ملانے اور اچھی طرح غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان عبارات سے نہ صرف توہین انبیاء کا پہلو نکلتا ہے۔ بلکہ ان کے الفاظ میں ان کی توہین پائی جاتی ہے۔"

دستخط بحروف انگریزی ...... جسٹس عبدالحئی

جمیل...... جزاک اللہ! آپ کا یہ فیصلہ مرزائی دنیا کے لئے ایک ناطق فیصلہ ہوگا۔

حمید...... ہاں! بھائی مولانا اختر فرمارہے تھے کہ ابھی کئی حوالے اور بھی میرے پاس ہیں۔
منظور...... ہاں، آپ سنیں یا نہ سنیں۔ مگر میں تو وہ بھی اب سن لینا چاہتا ہوں تاکہ مرزائیوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں میرے کام آسکیں۔
اختر...... لیجئے میں وہ بھی اختصار سے پیش کئے دیتا ہوں۔ آپ خود ہی ان پر غور فرمالیں اور جس رنگ میں پھر پیش کرنا چاہیں، کرلیں۔ مرزا قادیانی اپنے خطبہ الہامیہ کے (ص۳۵، خزائن ج۱۶ ص۷۰) پر لکھتے ہیں: ''وان قدمی ھذہ علی منارة ختم علیھا کل رفعة یعنی میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہو چکی ہیں۔'' پھر (حقیقت الوحی ص۸۳، خزائن ج۲۲ ص۷۰۹) پر ارقام فرماتے ہیں: ''نزلت سرر من السماء ولکن سریرك وضع فوق کل سریر آسمان سے کچھ تخت اترے، لیکن تیرا تخت سب سے اونچا رہا۔''
ان عبارات سے تمام انبیاء کی تحقیر ہو ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی سب سے افضل ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں۔ جیسا کہ (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر فرماتے ہیں کہ: ''اس زمانہ میں خدا نے چاہا جس قدر نیک اور راستباز اور مقدس نبی گزرے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ میں ہوں۔''
پھر (حقیقت الوحی ص۷۲، خزائن ج۲۲ ص۷۶ حاشیہ) پر فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں، یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔''

میں کبھی عیسیٰ کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ ۵، ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳)

ذرا حضور کی لن ترانی ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے کہ: ''واعطانی مالم یعطہ احداً من العالمین مجھے وہ چیز دی گئی جو اس عالم میں اور کسی کو نہیں دی گئی۔'' (انجام آتھم ص۷۷، خزائن ج۱۱ ص۷۷) یعنی نہ آنحضرت ﷺ کو اور نہ کسی اور نبی کو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو (خطبہ الہامیہ ص۱۹ تا ۲۱، خزائن ج۱۶ ص۵۱، ۵۲، ۵۳) ''مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو

میرے ساتھ...... میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو اور ہرگز نہیں پاؤ گے۔ اگرچہ چراغ لیل کر بھی ڈھونڈتے رہو۔"

حمید...... واقعی اس عبارت سے بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ مرزا قادیانی اس قدر کس بل بوتے پر کر رہے ہیں۔ بھلا کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔

پھر (تذکرۃ الشہادتین ص۲۲، خزائن ج۲۰ص۲۵) پر ارشاد ہوتا ہے کہ: "اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے رد کرتا ہے، وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو رد کرتا ہے۔"

جمیل...... استغفر اللہ! کس قدر بے باکی ہے کہ تمام انبیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔

اختر...... اور سنئے مرزا قادیانی اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا مماثل بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ص۲۵۹) پر فرماتے ہیں کہ: "جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہو گیا۔"

حمید...... توبہ توبہ! کیا اس سے بڑھ کر بھی صحابہ کرام اور حضور ﷺ کی کوئی توہین ہو سکتی ہے۔ سچ ہے:

بت کریں آرزو خدائی کی ‏ ‏ ‏ شان ہے تیری کبریائی کی

اختر...... اور سنئے (اشتہار معیار الاخیار ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۸) پر ارقام فرماتے ہیں: "میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔"

جمیل...... ٹھیک ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو اسی کو کہتے ہیں۔

حمید...... مولانا! میں حیران ہوں کہ مرزا قادیانی اپنے فضائل آپ ہی کیوں گنواتے رہے۔ کیا انہوں نے یہ شعر نہیں سنا تھا:

ثنائے خود بخود گفتن نہ زیبد مرد دانا را
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

اختر...... اچھا اب دسواں حوالہ بھی لے لیجئے۔ اپنی کتاب (نزول المسیح ص۸۴، خزائن ج۱۸ص۴۶۱، ۴۶۲) پر ارقام فرماتے ہیں: "کون ایمان دار ہے جو واقعات پر اطلاع پانے کے بعد اس بات کی

گواہی نہ دے کہ درحقیقت اکثر گزشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ نہیں اور اگر کوئی اندھا انکار کردے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے گواہ موجود ہیں: ''ولیس الخبر کالمعاینۃ'' پھر جس حالت میں صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سبقت لے گئی ہیں۔ تو اب خود سوچ لو کہ اس وحی الٰہی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہنا درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت روایت جو حلفی شہادت ہوگی، قلم بند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثنیٰ ہمارے نبی ﷺ کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو۔ لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ روایت کے گواہ پیش کرو کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسے ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔''

خالد...... استغفر اللہ! کس قدر شوخ چشمی اور بے باکی ہے۔ بخدا ہم تو ان چیزوں سے بے خبر ہی پڑے تھے۔

منظور...... سچ سچ میں نے بھی آج ہی ان باتوں پر غور کیا ہے۔ اگر دو چار یا دس بیس عبارتیں بھی ایسی ہوتیں تو ان کی کچھ نہ کچھ تاویل بھی ہو سکتی تھی۔ مگر یہاں تو مولانا اختر نے پشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ یہاں کوئی تاویل بھی کرے تو کیا۔ ایک جگہ سے بچے گا تو دوسری جگہ پھنس جائے گا۔ دوسری جگہ سے نکلے گا تو تیسری جگہ گرے گا۔ بھلا بیسیوں اور سینکڑوں جگہ کیا کیا تاویلیں دے گا۔

جمیل...... اور بھائی منظور! اگر غور کیجئے تو یہاں تاویل ہو بھی کیا سکتی ہے۔ مرزا قادیانی نے آنحضور ﷺ کو مستثنیٰ کر کے باقی تمام انبیاء کو مقابلہ میں لانے کا چیلنج دے دیا ہے۔ جن میں جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی شامل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں اور پھر لطف یہ کہ ان کے قصص کو جو قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ گوبر کے انبار سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ ان کے گواہ اس وقت موجود نہیں اور اپنے قصص کو مشک وعنبر قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ!

اختر...... اور اسی عبارت کو ذرا آگے پڑھئے تو صاف لکھا ہے کہ ''کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست و ریخت جس قدر ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان تمام (یعنی میرے) معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت......''

جمیل...... اب یہاں کیا تاویل ہوگی۔ کیا صاف لفظوں میں یہ تحقیر نبوت کی توہین نہیں ہے۔

اختر......اور سنئے۔آپ (آئینہ کمالات ص ۲۷۸،۲۷۹،خزائن ج ۵ص......) پر لکھتے ہیں: یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء سے ظہور میں آتے ہیں جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام ہیں۔جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں سے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے صرف میں لانا اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال کی وجہ سے نہیں تھا،استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔"

جمیل......گویا اس مقام پر مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فاحشہ عورت کے پاس جانے والے واقعہ کو ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام والے قرآنی واقعات کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس واقعہ کو صرف بائبل ہی سے ماخوذ نہیں سمجھتے۔بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ واقعہ سچا تھا۔جس طرح یہ دوسرے انبیاء کے ہیں اور بظاہر بیہودہ و شرمناک معلوم ہوتے ہیں۔

منظور......ہاں بھائی!!اب جو کہو ٹھیک ہے۔ہم نے تو شکست تسلیم کر لی ہے۔

اختر......ایک موقع پر مرزا قادیانی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی نہیں چھوڑا۔چنانچہ فرماتے ہیں،ملاحظہ ہو(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۶،خزائن ج ۲۱ص ۹۹)"پس اس وقت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔"

جمیل......جناب حضرت یوسف،موسیٰ،عیسیٰ،ابراہیم علیہم السلام ان کے سامنے کیا ہیں۔جب آنحضور ﷺ کو نہیں چھوڑا تو اور کس کو چھوڑ سکتے تھے۔میرا خیال ہے کہ اب وقت بہت ہو چکا ہے۔اس لئے مجلس کو برخاست کرنا چاہئے اور مولوی منظور الحسن صاحب کی وساطت سے کسی اور مرزائی مبلغ کو دعوت دے کر پھر کسی وقت کسی اور مسئلہ پر گفتگو کرنی چاہئے۔کیونکہ ہمیں اب اس سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔

اختر......بہت اچھا۔اب پھر کسی وقت میں آپ کو مرزا قادیانی کے کذب وافتراء پر کچھ سناؤں گا بشرطیکہ آپ چند مرزائیوں کو بھی ساتھ لائیں۔

حمید......اچھا بھائی امان اللہ!

اشاریہ جلد نمبر 1......تا......50

احتساب قادیانیت



ترتیب : مولانا اللہ وسایا

احتساب قادیانیت، ایک تحریک......تعارف وتجزیہ!

مولانا اللہ وسایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم۰ اما بعد!

اپنے استاذ مکرم مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے رسائل اوّلاً ۱۹۸۹ء میں احتساب قادیانیت کے نام سے شائع کئے تھے۔ اس وقت خیال وتصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ احتساب قادیانیت کے نام پر اکابرین امت کے رشحات قلم کو سلسلہ وار یکجا کیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے رسائل اوّلاً جون ۱۹۹۸ء میں جمع کئے تو ان کو احتساب قادیانیت جلد دوم کا نام دیا۔ پھر سلسلہ چل نکلا۔ آج ان سطور کی تحریر (۱۲؍فروری ۲۰۱۳ء) تک پچاس (۵۰) جلدوں پر کام مکمل ہوگیا۔ گویا ۱۹۹۸ء سے ۲۰۱۳ء تک پندرہ سالوں میں پچاس جلدیں، کتنی تیزی سے یہ کام ہوا؟ یہ محض اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے اور بس!

اب جب کہ پچاسویں جلد اشاعت کے لئے پریس جانے کے مراحل میں تھی تو خیال ہوا کہ ان تمام جلدوں کی اجمالی فہارس اس جلد کے ساتھ شامل اشاعت ہوجائے تاکہ قارئین کے لئے پچاس جلدوں سے استفادہ آسان ہوجائے۔ اس کے لئے دو قسم کی فہرستیں تیار کی ہیں۔

فہرست نمبر۱: اس فہرست میں جلد اوّل سے جلد پچاس تک ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کر دیئے ہیں۔ جن کے کتب ورسائل ان پچاس جلدوں میں شائع ہوئے۔ یہ کل حضرات دوسو باسٹھ (۲۶۲) ہیں۔ جن کا سن ولادت وسن وفات معلوم ہوسکے۔ دونوں درج کر دیئے۔ سن ولادت کے لئے (و) اور سن وفات کے لئے (م) کی علامت لکھی ہے۔ جن کا صرف سن وفات معلوم ہوا (م) کے آگے صرف وہی لکھ دیا۔ جن کے دونوں سن معلوم نہ کر پائے انہیں خالی چھوڑ دیا جو ہماری بےبسی کی یاد دلاتے رہیں گے۔

فہرست نمبر۲: (۱)......رسائل وکتب کے اوّلاً نمبرات مسلسل دیئے ہیں۔ ۱تا۶۵۵۔ (۲)......ہر مصنف کے رسائل کی تعداد کے لئے علیحدہ علیحدہ ساتھ ہی نمبر دیئے ہیں۔

(۳)...... ہر مصنف کے رسالہ وکتاب کا مکمل نام دیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون کون سے رسائل وکتب شائع ہو کر ان جلدوں میں محفوظ ہیں۔ (۴)...... ہر رسالہ وکتاب کے نام کے ساتھ مصنف کا نام دیا ہے، تاکہ مزید آسانی ہو۔ (۵)...... جلد کی صراحت کردی ہے کہ کس مصنف کا کون سا رسالہ کون سی جلد میں مل سکتا ہے۔ (۶)...... اس کے ساتھ ہی اس فہرست میں آگے اس جلد کا صفحہ دے دیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کس مصنف کا کون سا رسالہ، کون سی جلد کے کون سے صفحے پر مل سکتا ہے۔ اس طرح یہ دوفہارس تیار کر پائے ہیں۔

میرے مخدوم حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ کا فرمانا تھا کہ ان تمام جلدوں کو موضوعاتی تقسیم وترتیب جدید سے شائع ہونا چاہئے۔ بہت مناسب اور ضروری۔ لیکن اس سے قبل اگر وہ اپنے کسی معاون کو موضوعاتی فہرست کے کام پر لگاتے۔ حق تعالیٰ نے انہیں اپنے حضور بلالیا۔ فقیر کی کمر دکھتی ہے۔ بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑنے کی بجائے اٹھانے کا نتیجہ ہے۔ موصوف موضوعاتی فہرست تیار کرادیتے۔ ایسے ہوجاتا؟ اسی طرح اسی قبیلہ عشق ووفا کے ایک اور مخدوم یعنی مخدوم ثانی حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب ناظم اقراء روضۃ الاطفال پاکستان نے ازخود خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں ان تمام جلدوں کے تعارف وتبصرہ پر خامہ فرسائی کرنے کا دلی داعیہ رکھتا ہوں۔ موصوف اچھے قلمکار اور دل کی بات سمجھانے کے دھنی ہیں۔ ان کا تعارف وتبصرہ پر قلم چل نکلا تو سینکڑوں صفحات تیار ہوجائیں گے۔ ان فہرستوں سمیت موضوعاتی فہرست اور تعارف وتبصرہ پر مستقل کتاب شائع ہوجائے تو بہت اچھا رہے گا۔

یہ تو شیخ چلی کے خیالاتی پلاؤ تھے۔ جو کام ان جلدوں پر ہوگیا ہے وہ حاضر خدمت ہے۔ لیجئے! پڑھئے اور دعاؤں سے نوازیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو مزید جاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آج تک رسائل وکتب کی شکل میں ردقادیانیت پر جو کچھ شائع ہوا وہ سب احتساب قادیانیت کی آئندہ جلدوں میں جمع ہوجائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

والسلام!

محتاج دعا...... فقیر: اللہ وسایا

۱۲؍فروری ۲۰۱۳ء

فہرست نمبر:۱ ...... اسمائے گرامی مصنفینؒ بمع سن ولادت وسن وفات

اس فہرست میں احتساب قادیانیت کی جلد اوّل (۱) سے جلد پچاس (۵۰) تک جن حضرات کے رد قادیانیت کے رسائل شامل کئے گئے۔ان کے اسماء کی فہرست دے دی گئی ہے۔ جن حضرات کا سن ولادت وسن وفات میسر آگیا وہ بھی شامل کردیا ہے۔ کل دوسو باسٹھ (۲۶۲) حضرات اکابر، مرحومین، محسنین کے رشحات قلم، پچاس جلدوں میں ہم مسکین ان کے نام لیواؤں نے جمع کئے ہیں۔حق تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے شرف قبولیت سے نوازیں اور آئندہ کے لئے توفیق بخشیں کہ ہم تمام حضرات کے کتب ورسائل کو مکمل جمع کر پائیں۔وما ذالك على الله بعزيز!

نام	ولادت	وفات
(۱)مولانا لال حسین اخترؒ	و	م ۱۱؍جولائی ۱۹۷۳ء
(۲)مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	و ۳۰؍اگست ۱۸۹۸ء بھوپال	م ۲۸؍جولائی ۱۹۷۴ء لاہور
(۳)مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ	و ۱۸۹۵ء امرتسر	م ۸؍مارچ ۱۹۴۸ء بھیرہ
(۴)حضرت مولانا سید محمد انورشاہ کشمیریؒ	و ۱۸۷۵ء	م ۱۹۳۳ء
(۵)حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	و ۱۸۶۳ء	م ۱۹۴۳ء
(۶)حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	و ۲۸؍ستمبر ۱۸۸۷ء بجنور	م ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء بہاولپور
(۷)حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی مدنیؒ	و ۱۹۰۱ء میرٹھ	م ۲۸؍اکتوبر ۱۹۶۵ء مدینہ منورہ
(۸)حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ	و ۲۸؍جولائی ۱۸۴۶ء	م ۱۳؍ستمبر ۱۹۲۷ء
(۹)علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ	و ۱۸۶۷ء	م ۳۰؍مئی ۱۹۳۰ء
(۱۰)پروفیسر یوسف سلیم چشتی	و ۲؍مئی ۱۸۹۶ء بریلی	م ۱۱؍فروری ۱۹۸۴ء لاہور
(۱۱)حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	و جون ۱۸۶۸ء	م ۱۵؍مارچ ۱۹۴۸ء
(۱۲)حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسنؒ چاندپوری	و ۱۲۸۵ھ	م ۲۱؍دسمبر ۱۹۵۱ء
(۱۳)حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ	و	م ۱۸۹۷ء
(۱۴)جناب بابو پیر بخش لاہوریؒ	و	م مئی ۱۹۲۷ء
(۱۵)حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	و جنوری ۱۸۹۷ء دیوبند	م ۶؍اکتوبر ۱۹۷۶ء کراچی
(۱۶)حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	و ۱۳۱۸ھ	م ۱۳۸۲ھ

(۱۷) حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ و ۲۹ر دسمبر ۱۹۰۰ء چارسدہ م ۱۶ر اگست ۱۹۸۳ء ترنگ زئی چارسدہ

(۱۸) جناب ابوعبیدہ نظام الدین بی۔اے و ...... م ۵ر جولائی ۱۹۸۵ء

(۱۹) حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ و ۱۶ر اکتوبر ۱۸۷۹ء م ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء

(۲۰) حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ و ۲ر رمضان ۱۳۰۴ھ م ۱۷ر رمضان ۱۳۸۱ھ لاہور

(۲۱) حضرت مولانا مفتی محمودؒ و ۱۵ر فروری ۱۹۱۹ء م ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

(۲۲) حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ و جون ۱۸۹۶ء بفہ م ۴ر فروری ۱۹۸۱ء بفہ مانسہرہ

(۲۳) حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ و فروری ۱۸۹۵ء نکودر م ۲۱ر اپریل ۱۹۷۱ء ملتان

(۲۴) حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ و ۷ر مئی ۱۹۰۸ء پشاور م ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کراچی

(۲۵) حضرت مولانا تاج محمودؒ و ۵ر جنوری ۱۹۱۹ء م ۲۰ر جنوری ۱۹۸۴ء فیصل آباد

(۲۶) حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ و ...... م ۱۴ر فروری ۱۹۸۵ء ملتان

(۲۷) حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ و ۲۵ر مئی ۱۹۲۳ء م ۲۲ر مئی ۲۰۰۳ء جلالپور پیروالہ

(۲۸) حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ و ...... م ......

(۲۹) حضرت مولانا نور محمد خان سہارنپوریؒ و ...... م ......

(۳۰) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ و ۱۹۰۵ء م ۴ر مئی ۱۹۹۷ء

(۳۱) حضرت مولانا محمد یعقوب پٹیالویؒ و ...... م ......

(۳۲) جناب علامہ نصیر، بی۔اے بھیرویؒ و ...... م ......

(۳۳) حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ و اپریل ۱۸۷۴ء م ۱۲ر جنوری ۱۹۵۶ء

(۳۴) حضرت مولانا عبداللطیف رحمانیؒ و ...... م ......

(۳۵) حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ و ۱۹۰۱ء م ۱۹۴۵ء

(۳۶) حضرت مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ و ۱۸۹۴ء م ۱۹۵۰ء

(۳۷) جناب قاضی فضل احمد گورداسپوریؒ و ...... م ......

(۳۸) حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادیؒ و ۱۲۶۴ھ م ۱۳۳۶ھ

(۳۹) ایم۔ایس خالد وزیر آبادیؒ و ...... م ......

(۴۰) مولانا عبداللطیف مسعودؒ و ...... م ۲۰۰۳ء

(۴۱) مولانا محمد عالم امرتسریؒ و ۱۲ر رمضان ۱۲۹۸ھ م ۱۹۴۴ء

(۴۲) آغا شورش کاشمیریؒ — و ۱۴؍اگست ۱۹۱۷ء امرتسر — م ۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۵ء لاہور

(۴۳) مولانا عبدالکریم مباہلہؒ — و ......ء — م ......ء

(۴۴) جناب ماسٹر غلام حیدر شیخؒ — و ......ء — م ......ء

(۴۵) مولانا قاضی غلام محی الدینؒ
المعروف قاضی غلام گیلانی — و ۱۸۶۸ء — م ۱۹۳۰ء

(۴۶) قاضی زاہد الحسینیؒ — و یکم؍فروری ۱۹۱۳ء — م ۱۴؍مئی ۱۹۹۷ء اٹک

(۴۷) مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ — و ۱۸۹۹ء — م ۲۷؍جولائی ۱۹۵۹ء

(۴۸) مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانیؒ — و ۱۸۶۰ء — م ۱۹۲۷ء

(۴۹) مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ — و ۱۸۹۱ء — م ۳۰؍ستمبر ۱۹۶۴ء بہاولپور

(۵۰) مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ — و ۱۸۹۶ء — م ۲۰؍جنوری ۱۹۶۱ء

(۵۱) سید حبیب لاہوریؒ — و ۵؍ستمبر ۱۸۹۱ء — م ۲۳؍فروری ۱۹۵۱ء

(۵۲) مولانا محمد حنیف ندویؒ — و ۱۰؍جون ۱۹۰۸ء گوجرانوالہ — م ۱۲؍جولائی ۱۹۸۷ء لاہور

(۵۳) شیخ سلطان احمد خانؒ — و ......ء — م ......ء

(۵۴) مولانا گلزار احمد مظاہریؒ — و ۱۰؍فروری ۱۹۲۲ء بھیرہ — م ۱۰؍ستمبر ۱۹۸۶ء لاہور

(۵۵) منشی محمد عبداللہ معمارؒ — و ......ء — م ......ء

(۵۶) مولانا احمد بزرگ سملکیؒ — و ......ء — م ......ء

(۵۷) حاجی سید عبدالرحمنؒ — و ......ء — م ......ء

(۵۸) حافظ عبدالسلام لکھنویؒ — و ......ء — م ......ء

(۵۹) حافظ عبدالشکور حنفیؒ — و ......ء — م ......ء

(۶۰) مولانا علم الدینؒ ساکن قادیان — و ......ء — م ......ء

(۶۱) مولانا علم دینؒ حافظ آبادی — و ......ء — م ......ء

(۶۲) مولانا مفتی نعیم الدینؒ لدھیانوی — و ......ء — م ۱۹۷۰ء

(۶۳) مولانا محمد یعسوب مونگیریؒ — و ......ء — م ......ء

(۶۴) منشی محمد شفیع امرتسریؒ — و ......ء — م ......ء

(۶۵) قاضی اشرف حسین رحمانیؒ — و ......ء — م ......ء

(۶۶) جناب احمد صدیق سونڈوی	و ...... و	م ...... و
(۶۷) ڈاکٹر نور حسین صابر کربلائی	و ...... و	م ...... و
(۶۸) خان حبیب الرحمٰن کابلی	و ...... و	م ...... و
(۶۹) جناب عبداللطیف گجراتی	و ۱۹۰۹ء گجرات	م ۲/ اگست ۱۹۹۰ء گجرات
(۷۰) جناب عبدالقدیر امروہی	و ...... و	م ...... و
(۷۱) ابوالمحاسن محمد ارشد	و ...... و	م ...... و
(۷۲) حافظ محمد اسحٰق قریشی	و ...... و	م ...... و
(۷۳) حکیم ڈاکٹر محمد علی امرتسری	و ۱۸۹۱ء شام نگر امرتسر	م ۱۶/ جنوری ۱۹۷۴ء گوجرانوالہ
(۷۴) علامہ عبدالرشید طالوتؒ	و یکم فروری ۱۹۰۶ء ڈیرہ غازیخان	م ۳۰/ مارچ ۱۹۶۳ء ملتان
(۷۵) مولانا نورالحق علویؒ	و ۱۸۸۸ء اٹک	م ۹/ مارچ ۱۹۵۱ء لاہور
(۷۶) مولانا عبدالمجیدؒ	و ...... و	م ...... و
(۷۷) مولانا ابوالحربز عبدالعزیز	و ...... و	م ...... و
(۷۸) فصیح احمد بہاری	و ...... و	م ...... و
(۷۹) سیکرٹری انجمن تائیدالاسلام	و ...... و	م ...... و
(۸۰) سیکرٹری دارالاشاعت رحمانی مونگیر	و ...... و	م ...... و
(۸۱) مولانا سید محمد ادریس دہلوی	و ...... و	م ...... و
(۸۲) ڈاکٹر غلام جیلانی برق	و ۲۶/ اکتوبر ۱۹۰۱ء پنڈی گھیپ	م ۱۲/ مارچ ۱۹۸۵ء اٹک
(۸۳) ملک محمد جعفر خان	و ۱۹۱۴ء پنڈورہ راولپنڈی	م یکم/ جون ۱۹۹۹ء اسلام آباد
(۸۴) غلام احمد پرویز	و ۹/ جولائی ۱۹۰۳ء بٹالہ	م ۲۴/ مارچ ۱۹۸۵ء لاہور
(۸۵) مولانا سرفراز خان صفدر	و ...... و	م مئی ۲۰۰۹ء گوجرانوالہ
(۸۶) صاحبزادہ طارق محمود	و ...... و	م ۱۲/ ستمبر ۲۰۰۶ء فیصل آباد
(۸۷) مولانا احمد عبدالحلیم کانپوری	و ...... و	م ...... و
(۸۸) مولانا عبدالرزاق سلیم خانی	و ...... و	م ...... و
(۸۹) مولانا بشیر اللہ مظاہری رنگونی	و ...... و	م ...... و
(۹۰) جناب اسرار احمد آزاد	و ...... و	م ...... و

(۹۱) جناب مولانا امیر الزمان کشمیری	و	م ۱۶؍جون ۱۹۸۹ء باغ کشمیر
(۹۲) ڈاکٹر محمد عبداللہ خان جتوئی	و	م ......
(۹۳) جناب فرزند توحید	و	م ......
(۹۴) مولانا محمد اسحٰق صدیقی	و	م ......
(۹۵) مولانا عبدالقادر آزاد	و ۲۵؍فروری ۱۹۳۸ء	م ۱۴؍جنوری ۲۰۰۳ء لاہور
(۹۶) مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی	و ۱۸۸۹ء دہلی	م ۱۴؍دسمبر ۱۹۶۹ء کراچی
(۹۷) مولانا سعید الرحمٰن انوری	و ۱۹۳۸ء	م ۱۷؍مئی ۲۰۰۲ء فیصل آباد
(۹۸) مولانا محمد اسحٰق	و	م ......
(۹۹) مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی	و	م ......
(۱۰۰) مولانا غلام جہانیاں	و ۱۹۰۸ء جھنگی والا مظفر گڑھ	م ۱۴؍جنوری ۱۹۷۷ء ڈیرہ غازیخان
(۱۰۱) علامہ احسان الٰہی ظہیر	و ۳۱؍مئی ۱۹۴۰ء سیالکوٹ	م ۳۰؍مارچ ۱۹۸۷ء مدفون ریاض الجنہ
(۱۰۲) مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری	و ۱۹۲۰ء کمیر پور امرتسر	م ۱۹؍جون ۱۹۸۹ء چھوکی
(۱۰۳) مولانا عبدالرشید	و	م ......
(۱۰۴) مولانا محمد عبداللہ محدث روپڑی	و ۱۸۸۷ء کمیر پور امرتسر	م ۲۰؍اگست ۱۹۶۴ء لاہور
(۱۰۵) مولانا منظور احمد الحسینی	و	م ۱۳؍جنوری ۲۰۰۵ء مدینہ منورہ
(۱۰۶) جناب محمد اسماعیل سہام	و	م ......
(۱۰۷) مولانا مہر الدین	و ۱۸۸۰ء	م ۱۸؍اگست ۱۹۶۷ء لاہور
(۱۰۸) جناب محمد سلطان نظامی	و	م ......
(۱۰۹) جناب سید احسن شاہ	و	م ......
(۱۱۰) جناب سلطان احمد خان	و	م ......
(۱۱۱) جناب مولانا محمد اسحٰق قاضی	و	م ......
(۱۱۲) سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری بٹالوی	و	م ......
(۱۱۳) جناب نسیم صدیقی (اصل نام مولانا فضل الرحمٰن)	و ۴؍جون ۱۹۱۶ء چکوال	م ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۲ء لاہور
(۱۱۴) جناب سعید احمد ملک	و	م ......
(۱۱۵) جناب چوہدری افضل حق	و	م ۱۹۴۲ء

(۱۱۶)جناب واجد علی خان و .... م ....

(۱۱۷)خواجہ عبدالحمید بٹ و ۲۲رجولائی ۱۹۱۵ء م یکم راگست ۱۹۹۷ء

(۱۱۸)مولانا عبدالحلیم الیاسی و .... م ....

(۱۱۹)اختر احسن و .... م ....

(۱۲۰)چوہدری محمد حسین ایم۔اے و .... م ....

(۱۲۱)جناب عبدالقیوم پراچہ و .... م ....

(۱۲۲)مولانا محمد اسحٰق امرتسری و .... م ....

(۱۲۳)ڈاکٹر نذیر احمد و .... م ....

(۱۲۴)جناب ملک محمد صادق سابق قادیانی و .... م ....

(۱۲۵)محمد صادق قریشی و .... م ....

(۱۲۶)مولانا نور محمد گرجاکھی و .... م ....

(۱۲۷)مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی و ۲۶رستمبر ۱۹۲۲ء خانیوال م ۱۹رفروری ۲۰۰۲ء کراچی

(۱۲۸)سعید احمد قریشی و .... م ....

(۱۲۹)مولانا مشتاق احمد چرتھاولی و .... م ....

(۱۳۰)مولانا عبدالرزاق انقلابی و .... م ....

(۱۳۱)مولانا قاضی عبدالصمد سربازی و .... م ....

(۱۳۲)عبدالوہاب حجازی و .... م ....

(۱۳۳)غلام نبی جانباز و ۴رستمبر ۱۹۱۱ء امرتسر م ۱۹رنومبر ۱۹۹۲ء لاہور

(۱۳۴)بشیر احمدی معری و .... م ....

(۱۳۵)مولانا عبدالرحیم اشرف و ۱۹۱۱ء م ۲۷رجون ۱۹۹۶ء فیصل آباد

(۱۳۶)سید برکت علی شاہ گوشہ نشین و یکم رجنوری ۱۸۸۳ء وزیرآباد م یکم راکتوبر ۱۹۵۶ء وزیرآباد

(۱۳۷)مولانا محمد اسماعیل گوجروی و ۱۹۰۱ء سلطان پور لدھیانہ کے محلہ م ۱۴رجون ۱۹۷۶ء فیصل آباد

(۱۳۸)ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ و .... م ....

(۱۳۹)سید عبدالجبار قادری و .... م ....

(۱۴۰)جناب غلام رسول چیمہ و .... م ....

(۱۴۱) امام الدین گجراتی — و ۱۵ر اپریل ۱۸۷۰ء گجرات — م ۲۲ر فروری ۱۹۵۴ء گجرات

(۱۴۲) منشی مولا بخش کشتہ — و ۱۸۷۶ء امرتسر — م ۱۹ر جون ۱۹۵۵ء لاہور

(۱۴۳) سید عبدالرحمٰن شاہ — و ...... — م ......

(۱۴۴) عبدالکریم ناقد — و ...... — م ......

(۱۴۵) مولانا محمد جعفر تھانیسری — و ۱۹۰۵ء — م ......

(۱۴۶) مولانا ابوالکلام آزاد — و ...... — م ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء

(۱۴۷) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — و دسمبر ۱۹۹۹ء — م ......

(۱۴۸) مولانا شہاب الدین لاہور — و ...... — م ۲۲ر نومبر ۱۹۷۰ء لاہور

(۱۴۹) مولانا عاشق الٰہی بلندشہری — و ۱۳۴۳ھ بلندشہر — م ۱۳ر نومبر ۲۰۰۱ء مدینہ منورہ

(۱۵۰) مولانا عبدالرحیم منہاج — و ...... — م ......

(۱۵۱) مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی — و ...... — م ۱۸ر جنوری ۱۹۹۷ء

(۱۵۲) ایم غلام محمد شوخ بٹالوی — و ...... — م ......

(۱۵۳) مولانا محمد عبدالسلام سلیم ہزارویؒ — و ...... — م ......

(۱۵۴) حضرت مولانا سید محمد اسماعیل گنگیؒ — و ...... — م ......

(۱۵۵) حضرت مولانا غلام سبحانی مانسہرویؒ — و ...... — م ......

(۱۵۶) مکرم جناب حکیم محمد اسحٰق صاحبؒ — و ...... — م ......

(۱۵۷) حضرت مولانا ہلال احمد دہلویؒ — و ...... — م ......

(۱۵۸) مکرم جناب محمد نواز، ایم اے — و ...... — م ......

(۱۵۹) حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ — و ۱۹۱۳ء اعلائے پور گجرال جالندھر — م ۷ر دسمبر ۱۹۸۵ء ساہیوال

(۱۶۰) مولانا ولی الدین فاضلؒ (سابق قادیانی) — و ...... — م ......

(۱۶۱) حضرت مولانا غلام رسول فیروزیؒ — و ...... — م ......

(۱۶۲) حضرت مولانا مفتی عزیز احمد لاہوریؒ — و ۱۹۰۱ء آنولہ بانس بریلی — م ۶ر جولائی ۱۹۸۹ء لاہور

(۱۶۳) مکرم جناب مشرف بریلویؒ — و ...... — م ......

(۱۶۴) مولانا خلیل الرحمٰن پانی پتیؒ (فاضل دیوبند) — و ...... — م ......

(۱۶۵) حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ — و ۶ر ستمبر ۱۹۲۰ء جہلم — م ۲۷ر اپریل ۱۹۹۸ء جہلم

(۱۶۶) حضرت مولانا محمد فیروز خان ڈسکویؒ و ۱۹۳۵ء م ۹/مارچ ۲۰۱۰ء ڈسکہ

(۱۶۷) حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ و ۱۹۲۵ء کاندھلہ م ۲۱/اکتوبر ۱۹۸۸ء لاہور

(۱۶۸) حضرت مولانا سید پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ و یکم/جولائی ۱۹۱۸ء بھیرہ م ۷/اپریل ۱۹۹۸ء بھیرہ

(۱۶۹) جناب حکیم مظہر حسین قریشی صدیقی میرٹھیؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۰) حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ و ۱۲۵۴ھ م جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ

(۱۷۱) حضرت مولانا عبد المجید دہلویؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۲) حضرت مولانا محمد عبد اللہ شاہجہانپوریؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۳) حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالیؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۴) حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالیؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۵) حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۶) جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ و ۱۴/جمادی الاوّل ۱۲۳۵ھ یمن م ۱۳۲۷ھ

(۱۷۷) حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانویؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۸) حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ و ......ء م ......ء

(۱۷۹) حضرت مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسریؒ و ......ء م ......ء

(۱۸۰) حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ شہید و ۱۹۵۵ء م شہادت ۱۱/مارچ ۲۰۱۰ء کراچی

(۱۸۱) جناب پروفیسر منور احمد ملک صاحب و ......ء م ......ء

(۱۸۲) جناب شیخ راحیل احمد صاحب جرمنی و ۱۹۴۷ء انڈیا م ۱۵/مئی ۲۰۰۹ء جرمنی

(۱۸۳) جناب فیض اللہ صاحب گجراتی و ......ء م ......ء

(۱۸۴) حضرت مولانا سید محمد ہاشم تشتیؒ و ۲/اگست ۱۹۰۸ء بہار م ۱۵/اگست ۱۹۸۸ء حیدر آباد

(۱۸۵) مکرم و محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ و ......ء م ۱۴/اپریل ۲۰۱۰ء

(۱۸۶) جناب مولانا امان اللہ گجراتیؒ و ......ء م ......ء

(۱۸۷) جناب عبد الرحیم عاجزؒ امرتسری و ۱۸۹۶ء امرتسر م یکم/مئی ۱۹۵۳ء لاہور

(۱۸۸) حضرت مولانا عبد الرحیم ڈیرویؒ و ......ء م ......ء

(۱۸۹) حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی امرتسری و یکم/مئی ۱۹۰۰ء امرتسر م ۲/فروری ۱۹۸۷ء لاہور

(۱۹۰) جناب ماسٹر محمد ابراہیمؒ و ......ء م ......ء

(۱۹۱)حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب گودھراں و ۲۰؍جولائی ۱۹۲۶ء م ۲۶؍فروری ۲۰۰۳ء

(۱۹۲)مسلمانان ڈاور صاحبان و ......ء م ......ء

(۱۹۳)حضرت مولانا محمد نعیم آسیؒ سیالکوٹی و ۱۹۴۹ء م ۹؍نومبر ۱۹۹۰ء سیالکوٹ

(۱۹۴)جناب حاجی محمد مسلم صاحبؒ دیوبندی و ......ء م ......ء

(۱۹۵)حضرت مولانا سید علی الحائری لاہوری و ۱۸۸۰ء لاہور م ۲۸؍جون ۱۹۴۱ء لاہور

(۱۹۶)جناب سائیں آزاد قلندر حیدری قادری و ......ء م ......ء

(۱۹۷)حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی و ۱۳۱۵ھ م ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء دیوبند

(۱۹۸)حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی و ......ء م ......ء

(۱۹۹)جناب بابو پیر بخش لاہوری صاحب و ......ء م ......ء

(۲۰۰)مولانا ملک نظیر احسن بہاری و ......ء م ......ء

(۲۰۱)جناب عبدالستار انصاری صاحب و ......ء م ......ء

(۲۰۲)عالی جناب حضرت مولانا اللہ دتہ صاحب و ......ء م ......ء

(۲۰۳)حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ و ۱۸۸۶ء م ۱۹۲۹ء سیال شریف

(۲۰۴)جناب شیخ احمد حسین میرٹھی اورسیئر و ......ء م ......ء

(۲۰۵)حضرت مولانا محمد مجتبیٰ رازی رامپوری و ......ء م ......ء

(۲۰۶)حضرت مولانا محمد عبداللہ احمد پوریؒ و ......ء م ......ء

(۲۰۷)حضرت مولانا عبدالحفیظ حقانی حنفی آگرہ و ......ء م ......ء

(۲۰۸)حضرت مولانا ابرار حسین پٹنی و ......ء م ......ء

(۲۰۹)حضرت مولانا عبدالقادر سات گڈھی و ......ء م ......ء

(۲۱۰)حضرت مولانا قاضی عبدالغفور شاہپوری و ......ء م ......ء

(۲۱۱)حضرت مولانا شیر نواب خان قصوری مجددی و ......ء م ......ء

(۲۱۲)حضرت مولانا محمد صادق قادری رضوی و ......ء م ......ء

(۲۱۳)حضرت مولانا پیر محب اللہ راشدی و ......ء م ......ء

(۲۱۴)حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ و ......ء م ......ء

(۲۱۵)جناب ملک فتح محمد اعوان صاحب و ......ء م ......ء

(۲۱۶) حضرت مولانا ابو منصور محمد نظام الدین قادری و ......ء م ......ء

(۲۱۷) جناب قاضی غلام ربانی شمس آبادی و ......ء م ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۶ء شمس آباد اٹک

(۲۱۸) حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی و ......ء م ۱۹۳۰ء

(۲۱۹) حضرت مولانا عبدالوہاب خان رامپوری و ......ء م ......ء

(۲۲۰) جناب ڈاکٹر منصور ایم رفعت مصری و ......ء م ......ء

(۲۲۱) حضرت مولانا غلام ربانی جوہر آبادی و ......ء م ۲۷ر جولائی ۲۰۰۰ء

(۲۲۲) جناب شیخ خضر حسین پروفیسر جامعہ ازہر مصر و ......ء م ......ء

(۲۲۳) حضرت مولانا ابوالمنظور عبدالحق کوٹوی سرہندی و ......ء م ......ء

(۲۲۴) حضرت مولانا پیر سید کرم حسین شاہ نقشبندی و ......ء م ......ء

(۲۲۵) سیکرٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس و ......ء م ......ء

(۲۲۶) حضرت مولانا محمد شریف قادری و ......ء م ......ء

(۲۲۷) نامعلوم و ......ء م ......ء

(۲۲۸) حضرت مولانا عبدالودود قریشی و ......ء م ......ء

(۲۲۹) حضرت مولانا عبدالقیوم میرٹھی و ......ء م ......ء

(۲۳۰) جناب تاج الدین احمد تاج و ......ء م ......ء

(۲۳۱) حضرت مولانا ابو عمر عبدالعزیزؒ و ......ء م ......ء

(۲۳۲) حضرت مولانا حکیم عبدالغنیؒ و ......ء م ۲۰ر مئی ۱۹۶۶ء

(۲۳۳) حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ و ......ء م ۲۳ر اگست ۱۹۵۴ء مدینہ منورہ

(۲۳۴) حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ و ......ء م ......ء

(۲۳۵) حضرت مولانا عبدالحئی امرتسریؒ و ......ء م ......ء

(۲۳۶) حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاگپوریؒ و ......ء م ......ء

(۲۳۷) حضرت مولانا محمد الدینؒ کاہنہ کاچھ و ......ء م ......ء

(۲۳۸) حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ و ......ء م ......ء

(۲۳۹) حضرت مولانا سید محمد عرب مکیؒ و ......ء م ......ء

(۲۴۰) حضرت مولانا محمد عبداللہ جونا گڑھیؒ و ......ء م ......ء

	و	م
(۲۴۱) حضرت مولانا مفتی عتیق اللہ شاہ کشمیریؒ	......	......
(۲۴۲) حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء	۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء امریکہ
(۲۴۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ روپڑیؒ	......	......
(۲۴۴) حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ	......	......
(۲۴۵) حضرت مولانا حسن رضا خان قادریؒ	......	......
(۲۴۶) حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین بریلویؒ	......	......
(۲۴۷) حضرت مولانا سید محمود احمد رضویؒ	۱۹۲۴ء آگرہ	۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء لاہور
(۲۴۸) جناب چوہدری رحمت الٰہی صاحب	......	......
(۲۴۹) حضرت مولانا محمد شریف خالد رضویؒ	......	......
(۲۵۰) جناب پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب	......	......
(۲۵۱) حضرت مولانا ڈاکٹر نظام الدین شامزئی	......	۳۰ مئی ۲۰۰۴ء
(۲۵۲) حضرت مولانا ابوالنذیرؒ راولپنڈی	......	......
(۲۵۳) جناب نیاز لدھیانوی صاحب	......	......
(۲۵۴) جناب ماہر القادری	۳۰ جولائی ۱۹۰۷ء بلند شہر	۱۲ مئی ۱۹۷۸ء جدہ
(۲۵۵) پروفیسر محمد اسماعیل	......	......
(۲۵۶) میاں محمد نوشہروی	......	......
(۲۵۷) ڈاکٹر نظیر صوفی	......	......
(۲۵۸) ناظم مجلس کنزی	......	......
(۲۵۹) حکومت پاکستان	......	......
(۲۶۰) الحاج رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج	......	۸ جنوری ۱۹۵۵ء لاہور
(۲۶۱) بابو تاج محمد نکودری	......	......
(۲۶۲) مولانا عبدالمجید سوہدروی	۱۹۰۰ء	۶ نومبر ۱۹۵۹ء گوجرانوالہ

فہرست نمبر:۲ ...... اسماءرسائل،اسمائے مصنّفین،جلداوراس کے صفحات

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلداوّل (۱) (ص۳۱۰)

کل رسائل:۱۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلددوم (۲) (ص۵۴۳)

کل رسائل:۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تین (۳) (ص۵۳۹)

کل رسائل: ۲۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چار (۴) (ص۹ ۶۷۹)

کل رسائل: ۱۷

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پانچ (۵) (ص ۵۲۸)

کل رسائل:۲۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چھ(۶) (ص۴۹۱)

کل رسائل:۵

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سات(۷) (ص۶۴۰)

کل رسائل:۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد آٹھ(۸) (۵۷۶)

کل رسائل:۱۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد نو (۹) (ص۱تا۶۱۶)

کل رسائل:۱۸

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد دس (۱۰) (۵۷۴)

کل رسائل: ۱۹

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد گیارہ (۱۱) (ص۵۰۳)

کل رسائل:۹

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد بارہ (۱۲) (ص۵۲۴)

کل رسائل:۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تیرہ (۱۳) (ص۳۳۷)

کل رسائل:۱۲

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چودہ (۱۴) (ص۴۸۹)

کل رسائل:۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پندرہ (۱۵) (ص۴۹۶)

کل رسائل:۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سولہ (۱۶) (۵۷۶)

کل رسائل:۴۹

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سترہ (۱۷) (ص۶۳۲)

کل رسائل:۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اٹھارہ (۱۸) (ص۵۳۲)

کل رسائل:۷

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد انیس (۱۹) (ص۵۹۲)

کل رسائل:١٦

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد بیس (٢٠) (ص٦٤٠)

کل رسائل:٣

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اکیس (٢١) (ص٦٠٠)

کل رسائل:٣

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد بائیس (۲۲) (ص۴۶۴)

کل رسائل:۱

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تیئیس (۲۳) (ص۵۹۲)

کل رسائل:۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چوبیس (۲۴) (ص۶۷۲)

کل رسائل:۱۸

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پچیس (۲۵) (ص۴۴۸)

کل رسائل:۱

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چھبیس (۲۶) (ص۶۸۸)

کل رسائل:۱

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد ستائیس (۲۷) (ص۵۰۴)

کل رسائل:۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اٹھائیس (۲۸) (ص ۶۸۸)

کل رسائل: ۱۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد انتیس (۲۹) (ص ۵۶۰)

کل رسائل: ۲۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تیس (۳۰) (ص ۶۸۰)

کل رسائل:۱۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اکتیس (۳۱) (ص۵۵۲)

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد بتیس (۳۲) (ص ۵۹۲)

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تینتیس (۳۳) (ص ۴۶۴)

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چونتیس (۳۴) (ص ۵۱۹)

کل رسائل: ۱۷

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پینتیس (۳۵) (ص ۶۴۰)

کل رسائل: ۱۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چھتیس (۳۶) (ص ۶۱۶)

کل رسائل:۱۷

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سینتیس (۳۷) (ص۲تا۶۷۲)

کل رسائل: ۲۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اڑتیس (۳۸) (ص۵۷۶)

کل رسائل:۱۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد انتالیس (۳۹) (ص۵۹۲)

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اکتالیس (۴۱) (ص۵۹۲)

کل رسائل:۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد بیالیس (۴۲) (ص۷۳۶)

کل رسائل:۱۵

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تینتالیس (۴۳) (ص ۵۲۸)

کل رسائل:۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چوالیس (۴۴) (ص ۶۴۰)

کل رسائل: ۲۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پینتالیس (۴۵) (ص۵۶۸)

کل رسائل:۱۷

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چھیالیس (۴۶)(ص۶۸۸)

کل رسائل:۱۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سینتالیس (۴۷) (ص۵۳۶)

کل رسائل:۲۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اڑتالیس (۴۸) (ص۵۰۴)

کل رسائل:۹

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد انچاس (۴۹) (ص۴۸۰)

کل رسائل:۱۶

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پچاس (۵۰) (ص۴۶۴)

کل رسائل:۱۳

خلاصہ

مصنفین=۲۶۲.....کل کتب ورسائل=۶۵۵.....کل صفحات ج۱تا۵۰=۲۸۲۴۶